بیسویں صدی کے

اہم واقعات

مرتضیٰ انجم

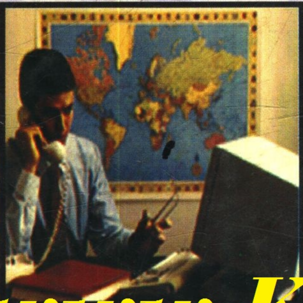
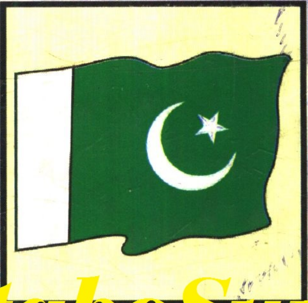
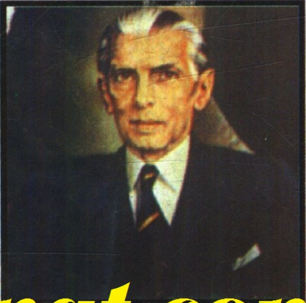

www.KitaboSunnat.com

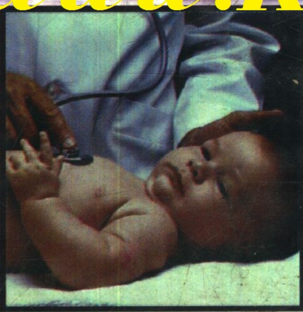
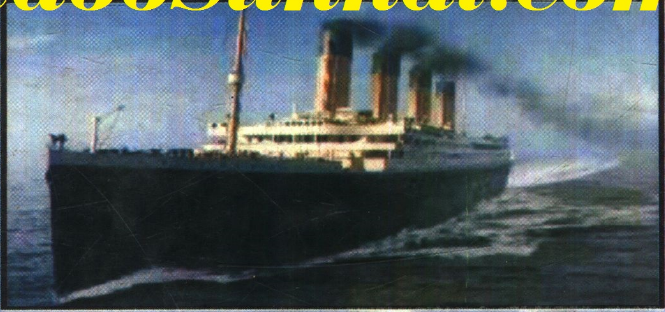

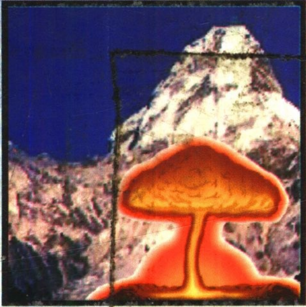

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

بیسویں صدی کے اہم واقعات

21692

مرتضیٰ انجم

MFN
10379

یو پبلشرز

5 یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 7241778

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب	:	بیسویں صدی کے اہم واقعات
تحقیق و ترتیب	:	مرتضیٰ انجم
اشاعت	:	جنوری 2002ء
مطبع	:	حاجی حنیف اینڈ سنز، لاہور۔
ناشر	:	یو پبلشرز، لاہور۔ فون:7241778
اہتمام	:	محمد طیب
قیمت	:	300

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21692

انتساب

والد گرامی ملک تاج الدین مرحوم

کے نام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون		صفحہ نمبر
	حرفِ اول		11
1	ملکہ وکٹوریا کا انتقال	22 جنوری 1901ء	12
2	لاسلکی مواصلات کی ایجاد	12 دسمبر 1901ء	14
3	روس جاپان جنگ	10 فروری 1904ء	16
4	مسلم لیگ کا قیام	30 دسمبر 1906ء	18
5	مونالیزا چوری ہوگئی	20 اگست 1911ء	20
6	دہلی دارالحکومت بن گیا	11 دسمبر 1911ء	24
7	ٹائی ٹینک تباہ ہوگیا	14 اپریل 1912ء	25
8	جنرل نوگی نے خودکشی کرلی	10 جولائی 1912ء	26
9	پہلی جنگ عظیم	1 اگست 1914ء	27
10	تحریک ریشمی رومال	10 اگست 1916ء	32
11	میثاق لکھنو	دسمبر 1916ء	36
12	روس میں انقلاب	23 اکتوبر 1917ء	38
13	قائداعظم نے دوسری شادی کرلی	19 اپریل 1918ء	41
14	سانحہ جلیانوالہ باغ	13 اپریل 1919ء	44
15	پنجاب میں مارشل لاء لگا دیا گیا	15 اپریل 1919ء	46
16	خلافت کانفرنس کا قیام	24 نومبر 1919ء	53
17	امریکہ میں شراب پر پابندی لگادی گئی	16 جنوری 1920ء	56
18	معاہدہ سیورے	10 اگست 1920ء	57

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21692

19	مسجد شب بھر تعمیر ہوگئی	1921ء	60
20	سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ	24 نومبر 1923ء	66
21	لینن کا انتقال	21 جنوری 1924ء	70
22	پنسلین کی ایجاد	30 دسمبر 1928ء	71
23	راجپال علم دین کے خنجر کی زد میں	اپریل 1929ء	76
24	کشمیر کی تحریک آزادی کا ایک یادگار دن	3 جولائی 1930ء	82
25	ہٹلر جرمنی کا چانسلر بن گیا	16 جنوری 1933ء	86
26	محبت کی خاطر برطانیہ کا تاج ٹھکرا دیا	11 دسمبر 1936ء	88
27	جناح سکندر پیکٹ	14 اکتوبر 1937ء	90
28	علامہ اقبال وفات پا گئے	21 اپریل 1938ء	94
29	مسلمان مسجد شہید گنج کا مقدمہ ہار گئے	10 جون 1938ء	97
30	دوسری عالمگیر جنگ کا آغاز	یکم ستمبر 1939ء	107
31	کانگریسی وزارتوں نے استعفیٰ دے دیا	27 اکتوبر 1939ء	113
32	یوم قرارداد پاکستان	23 مارچ 1940ء	115
33	قائداعظم پر قاتلانہ حملہ	26 جون 1948ء	116
34	ہٹلر نے خودکشی کر لی	30 اپریل 1945ء	121
35	برلن تقسیم کر دیا گیا	2 مئی 1945ء	123
36	ہیروشیما کی تباہی	6 اگست 1945ء	125
37	شملہ کانفرنس ناکام ہوگئی	14 جولائی 1945ء	126
38	اقوام متحدہ کا قیام	24 اکتوبر 1945ء	133
39	کلکتہ میں عظیم خونریزی	16 اگست 1946ء	138
40	پنجاب میں سول نافرمانی کی تحریک	24 جنوری 1947ء	141
41	حکومت برطانیہ کا تاریخی فیصلہ	3 جون 1947ء	145

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

42	قیام پاکستان	14 اگست 1947ء	150
43	اسرائیل کا قیام	14 مئی 1948ء	152
44	قائداعظم انتقال فرما گئے	11 ستمبر 1948ء	154
45	راولپنڈی سازش کیس	10 مارچ 1951ء	162
46	لیاقت علی خان قتل ہو گئے	16 اکتوبر 1951ء	166
47	دنیا کی پہلی خاتون وزیراعظم	1954ء	170
48	پاکستان کی سیاسی تاریخ کا یادگار مظاہرہ	6 اگست 1956ء	172
49	پاکستان میں پہلا مارشل لاء	7 اکتوبر 1958ء	180
50	U-2 امریکی جاسوس طیارہ گرا دیا گیا	1 مئی 1907ء	183
51	سندھ طاس معاہدہ	14 ستمبر 1960ء	184
52	ایک پانچ اور دس پیسوں کے سکوں کا اجراء	1 جنوری 1961ء	186
53	موسیقی گروپ بیٹلز	فروری 1962ء	187
54	برطانوی سیاسی تاریخ کا سب سے بڑا اسکینڈل	مارچ 1962ء	188
55	مارلن منرو نے خودکشی کر لی	5 اگست 1962ء	193
56	امریکی صدر کینیڈی کا قتل	22 نومبر 1963ء	197
57	عظیم باکسر کیشس کلے (محمد علی) مسلمان ہو گئے	25 فروری 1964ء	200
58	پنڈت نہرو انتقال کر گئے	21 جون 1964ء	201
59	امریکہ ویت نام جنگ کا آغاز	5 اگست 1964ء	205
60	حیرت انگیز ایجاد کلاشنکوف	6 اکتوبر 1964ء	207
61	سولہ سال پرانی سازش کا انکشاف	16 نومبر 1964ء	208
62	سرونسٹن چرچل کی موت	24 جنوری 1965ء	213
63	پاک بھارت جنگ	6 ستمبر 1965ء	216
64	معاہدہ تاشقند	10 جنوری 1966ء	220

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

65	اسرائیل کے ہاتھوں عربوں کی شکست	5 جون 1967ء	222
66	شاہ ایران کی رسم تاج پوشی	26 اکتوبر 1967ء	224
67	اگرتلہ سازش کیس	6 جنوری 1968ء	228
68	یحییٰ خان ہیرو بن گئے	21 ستمبر 1969ء	233
69	انسان چاند پر پہنچ گیا	21 جولائی 1969ء	237
70	عربوں نے ایک ہفتے میں پانچ طیارے اغوا کر لئے	9 ستمبر 1970ء	243
71	راشد منہاس کی شہادت	30 اگست 1971ء	246
72	پاکستانی ہاکی ٹیم کا خصوصی اعزاز	24 اکتوبر 1971ء	247
73	چین اقوام متحدہ کا رکن بن گیا	26 اکتوبر 1971ء	251
74	سانحہ مشرقی پاکستان	16 دسمبر 1971ء	253
75	واٹر گیٹ سکینڈل	17 جون 1972ء	256
76	شملہ معاہدہ	20 جولائی 1972ء	261
77	عربوں نے اسرائیلی کھلاڑی ہلاک کر دیئے	5 ستمبر 1972ء	263
78	عربوں نے شکست کا بدلہ لے لیا	6 اکتوبر 1973ء	265
79	اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد	22 فروری 1974ء	268
80	بھارت کا پہلا ایٹمی دھماکہ	18 مئی 1974ء	270
81	قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا	7 ستمبر 1974ء	272
82	اُم کلثوم انتقال کر گئیں	3 فروری 1975ء	285
83	شاہ فیصل قتل کر دیئے گئے	25 مارچ 1975ء	286
84	ویت نام میں امریکہ کی بدترین شکست	21 اپریل 1975ء	289
85	وزیراعظم اندرا گاندھی چھ سال کے لئے نااہل ہو گئیں	12 جون 1975ء	290
86	شیخ مجیب قتل ہو گئے	15 اگست 1975ء	294
87	ماؤزے تنگ انتقال کر گئے	9 ستمبر 1976ء	295

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

88	کشمیری حریت پسندوں نے بھارتی بوئنگ طیارہ اغواء کرلیا	10 ستمبر 1976ء	297
89	پاکستان میں تیسرا مارشل لاء	5 جولائی 1977ء	301
90	کیمپ ڈیوڈ معاہدہ	19 ستمبر 1978ء	304
91	909 افراد نے اجتماعی خودکشی کرلی	26 نومبر 1978ء	309
92	شاہ ایران ملک چھوڑ گئے	16 جنوری 1979ء	311
93	کشتی کا ایک تاریخی مقابلہ	17 جنوری 1979ء	313
94	کشتی کا ایک یادگار مقابلہ	18 جنوری 1979ء	319
95	ایران میں کامیاب انقلاب	11 فروری 1979ء	320
96	ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دیدی گئی	4 اپریل 1979ء	323
97	معاہدہ سالٹ ٹو	18 جون 1979ء	326
98	سکائی لیب دنیا کے لئے خطرہ بن گئی	15 جولائی 1979ء	327
99	خانہ کعبہ پر مرتدین نے قبضہ کرلیا	21 نومبر 1979ء	330
100	ایران نے امریکی یرغمالیوں کو رہا کردیا	20 جنوری 1981ء	331
101	"الذوالفقار" نے پی آئی اے کا جہاز اغوا کرلیا	2 مارچ 1981ء	336
102	بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمٰن کو قتل کردیا گیا	30 مئی 1981ء	338
103	اسرائیل نے عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کردیا	8 جون 1981ء	340
104	بیسویں صدی کی سب سے بڑی شادی	29 جولائی 1981ء	347
105	انور سادات قتل کردیے گئے	6 اکتوبر 1981ء	348
106	سانحہ دربار صاحب امرتسر	6 جون 1981ء	351
107	فیض صاحب انتقال کرگئے	اکتوبر 1984ء	354
108	اندرا گاندھی کو قتل کردیا گیا	31 اکتوبر 1984ء	357
109	دو ہفتے کی بچی کو بندر کا دل لگا دیا گیا	13 نومبر 1984ء	360
110	سانحہ بھوپال (بھارت)	3 دسمبر 1984ء	362

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

111	پاکستان میں ریفرنڈم	19دسمبر1984ء	365
112	ہولناک فضائی حادثہ	23جون1985ء	367
113	امریکہ نے لیبیا پر حملہ کر دیا	15اپریل1986ء	368
114	روسی ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی	26اپریل1986ء	373
115	ماں نے اپنی بیٹی کے تین بچوں کو جنم دیا	2اکتوبر1987ء	374
116	جنیوا معاہدہ	14اپریل1988ء	378
117	سانحہ بہاولپور	17اگست1988ء	380
118	دنیا کی پہلی مسلمان خاتون وزیر اعظم	2دسمبر1988ء	382
119	دیوار برلن گرادی گئی	10نومبر1989ء	383
120	عراق نے کویت پر حملہ کر دیا	2اگست1990ء	386
121	بےنظیر حکومت برطرف کر دی گئی	6اگست1990ء	388
122	راجیو گاندھی قتل ہو گئے	24مئی1991ء	391
123	مشرق وسطی کانفرنس ناکام ہو گئی	یکم نومبر1991ء	392
124	USSR کا خاتمہ	21دسمبر1991ء	396
125	پاکستان کرکٹ کا حکمران بن گیا	25مارچ1992ء	398
126	بابری مسجد کی شہادت	7دسمبر1992ء	400
127	انٹرنیٹ متعارف ہو گیا	22فروری1993ء	405
128	نواز شریف کی حکومت برطرف کر دی گئی	8اپریل1993ء	406
129	سیاہ فام نیلسن منڈیلا صدر بن گئے	10مئی1994ء	410
130	سیاہ موت.........طاعون	15ستمبر1994ء	413
131	امریکی عدالت نے مصری عالم کو عمر قید کی سزا سنادی	17جنوری1996ء	417
132	سلطان راہی قتل کر دیے گئے	جنوری1996ء	419
133	بےنظیر حکومت معزول	5نومبر1996ء	423

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

134	انسانی تخلیق کا دعویٰ......کلوننگ	22فروری 1997ء	427
135	منیٰ میں ہولناک آتش زدگی	15اپریل 1997ء	430
136	ہانگ کانگ چین کو واپس مل گیا	30جون 1997ء	431
137	دلوں کی ملکہ لیڈی ڈیانا حادثہ میں ہلاک ہوگئیں	31اگست 1997ء	434
138	دُکھی دُنیا کی ماں ''مدرٹریسا'' مرگئی	5 ستمبر 1997ء	439
139	سپریم کورٹ پرحملہ	28نومبر 1997ء	440
140	پاک بھارت ایٹمی دھماکے	28مئی 1998ء	446
141	امریکہ کی تاریخ کا سب سے بڑا اسکینڈل	17اگست 1998ء	448
142	امریکہ نے افغانستان اور سوڈان پر حملہ کردیا	7اگست 1999ء	452
143	جونیئر کینیڈی حادثے کا شکار ہوگئے	16جولائی 1999ء	456
144	بیسویں صدی کا آخری اور مکمل سورج گرہن	11اگست 1999ء	461
145	ڈائس ایک اہم ایجاد	14اگست 1999ء	464
146	ٹینس کی جرمن شہزادی ریٹائر ہوگئی	21اگست 1999ء	469
147	لاہور میں سو بچوں کا قتل	3دسمبر 1999ء	470
148	پاکستان میں چوتھا مارشل لاء	12اکتوبر 1999ء	473
149	نواز شریف کی جلاوطنی	2000ء	479
150	پاپ میوزک کی بانی نازیہ حسن انتقال کرگئی	13اگست 2000ء	482
151	ملکہ ترنم نور جہاں انتقال کرگئیں	23دسمبر 2000ء	484

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف اول

بیسویں صدی جب شروع ہوئی تو جنگ بوئر شروع ہو چکی تھی۔ ابھی جنگ بوئر جاری تھی کہ روس جاپان جنگ کے لئے راہ ہموار ہونے لگی، اسی دوران جنگ بلقان شروع ہو گئی۔ ادھر جنگ بلقان ختم ہوئی ادھر پہلی جنگ عظیم کے بادل دنیائے آسمان پر چھانے لگے۔ جنگ عظیم لاکھوں انسانوں کے لہو سے ہاتھ رنگنے کے بعد اپنے انجام کو پہنچی تو ہٹلر نے اتحادیوں کے ہاتھوں جرمن قوم کی ذلت ورسوائی کا بدلہ لینے کے لئے دوسری جنگ عظیم کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکنے کے واقعات رونما ہوئے اور دنیا کو پہلی مرتبہ انسانی خون کی ارزانی کا احساس ہوا۔ الغرض بیسویں صدی اپنے آغاز سے ہی ہنگامہ خیز واقعات سے بھرپور اور کروڑوں انسانوں کے لہو سے رنگین نظر آتی ہے۔

اس صدی نے جہاں انسان کو جنگوں کی ہولناکیوں کے سپرد کرنے کا اہتمام کیا وہاں انسان نے سیاسی، تہذیبی، تمدنی، سائنسی، معاشی، طبی اور لسانی میدان میں حیرت انگیز حد تک پیش رفت کی۔ نت نئی ایجادات نے انسان کو تیز رفتار زندگی کی طرف مائل کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑی بڑی سلطنتیں سکڑ کر رہ گئیں اور نظریات پھیلنا شروع ہوئے۔ برطانیہ کے اقتدار کا سورج غروب ہونے لگا اور امریکہ ایک نئے سامراج کی شکل میں سامنے آیا اور چھوٹے ملکوں کے استحصال کے لئے نئے طریقے ایجاد کیے۔

دو بڑی جنگوں نے سیاسی مدبرین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ عالمی امن کی خاطر ایک تنظیم کا قیام عمل میں لائیں جو دنیا کے مختلف ممالک کے تنازعات کا فیصلہ کرے۔ چنانچہ اس طریقے سے تیسری عالمی جنگ کا راستہ روک دیا گیا۔ دنیا کے نقشے پر نئی ریاستیں نمودار ہوئیں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے قائداعظم کی بے مثال قیادت میں برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کی۔

بیسویں صدی کی ایجادات نے انسان کو چاند پر پہنچا دیا، کمپیوٹر کی ایجاد نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا انٹرنیٹ اور سیٹلائیٹ کی بدولت دنیا گلوبل ولج کی صورت اختیار کر گئی۔

مرتضیٰ انجم

لاہور

۱۳ اکتوبر ۲۰۰۱ء

21692

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

22 جنوری 1901

ملکہ وکٹوریہ کا انتقال

22 جنوری 1901ء کو انگلستان پر سب سے طویل عرصہ تک حکمرانی کرنے والی ملکہ ''ملکہ وکٹوریہ'' 81 برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ انہوں نے تخت برطانیہ اور اس کی نو آبادیوں پر 63 برس حکومت کی۔ ان کے عہد میں سلطنت برطانیہ اس قدر وسیع ہوئی کہ اس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔

ملکہ وکٹوریہ 24 مئی 1819ء کو پیدا ہوئی تھیں۔ وہ ڈیوک آف کینٹ کی صاحبزادی تھیں اور 1837ء میں تخت نشین ہوئی تھیں۔ 1840ء میں ان کی شادی جرمنی کے پرنس البرٹ سے ہوئی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں برطانیہ میں 10 وزرائے اعظم برسر اقتدار آئے ان میں چار مرتبہ منتخب ہونے والا گلیڈ اسٹون سب سے ناپسندیدہ وزیراعظم تھا۔

ملکہ وکٹوریہ کے عہد کے واقعات میں سے ایک واقعہ 1857ء کی ہندوستان کی جنگ آزادی تھا۔ جسے انگریز مورخین بغاوت یا غدر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس جنگ کے بعد ہندوستان باضابطہ طور پر حکومت برطانیہ کے زیر تسلط آ گیا۔

ملکہ وکٹوریہ'' 1861ء میں اپنے شوہر کی وفات کے بعد بڑی حد تک گوشہ نشین ہو گئی تھیں بلکہ 1887ء میں جب ان کی تخت نشینی کی گولڈن جوبلی منائی گئی تو وہ ایک مرتبہ پھر خبروں کا موضوع بن گئیں۔ ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کی یہ گولڈن جوبلی تقریبات دنیا بھر میں منائی گئیں اور اس کی متعدد یادگاریں بھی تعمیر ہوئیں۔ کراچی کی ایمپریس مارکیٹ بھی اسی موقع پر تعمیر ہوئی تھی۔

الیگزینڈرینا وکٹوریا جب پیدا ہوئیں اس وقت جارج سوئم ابھی تخت نشین تھے اور ان کا باپ ڈیوک آف کینٹ محض بادشاہ کا چوتھا بیٹا تھا لیکن یہ حسن اتفاق تھا کہ وکٹوریا کے چچاؤں کے تمام بیٹے فوت ہوئے لہٰذا جارج چہارم کے فوت ہونے کے بعد ان کے بھائی ڈیوک آف کلیرنس ولیم چہارم تخت نشین ہوئے اس طرح ان کی وفات کے بعد وکٹوریا تخت نشین ہوئیں۔

جارج چہارم اور ان کے بھائی انگلینڈ میں انتہائی غیر مقبول تھے بدکردار اور بے وقوف امراء سے لے کر چھوٹے طبقہ تک سبھی افراد انہیں ناپسند کرتے تھے محنت کش طبقہ کا خانوں کے مزدور کھیتوں میں کام کرنے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسان سبھی ان سے نالاں تھے عوام کی بے چینی خونی انقلاب کا پیش خیمہ بن رہی تھی لیکن جب یہ نو جوان اور خوبصورت لڑکی تخت پر بیٹھی لوگ مطمئن تھے کہ اب انگلینڈ میں نئے دور کا آغاز ہونے والا ہے کیوں کہ وکٹوریہ اس ماں کی بیٹی تھی جو شاہی خاندان کے انداز و اطوار سے شدید نفرت کرتی تھی۔

وہ نہایت متحمل مزاج ملکہ تھی جس کا عملی مظاہرہ اس نے اس وقت کیا جب رسم تاج پوشی کے دوران باتھ اور ویلز کے بشپ نے غلطی سے دعاؤں کی کتاب کے دو صفحے ایک ساتھ پلٹ دیئے اور دعا بہت جلد ختم ہوگئی ملکہ کو سب ڈی ویسٹ منسٹر نے اس بارے میں اطلاع دی تو اس نے بشپ کو حکم دیا کہ وہاں سے دعا دوبارہ شروع کرائی جائے جہاں سے اس سے غلطی ہوئی ہے۔ تاج پوشی سے پہلے اور بعد میں جشن منایا گیا وہ لندن کی تاریخ کا اعلیٰ ترین جشن تھا۔ ملکہ کی شان و شوکت کو ہزاروں غیر ملکیوں نے بھی دیکھا۔

ملکہ وکٹوریا ایک بھرپور عورت تھی اس کے چند وزیروں کے ساتھ گہرے مراسم تھے ان میں سے ایک شخص لارڈ ملبورن تھا ملکہ نے اس سے سیاسی اسرار و رموز کے بارے میں بہت کچھ سیکھا ایک موقع پر اس نے ملبورن سے تعلقات ختم کرنے سے انکار کر دیا ہاؤس آف کامنز میں ٹوریز پارٹی کی تعداد زیادہ تھی۔ اور سر رابرٹ پیل وزیر اعظم بننے والے تھے اس بڑے سیاسی گروہ کی مخالفت مول لینے پر ملکہ کو تضحیک کا نشانہ بننا پڑا۔ ایک موقع پر اسے مسز ملبورن کہہ کر اس کا مذاق بھی اڑایا گیا حالانکہ ملبورن کے ساتھ اس کے تعلقات مخلصانہ تھے اور وہ ملکی امور میں محض اس کی مشاورت کرتا تھا البتہ بعض دیگر لوگوں کے ساتھ اس کے رومانوی تعلقات بھی تھے آخر کار وہ ایک عورت تھی۔

تخت نشینی کے دو سال بعد ایک جرمن شہزادے البرٹ کے ساتھ اس کی منگنی کا اعلان کر دیا گیا وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی شہزادہ بھی مسحور کن شخصیت کا مالک تھا۔ 1857ء میں اسے پرنس آف کنسورٹ کا خطاب دیا گیا ملکہ یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ کوئی اس پر حکم چلائے لیکن پرنس البرٹ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ذہین بھی تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بہت حقیقی حکمران بن گیا۔ امور سلطنت کے اکثر فیصلے وہی کرتا تھا ملکہ صرف توثیق کرتی تھی۔

انیسویں صدی کے آخری زمانے میں جب دنیا میں بادشاہت زوال پذیر تھی ملکہ کا اقتدار بہت مضبوط اور مستحکم تھا وہ اپنے دور کی نمائندگی کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ عوام انہیں پسند کرتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12 دسمبر 1901ء

لاسلکی مواصلات کی ایجاد

ساری دنیا میں مواصلات کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ کرہ ارض کے کسی ایک کونے پر ایک بٹن دبایئے یا کسی مائیکروفون کے سامنے کھڑے ہو کر بولئے تو آپ کی آواز دوسرے کونے تک بلا روک ٹوک پہنچ جاتی ہے۔ دنیا کی ''طنابیں'' اس طرح کھینچ کر دور دراز مقامات کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا سہرا گلگیمو مارکونی کے سر ہے۔

اب سے پورے سو برس پہلے 12 دسمبر 1901ء کو مارکونی نے یہ دریافت کیا تھا کہ ایتھر میں بجلی کی لہریں دوڑائی جائیں تو دور دراز مقامات سے پیغام وصول ہو سکتے ہیں۔ لیکن اسے اتنی بات معلوم کرنے میں جو دقتیں پیش آتی تھیں اور جن ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کی داستان بھی طویل ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ صدی کے آخر کا زمانہ تھا۔ سائنسدان یہ معلوم کر چکے تھے کہ ایتھر میں یہ خصوصیت موجود ہے کہ اگر بجلی کی لہریں دوڑائی جائیں تو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتی ہیں۔ لیکن انہیں کبھی یہ گمان بھی نہیں گزرا تھا کہ یہی خصوصیت پیغام رسانی میں بھی کام آسکتی ہے۔ مارکونی ان دنوں اٹلی میں اپنے والدین کے پاس رہتا تھا۔ یہ 1895ء کی بات ہے کہ اسے یہ معلوم ہوا کہ اگر ایریل بلند کر دیا جائے تو زیادہ فاصلے سے پیغامات وصول ہو سکتے ہیں۔ اس دریافت کی بناء پر یہ ممکن ہوا کہ وائرلیس ٹیلی گراف میں ایتھر سے کام لیا جا سکے۔

دوسرے سال کے آغاز میں مارکونی انگلستان چلا گیا اور یہاں وائرلیس ٹیلی گراف کے نظام کو پیٹنٹ کرایا۔ اس نے اس مقصد کے لئے انگلستان کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ اس زمانے میں برطانیہ میں دنیا کا سب سے بڑا بحری بیڑہ موجود تھا اور اسے خیال تھا کہ وائرلیس ٹیلی گراف جہازوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ چونکہ اس کی ماں آئرلینڈ کی رہنے والی تھی اس لئے اس کے دل میں وطن کی محبت نے بھی جوش مارا تھا۔

مارکونی نے 1897ء میں وائرلیس ٹیلی گراف اینڈ سگنل کے نام سے ایک کمپنی قائم کی جس کا نام بعد میں مارکونی وائرلیس ٹیلی گراف کمپنی لمیٹڈ ہو گیا۔ اسی کمپنی کے ذریعے اسے اپنا کام بڑھانے کے لئے سرمایہ اور فنی وسائل مہیا ہوئے، مارکونی نے اگلے چار سال مسلسل محنت اور تجربات میں صرف کئے اور برابر اپنے بنائے ہوئے سامان میں اضافہ اور ترقی کے لئے کوشاں رہا۔ اس دوران میں اس کے سامنے صرف ایک مقصد تھا کہ پیغام موصول کرنے اور بھیجنے کا ایک ایسا آلہ تیار کر لے جو دور دراز سے پیغامات وصول کر سکے۔ شروع میں اسے ایک میل تک پیغام رسانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کامیابی ہوئی کچھ دنوں بعد اس نے جزیرہ وٹ سے بورن ماؤتھ اور وہاں سے سینڈ بینک تک 18 میل تک وائرلیس سے پیغام پہنچایا پھر 1900 میں وہ جزیرہ وٹ سے لزارڈ کے مقام تک پیغام پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس دوران میں، جہاز ران کمپنیوں نے اپنے جہازوں میں وائرلیس سیٹ لگانے کی طرف بہت کم توجہ دی تھی اور ان کی جانب سے مارکونی کی زیادہ ہمت افزائی نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ صاف ظاہر تھا کہ جہازوں کے لئے اس کی اہمیت اسی صورت میں ثابت ہوگی۔ جب وائرلیس سے دوردراز مقامات تک پیغامات بھیجے جاسکیں۔ اس زمانے میں تمام سائنسدانوں کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ وائرلیس کی لہریں روشنی کی لہروں کی طرح کرہ زمین کی گولائی کے ساتھ ساتھ حرکت نہیں کریں گی اس لئے ان کا خیال تھا کہ وائرلیس کے ذریعے زیادہ فاصلے تک پیغام بھیجنا ناممکنات میں سے ہے۔

مارکونی کا نظریہ اس کے بالکل برعکس تھا، اس کے تجربات نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ اگر زیادہ لمبے ایئریل اور زیادہ طاقت ور ٹرانسمیٹر استعمال کئے جائیں تو زیادہ فاصلے تک بھی پیغام بھیجے اور وصول کئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ بحر اوقیانوس کے دونوں کناروں پر دو بہت طاقتور ٹرانسمیٹر سٹیشن قائم کرے اور اس طرح دونوں طرف سے پیغامات بھیجنے اور وصول کرنے کا سلسلہ شروع کرے، چنانچہ اس نے کارنوال میں پولڈھو اور امریکہ میں کیپ کاڈ کے مقام ان سٹیشنوں کے لئے منتخب کئے۔

یہ دونوں سٹیشن قریب قریب پایہ تکمیل کو پہنچ چکے تھے کہ ایک بہت بڑا سانحہ پیش آیا۔ ان دونوں سٹیشنوں پر بیک وقت زبردست طوفان باد و باراں نے ایئریل کے تار اس کے کھمبے اور سٹیشن کا سامان تباہ و برباد کر دیا، مارکونی نے اس پر پچاس ہزار پونڈ صرف کئے تھے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی تمام کوششوں پر پانی پھر گیا ہے۔ لیکن اس باہمت شخص نے ان سٹیشنوں کی مرمت کا انتظار بھی نہیں کیا۔ اس نے پولڈھو (برطانیہ) میں ایک نیا لیکن نسبتاً سادہ ایئریل نصب کیا اور اپنے دو معاونوں کے ساتھ امریکہ کے مشرقی کنارے پر نیو فاؤنڈ لینڈ کے جزیرے کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھ کینوس کی بنی ہوئی بڑی بڑی پتنگیں اور کچھ چھوٹے غبارے لئے تھے جن کے ذریعے سینٹ جان کی بندرگاہ پر ایئریل ہوا میں بلند کر دیا۔

نیو فاؤنڈ لینڈ میں تیز ہوائیں برابر چل رہی تھیں اور اس میں ایک غبارہ اور ایک پتنگ غائب ہو گئے۔ لیکن 12 دسمبر 1901ء کو ٹھیک ساڑھے بارہ بجے مارکونی کو پیغام رسانی کی مشین کا بٹن دبانے سے پیدا ہونے والی مدہم آوازیں بالکل صاف سنائی دیں۔ جو 2200 میل دور پولڈھو کے سوا کہیں اور سے نہیں آسکتی تھیں۔ مارکونی نے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کان میں لگا ہوا آلہ اپنے ایک نائب کو دیا جس نے اس کی تصدیق کر دی' یہ کارنامہ اس لحاظ سے اور بھی شاندار تھا کہ آواز بھیجنے کا تمام تر انحصار ٹرانسمیٹر پر ہوتا تھا کیونکہ ریسیور میں آواز کو بڑھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس طرح انتہائی مشکلات اور سائنسدانوں کی مخالفت کے باوجود مارکونی نے بحر اوقیانوس کے دونوں کناروں پر واقع ممالک کو ایک دوسرے سے ملا دیا اور ریڈیو سٹیشنوں کے موجودہ نظام کی بنا ڈالی۔

اس تاریخی واقعہ کی یادگار کے طور پر کچھ عرصہ پہلے لندن میں ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس نمائش میں بہت سی نادر چیزوں کے علاوہ مارکونی کی آواز کا ایک ریکارڈ بھی سنایا گیا۔ جس میں اس نے بتایا کہ اسے یہ کامیابی کیسے حاصل ہوئی؟

10 فروری 1904ء

روس جاپان جنگ

کوریا میں جاپانی مداخلت کو روکنے کے لئے روس نے جنگی جہازوں کو روانہ کر دیا پورٹ آرتھر کے مقام پر جاپانی بحری بیڑے کا روسی بحری بیڑے سے تصادم ہو گیا پہلے مرحلے میں دو روسی جنگی جہاز اور ایک کروزر جاپانی تارپیڈو سے بری طرح تباہ ہو گئے اس طرح بندرگاہ کے داخلی راستے پر روس کی پیش قدمی بری طرح متاثر ہوئی اسی طرح چموٹی پو کی بندرگاہ پر دو جنگی جہازوں کو گھیرے میں لے کر ناکارہ بنا دیا گیا ماہرین کا کہنا تھا کہ کوریا اور منچوریا میں روس کے فوجی عزائم پر ایک کاری ضرب لگائی تھی۔

دو ماہ کی جنگ کے دوران مشرق بعید میں روس کی بحری طاقت تقریباً ختم ہو چکی تھی مارچ کے آغاز کے دنوں میں جاپانیوں نے ولاڈی واسٹک پر بمباری کر کے روس کے جہازوں کو ان کی بنیادی بندرگاہوں سے کاٹ دیا اور مارچ کے آخر تک ایڈمرل ٹوگو نے روس کے سات جہاز ڈبو دیئے اور پورٹ آرتھر پر اپنا محاصرہ مضبوط کر لیا اور روس کی فوجی پوزیشن بہت خراب ہو گئی۔ اس ابتر صورتحال میں روس کو ایک مزید سانحہ سے دوچار ہونا پڑا پورٹ آرتھر کے قریب روسی جنگی جہاز پتروپاولوسکو ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا کر ڈوب گیا۔ اس جہاز میں بحری کمانڈر انچیف ایڈمرل ماکروف سمیت چھ سو افراد ڈوب گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ روس اور جاپان کی طرف سے مخالف فریق کو بھاری نقصان پہنچانے کے دعوے کئے جا رہے تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس جنگ میں دونوں فریقین کا بھاری نقصان ہو رہا تھا البتہ روس کے پاس ایک ہی گرم بندرگاہ تھی جو سارا سال کھلی رہتی تھی اس کا جاپان نے محاصرہ کرلیا۔ جس کے بعد روس کی کمر ٹوٹ گئی جاپانیوں نے تمام قلعوں پر قبضہ کرلیا شمال مشرق میں واقع ٹرانس سائبرین ریلوے لائن 250 میل دور تھی ریلوے کو حقیقتاً جامد کر دیا گیا تھا تین بحری جنگی جہاز بندرگاہ میں ڈوب رہے تھے۔ جنہیں ساحلی علاقے سے نشانہ بنایا گیا تھا شہر میں موجود روسی فوجوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ جاپانیوں کی حکمت عملی چکرا دینے والی تھی کہ روسی آفیسر بے بس نظر آنے لگے آخر کار 2 جنوری 1905 کو پورٹ آرتھر پر جاپان کے تقریباً چھ ماہ کے زبردست محاصرے کے بعد جنرل انوتلی استوسل بالآخر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا اور ساڑھے چار بجے دوپہر ٹوکیو میں ہتھیار پھینکنے کا اقرار نامہ بھیجا۔

جاپان کے شہنشاہ نے روسی حکومت کو یقین دلایا کہ ہتھیار ڈالنے والے تمام فوجی دستوں کے ساتھ اچھا انسانی برتاؤ کیا جائے گا جاپانی روایت کے مطابق جنرل استوسل کو سزائے موت دی جائے گی اگر زار روس اس کی رہائی کی درخواست نہیں کرتا۔

جاپان میں اس فتح کو بڑی شان و شوکت سے منایا گیا۔ لیکن دوسری طرف روس میں عوام کو اس شکست کے بارے میں لاعلم رکھا گیا تھا۔ اس شکست کے بعد منچوریا میں بھی روس کا کنٹرول کمزور پڑ گیا اور روسی جنرل کروپاٹکن اور جنوبی منچوریا کے علاقے کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ اس جنگ میں روس کی دو لاکھ فوج ہلاک ہوئی شکست خوردہ فوج میدان میں گیارہ توپیں چھوڑ آئی۔

روس کے اندر بھی روسیوں کے دلوں میں زار روس کے لئے نفرت کے جذبات جڑ پکڑ چکے تھے اور بحران شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ عوام سرکاری اہلکاروں اور جاگیرداروں پر حملے کر رہے تھے سوسیخا کے محاذ پر روس کی آخری امید ایڈمرل روجستدنسکی کا بحری بیڑہ بھی جاپانیوں کے ہاتھوں تباہ ہو گیا۔ جاپانیوں نے 12 جنگی جہاز ڈبونے کا دعوی کیا اور اپنے صرف دو جہازوں کی تباہی کا اعتراف کیا۔

روسی بحری بیڑہ جسے بحیرہ بالٹک میں تیار کیا گیا تھا آدھی دنیا کا سفر طے کرنے کے بعد میدان جنگ میں پہنچا تھا۔ جاپان کے ایڈمرل ٹوگو نے دھند کا فائدہ اٹھاتے ہوئے روس بیڑے پر اچانک تارپیڈو سے حملہ کر دیا۔ اس حملے سے روس کی بحری قوت کی کمر ٹوٹ گئی اور عملی طور پر مشرق بعید میں روس کی بحری قوت ختم ہو رہ گئی اس کے چند دن بعد روس کے جنرل لیاپونو نے جزیرہ سخالین پر بھی ہتھیار ڈال دیئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1875ء میں روس نے اس جزیرے کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ مارچ میں مکدن شہر کا ہاتھ سے چلے جانا اور مئی میں سوشیما میں روسی فوج کی شکست ایسے واقعات تھے جن سے روسی عوام میں بے چینی اور غم وغصہ پھیل گیا۔ جاپان پر امید تھا کہ ایسے غیر یقینی حالات میں روس ضرور مذاکرات کا راستہ اختیار کرے گا آخر کار 5 ستمبر 1905 کو روس اور جاپان کے بادشاہوں نے معاہدہ پورٹ سمائتھ پر دستخط کیے جس کے بعد کوریا اور مانچوریا کی جنگ باقاعدہ طور پر ختم ہو گئی۔

معاہدے کی شقوں سے یہ بات واضح تھی کہ جاپان نے جنگ کے تمام مقاصد حاصل کر لئے تھے جس میں مانچوریا سے روسیوں کا اخراج بھی شامل تھا۔ اس معاہدے کے تحت روس نے کوریا میں جاپان کے سیاسی فوجی اور معاشی مفادات کو تسلیم کر لیا اور روس نے اس بات کی ضمانت دی کہ وہ کوریا میں جاپان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ روس اور جاپان کی فوج مانچوریا سے نکل جائے گی لیکن پورٹ آرتھر میں روسی حقوق جاپان کو منتقل ہو گئے اور روس نے جنوبی سخالین کا علاقہ بھی جاپان کے حوالے کر دیا۔

30 دسمبر 1906ء

مسلم لیگ کا قیام

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت بنگال ایک بہت بڑا صوبہ تھا۔ بہار' اڑیسہ' آسام اور بنگال پر مشتمل تھا۔ 1853ء میں انتظامی امور کی انجام دہی کے پیش نظر فورٹ ولیم پریذیڈنسی کا رقبہ تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ 1874ء میں آسام اور اس کے ساتھ سلہٹ، کچھار اور گولپاڑہ تین اضلاع کو جن کی زبان بنگلہ تھی' الگ کر کے چیف کمشنری بنا دیا گیا۔ بنگال پھر بھی بہت بڑا تھا۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ نواسی ہزار مربع میل تھا اور آبادی سات کروڑ اسی لاکھ کی تھی۔

اس عظیم وسعت کی وجہ سے صوبے کی انتظامی حالت نہایت خراب تھی۔ چنانچہ لیفٹیننٹ گورنر اپنی پانچ سالہ معیاد عہدہ کے دوران ڈھاکہ اور چاٹگام جیسے اہم مقامات کا دورہ ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کر سکتا تھا۔ جس کے نتیجے میں مشرقی بنگال جہاں کہ مسلمانوں کی اکثریت تھی کے کسانوں کی حالت بڑی تباہ ہو رہی تھی۔ ان ہندو زمینداروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کارندے جو مستقل طور پر مغربی بنگال میں سکونت پذیر تھے۔ان کو بری طرح لوٹ رہے تھے۔سرکاری نظام نہایت کمزور تھا۔جرائم کا ارتکاب وسیع پیمانے پر ہو رہا تھا اور مشرقی بنگال کے باشندوں کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔آمدورفت کے لئے راستے اور وسائل محدود تھے۔مشرقی بنگال کے شعبہ رفاہ عامہ کی مد کا تمام بجٹ کلکتہ اور مغربی بنگال کے دوسرے علاقوں پر خرچ ہو رہا تھا۔سب سے زیادہ پریشانی اڑیسہ کے لوگوں کو تھی کیونکہ اڑیسہ بنگال، آسام اور متوسط ممالک میں تقسیم تھا۔تینوں صوبوں کو بھی زبان کے معاملے میں دقتوں کا سامنا تھا۔چنانچہ اڑیسہ کے لوگوں کی درخواستوں اور عرضداشتوں کے نتیجے میں بنگال کی تقسیم کا مسئلہ لارڈ کرزن کے سامنے آیا۔تقسیم کے کئی منصوبے تھے۔کافی غوروخوص کے بعد انہوں نے ایک سکیم منظور کی۔جس کی رو سے بنگال مغربی اور مشرقی بنگال میں تقسیم ہو گیا۔مغربی بنگال میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی۔ڈھاکہ کو مشرقی بنگال کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔اس تقسیم سے مسلمانوں کی فلاح اور ترقی کے راستے کھل گئے۔جب تقسیم کی قطعی اسکیم شائع ہوئی تو مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش سے اس کا خیر مقدم کیا۔

کلکتہ کے ہندوؤں نے اس پر سخت واویلا کیا۔کانگریس نے اپنے طریقے سے ہندوستان بھر میں ایجی ٹیشن شروع کر دیا۔کیوں کہ اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا تھا اور ہندوؤں سے وہ کچھ چھینا جا رہا تھا جو بربنائے ناانصافی انہیں حاصل ہو گیا تھا۔اس تحریک کے پس منظر میں مذہبی جنون زیادہ کارفرما تھا کیونکہ اس زمانے میں دھریت یا عیسائی مشینری سے بچاؤ کے لئے ہندوؤں کی جتنی تحریکیں تھی۔مثلاً ''برہموسماج''''آریہ سماج''''تھیوسوفیکل سوسائٹی''''شدھی'' اور ہندو سنگھٹن کی تحریکیں ہندو لیڈروں نے ان سب کا رخ مسلمانوں کی طرف پھیر دیا اور وہ تمام تنسیخ تقسیم بنگال کی کوششوں میں مصروف ہو گئیں۔اگرچہ تشدد پسند بنگالیوں نے کالی کی پوجا کر کے انگریزوں کو قتل کیا لیکن اس تحریک کا اصل ہدف مسلمان تھا۔اگرچہ بڑے عزم اور ارادے کے ساتھ ذی وقار اور معتبر انگریزوں نے اعلانات کئے کہ بنگال کی تقسیم ایک قطعی فیصلہ ہے۔منسوخ نہیں ہو سکتا مگر ہندوؤں کی طرف سے اس مخالفت میں کوئی کمی نہ آئی۔اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس کوئی سیاسی جماعت نہ تھی۔جو کانگریس کی اس مخالفت کا جواب دیتی۔

اس ہنگامہ پرور فضا میں مسلمانوں کی نہایت کمزوری کے ساتھ انفرادی آواز میں اٹھتیں تھیں لیکن ہندوؤں کے اجتماعی شوروشغب میں گم ہو جاتی تھیں۔لبرل پارٹی برسر اقتدار آئی سرکیمپل بیرزمین اس میں وزیراعظم تھے اور مسٹر مورلے وزیر ہند' اس وزارت نے 1905ء میں اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ ہندوستان میں نئی اصلاحات نافذ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی ضرورت پر غور کر رہی ہے۔ تقسیم بنگال کے خلاف کانگریس کا ایجیٹیشن اور حکومت برطانیہ کا یہ اعلان دیکھ کر محسن الملک نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے حقوق و مفادات کی حفاظت کا انتظام کیا جانا چاہیے۔ رفقاء کے مشورے سے نواب محسن الملک نے طے کیا کہ مسلمانان ہند کے نمائندوں کا ایک وفد وائسرائے کے پاس جائے۔ چنانچہ 16,15 ستمبر 1906ء کو لکھنو میں مسلمان نمائندوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں وفد کے متعلق تمام امور کا فیصلہ ہوا اور متفقہ طور پر ایڈریس کا مضمون منظور ہوا۔

ہز ہائی نیس آغا خان کی سرکردگی میں یکم اکتوبر 1906ء کو یہ وفد شملہ میں لارڈ منٹو سے ملا۔ جو اس وقت ہندوستان میں وائسرائے تھا۔ ہز ہائی نیس آغا خان نے وہ ایڈریس پڑھا جسے نواب عماد الملک نے لکھا۔ جس میں مسلمانوں کی شکایتوں' دشواریوں اور حق تلفیوں کا ذکر کرنے کے بعد چند مطالبات بھی پیش کیے گئے۔

وائسرائے سے ملاقات کے بعد 30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکہ میں نواب وقار الملک کی صدارت میں مسلمان لیڈروں کا ایک سیاسی جلسہ ہوا۔ جس میں نواب سلیم اللہ خان رئیس ڈھاکہ نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جس کی تائید حکیم اجمل خان' مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی خان نے کی۔

ریزولیوشن میں کہا گیا کہ "یہ جلسہ جو ہندوستان کے مختلف حصوں کے ان نمائندوں پر مشتمل ہے۔ جو ڈھاکہ میں مجتمع ہوئے ہیں۔ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ایک سیاسی انجمن قائم کی جائے جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ ہو"

مسلم لیگ کی تاسیس کا خیال خود مسلمانوں کو پیدا ہوا اور انہوں نے ہی اسے قائم کیا۔ اس کی منظوری کے لئے نہ کوئی انگلستان گیا نہ کسی سے اس کی تائید و حمایت کے لئے درخواست کی گئی۔ مسلم لیگ کا پہلا دستور مولانا محمد علی نے لکھا۔ اس طرح مسلم لیگ قائم ہوئی اور اس کا پہلا باقاعدہ اجلاس 30,29 دسمبر 1907ء کو کراچی میں ہوا۔

22 اگست 1911ء

مونا لیزا چوری ہوگئی

مونا لیزا طلسماتی حسن کا لافانی شاہکار........ جس کی مسکراہٹ مدتوں سے گفتگو کا موضوع بنی ہوئی ہے آج سے تقریباً چار سو نوے سال قبل جب پہلی بار مونا لیزا نامی آرٹ کا عظیم شاہکار پیرس کے لورے میوزیم میں رکھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔اس وقت سے آج تک اس فن پارے پر جتنے مباحثے ہوئے ہیں شاید اس سے سینکڑوں سال پرانے شاہکاروں پر بھی نہیں ہوئے۔مونا لیزا کا عظیم شاہکار لیونارڈو ڈاونسی نے تخلیق کیا مونا لیزا کی اس مسکراتی ہوئی تصویر نے کروڑوں اشخاص کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے اور اب تو عام لوگ بھی اس سے واقف ہوتے جارہے ہیں مونا لیزا کون تھی؟ وہ اس پر اسرار انداز سے کیوں مسکرائی کیا پیرس کے لورے میوزیم میں لگی ہوئی مونا لیزا کی تصویر لیونارڈو کی بنائی ہوئی تصویر ہے یا اس کی نقل ہے اور کیا واقعی لیونارڈو ڈاونسی ہی اس شاہکار کا خالق تھا؟ اس قسم کے مختلف سوالات پر ہزاروں ملکی وغیر ملکی فنکار غور کررہے ہیں۔

اکثر اس فن پارے کو دیکھنے والے یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ مونا لیزا اپنی حقیقی زندگی میں کیسی رہی ہو گی؟ مختلف زاویوں سے دیکھنے پر وہ کیسی دکھائی دیتی ہوگی اس گتھی کو سلجھانے کے لئے لندن کے ایک فوٹو گرافر لیمو نے اعلان کیا کہ اس نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جس سے مونا لیزا کی تصویریں مختلف زاویوں سے لی جا سکیں گی اسی طرح ایک نوادرات اکھٹے کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ پیرس کے لورے میوزیم میں لگی ہوئی مونا لیزا کی تصویر لیونارڈو کی بنائی ہوئی اصل تصویر نہیں ہے بلکہ وہ اس کی بنائی ہوئی تصویر کی محض نقل ہے جو کسی دوسرے آرٹسٹ نے بنائی ہے اس کا یہ کہنا بھی ہے کہ اصل تصویر کا مالک وہ خود ہے یہ بات قابل غور ہے کہ اس کا یہ دعویٰ محض پاگل پن ہی نہیں ہے بلکہ اسے بہت سے آرٹسٹوں نے درست مانا ہے۔

لیونارڈو کی موت کے کچھ ہی عرصے بعد فرانسس اول مونا لیزا کو پیرس لے آیا تب ہی سے انوکھی تصویر کے بارے میں ایک نہ ایک بحث ہوتی رہی ہے۔سب سے پہلے اس تصویر کو ورسیلز پیلس کی دیواروں پر لٹکایا گیا تھا اس وقت فرانس میں لوئی چہارم کی حکومت تھی یہ تصویر محل کی دیواروں پر اس وقت تک آویزاں رہی جب تک کہ فرانسیسی انقلابیوں نے اسے لورے میوزیم میں لے جا کر نہ رکھ دیا اس سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ عوام بھی اس لازوال فن پارے کو دیکھ سکیں۔

مون لیزا کون تھی اس بارے میں مختلف آراء ہیں اب تک بیشتر ناقدانِ فن اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ مونا لیزا فرانسسکو ذیل زکانڈو کی بیوی تھی لیکن کچھ لوگ اس بات سے متفق ہیں کہ وہ اٹھارہ سال بیوہ برناذی سوبایا تھی کچھ لوگ اسے ازابیلا وی اسٹے بھی کہتے ہیں جو منٹوآ کی ایک حسینہ تھی۔

مونا لیزا کی مسکراہٹ کے بارے میں بھی بہت سے لوگ رائے رکھتے ہیں مونا لیزا کیوں مسکرائی؟ اس کے بارے میں رائل کالج کے ایک ممبر ڈاکٹر کینتھ ذی لیکی فرماتے ہیں ''میرے خیال میں مونا لیزا کی پراسرار مسکراہٹ اب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے لئے پراسرار نہیں رہی میرے تجربات مجھے بتاتے ہیں کہ مونالیزا کے بیٹھنے کے ڈھنگ اور اس کی آنکھوں کے ظاہری تاثرات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ماں بننے والی ہے پہلے پہل اس خیال کے آتے ہی اس کے چہرے پر یہ مسکراہٹ ناچ اٹھی۔ ڈاکٹر لیکی کے اس خیال سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

اب سے چند برس قبل فرنچ دائیوریا کے پاس نائس نامی جگہ سے مونالیزا کے بارے میں ایک اور خبر آئی 80 سالہ ریمانڈ ہیلنگ اپنے سفر پر نکلا ہوا تھا اور ابھی وہ نائس سے سترہ میل دور کرائے نامی جگہ پر پہنچا تھا کہ اس نے ایک معمولی سی دکان پر مونالیزا کی ایک تصویر آویزاں دیکھی دکاندار نے ہیلنگ کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ مونالیزا کی اصل تصویر کی ایک کاپی ہے اس نے اس کی قیمت تین ہزار فرانک بتائی اور ہیلنگ نے اسے فوراً خرید لیا اس تصویر کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے پر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ تصویر لورے میوزیم میں رکھی ہوئی تصویر سے زیادہ پرانی اور خوبصورت ہے۔ لہٰذا یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ لیونارڈو کی اصل تخلیق یہ ہو اس سلسلے میں ہیلنگ نے فرانس کے کچھ مشہور ناقدوں کو بلایا اور سب نے ہیلنگ کی رائے سے اتفاق کیا۔

یہ خبر سن کر فرانس میوزیم کی نگران اعلیٰ مادام میڈیلین ہاورس نے بھی ہیکنگ کی تصویر کا گہری نظروں سے مشاہدہ کیا اور اس کے بعد وہ یک دم خاموش ہوگئی کیا ان کی خاموشی سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہیکنگ کی مونالیزا لورے میوزیم کی مونالیزا سے زیادہ قیمتی اور قدیم ہے کم از کم اس خاموشی کا مطلب یونان کے ایک کروڑ پتی اسٹائل اناسیس نے یہی نکالا اور اس نے فوراً ہی ہیکنگ کے پاس اس تصویر کو پانچ کروڑ فرانک میں خریدنے کا پیغام دیا لیکن ہیکنگ نے تصویر فروخت کرنے سے قطعی انکار کر دیا اس کے بعد بھی ہیکنگ کی مونالیزا کی بڑی بڑی قیمتیں لگی رہیں۔ حتیٰ کہ فرانس کے ایک مالدار بینک نے اسے خریدنے کے لئے 35 کروڑ۔ فرانک پیشکش کی لیکن ہیکنگ تصویر بیچنے کے لئے قطعی تیار نہ تھا وہ کہتا تھا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آرٹ کی دنیا میں اس شہ پارے کو وہ وقعت حاصل ہو جائے جس کی یہ مستحق ہے۔

اس تمام بحث و مباحثہ کے باوجود لورے میوزیم کے افسران نے اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہیکنگ کی مونالیزا میوزیم میں لگا دی جائے یہ ہیکنگ اور لورے میوزیم کے افسران دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ اس طرح کے واقعات کئی بار ہو چکے ہیں کئی بار مونالیزا کو اس قسم کے چیلنج دیئے جا چکے ہیں اسی طرح کا ایک واقعہ اور بھی ہے 1948ء میں ڈاکٹر ٹامس بڈسن ایک ریٹائرڈ وزیر ڈاکٹر امبروز وہائٹ وزسن سے ملنے ہمشائر گئے وہاں ایک پادری کے کمرے میں انہوں نے مونالیزا کی ایک تصویر دیکھی۔ اس سے وہ بہت متاثر ہوئے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تصویر کئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پشتوں سے ان کے پاس ہے وہ لوگ اسے لیونارڈو کی اصل تخلیق مانتے ہیں ڈاکٹر ہڈ سنبھی اسے دیکھ کر اس بات سے متفق ہوئے تھے کہ ممکن ہے کہ لیونارڈو کی ہی بنائی ہوئی تصویر ہو یورپ کے سب سے زیادہ مشہور آرٹ کے نافذ برنارڈ ہیئرنسن نے بھی اس تصویر کو دیکھ کر کہا تھا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ لیونارڈو کی اصل تخلیق نہیں ہو سکتی۔ اب بھی ورتن کی مونالیزا امریکہ میں ایک سیف میں محفوظ رکھی ہوئی ہے لیکن اب تک اسے اصل ثابت نہیں کیا جا سکا۔

مونالیزا کی تخلیق کے بارے میں ایک بڑی خوبصورت بات مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ 1500ء کے لگ بھگ آرٹسٹ لیونارڈو فلورنس شہر کی گلیوں میں کھویا کھویا سا پھر رہا تھا کہ یکا یک اس کی نظر سامنے سے آتی ہوئی ایک ملکوتی حسن کی مالک عورت پر پڑی وہ سب کچھ بھول کر اس کی جانب بھاگا ''عزیزہ!'' وہ اس کے قریب جا کر خوشی او جوش سے مغلوب لہجے میں بولا میں آپ کی ایک تصویر بنانا چاہتا ہوں میں آپ کے اس خوبصورت اور دلکش چہرے کو لازوال کر دوں گا جب تک روئے زمین پر آرٹ زندہ ہے آپ کا نام سب سے پہلے لیا جائے گا وہ عورت چلتے چلتے رک گئی اور مشکوک نظروں سے لیونارڈو کو دیکھنے لگی چند ثانیوں تک سوچنے کے بعد ایک انوکھی ادا سے بولی۔ جناب آپ کی باتوں پر بے اختیار ہنسی آ رہی ہے اور اس کے چہرے پر ایک انوکھی اور انمول مسکراہٹ پھیل گئی یہ مسکراہٹ ہی لیونارڈو کے لئے بیش قیمت خزانہ تھی اور اس نے مونالیزا کو ہمیشہ کے لئے لافانی بنا دیا۔

22 اگست 1911ء کو مونالیزا کی یہ دلکش مسکراہٹ چرا لی گئی رات کے وقت کوئی آرٹ گیلری میں داخل ہوا اور مونالیزا کی پینٹنگ چرا کر لے گیا اس چوری سے دنیائے آرٹ کا ہر شیدائی متفکر ہو گیا اور دنیا کے ہر ملک میں اس کی تلاش شروع ہو گئی۔

مونالیزا چار سو سال سے فرانسیسی آرٹ کے خزانے کا حصہ تھی اور اسے قومی ورثے کی حیثیت حاصل تھی یہ پینٹنگ اتنی مشہور تھی کہ اسے آسانی کے ساتھ بیچا نہیں جا سکتا تھا آخر دو سال کے بعد مونالیزا واپس مل گئی اسے ایک مصور نے چرایا تھا اور دو سال کی خاموشی کے بعد جب وہ اسے قدیم اشیاء کی خرید و فروخت کے ڈیلر پاس فروخت کے لئے لے گیا تو اس نے پولیس کو اطلاع کر دی ملزم کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا مونالیزا آج تک فرانس کی لورے آرٹ گیلری میں آویزاں ہے اور شائقین آرٹ کو تسکین بہم پہنچاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسمبر 1911ء

دہلی دارالحکومت بن گیا

برطانوی ہندوستان کا دارالحکومت شروع میں کلکتہ تھا۔ دہلی میں اس کی منتقلی ایک ہنگامہ خیز واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ آخر وقت تک کسی کو کانوں کان یہ خبر نہ ہوئی کہ ایسا ہونے والا ہے۔ شاہ جارج پنجم نے اس کا اعلان کیا اور اس کے فوراً بعد نئے دارالحکومت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

اس تبدیلی کو پردہ راز میں رکھنے کی ضرورت اس باعث پیش آئی کہ کلکتہ انگریز تاجروں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے شہر کی حیثیت ایک صوبائی شہر کی رہ جائے۔ ادھر ملکی پالیسی کا تقاضہ یہ تھا کہ دارالحکومت بدل دیا جائے۔ لارڈ ہارڈنگ سے پہلے کئی وائسرائے یہ کوشش کر چکے تھے مگر مخالفتوں کی تاب نہ لا کر خاموش ہو گئے۔ لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہونے سے پہلے ایک ڈپلومیٹ کی حیثیت سے کلکتہ میں رہ چکے تھے اور اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ صدر مقام بہر صورت منتقل ہو جانا چاہیے۔

دسمبر 1910ء میں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے بن کر ہندوستان پہنچے۔ انہوں نے حالات و واقعات کا جائزہ لے کر یہ نتیجہ نکالا کہ تقسیم بنگال کی وجہ سے جو بے اطمینانی پیدا ہوئی ہے اور مرکزی اسمبلی پر کلکتہ جو غلط قسم کے اثرات ڈالتا ہے اس کے تدارک کا کوئی طریقہ ہونا چاہیے۔ یہ طریقہ وائسرائز کونسل کے ہوم ممبر سر جان جینکن نے سمجھایا۔

جون 1911ء کو انہوں نے وائسرائے کو ایک یادداشت پیش کی۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر دارالحکومت کلکتہ سے منتقل کر دیا جائے تو یہ سیاست و تدبر کا ایک بڑا کارنامہ ہوگا۔ دارالحکومت کی تبدیلی اور تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اعلان شاید دلی دربار میں کریں۔ اس سے یہ ہوگا کہ بنگال میں بے اطمینانی ختم ہو جائے گی۔ پھر ہندوستانیوں کے ذہنوں میں پایہ تخت کا تصور دلی سے وابستہ چلا آتا ہے۔ پس دارالحکومت کی تبدیلی برطانوی سلطنت کو استحکام بخشے گی۔

لارڈ ہارڈنگ نے ایک لمبی چوڑی یادداشت سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا لارڈ کلایو کو لکھی اور اس میں ہندوستان کی سیاست پر بحث کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ یہ معاملہ خفیہ رہنا چاہیے۔ ورنہ بڑی مخالفت ہوگی۔ لارڈ کلایو کو یہ تجویز پسند آئی اس نے یہاں تک اسے پردہ راز میں رکھا کہ وزیراعظم تک سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ سیدھا بادشاہ کے پاس پہنچا اور یہ تجویز پیش کر دی۔ بادشاہ نے یہ تجویز منظور کر لی اور اسے خود خفیہ رکھنے پر جتنا زور دیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقربین تو کیا ملکہ تک سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ہندوستان پہنچنے پر جب لارڈ ہارڈنگ نے ملکہ کی موجودگی میں یہ ذکر چھیڑا تو ملکہ بہت حیران ہوئیں اور تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے۔

جب دلی دربار کی تقریب سر پر آگئی تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ضروری کاغذات چھپوائے جائیں لیکن اندیشہ یہ ہوا کہ پریس میں جا کر یہ بات نکل جائے گی۔ اس کی ترکیب یہ سوچی گئی کہ دربار کیمپ میں ایک چھوٹا سا کیمپ بنایا گیا جہاں چھاپہ خانہ قائم ہوا۔ دربار سے تین دن پہلے سیکرٹری اور وہ عملہ جسے گزٹ ترتیب دینا تھا وہ مزدور جنہیں گزٹ چھاپنا تھا۔ وہ باورچی جنہیں ان لوگوں کے لئے کھانا پکانا تھا سب کو اس کیمپ میں داخل کر دیا گیا اور باہر ایک پہرہ پولیس کا اور دوسرا پہرہ فوج کا قائم کیا گیا کہ کیمپ سے کوئی باہر جا سکے نہ باہر سے کوئی کیمپ میں آسکے۔

یوں یہ تجویز آخر دم تک پردہ راز میں رہی شاہ جارج پنجم نے 11 دسمبر 1911ء کو دلی دربار میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا۔ جہاں اس پر بہت تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے مگر انگریزوں نے کیا کلکتہ میں اور کیا برطانوی پارلیمنٹ میں اس کی بڑی زور و شور سے مخالفت کی اور لارڈ ہارڈنگ کو ان کے عہدے سے ہٹا دینے کا مطالبہ کیا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ بادشاہ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ اب واپس تو نہیں لیا جا سکتا تھا۔

14 اپریل 1912ء

ٹائی ٹینک تباہ ہو گیا

14 اپریل 1912ء کو دنیا کا مشہور بحری جہاز ٹائی ٹینک اپنے اولین بحری سفر کے دوران ایک آئس برگ سے ٹکرا کر بحر اوقیانوس میں ڈوب گیا۔ ٹائی ٹینک کا وزن 46328 ٹن اور لمبائی 882,5 فٹ تھی۔ یہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا بحری جہاز تھا اس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ ''یہ کبھی نہیں ڈوب سکتا'' 10 اپریل 1912ء کو یہ جہاز تقریباً بائیس سو مسافروں کے ہمراہ اپنے پہلے بحری سفر پر روانہ ہوا جہاز کے کیپٹن کا نام ای جے اسمتھ تھا۔ وہ ایک تجربہ کار کپتان تھا۔ لیکن اس نے تمام حفاظتی تدابیر بالائے طاق رکھتے ہوئے کوشش کی کہ وہ بحر اوقیانوس کو سب سے کم مدت میں عبور کرنے کا نیا عالمی ریکارڈ قائم کرے۔ چنانچہ اس نے جہاز کو انتہائی تیز رفتاری سے چلانا شروع کر دیا اور ان انتباہی اطلاعات پر بھی کان نہیں دھرے کہ سمندر میں آئس برگ موجود ہیں۔ چنانچہ صرف ساڑھے چار دن کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسافت کے بعد 14 اپریل 1912ء کو رات 11 بج کر 40 منٹ پر ایک آئس برگ سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ جہاز میں لائف بوٹس نہایت مختصر تھیں جن کی مدد سے صرف 755 افراد اپنی جانیں بچا سکے اور باقی مسافر جن کی تعداد 1490 سے 1635 کے درمیان بتائی جاتی ہے اپنی جانیں بچانے کی تگ ودو میں سمندر کی یخ بستہ ہواؤں میں منجمد ہو کر لقمہ اجل بن گئے۔

اس واقعہ کے بعد ٹائی ٹینک کے ملبہ کی تلاش شروع کر دی گئی امریکی اور فرانسیسی ماہرین پر مشتمل ٹیم کو 73 سال بعد کامیابی حاصل ہوئی یکم ستمبر 1985ء کو ٹائی ٹینک کا ڈھانچہ نیو فاؤنڈ لینڈ کے قریب بارہ ہزار فٹ کی گہرائی میں تلاش کر لیا گیا۔ مشترکہ ٹیم کے سربراہ رابرٹ بیلارڈ کا کہنا ہے کہ ٹائی ٹینک کو زیر سمندر روبوٹوں کے ذریعے تلاش کیا گیا جن میں ٹی وی کیمرے نصب تھے۔

ٹائی ٹینک کے موضوع پر ایک فلم بھی تیار کی گئی تھی 1997ء میں ریلیز ہوئی جسے پوری دنیا کے شائقین نے پسند کیا 23 مارچ 1998 کو لاس اینجلس میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں 1997ء میں ریلیز ہونے والی فلموں کو آسکر ایوارڈ دینے کا اعلان کیا گیا فلم ٹائی ٹینک نے سب سے زیادہ 11 ایوارڈ حاصل کیے۔

10 جولائی 1912ء

جنرل نوکی نے خودکشی کر لی

قدیم جاپان میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی موت پر اس کے درباری بھی خودکشی کر لیتے تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ دوسری دنیا میں بھی اپنے آقا کی خدمت گزاری کے فرائض انجام دیتے رہیں یہ بادشاہوں اور درباریوں کے درمیان دائمی مفاہمت اور وفاداری کا اظہار تھا لیکن سینکڑوں سال پیشتر یہ رواج متروک ہو چکا تھا۔ سینکڑوں سالوں میں کوئی ایک آدھ بادشاہ ایسا تھا جس کے لئے دوسرے اپنی جان کا نذرانہ پیش کریں۔ لہٰذا اس رواج کو اب یوں زندہ رکھا گیا تھا کہ جب کوئی بادشاہ مر جاتا تو مٹی کے پتلے بنا کر اس بادشاہ کے ساتھ دفن کر دیئے جاتے تھے۔

10 جولائی 1912ء کی ایک رات جب ٹوکیو شہر کی سڑکیں روشنیوں سے منور ہو چکی تھیں ایک بہت بڑا جلوس سڑکوں پر سے گزرا۔ سب سے آگے ایک بیل گاڑی تھی جس پر جاپان کے 122 ویں شہنشاہ میجی متسوہیٹو کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابوت رکھا تھا پیچھے ایک لمبا جلوس اس کی آخری رسوم میں شرکت کے لئے جا رہا تھا۔
جس وقت میت کو شاہی محل سے باہر لایا گیا اسوقت بادشاہ کے مصاحب خاص جنرل نوکی اور اس کی بیوی نے خودکشی کر لی چنانچہ جب بادشاہ کو دفن کیا گیا تو اس کے ساتھ سلطنت کے چار عظیم جرنیلوں کی میتیں بھی قبروں میں اتار دی گئیں۔ جنرل نوکی کا یہ اقدام انتہائی غیر متوقع تھا اور جنرل کو اس سلسلے میں کچھ دیر بھی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے اسے شاہی قبر میں دفن نہ کیا جا سکا جنرل نوکی نے خودکشی کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ یہ رسم ابھی ختم نہیں ہوئی۔ مستسو ہسٹو پینتالیس سال قبل اوائل جوانی میں تخت پر بیٹھا تھا۔ وہ ایک ذہین اور دانشور بادشاہ تھا جس کی تخت نشینی جاپان کے لئے خوش نصیبی کا باعث بنی اس شہنشاہ کے دور میں 1904ء میں روسی مداخلت کے نتیجے میں روس پر حملہ کر کے فیصلہ کن کامیابی حاصل کی۔ یہ جاپان کی ترقی کا سنہرا زمانہ تھا یہی وجہ ہے کہ جب 1912ء شہنشاہ کی وفات ہوئی تو جاپانی عوام کو بے حد صدمہ پہنچا اس نے اپنے پینتالیس سالہ دور اقتدار میں اپنے ملک کو تمام دنیا کے لئے قابل عزت قوم بنا دیا۔

یکم اگست 1914ء

پہلی جنگ عظیم

1914 کے آغاز میں تمام یورپی ممالک اپنے آپ کو مسلح کر رہے تھے اور یورپ ایک بڑی جنگ کی زد میں تھا۔ برطانیہ میں اس تجویز کا زبردست خیر مقدم کیا گیا جس کے مطابق زیادہ سے زیادہ جہاز بنائے جائیں گے۔ ونسٹن چرچل فرسٹ لارڈ آف ایڈمرلٹی نے ایوان عام میں جرمنی کے پانچ اسکواڈرن کے مقابلے میں آٹھ اسکواڈرن تیار کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن پارٹی کے ایک عہدے دار نے اعتراض لگاتے ہوئے کہا کہ چرچل کا رویہ ملک اور دنیا کے امن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے۔

سارے یورپ میں اس وقت سنسنی پھیل گئی جب 28 جون 1914 کو سربیا کے ایک قوم پرست نے آسٹریا ہنگری کے تخت کے جانشین آرڈ ڈیوک فرازنز فرڈنینڈ اور اس کی بیوی کو گولی ماردی۔ گولی اس وقت ماری گئی جب ان کی گاڑی بوسنیا کے شہر سراجیوو کی گلیوں میں سے گزر رہی تھی۔ (بوسینا آسٹریا ہنگری کی سلطنت کا حصہ تھا) انیس سالہ قاتل نے اپنی پستول سے سات فائر کئے ایک گولی ڈچز کے پیٹ میں پیوست ہوگئی دوسری آرچ ڈیوک کی گردن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگی جس سے اس کی فوری موت واقع ہوگئی ڈچز راستے میں دم توڑ گئی رپورٹ کے مطابق قاتل کو کوئی پشیمانی نہیں اس نے جج کو بتایا کہ اس نے سربوں پر ہونے والے ظلم کا انتقام لیا۔

اس واقع سے چند دن پہلے بھی آرڈ ڈیوک کو قتل کرنے کی اس وقت کوشش کی گئی تھی جب اس کی گاڑی میں بم پھینکا گیا تھا۔ آرچ ڈیوک نے ہوشمندی سے کام لیتے ہوئے بم کو پھٹنے سے پہلے گلی میں پھینک دیا تھا آرچ ڈیوک کو اس سے قبل خراب حالات کے پیش نظر بوسنیا نہ جانے کا مشورہ دیا گیا تھا لیکن آرچ ڈیوک مخالف دھڑوں کے درمیان کوئی مصالحانہ راستہ تلاش کرنا چاہ رہا تھا جس کا نتیجہ موت کو صورت میں سامنے آیا۔ آرچ ڈیوک کی ہلاکت سے تمام یورپ میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

سربیا کے نوجوان قوم پرست نے آرچ ڈیوک فرڈنینڈ پر سراجیو میں پہلی گولی چلائی تو بلاشبہ یہ گولی یورپ میں لڑی جانے والی جنگ کی پہلی گولی ثابت ہوئی آرچ ڈیوک اور اس بیوی کے قتل نے یورپ میں امن کا توازن بگاڑ دیا اور براعظم جنگ کی آگ میں سلگنے لگا تمام ممالک میں جنگی جنون سوار تھا۔

اسلحہ کی اس دوڑ میں جرمنی سب سے آگے تھا جس کا دفاعی بجٹ پچاس فیصد بڑھ گیا تھا اس نے پچھلے سال 1.4 بلین مارک دفاع پر خرچ کئے بجٹ میں 2.24 بلین مارک کا اضافہ ہوا جرمنی اس دوڑ میں واحد ملک نہیں تھا روس 1.8 بلین روبل خرچ کر رہا تھا اور فرانس اور برطانیہ بھی کسی طرح پیچھے نہیں۔ روس اور جرمنی کی دوستی ختم ہو چکی تھی اور بلقان مسئلے پر روس اور آسٹریا کی کشمکش عروج پر تھی۔ دونوں ممالک اس جگہ پر اپنے اپنے مفادات کا تحفظ چاہتے تھے روس کو ڈر تھا کہ آسٹریا آرچ ڈیوک کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے سربیا پر حملہ کر دے گا اور بلقان پر اپنی پوزیشن مضبوط کرے گا۔

جرمنی بلقان کے مسئلے پر آسٹریا کی پشت پناہی کر رہا تھا کیسر ولیم نے ویانا میں اپنے سفیر کو لکھا کہ اب سربوں کا قصہ پاک ہو جانا چاہیے۔ آسٹریا نے سربیا کو الٹی میٹم بھیجا تھا کہ وہ قتل کی تفتیش میں آسٹریا کی پولیس کی مدد کرے جو بالآخر سربیا کو ماننا پڑا۔

جرمنی کو خطرہ تھا کہ جنگی تیاریاں مکمل ہونے کے بعد روس 1916 میں جرمنی پر حملہ کر دے گا۔ روس اور فرانس میں 20 سال سے اتحاد ہے اور فرانس جرمنی سے اپنے علاقے بازیاب کرانا چاہتا تھا۔ جرمنی نے اس خدشے کے پیش نظر کہ بلجیم فرانس سے تعاون نہ کرے بلجیم کو الٹی میٹم بھیجا کہ وہ جرمنی کو اپنی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت دے ورنہ جنگ کے لئے تیار رہے بلجیم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً 2 اگست کو جرمنی نے بلجیم کے خلاف اعلان جنگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے اس پر بھی حملہ کر دیا۔ بلجیم کے شاہ البرٹ نے برطانیہ کے شاہ جارج کو مدد کی اپیل کی برطانیہ نے جرمنی کو الٹی میٹم بھیجا کہ وہ بلجیم کی غیر جانبدارانہ حیثیت کو تسلیم کرے ورنہ برطانیہ جنگ میں کود پڑے گا اس طرح برطانیہ بھی جنگ میں شریک ہو گیا۔

بلجیم کی فوج نے برطانیہ اور فرانس کی مدد سے جرمنوں کا بہادری سے مقابلہ کیا اور 6 اگست کو ایمسٹرڈم میں بلجیم دستوں نے جرمنی کے 3500 فوجی ہلاک و زخمی کر دیئے لیج کے مقام پر جرمنی کی ایک لاکھ فوج کے پچیس ہزار فوجی تیس ہزار بلجیم فوج کے ہاتھوں مارے گئے جس سے جنگ کی ہلاکت خیزی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

جب جرمنی نے فرانس کے خلاف اعلان جنگ کیا تو انہیں فرانس کی سرزمین پر پہنچنے کے محدود ذرائع کا علم تھا بجائے اس کے کہ وہ ہالینڈ کا آسان اور سیدھا راستہ اپناتے جرمنی نے بلجیم کے راستے فرانس پر چڑھائی کو ترجیح دی جو کہ نسبتاً ایک مشکل علاقہ تھا۔ جرمن فوج کو فرانس کے چار بڑے دریاؤں کو عبور کرنا تھا اس میں دریائے میوز، دریائے سوم، دریائے الیس اور دریائے ویلیسے شامل ہیں اور یہ فوجیں بالا آخر ''مارلے'' پہنچ گئیں۔

اتحادیوں کی دو لاکھ پچاس ہزار ہلاکتیں ہوئیں اور جرمنی کی کچھ اس سے زیادہ جو ایک مہنگی فتح تھی لیکن فتح بہر حال تھی۔ اپنی سبکدوشی سے کچھ دیر پہلے چیف آف اسٹاف نے کیسر کو پیغام بھیجا تھا۔ ''یور میجسٹی ہم جنگ ہار چکے ہیں!''

جنرل پال وان ہنڈن برگ اور جنرل ایرک ولیم لڈن ڈروف کی زیر کمان جرمن فوج نے ایک مہینہ کے بھی کم عرصہ میں مسورین کی لڑائی میں روس کی حملہ آور فوج کو دوسری مرتبہ شکست دی روسیوں کا نقصان ایک لاکھ پچیس ہزار ہلاک ایک سو پچاس توپیں اور آدھی ٹرانسپورٹ تباہ، جبکہ جرمنوں کے چالیس ہزار فوجی ہلاک ہوئے۔ روس کی طرف سے افرادی برتری کے باوجود روسی ہنڈن برگ کی منظم فوج کا مقابلہ نہ کر سکی۔

روسیوں کی کمزور لیڈر شپ موثر رابطے کی کمی راز کی عدم موجودگی اور ذرائع آمدورفت کی خرابی شکست کے اسباب ہیں۔ اگست کے آخر میں ٹائن برگ کی لڑائی میں جرمنوں کی فتح فیصلہ کن ثابت ہوئی بحیرہ بالٹک کے قریب مشرقی پرشیا کے محاذ پر ہڈن برگ نے روسی جنرل سمیونوف کی دوسری روسی فوج کو شکست دے کر کونگیز برگ کی فتح کا راستہ روکا۔ ایک لاکھ سے زائد روسی ہلاک ہوئے اور پانچ توپیں قبضہ کر لی گئیں۔ علاوہ ازیں سمیونوف نے اس شکست فاش سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لی جرمنوں کے دس ہزار سے پندرہ ہزار تک فوجی ہلاک ہوئے۔

تانن برگ کی فتح سے نہ صرف جرمنوں کی یورپ میں پوزیشن مضبوط ہوئی بلکہ ان کا حوصلہ بھی بلند ہوا جبکہ یورپ بعض وجوہ کی بنا پر ترکی کے وزیر دفاع انور پاشا کا جھکاؤ جرمنی کی طرف تھا چنانچہ اکتوبر کے آخر میں ترکی نے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتحادیوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ جس کی وجہ سے اتحادیوں کے لئے پیچیدہ صورتحال پیدا ہو گئی۔ برطانیہ اور فرانس کے جنگی جہازوں نے ترکی کے جزیرہ نما گیلی پولی کے قلعوں پر شدید بمباری کی جو کہ بحیرہ ''میمورا'' اور استنبول میں رسائی کا راستہ ہیں۔ اتحادیوں کا بنیادی اور فوری مقصد استنبول پر قبضہ تھا جو چل کے مطابق اس سیکٹر پر حملے سے جرمنی کا روس کی طرف دباؤ کم ہو جائے گا روسی دو مرتبہ اتحادیوں سے اس علاقہ میں مداخلت کی درخواست کر چکے تھے کیونکہ وہ استنبول پر قبضہ اپنے فوجی مقاصد کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔

امریکہ کی طرف سے جرمن کے ساحل کے قریب دو جہاز ڈبونے اور ناروے کے جہاز پر تارپیڈو کے حملے کے بعد جرمنوں نے برطانیہ کے قریب نیوٹرل سمندر میں حملے تیز کر دیئے جرمنوں نے 18 فروری 1915 کے بعد اس علاقے کو جنگی علاقہ قرار دیا ان کے اعلان کے مطابق اس زون میں کوئی بھی جہاز چاہے وہ مسافر بردار ہو یا سامان بردار تباہ کر دیا جائے گا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اس علاقے میں اپنے کسی جہاز پر ممکنہ جرمنی کے حملے کے پیش نظر جرمنی کو دھمکی دی لیکن جرمنی نے کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وارننگ دی کہ آئرلینڈ اور برطانیہ کے اردگرد سمندر میں بارودی سرنگیں بچھائی جائیں گی جسے اس نے حفاظت خود اختیاری کا نام دیا۔

22 مئی 1916 کو اٹلی نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور عام پیش قدمی کا حکم دیا اور جرمنی آسٹریا کے ساتھ اٹلی کے خلاف جنگ میں شامل ہو گیا اس طرح جنگ کا دائرہ مزید وسیع ہوتا گیا۔ یکم جولائی کو اتحادیوں نے فرانس کی فوج کی مدد سے ایک بڑا حملہ کیا اس میں ہر سپاہی کے ساتھ 66 پونڈ کا ساز و سامان تھا اتحادیوں کو توپ خانے مشین گنوں اور مارٹر فائر کی بارش میں پیش قدمی کرنا پڑی جو موثر نہ رہی برطانیہ کے صرف ایک دن میں ساٹھ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

مغربی محاذ پر فرانس اور برطانیہ کے متوقع بڑے حملے کے پیش نظر جرمنی ہائی کمانڈ نے سگفیر یڈ لائن پر اپنی پوزیشنوں کی مستحکم کر لیا باوجود اس کے نومبر کے اختتام پر برطانوی ٹینک جرمنوں کے دفاع کو توڑتے ہوئے اندر تک مار کرتے چلے گئے۔ لیکن برطانوی حملے کو جرمنوں کے جوابی حملے نے فوری طور پر غیر موثر کر دیا اور اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لے لیا۔

آسٹریا ہنگری کے وسائل دن بدن ختم ہو رہے تھے سال کے اختتام پر وہ اٹلی کے مسلسل حملوں کو صرف جرمنوں کی مدد سے پسپا کر سکتے تھے۔ 1917ء کا سال روسیوں کے لئے بھی ایک اہم موڑ ثابت ہوا فروری میں پیٹروگراں میں (اب سینٹ پٹیسرگ) جو بغاوت اٹھی تھی زار روس کی دستبرداری پر منتج ہوئی اور اس کے نتیجے میں صوبائی حکومت کا قیام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل میں آیا۔

یہ حکومت جرمنوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے حق میں تھی جبکہ بولشویک پارٹی جنگ کا خاتمہ چاہتی تھی۔ جولائی میں بولشوکوں کی ناکام بغاوت کے بعد دوسری بغاوت زیادہ کامیاب رہی اور بولشوکوں نے بغیر کسی مزاحمت کے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ 8 نومبر کو امن کا علانیہ جاری کیا گیا جس کے ساتھ ہی جرمنوں کے ساتھ جنگ بندی ہوگئی اس کے نتیجے میں مشرقی محاذ خاموش ہوگیا۔ اور جنگ کا سارا فیصلہ کن زور مغربی محاذ کی طرف منتقل ہوگیا۔

20 فروری 1918ء تک التوائے جنگ کی مدت ختم ہوگئی تو جرمنی کی فوج نے روس پر شدید حملے کا آغاز کردیا۔ جرمنوں کا مقصد روس کے گھٹنے ٹیکنا اور اسے امن معاہدے کے لئے مذاکرات پر مجبور کرنا تھا۔ کرنل جنرل کاؤنٹ کرک باخ کی زیر کمان دستے پیش قدمی کرتے ہوئے لیوانیا اور استونیا کے شہروں میں داخل ہوگئے انہیں بہت کم مزاحمت کا سامنا کرنا پڑی حتیٰ کہ مقامی لوگوں نے انہیں خوش آمدید کہا جو بولشوک انقلاب کے مخالف تھے۔ جرمنوں نے جلد ہی ریگا اور خلیج فن لینڈ کے اردگرد کے علاقوں پر قبضہ کرلیا کوئی طاقت جرمن پیش قدمی کو نہ روک سکی اور وہ پیٹروگراڈ پر چڑھائی کرتے چلے گئے روسیوں نے پسپائی اختیار کرتے ہوئے اپنے پیچھے اسلحے کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑ دیا۔ ایک دوسرے جرمن جنرل الیگزنڈ ووان لنسکن نے یوکرائن میں اہم ٹھکانوں پر قبضہ کرلیا اور ایک قلیل مدت میں جرمنوں نے ہزاروں روسی افسروں اور سپاہیوں کو قیدی بنالیا۔ جس کے بعد 14 مارچ 1918ء کو روس اور جرمنی کے درمیان امن معاہدہ طے پا گیا اس معاہدہ کو بریسٹ لٹوسک کا نام دیا جس کی شرائط کے مطابق روس اپنی فوج تحلیل کرنے اور فن لینڈ پولینڈ اور یوکرائن کی آزادی تسلیم کرنے پر رضامند ہوگیا۔

برطانوی عوام فیلڈ مارشل ہیگ کی فوج میں کمی کا مطالبہ کررہی تھی اور لوگوں تک افواج کے گرمی کی شدت سے نڈھال ہونے کی خبریں پہنچ رہی تھیں اتحادیوں نے 27 مئی کو نئے حملہ کا منصوبہ بنایا اس وقت جرمنوں کی 30 ڈویژن فوج AIONE کو عبور کرچکی تھی۔ انہوں نے خاموشی سے پیش قدمی کی تھی۔ اور گھوڑوں کے سم نرم کپڑوں سے لپیٹ دیئے گئے تھے فوجی دستے دن کے وقت جنگلوں میں چھپ جاتے اور جہازوں کی نظر میں نہ آتے اور رات کو پیش قدمی کرتے۔ 30 مئی کو کچھ جرمن Chateau Thierry کے مقام پر پہنچ گئے جو آمدورفت کا ایک بڑا مرکز تھا امریکی ساتویں انفنٹری کے کچھ جوان پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ مرکزی پل پر تعینات کچھ جوانوں نے جرمنوں کی پیش قدمی کو روکے رکھا بعد از دست بدست جنگ کا آغاز ہوا۔ جرمن Chateau Thierry کے مشرق کی طرف مڑ گئے اور 3 جون تک وہ ایک بار پھر Marne پر تھے پیرس 56 میل دور تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 جون کو حملے کا آغاز ہوا اور جرمن چھ میل تک ایڈوانس کرتے چلے گئے 11 جون کو تین فرانسی ڈویژنوں اور فرسٹ اور سیکنڈ امریکی ڈویژنوں نے جوابی حملے کا نفسیاتی فائدہ حاصل کیا۔ فائدہ یا برتری کبھی واضح نہیں ہوتی اتحادیوں اور جرمنوں کو بھاری نقصان ہو رہا تھا گندم کے کھیت لاشوں اور چھوڑے ہوئے اسلحہ سے اٹے پڑے تھے امریکی سپاہی جو گیس کے حملے کا نشانہ بنے تھے ہسپتال سے دوبارہ محاذ پر آ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جرمنوں کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اب جرمنوں کی شکست کے آثار نظر آ رہے تھے۔

مارچ 1918ء میں جرمن فوج نے جتنے حملے کئے اتحادی فوجوں نے مشترکہ حکمت عملی سے روک دیئے۔ مارنے اور ولیسلے کے مقام پر جرمن فوجوں کو دو میل پیچھے دھکیل دیا گیا 30 ستمبر تک اتحادی افواج نے فرانس میں جرمن صفوں کے اندر تک رسائی حاصل کر کے اہم فتوحات حاصل کیں ہزاروں سپاہیوں کو قیدی بنالیا اسی قسم کا نقصان جنرل ہنڈن برگ کی فوجوں کو بھی اٹھانا پڑا جرمن ابھی پچھلے حملے سے سنبھل نہیں پاتے تھے کہ انہیں ایک نئے حملے کا سامنا کرنا پڑتا جرمن فوجوں کی شکست کا مطلب یہ تھا کہ جنگ اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی آخر کار 14 اکتوبر 1918ء کو جرمنی نے امن کی اپیل کی۔ 30 اکتوبر کو ترکی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے جس کے بعد پورے یورپ کے جنگی میدانوں پر سے جنگ کے بادل چھٹ گئے 11 نومبر کو صبح پانچ بجے جرمنوں نے جنگ بندی پر دستخط کر دیئے جس کے بعد باضابطہ طور پر جنگ بند ہوگئی۔

10 اگست 1916

تحریک ریشمی رومال

10 اگست 1916 کو ایک تحریک کا انکشاف ہوا جو حکومت کی فائلوں میں ریشمی رومال کی سازش کے نام سے معروف ہے لیکن یہ ایک آزادی تحریک کا حصہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان پر شمال مغربی سرحد سے ایک بھر پور حملہ کیا جائے اور جیسے ہی یہ حملہ ہو ہندوستان کے مسلمان جہاد کے لئے کمربستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں اور بڑی آسانی کے ساتھ مختصر مدت میں حکومت برطانیہ کا اقتدار ختم کر دیا جائے۔

اس تجویز کو روبہ عمل لانے کے لئے مولانا عبیداللہ سندھی جو 1913ء میں مسجد فتح پوری کے اندر انگریزی تعلیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یافتہ نوجوانوں کو عربی کی تعلیم دیا کرتے تھے انہوں نے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ جس کے نام عبداللہ فتح محمد اور محمد علی تھے اگست 1915 میں شمال مغربی سرحد کو عبور کیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی سکھ مذہب کو ترک کر کے مسلمان ہوئے تھے اور صوبہ یوپی کے ضلع سہارن پور کے ایک قصبے کے دینی مدرسے دارالعلوم دیو بند سے سند فضیلت حاصل کی تھی مولانا وہاں بھی حکومت کے خلاف تحریک چلایا کرتے تھے اور جلد ہی انہوں نے دارالعلوم کے عملے کے کچھ اساتذہ اور طلباء کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ ایک بڑی ہستی دارالعلوم کے صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا عبیداللہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کے اندر حکومت برطانیہ کے خلاف دارالعلوم دیو بند کے طلباء اور اساتذہ کی رفاقت اور معیت میں ایک ہمہ گیر جذبہ پیدا کر دیا جائے اور ایک ایسی تحریک چلائیں جو سارے ہندوستان میں انقلاب برپا کر دے۔

18 ستمبر 1915 کو مولانا محمود حسن نے ایک شخص محمد میاں کو سرحد پار روانہ کر دیا اور خود اپنے چند شاگردوں اور دوستوں کے ساتھ ہندوستان میں رہائش چھوڑ کر حجاز مقدس روانہ ہو گئے اسی زمانے میں عبیداللہ نے دہلی کی مسجد فتح پوری میں جدید تعلیم یافتہ طبقے کو عربی پڑھانے اور علوم اسلامیہ سے روشناس کرانے کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اور دو کتابیں شائع کیں جن میں مسلمانوں کو جدوجہد کی تلقین کی گئی تھی۔

مولانا عبیداللہ اور ان کے ساتھی پہلے تو ہندوستان میں ان لوگوں کے پاس گئے جو مذہبی جوش و جذبہ دیوانگی کی حد تک رکھتے تھے اس کے بعد یہ لوگ کابل چلے گئے۔ اور ترکی جرمن مشن کے ممبروں سے ملاقات کی ان سے تبادلہ خیال کیا اسی دوران محمد میاں بھی یہاں پہنچ گئے۔ وہ پہلے عربستان گئے۔ 1916 میں حجاز کے ترکی گورنر غالب پاشا نے جو ''اعلان جہاد عام'' شائع کیا تھا اسے لے کر کابل آئے اور راستے میں اس جہاد نامے کی نقلیں تقسیم کرتے آئے۔

مولانا عبیداللہؒ اور ان کے ساتھیوں کی تجویز تھی کہ حکومت برطانیہ کو ہندوستان سے فنا کر کے وہاں ایک عارضی قومی حکومت قائم کی جائے وہاں ایک اور شخص راجہ مہندر اپرتاب مسلم تہذیب معاشرت اور تمدن سے اتنے متاثر تھے کہ بلا تکلف مسلمانوں کی نماز با جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ آزادی ہند کے بعد انہیں وطن واپس آنے کی اجازت ملی چنانچہ ان کو عارضی حکومت کا صدر منتخب کیا گیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی کے ایک جاننے والے لالہ ہردیال جو کسی زمانے میں انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے کا کہنا تھا کہ تجاویز تیار کرنے میں اسے غیر معمولی کمال حاصل ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی بڑی سلطنت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانروا ہے چنانچہ مولانا عبیداللہؒ کے بارے میں یہ طے ہو گیا کہ یہ آزاد ہندوستان کی کابینہ میں ایک با اثر ممبر ہونگے۔ اس گروپ کے ایک اور رکن برکت اللہؒ ریاست بھوپال کے رہنے والے تھے وہ ایک معمولی شخص کے بیٹے تھے اور ٹوکیو میں اُردو زبان کے پروفیسر تھے انہوں نے ملک وملت کے لئے جو مصیبتیں جھلیں آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا چنانچہ برکت اللہ مولانا کے بارے میں طے ہوا کہ انہیں آزاد ہندوستان کا وزیر اعظم بنایا جائے گا۔

عارضی حکومت کے ممبروں نے افغانستان میں اپنا کام جاری رکھا اور روسی ترکستان کے فرمانروا اور زار روس کو مراسلے بھیجے کہ یہ دونوں ممالک برطانوی حکومت سے تعلقات منقطع کر کے اس سلطنت کے خلاف ان کی مدد کریں یہ خطوط کسی طرح برطانیہ کے ہاتھ لگ گئے۔ جو سونے کے پتر پر لکھے گئے۔ مولانا عبیداللہ نے ترکی حکومت سے رابطہ کرنے کے لئے اپنے دیرینہ ساتھی محمود حسن کو مکہ معظمہ بھیجا۔

جولائی 1916ء کو میاں محمد انصاری نے حیدر آباد سندھ کے ایک شخص عبیدالرحیم کو ایک ہدایت نامہ کے ساتھ بھیج دیا جس میں التماس کی گئی تھی کہ کسی قابل اعتماد حاجی کے ذریعہ یہ خط مکہ معظمہ میں محمود حسن تک پہنچادے یہ خطوط زرد رنگ کے ریشمی کپڑے پر بہت خوش خط لکھے گئے تھے ان خطوط میں فدائی فوج کا بھی ذکر تھا اس فوج کے بارے میں یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ اس کے لئے ہندوستان میں سپاہی بھرتی کئے جائیں اور مسلمان حکمرانوں کے مابین اتحاد اور دوستی اور تجارت کے جذبات پیدا کئے جائیں۔

اس فوج کا صدر دفتر مدینہ منورہ تجویز کیا گیا تھا۔ اس کا سالار اعلیٰ محمود حسن (شیخ الہندؒ) کو بنایا گیا تھا دوسرے صدر دفتر مقامی افسروں کے ماتحت قسطنطنیہ تہران اور کابل میں قائم کئے گئے کابل میں فوج کی سالاری مولانا عبیداللہ سندھی کو سونپی گئی لاہور سے بھاگے ہوئے طالب علموں میں سے ایک میجر جنرل ایک کرنل اور چھ لیفٹیننٹ تجویز ہوئے۔

دسمبر 1916 کو اس خدائی فوج عارضی حکومت اور انقلابی جماعت کے چار آدمی برطانیہ کے ہاتھ آ گئے غالب پاشا بھی جس نے اعلان شائع کیا تھا۔ اس اعلان جہاد میں کہا گیا تھا۔

"ایشیا یورپ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ ہو کر خدا کے راستے میں جدوجہد کے لئے میدان میں نکل آئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین کو اسلام دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے پس اے مسلمانو! اس ظالم عیسائی حکومت پر حملہ کر دو جس نے تمہیں بے بس کر رکھا ہے اپنی پوری قوت دشمن کو فنا کرنے اور اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں صرف کر دو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ محمود حسن آفندی جو دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرس تھے ہمارے پاس تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے ہم سے صلاح کی اور ہم نے ان کی رائے پر صاد کیا۔ اگر وہ یا ان کا کوئی نمائندہ تمہارے پاس آئیں تو ان پر پورا اعتماد کرو اور جان و مال سے ان کی مدد کرو''

مولانا محمود حسن کو جو حجاز مقدس میں مقیم تھے شریف مکہ نے اربع کی بین الاقوامی اور اصولی خلاف ورزیاں کر کے گرفتار کیا اور برطانوی حکام کے حوالے کر دیا جنہوں نے انہیں مالٹا بھیج دیا جہاں وہ عرصے تک نظر بند رہے۔

انگریزوں کو تہس نہس کرنے کے سلسلے میں مسلمان انقلابیوں نے صرف ہندوستان ہی کی سرزمین منتخب نہیں کی تھی بلکہ ہر خطہ ارض پر جو کچھ بھی ان کے بس میں تھا اور جو بس میں نہیں تھا کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں نے جو غدر پارٹی قائم کی تھی اس میں کافی غیر مسلم بھی شریک کر لئے تھے یہ غدر پارٹی پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ مصروف عمل تھی اور امریکہ انگلستان جرمنی اور دوسرے ممالک میں خفیہ اور زمین دوز تحریکیں چلا رہی تھی اس کی ایک شاخ برما میں بھی قائم ہوئی تھی۔ اور یہاں بھی مسلمانوں نے خاصے کارنامے انجام دیئے۔

لالہ ہردیال 1919 میں قسطنطنیہ تشریف لے گئے وہاں ایک ہندوستانی مسلمان ابوسعید سے ان کی راہ رسم پیدا ہوئی جہان اسلام کے نام سے جو انقلابی اخبار غدر کی ترغیب کے لئے نکلا تھا اس کے اردو حصے کے انچارج بھی یہی صاحب تھے حکومت ترکیہ سرکاری پیمانے پر بھی انگریزوں کے دام ہمرنگ زمین کو کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ینگ ترکی پارٹی'' کے ایک سرکردہ ممبر توفیق بے 1913 میں رنگون آئے اور وہاں کے ایک سوداگر ملا احمد داؤد کو جو انگریزوں کا دشمن اور ہندوستان کی سرزمین کو فرنگی نفوذ سے خالی کرا لینے کا زبردست حامی تھا ترکیہ کا قونصل بنا رہا ترکیہ نے جس وقت اعلانِ جنگ کیا اور برطانیہ کے بجائے جرمنی کا ساتھ دیا اس وقت بھی ہلال احمر کے دو ہندوستانی ممبر حکیم فہیم علی اور علی احمد صدیقی رنگون (برما) آئے اور جنگ بلقان کے سلسلے میں ترکوں کی امداد اعانت کے لئے انہوں نے زبردست جدوجہد کی۔ رنگون کی انقلابی سرگرمیوں کے نتیجہ خیز ہونے کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ نومبر 1913ء بلوچ رجمنٹ بمبئی سے وہاں پہنچی لیکن غدر پارٹی اور انقلابی پارٹیوں کی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر جنوری سنہ 1915ء میں آمادہ غدر ہو گئی لیکن اعلیٰ حکام کو مخبروں سے اطلاع مل چکی تھی انہوں نے تدارک کر لیا تھا پھر بھی دو سو آدمی اس رجمنٹ کے سزایاب ہوئے۔

دسمبر 1914ء میں گجرات کے رہنے والے مسلمان قاسم منصور کے خط پکڑے گئے جن سے معلوم ہوا کہ ملایا کی ہندوستانی فوج (جو زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل تھی) انگریزوں سے لڑنے اور ترکوں کی تائید وحمایت میں ہتھیار اٹھانا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی حرمت پر جان دینے کو تیار ہے ضرورت صرف اس کی ہے کہ جلد از جلد ایک جہاز سنگاپور بھیج دیا جائے۔

یہ تجویز بھی عمل میں نہ آسکی کیونکہ انگریزوں نے مخبروں کا جال ہر چہار طرف پھیلا رکھا تھا اور وہ انہیں پل پل اور رتی رتی کی خبریں پہنچایا کرتے تھے چنانچہ ملا احمد داؤد جہاز تو رنگون سے سنگا سنگار پور نہیں بھیج سکے۔ البتہ اس قوم کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔

مذکور واقعات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے انگریزوں کے ابتدا سے نجات حاصل کرنے چنگیزی افرنگ کا مقابلہ کرنے بیرونی اور اندرونی دشمنان اسلام سے بے سروسامانی اور تہی مائیگی کے باوجود عہدہ برآ ہونے میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا۔

دسمبر 1916ء

میثاق لکھنؤ

منٹو مورلے اسکیم میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملنے کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اسے رفع کرنے کے لئے پہلی مرتبہ سر ولیم ویڈر برن کی ہدایت پر جو کانگریس کے اجلاس الہ آباد (1910) کے صدر تھے۔ الہ آباد میں ہندو اور مسلمان لیڈروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ مسٹر جناح اس سلسلے میں بڑے سرگرم تھے کہ دونوں قومیں (ہندو اور مسلمان) کسی ایک نقطہ نظر پر متفق ہوں۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر یہ کانفرنس ناکام ہو گئی۔ لیکن اس کانفرنس کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ آئندہ کے لئے دونوں بڑی قوموں میں اتحاد کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔ کچھ ہی عرصے میں کانگریس محسوس کرنے لگی کہ سیاسی اعتبار سے مسلم لیگ اور کانگریس میں کوئی فرق یا بعد نہیں ہے۔

ہندو مسلم اتحاد کی تحریک پھر زور پکڑنے لگی۔ کانگریس میں مسٹر جناح تھے جو کانگریسی لیڈروں کو ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت اور اہمیت کا احساس دلا رہے تھے۔ ان میں مسٹر گوکھلے جو ہندو لیڈروں میں زیادہ سمجھدار تھے نے واضح الفاظ میں اس کا اعتراف کیا۔ ”بڑے ہی سچے مادے سے ان کا خمیر ہوا ہے اور ان کا ہر قسم کے فرقہ وارانہ تعصب سے بری ہونا ان کو ہندو مسلم اتحاد کا بہترین سفیر بنائے گا۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانے میں مسٹر جناح نے ہندوستان کے مشترکہ امور میں اتنی خدمات انجام دیں کہ ہندو پریس بھی ان کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپریل 1913ء میں مسٹر جناح مسٹر گوکھلے کے ساتھ یورپ گئے ۔ جہاں مسٹر محمد علی (ایڈیٹر کامریڈ) کی تحریک پر مسٹر جناح باضابطہ طور پر مسلم لیگ کے رکن بن گئے ۔

دونوں سیاسی جماعتوں میں اس بات کی ممانعت نہ تھی کہ ایک شخص دونوں جماعتوں کا رکن رہے۔ اس طرح مسٹر جناح کے لئے ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوششیں زیادہ آسان ہو گئیں ۔ 27 دسمبر 1913ء کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس کراچی میں ہوا۔ جس میں بھوپندر ناتھ باسو نے مسلم لیگ کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا کہ مسلم لیگ نے دوسرے فرقوں کے ساتھ تعاون کی ضرورت کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ”اگر ماضی میں اس کے متعلق کوئی غلط فہمی تھی تو ہم کو چاہیے کہ اس کو بھول جائیں ۔ مستقبل کا ہندوستان زیادہ طاقتور ہوگا۔ زیادہ شریف اور زیادہ عظیم ہوگا“۔

اس زمانے میں مسٹر جناح نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے زیادہ توجہ کے ساتھ تدابیر اختیار کیں ۔ اس سال کانگریس کا اجلاس بمبئی میں ہو رہا تھا۔ مسٹر جناح نے مسلم لیگ کو بھی دعوت دی کہ وہ اپنا اجلاس بمبئی میں کرے ۔ مسلم لیگ کی کونسل نے یہ تجویز قبول کر لی لیکن مسلمانوں کے بعض گروہ غلط فہمی کی وجہ سے اس کے مخالف تھے اور حکومت کو بھی یہ بات پسند نہ تھی ۔ چنانچہ یہ افواہ اڑائی گئی کہ مسلم لیگ کو کانگریس میں ضم کیا جا رہا ہے۔ اجلاس کے دوران بھی ہنگامہ آرائی رہی چنانچہ دوسرے روز کی کارروائی جاری نہ رکھی جاسکی اور اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ البتہ مسلم لیگ نے اپنے اجلاس کی تکمیل تاج محل ہوٹل میں کی ۔

مسلم لیگ کے بقیہ اجلاس میں مسٹر جناح نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جس میں کہا کہ ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو دوسری سیاسی انجمنوں کے مشورے سے آئینی اصلاحات کی ایک سکیم مرتب کرے اور اس میں مسلمانوں کی خصوصی ضروریات اور مفاد کا لحاظ کیا جائے ۔ اس کے جواب میں کانگریس نے اپنی کمیٹی کو ہدایت کی کہ مسلم لیگ کے مشورے سے سیلف گورنمنٹ کی سکیم مرتب کرے اس کا مقصد یہ تھا کہ کانگریس اور مسلم لیگ آئینی اصلاحات کی کوئی متفقہ سکیم حکومت برطانیہ کو پیش کریں ۔ اس طرح دونوں کمیٹیوں کے آپس میں صلاح مشورے ہونے لگے اور مستقبل کے لئے آئینی اصلاحات کی ایک سکیم مرتب ہوئی ۔ مسلم لیگ اور کانگریس کے اجلاس ایک مرتبہ پھر دسمبر 1916ء میں ایک ہی جگہ لکھنؤ میں منعقد ہوئے ۔ محمد علی جناح مسلم لیگ کے صدر تھے اور کانگریس کے اجلاس کی صدارت اے سی مجمدار نے کی اور آئینی اصلاحات کی سکیم جو دونوں کمیٹیوں نے باہمی مشورے سے مرتب کی تھی ۔ اپنے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سالانہ اجلاس میں دونوں انجمنوں نے منظور کی اور پھر یہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ مطالبے کی حیثیت سے حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی گئی۔

یہ ایک ایسے معاہدے کی منظوری تھی جو مسلمانان برصغیر کے سیاسی سفر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔اس معاہدے کو''میثاق لکھنؤ'' کا نام دیا گیا۔

اس معاہدے کے تحت مسلمانوں نے ہندوؤں سے اپنے لئے جداگانہ انتخاب کا حق منوالیا۔ میثاق لکھنؤ کا دوسرا اہم نقطہ یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان جن جن صوبوں میں اقلیت میں تھے وہاں انہیں آبادی کے تناسب سے زیادہ نمائندگی دی گئی۔ میثاق لکھنؤ میں یہ بھی طے ہوا کہ آبادی کے کسی بھی طبقے سے متعلق کوئی بل یا قرارداد اس صورت میں کسی بھی کونسل میں پیش نہیں کی جائے گی اگر اس طبقے کی نمائندگی کرنے والے تین چوتھائی ارکان اس کے مخالف ہوں۔ میثاق لکھنؤ معاملہ فہمی اور بدگمان فریقوں کے درمیان افہام و تفہیم کا ایسا شاہکار تھا جو صرف ایک ہی دفعہ ظہور میں آسکا۔

23اکتوبر1917ء

روس میں انقلاب

23اکتوبر1917ء پیٹروگراڈ (سینٹ پیٹرز برگ) کے محنت کشوں اور نیم فوجی دستوں نے بالشویک پارٹی کی قیادت میں کرنسکی عارضی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اقتدار پر قبضہ کرلیا۔دوسرے دن دوسری کل روس سویت کانگرس کا اجلاس ہوا جس نے انقلاب کے راہنما اور بالشویک پارٹی کے مسلمہ لیڈر ولادی میر لینن کو نئی انقلابی حکومت کا وزیراعظم اور سوروولووف کو ملک کا صدر منتخب کرلیا اس طرح اس انقلاب کے نتیجے میں دنیا کی پہلی سوشلسٹ حکومت قائم ہوئی۔

اس انقلابی حکومت اور انقلابی پارلیمنٹ نے سب سے پہلے ''فرمان امن'' (Decree of peace) منظور کی جس کے ذریعے پہلی جنگ عظیم فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور ایک ایسے امن معاہدے کو روبہ عمل لانے کا مطالبہ کیا گیا جو تاوان کے بغیر ہو اور کسی دوسرے ملک کی زمین کو غالب قوتیں الحاق نہ کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(a peace with repration and annexation) اسی کے ساتھ ایک قانون زمینوں کی ملکیت (decree on land) منظور کیا گیا جس کے تحت زمین اس کسان کی ہے جو اس پر ہل چلاتا ہے۔ (land to the tiller) جلد ہی روس کے تمام مادی وسائل کارخانوں بینک اور دوسرے معاشی اداروں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا اس طرح دنیا کے ایک تہائی حصہ پر انسانوں کا انسان کے ذریعے استحصال کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے معاشرے کی بنیاد پڑی جہاں ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق کام لیا جائے گا اور اسے اس کے کام کے مطابق معاوضہ دیا جائے گا۔ اس انقلاب نے سامراجی دنیا اور نوآبادیاتی نظام میں ایک ایسی دراڑ ڈال دی جو پھر کبھی بھر نہ سکی۔

جان ریڈ ایک امریکی جرنلسٹ نے انقلاب روس کے شروع کے دس دنوں کا آنکھوں دیکھا حال اپنی کتاب میں لکھا جس کا عنوان تھا ''وہ دس دن جنہوں نے دنیا کو ہلاک کر دیا'' (Ten Days, That shock the world) حقیقت بھی یہی تھی کہ اس انقلاب کے بعد دنیا وہ نہیں رہی تھی جو اکتوبر کے اس تاریخ ساز واقعہ سے پہلے کی تھی۔ روس کی اس پہلی سوشلسٹ حکومت نے نہ صرف فرد کا فرد کے ذریعے استحصال ختم کیا بلکہ بڑی قوم کا چھوٹی قوموں یا قومیتوں کے خلاف استحصال کو ختم کیا ایک نئی طرز کی پارلیمنٹ جسے سویت کا نام دیا گیا وجود میں آئی اور تمام قومیتوں کا ایک وفاقی اتحاد (Union Of Soviet Socialist Rupublic) یو ایس ایس آر کی شکل میں قائم کیا گیا۔ ہر قومیت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ جب بھی چاہے وفاق سے الگ ہو سکتی ہے فن لینڈ نے جو انقلاب سے پہلے روس کا حصہ تھا اپنی مرضی سے علیحدگی اختیار کی اور روس نے فن لینڈ کو ایک آزاد مملکت کے طور پر قبول کر لیا۔

اسی کے ساتھ منصوبہ بند معیشت کی ابتداء ہو گئی اور دنیا میں پہلا پانچ سالہ منصوبہ شروع کیا گیا زرعی شعبہ میں اجتماعی کھیتی اور ریاستی فارمنگ پر توجہ دی گئی ہمہ گیر صنعتی ترقی کی بنیادیں رکھی گئیں عام تعلیم کے فروغ کیلئے بھرپور اقدامات کئے گئے خواتین کو مکمل آزادی نصیب ہوئی ماحول کی نگہداشت کے لئے خصوصی منصوبے عمل میں لائے گئے۔

انقلاب کے بعد روس کی حکومت نے جنگ بندی کا اعلان کیا کافی علاقوں کے نقصان پر بھی جرمنی سے امن معاہدہ کر لیا 1918 میں زارشاہی کی باقیات نے ملک میں خانہ جنگی شروع کی اور 11 ممالک نے جس میں برطانیہ امریکہ فرانس اٹلی سربیا جرمنی جاپان اور ایران جیسے ممالک شامل تھے۔ اپنی فوجیں روس میں اتار دیں۔

نئی انقلابی سویت حکومت نے ایک طرف تو زارشاہی کی باقیات کو ختم کیا بلکہ ایک ایک کر کے تمام بیرونی حملہ آوروں کو بھی اپنی سرزمین سے نکال باہر کیا۔ شروع کے سات سال امن وامان کی بحالی میں لگ گئے 1924 میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینن جو 1918ء کے ایک قاتلانہ حملے میں زخمی ہو گئے تھے زخموں کی بدولت 59 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔1924ء میں ہی USSR کی شکل میں سویت یونین کا قیام عمل میں آیا اور روس کا پہلا دستور اساس منظور ہوا اس کے بعد 1953ء میں سویت یونین کا دوسرا دستور منظور کیا گیا۔1935.40 میں پہلا پانچ سالہ منصوبہ منظور ہوا اور اس کے اہداف 100 فیصد پورے ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز تر ترقی ہوئی ۔لیکن 1941ء میں نازی جرمنی نے روس پر ایک بار پھر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ بھی بڑی تباہ کن ثابت ہوئی 3 کروڑ سویت شہریوں کی قربانی اور کھربوں ڈالر کے مالی نقصان کے بعد سوویت روس نے نازی جرمنی کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا اس دوران امریکہ برطانیہ اور فرانس اس کے اتحادی تھے۔ جنگ کے نتیجے میں سوویت یونین کمزور ہونے کے بجائے اور طاقتور بن کر ابھرا۔اس کی کوششوں سے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور جنگ کے بعد صرف روس ایک سوشلسٹ ملک نہیں بلکہ ایک سوشلسٹ بلاک قائم ہو گیا۔سوویت روس کی بڑھتی ہوئی طاقت اور مقبولیت نے سرد جنگ کا آغاز کیا جس کا مقصد یورپ سے سوشلزم کی چادر لپٹنا تھا (Rcll Wacx Of Socialsm From Europe) سرد جنگ کا سوویت روس نے پورے عزم کے ساتھ مقابلہ کیا سوشلزم صرف یورپ تک محدود نہیں رہا۔1929ء میں چین کی کمیونسٹ پارٹی کو خانہ جنگی میں مکمل کامیابی حاصل ہوئی اس خانہ جنگی میں چین کو سوویت روس کی درپردہ حمایت حاصل تھی۔انقلاب کی کامیابی کے بعد روس اور چین کے درمیان دوستی وتعاون کا 25 سالہ معاہدہ عمل میں آیا۔شمالی کوریا اور ویت نام میں بھی کمیونسٹ حکومتیں قائم ہوئیں۔

روس کے انقلاب نے محکوم قوموں کی جدوجہد آزادی میں نئی توانائی پیدا کی اور 1960ء کی دہائی میں نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوا۔50 کے قریب ممالک کو سیاسی آزادی نصیب ہوئی لیکن سامراجی ممالک نے جدید نوآبادیاتی ہتھکنڈوں کے ذریعے نوآزاد اور ترقی پذیر ملکوں کا استحصال جاری رکھا انہیں سیاسی آزادی تو مل گئی لیکن معاشی طور پر وہ آج بھی ترقی یافتہ ملکوں کے دست نگر ہیں۔

بدقسمتی سے روس کی نئی نسل نے اپنے اجداد کی قربانیوں سے حاصل کردہ فتوحات اور فوائد کو نہ صرف ضائع کر دیا بلکہ سویت یونین 70 برس کے قلیل عرصے میں یورپ کا بچھوڑاہ کہلانے والا دنیا کا دوسرا بڑا صنعتی ملک بن گیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19 اپریل 1918ء

قائداعظم محمد علی جناح نے شادی کر لی

اگر قائداعظم کو رتن بائی جیسی گوناں گوں خوبیوں کی مالک بیوی نہ ملتی تو شاید وہ کبھی شادی نہ کرتے الہ آباد جلسے سے فارغ ہو کر محمد علی جناح دارجیلنگ چلے گئے تاکہ شدید گرمی کے اگلے دو مہینے بمبئی کے بجائے اپنے دوست اور موکل سر ڈنشا مانک جی پیٹٹ کے سرمائی محل میں گزار سکیں۔

پیٹٹ بمبئی کے متمول ترین پارسی خاندانوں میں سے ایک تھا وہ سوتی کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ مانک جی نے بمبئی میں پہلی کاٹن مل قائم کی جو پھیل کر مانک جی کا مپلیکس اینڈ ٹارڈیو کی شکل اختیار کر گئی پہلے سر ڈنشا کی سربراہی میں بمبئی کی مضبوط مل مالکان ایسوسی ایشن 1875ء میں قائم ہوئی وہ 1894ء تک اس کے چیئرمین رہے گویا بیسویں صدی کے اختتام تک پیٹٹ خاندان نہ صرف امیر ترین خاندانوں میں سے ایک تھا بلکہ رفاہی کاموں میں بھی سب سے بڑھ کر حصہ لینے والا تھا اور اپنے مسلک کی بھی سب سے زیادہ خدمت کرنے والا۔

1901ء میں پہلے سر ڈنشا جی کی وفات کے بعد ان کی دولت شہرت مذہبی فرائض و ظائف اور دیگر ذمہ داریاں ان کے بیٹے مانک جی کے حصے میں آئیں۔ ان کے ہاں اکلوتی بیٹی رتن بائی نے 20 فروری 1900ء میں جنم لیا۔ رتی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بچپن ہی سے انتہائی دلکش غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں سے مالا مال ہر خوبی سے بہرہ ور اور ہر لحاظ سے خوبصورت تھی وہ جونہی عنفوان شباب میں داخل ہوئی اس کی تمام صلاحیتیں خوبیاں اور حسن و رعنائی کے اتنے خوش کن اور فطری انداز میں اضافہ ہوا کہ وہ پریوں کی شہزادی حقیقتاً بہت ہی پیاری اور نازک نظر آنے لگی اس کا ذہن پوری طرح مستعد اس کی ذہانت ہمہ وقت بے دار اور تجسس انگیز تھی وہ رومانوی شاعری میں بھی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیتی تھی جتنا شوق سے میدان سیاست میں۔ چنانچہ اس نے 1912ء کے دوران بمبئی میں منعقد ہونے والے ہر جلسہ میں اصرار کے ساتھ شرکت کی وہ ہمیشہ پہلی قطار میں بیٹھتی اس کی کروڑ پتی اور معاشرتی بہبود کی والدہ مس مامابائی پیٹٹ اس کے ہمراہ ہوتی۔

اسی سال گرما میں جب کہ رتی کی عمر سولہ برس اور مسٹر جناح کم از کم چالیس سال کے تھے دارجیلنگ میں سطح زمین سے 7000 فٹ کی بلندی پر واقع ماؤنٹ ایورسٹ ویو میں دنوں میں مابین پیار و محبت کے رشتے استوار ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانے میں قائداعظم وکالت کے ساتھ ساتھ سیاست میں حصہ لینے لگے وہ ذہین وفطین ہونے کے ساتھ ساتھ جادو بیان تھے اسی وجہ سے اس زمانے کے قائدین اور سرکردہ راہنما محمد علی جناح کی صلاحیتوں کے معترف ہورہے تھے اور نئی نسل کے ہیرو بنتے جارہے تھے وہ اپنی گفتگو سے لوگوں کے دل موہ لیا کرتے تھے ایسے لوگوں میں سر ڈنشا مانک جی اور ان کا خاندان بھی شامل تھا اس خاندان کے ساتھ محمد علی جناح کے تعلقات اس قسم کے تھے کہ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی رہتا تھا اور دعوتیں بھی کی جاتیں کھانے کے بعد سیاسی موضوعات پر گفتگو بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ رتن بائی پر قائداعظم کی ذہانت کا جادو چل گیا اور وہ دل ہی دل میں محمد علی جناح کو پسند کرنے لگی پہاڑی علاقوں میں گھوڑ سواری اچھی تفریح تصور کی جاتی ہے۔ محمد علی جناح اور رتن بائی گھوڑوں پر سوار ہوکر پہاڑی علاقے کی سیر کے لئے نکل جاتے اس طرح دونوں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملا اس کے بعد بمبئی میں جب بھی کوئی جلسہ ہوتا اور وہاں محمد علی جناح تقریر کرتے رتن بائی اس جلسے میں ضرور شریک ہوتی۔

1916 میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین ایک اتحاد ہوا جسے لکھنو پیکٹ کہا جاتا ہے اس اجلاس میں مولانا محمد علی جوہر، موتی لال نہرو اور جوہر لال نہرو جیسے اکابرین بھی شامل تھے اس اجلاس میں سر مانک جی اور رتن بائی بھی شریک تھیں یہ پیکٹ محمد علی جناح ہی کی کاوشوں کا مظہر تھا جس پر سروجنی نائیڈو نے محمد علی جناح کو ہندو مسلم اتحاد کی علامت اور پیغمبر قرار دیا تھا چنانچہ اجلاس کے اس ماحول نے رتن بائی کے دل پر فیصلہ کن وار کیا اور دل کے نہاں خانے میں دبی ہوئی محبت کی چنگاری شعلہ بن کر ابل پڑی۔

محمد علی جناح نے سر ڈنشا مانک جی سے براہ راست بات کرنے کا فیصلہ کیا وہ لکھنو پیکٹ کی کامیابی کے بعد اب مسلمان اور پارسی اتحاد کے لئے تیار ہوئے اور ایک پیچیدہ سوال لے کر سر ڈنشا مانک جی کے پاس گئے اور ان سے پوچھا مختلف اقوام کے مابین شادیوں کے متعلق آپ کا خیال کیا ہے رتی کے باپ نے جو اس غیر متوقع سوال پر ہکا بکا رہ گئے تھے اس کی حمایت میں اپنی پرزور رائے پیش کرتے ہوئے کہا اس سے قومی یکجہتی کو فروغ ملے گا اور یہ ممکن ہے کہ مختلف قوموں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کا آخری حل ثابت ہو۔

جناح اس سے بہتر جواب کی تو توقع نہیں کر سکتے تھے انہوں نے مزید بحث پر وقت ضائع کئے بغیر اپنے بوڑھے دوست سے دوٹوک الفاظ میں کہا میں آپکی صاحبزادی سے شادی کرنے کا خواہشمند ہوں۔ سر ڈنشا ششدرہ رہ گئے انہیں خیال تک نہ تھا کہ ان کے ریمارکس ایسے ذاتی مضمرات کے حامل ہوں گے وہ بہت زیادہ برہم ہوئے اور ایسے کسی خیال کی حمایت کرنے سے جوان کے نزدیک مضحکہ خیز اور انوکھا تھا صاف انکار کر دیا جناح نے اتنی خوش بیانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور زبردست دلائل کے ساتھ بحث کی جتنا کہ وہ کر سکتے تھے لیکن یہ سب بیکار ثابت ہوا اور سرڈنشا کبھی متفق نہ ہوئے اولین قدم کے طور پر انہوں نے رتی پر پابندی لگا دی کہ جب تک وہ نابالغ کی حیثیت سے ان کے شاندار سنگ مرمر کے محل میں قیام پزیر ہے جناح سے ہرگز نہ ملے اس کے بعد انہوں نے قانونی چارہ جوئی کرتے ہوئے پارسی میرج ایکٹ کی بنیاد پر حکم امتناعی کی درخواست دے دی کہ جب تک میری بیٹی بالغ نہ ہو شادی کی اجازت نہ دی جائے لیکن جناح ایک ایسے وکیل تھے جس نے زندگی میں شاید ہی کوئی مقدمہ ہارا ہو انہوں نے سرڈنشا کو چاروں شانے چت کر دیا۔ ادھر رتی نے بھی اپنی پسند کے ہونے والے شوہر کے لئے پر جوش خلوص کا اظہار کیا اپنے باپ کی ہٹ دھرمی کے باعث وہ دوبارہ ان سے کبھی نہیں ملی۔ جولیٹ کی طرح کوئی تعصب یا والدین کی کوئی ترجیح اسے اس کے ارادے سے باز نہ رکھ سکی اور اس نے اپنے والدین سے صاف کہہ دیا کہ وہ جناح کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

مدت امتناعی کے دوران سرڈنشا نے اپنی لاڈلی بیٹی کو پیار اور محبت سے سمجھایا کہ تمہارا اور محمد علی کا کوئی جوڑ نہیں اور پھر ہمارے ہاں شادیاں صرف پارسی خاندان میں ہی کی جاتی ہیں۔ لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہی ان دونوں نے بڑے صبر اور سکون کے ساتھ لیکن اشتیاق کے عالم میں انتظار کے دن گزارے یہاں تک کہ رتی اٹھارہ سال کی ہو گئی اور قانوناً بالغ ہو گئی اور چند ماہ بعد جب جناح کی ناقابل تسخیر کورٹ روم کی تلوار نے آخری قانونی رکاوٹ کے پرخچے اڑا دیئے تو رتی نے پہلے اسلام قبول کیا اور پھر 19 اپریل 1918ء کو محمد علی جناح سے مسلمان ہونے کی حیثیت میں شادی کی۔

محمد علی جناح کی یہ دوسری شادی تھی اس سے قبل ان کی پہلی شادی خاندان کی ایک لڑکی ''ایمی بائی'' سے ہوئی۔ یہ شادی بڑی عجلت میں ہوئی کیوں کہ محمد علی جناح اس زمانے میں حصول علم کے لئے لندن جانے والے تھے ان کی والدہ کو خدشہ تھا کہ کہیں محمد علی پر سفید چمڑی کا جادو نہ چل جائے۔ شادی کے بعد محمد علی کراچی آ گئے اور چند ماہ بعد لندن چلے گئے ان کے جانے کے کچھ عرصہ بعد کراچی میں ایک وبائی مرض پھیلا جس میں مبتلا ہو کر ایمی بائی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ جب محمد علی جناح کو لندن میں اطلاع ملی تو انہیں بے حد دکھ پہنچا بلکہ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ افسوس قدرتی امر تھا وہ محمد علی جناح کی بیوی تھیں اور انہیں ان سے محبت بھی تھی۔

ایمی بائی کی وفات سے تقریباً پچیس سال کے بعد محمد علی نے دوسری شادی رتن بائی سے کی کیوں کہ اس سے پہلے کوئی خاتون مزاج اور طبعیت کے اعتبار سے ان کے معیار پر پوری نہ اترتی تھی ورنہ ان کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی ہو سکتی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رتن بائی ایک حسین وجمیل خاتون تھی انہیں بجا طور پر ''بمبئی کا گلاب'' کہا جاتا تھا وہ جو بھی لباس زیب تن کرتیں ان پر خوب چمکتا انہیں گھر کی آرائش کا بہت شوق تھا وہ نادر اور قدیم اشیاء سے گھر کی آرائش کرتیں کہ مہمان ان نادر اشیاء کو دیکھ کر ان کے ذوق کی تعریف کرتے۔ رتن بائی قائداعظم کی بہترین ساتھی ثابت ہوئیں اور سیاسی سرگرمیوں میں ان کا ہاتھ بٹائیں یہاں تک کہ ایک مظاہرے کے دوران وہ زخمی بھی ہوگئیں۔

15 اگست 1919ء کو رتن بائی کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ''دینا'' تجویز ہوا۔ رتن بائی کی عمر ابھی صرف 25 سال تھی کہ وہ بیمار ہوگئیں علاج معالجے کے باوجود مرض جانے کا نام نہ لیتا تھا کبھی حالت ذرا بہتر ہو جاتی کبھی پھر بگڑ جاتی۔ 8 فروری 1929ء کو رتی کی حالت زیادہ بگڑ گئی اور وہ اس جہاں سے سدھار گئیں محمد علی جناح کو اس کی اطلاع دہلی کی ویسٹرن کورٹ میں فون پر ملی لیکن ان سے کہا گیا کہ وہ شدید بیمار ہے محمد علی بذریعہ ٹرین روانہ ہوگئے بعد میں پتہ چلا کہ وہ محض بیمار نہیں تھی اصل میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ رتی کی تدفین 22 فروری کو بمبئی کے مسلم قبرستان میں ہوئی جب میت کو لحد میں اتارا گیا تو محمد علی جناح نے سب سے پہلے قبر پر مٹی ڈالی۔ سسکیاں لیتے لیتے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے وہ کئی منٹ تک کسی بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے۔ ایم سی چھاگلہ سے روایت ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب میں نے جناح کو اس قسم کی انسانی کمزوری کا مظاہرہ کرتے دیکھا۔

13 اپریل 1919ء

سانحہ جلیانوالہ باغ

سانحہ جلیانوالہ باغ پہلی جنگ عظیم کے بعد برصغیر میں آزادی کی تحریک کے زور پکڑ جانے کے بعد برطانوی حکومت کی ملک میں صورت حال کو کنٹرول کرنے کی کوششوں کا شاخسانہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوران جنگ ہندوستان نے بڑھ چڑھ کر برطانیہ کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا اور جنگ کے خاتمے پر صلے کے طور پر ہندوستانی لیڈر جمہوری آزادیوں اور خود مختار حکومت کے لئے زیادہ مراعات کی توقعات کر رہے تھے۔ لیکن دوسری طرف انڈیا میں برطانوی حکومت ان تحریکی سرگرمیوں سے پریشان تھی جو ان کے اقتدار کے لئے خطرے کا سبب بن سکتی تھیں۔

ان خدشات کے پیش نظر سر سڈنی راؤلٹ کی زیر نگرانی 1919ء میں ایک قانون وضع کیا گیا جس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برطانوی نوآبادیاتی حکومت کو بغیر وارنٹ لوگوں کی تلاشی لینے اور گرفتار کرنے مشتبہ افراد کو بغیر مقدمے کے نظر بند کرنے اور جیوری اور اپیل کا حق دیئے بغیر لوگوں پر عدالت میں مقدمہ چلانے کے اختیارات دے دیئے گئے ان قوانین کو جنہیں راؤلٹ ایکٹ کا نام دیا گیا کی مسلم لیگ اور کانگرس نے سخت مخالفت کی ان قوانین کے خلاف احتجاج کے طور پر گاندھی نے ملکی سطح پر ہڑتال کا آغاز کر دیا۔

پنجاب کے دوسرے بڑے شہر امرتسر میں 30 مارچ اور 2 اپریل کو ہڑتالیں اور بڑے پیمانے پر مظاہرے کئے گئے۔گاندھی نے سیاہ قوانین کے خلاف احتجاج کے لئے 6 اپریل کا دن مقرر کیا اور اپیل کی کہ اس روز ملک بھر میں ہڑتال کی جائے اس نے اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایت بھی کی کہ شریفانہ انداز میں سرکاری احکام کی اطاعت سے انکار کر دیں وہ دن مکمل طور پر عدم تشدد کا دن تھا۔مقامی حکومت نے 10 اپریل کو دو لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ان گرفتاریوں کے نتیجے میں سارے شہر میں بڑے پیمانے پر ہنگامے اور لوٹ مار شروع ہو گئی۔ پولیس نے فائرنگ کی جبکہ پانچ برطانوی رہائشی ہلاک ہو گئے۔

13 اپریل کو سکھوں کا مقدس مقام غروب آفتاب سے تھوڑی دیر قبل پہلے قومی یادگار شہر میں تبدیل ہو گیا لوگوں کے پر جوش ہجوم نے چھاؤنی میں واقع کمشنر کے بنگلہ کی طرف اجتماعی مارچ شروع کر دیا متعدد سپاہیوں نے خوفزدہ ہو کر فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں کئی افراد مارے گئے اس طرح ہجوم بپھرے ہوئے اژدہام میں بدل گیا۔جو انتقام پر تلا ہو تھا ان لوگوں نے پرانے شہر میں انگریزی بنکوں کو نذر آتش کر دیا۔ چند انگریز عورتوں اور مردوں پر حملے کئے جب حالات بے قابو ہو گئے تو ایک انگریز جنرل کو شہر میں امن وامان بحال کرنے کے لئے طلب کیا گیا اس نے تمام عوامی جلسوں جلوسوں پر پابندی لگا دی۔

بہت سے لوگ اس سرکاری اعلان سے بے خبر تھے 13 اپریل کو ہزاروں زائرین گولڈن ٹیمپل میں مذہبی تہوار منانے جمع ہو رہے تھے جو اسی روز جلیانوالہ باغ میں ایک جلسے میں شرکت کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ایک انگریز جنرل ڈائر کو جلیانوالہ باغ میں ایک احتجاج کی خبر ملی تو وہ اپنے دستہ کے ساتھ وہاں پہنچا جلسہ گاہ مکمل طور پر احاطہ سے گھری ہوئی تھی جنرل ڈائر کے حکم پر فوجیوں نے باہر نکلنے کا راستہ بند کر دیا اور پر امن شرکائے جلسہ کو کوئی وارننگ دیئے بغیر اپنے سپاہیوں کو فائر کھولنے کا حکم دیا۔

اتفاق سے اس دن اتوار تھا اور ہندوؤں کے ایک میلہ کی وجہ سے مقامی طور پر مکمل تعطیل تھی لوگوں کا بہت بڑا ہجوم جس میں زیادہ تر دیہاتی تھے میلے میں شرکت کے لئے آیا ہوا تھا فوجی دستے نے نشانہ خطا نہ جانے والے فاصلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خوفزدہ انسانی اہداف پر گولی چلائی ۔لوگوں کو دہشت کے عالم میں بچ نکلنے کوئی راہ نہیں ملی دس منٹ میں 1650 راؤنڈ فائر کئے گئے جس میں 1400 افراد ہلاک اور بارہ سو سے زائد زخمی ہوئے۔

جب 13 اپریل کا سورج ہندوستان کی برطانوی تاریخ کے بدترین قتل عام کے بعد،، جسے چیمسفورڈ نے قیاس کی غلطی سے تعبیر کیا'' غروب ہوا تو جنرل اپنے سپاہیوں سمیت جائے واردات سے جا چکا تھا۔اس سانحے سے انڈیا اور برطانیہ کی رائے عامہ دو حصوں میں منقسم ہوگئی کچھ نے ڈائر کو'' پنجاب کا نجات دہندہ'' قرار دیا لیکن دوسروں نے اسے سامراجی ہٹ دھرمی کی بدترین مثال قرار دیا۔گاندھی نے اس سانحے کا اثر لیتے ہوئے سول نافرمانی کی تحریک کو معطل کر دیا۔برطانوی پارلیمنٹری کمیٹی نے قتل عام کی تحقیق کے بعد ڈائر اور پنجاب کی ایڈمنسٹریشن کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

ڈائر کو مارچ 1920ء میں اپنے ملٹری کمیشن سے مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا اور اس فیصلے کی برطانیہ کے ایوان عام نے توثیق کی تاہم جولائی 1920ء میں ہاؤس آف لارڈز نے اس فیصلے پر تاسف کا اظہار کیا اور برطانیہ میں جنرل کی امداد کے لئے ایک فنڈ مہم کا آغاز ہوا جس میں 26 ہزار پاؤنڈ کا چندہ اکٹھا کیا گیا۔انڈیا میں اس سانحے سے گاندھی اور کروڑوں بھارتی عوام حقیقت کو سمجھ چکے تھے کہ برطانوی اقتدار ظلم اور تشدد پر مبنی نظام کے ڈھانچے پر قائم ہے اور اس سے نجات حاصل کرنا ہی قوم کا اولین مقصد ہونا چاہئے۔

15 اپریل 1919ء

پنجاب میں مارشل لاء لگا دیا گیا

پنجاب میں 1919ء کا مارشل لاء اس ملک گیر ایجی ٹیشن کا ایک شاخسانہ تھا جو اسی سال فروری اور مارچ میں ''رولٹ ایکٹ'' کے خلاف شروع ہوا تھا رولٹ ایکٹ بھی دراصل ایک بہانہ بن گیا تھا یہ ایک چنگاری کی طرح بارود کے اس ذخیرے پر آ گرا جو دیر سے آہستہ آہستہ جمع ہو رہا تھا۔

یورپ کی پہلی جنگ عظیم 1914\18 کے زمانے میں ہندوستان میں سیاسی بے چینی کی ایک زبردست لہر آئی اس کے لئے زمانہ گذشتہ کی تاریخ آہستہ آہستہ راستہ تیار کرتی رہی تھی مختلف عوامل کے زیر اثر اس ملک کی دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوموں کے اندر انگریزی حکومت کے خلاف متحدہ سیاسی محاذ قائم کرنے کا رجحان زور پکڑ رہا تھا۔

1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سیاسی مطالبات کے متعلق مکمل سمجھوتہ ہو چکا تھا۔ ہندو نیشلزم اور مسلم نیشنلزم کا رخ ایک ہی مقصد کی جانب معلوم ہوتا تھا۔ 20 اگست 1917ء کو برطانوی حکومت کی طرف سے وزیر ہند مسٹر ای ایس مانٹیگیو نے ایک تاریخی اعلان کیا جس میں پہلی مرتبہ ہندوستان کے ساتھ یہ حتمی وعدہ کیا گیا کہ اس ملک میں برطانوی پالیسی کا مقصد بتدریج ایسی خود مختار حکومت قائم کرنا ہے جو مکمل طور پر ہندوستان کے نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہوگی البتہ اس منزل کی جانب رفتار کا تعین حکومت برطانیہ اپنی صوابدید کے مطابق کرتی رہے گی اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کیا گیا کہ ذمہ دار حکومت کی پہلی قسط کے طور پر ایک نیا آئین جنگ کے فوراً بعد نافذ کر دیا جائے گا اور اس کی تیاری فوراً شروع کرنے کی غرض سے وزیر ہند عنقریب ہندوستان کا دورہ کریں گے۔

ایک طرف یہ وعدہ تھا اور برطانوی مدبروں اور ان کے اتحادیوں کے یہ عام اعلان تھے کہ جنگ تمام دنیا کی قوموں کی آزادی کے لئے لڑی جا رہی ہے۔ دوسری طرف ہندوستان میں جنگی ضروریات کے قوانین کے تحت برطانوی حکام کی عملی پالیسی میں سخت گیری کا رجحان نمایاں تھا اور حکومت کے ایسے اقدامات پر جو سیاسی اور شہری آزادی کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے تھے۔

سیاسی لیڈروں کی جانب سے آئے دن لے دے ہوتی رہتی تھی ان باتوں کے علاوہ مسئلہ خلافت بیچ میں آ گیا تھا۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں خاص اضطراب پیدا کر رہا تھا چار برس تک ہندوستان کے طول و عرض میں ہزاروں مسجدوں کے منبروں سے تحفظ خلافت کا مطالبہ دہرایا جاتا رہا۔ 1918ء کے شروع میں ابھی جنگ ختم نہ ہوئی تھی مہاتما گاندھی نے بھی اس مطالبے کی مکمل اور ڈوٹوک حمایت شروع کر دی تھی۔

جنگ کے زمانے میں سیاسی آزادی اور تحفظ خلافت کے مطالبے ہوتے رہے اور حکومت کی جانب سے خاتمہ جنگ پر مناسب کارروائی کے مبہم وعدے ہوتے رہے لیکن جب نومبر 1918ء میں جنگ ختم ہوئی اور وعدوں کے ایفا کا وقت آیا تو ایسے قرائن نظر آنے لگے کہ برطانوی حکومت بہت معمولی سیاسی اصلاحات دینے کے علاوہ کچھ اور کرنے پر آمادہ نہیں اور ترکی کے ساتھ بھی نرمی کا سلوک نہ کیا جائے گا۔

کشیدگی کی اس فضا میں ''رولٹ ایکٹ'' ایک بم کی طرح آ گرا............ یہ رولٹ ایکٹ کیا تھا یہ اسی طرح کا ایک قانون تھا جیسے ہمارے موجودہ پبلک سیفٹی قوانین ہیں اس کے ذریعے حکومت کے افسروں کو یہ اختیارات دیئے گئے تھے کہ وہ وجہ بتائے بغیر افراد کو نظر بند اور اخباروں کو زبان بند کر سکیں۔ ''رولٹ ایکٹ'' کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسودہ ایک سرکاری کمیٹی کی سفارشات پر مبنی تھا جس کے صدر کا نام سر سڈنی رولٹ تھا۔ اس کمیٹی کی سفارش کے مطابق دو متوازی قوانین کے مسودے تیار کیے گئے اور دونوں بل الگ الگ پاس ہو کر ایکٹ بنے لیکن عوام نے دونوں قوانین کو اکٹھا کر کے اسے رولٹ ایکٹ کا جامع نام دے دیا۔

جب رولٹ ایکٹ کے مسودے سامنے آئے تو عام تاثر یہ ہوا کہ حکومت اپنے وعدوں کے متعلق بدنیت ہے اور آئندہ ایجی ٹیشن کو دبانے کے لئے یہ قوانین نافذ کرنا چاہتی ہے لہٰذا رولٹ ایکٹ حکومت کی بدعہدی کا ایک نشان اور ایجی ٹیشن کا فوری نشانہ بن گیا۔ اس زمانے کی امپیریل لیجلیٹو کونسل میں سرکاری ممبروں کی اکثریت تھی کونسل میں غیر سرکاری ممبروں نے جن میں مسٹر جناح پیش پیش تھے۔ ان قوانین کی سخت مخالفت کی ابھی یہ قوانین زیر بحث تھے کہ گاندھی جی نے ملک کے سامنے ایجی ٹیشن کا ایک نیا طریقہ پیش کر دیا اگر یہ قانون پاس کر دیئے گئے تو ان کے خلاف ستیہ گرہ کیا جائے۔ اس نئے اور اچھوتے نعرے نے فوراً دلوں اور دماغوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا 24 فروری کو گاندھی جی نے 25 لیڈروں کی ایک کانفرنس بلائی۔ جنہوں نے متفقہ طور پر ان کے ساتھ ستیہ گرہ کے حلف نامے پر دستخط کر دیئے اور چند ہفتوں کے اندر ہزاروں پبلک جلسوں میں اس حلف نامے کو دہرایا گیا۔

مارچ 1919ء کے آخری ہفتے میں حکومت نے سرکاری ممبروں کے ووٹ سے رولٹ ایکٹ پاس کرا لیا 28 مارچ کو مسٹر جناح نے ایک زوردار خط کے ساتھ اپنا استعفا گورنر جنرل کو بھیج دیا ساتھ ہی گاندھی جی نے اعلان کر دیا کہ 30 مارچ کو (جو اتوار تھا) ملک بھر میں ہڑتال کی جائے اور احتجاجی جلسے منعقد کئے جائیں پھر اس خیال سے کہ وقت بہت کم تھا ہڑتال اور احتجاج کا پروگرام اس سے اگلے اتوار 6 اپریل تک ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن تقریباً تمام بڑے شہروں میں دونوں اتواروں کو ہڑتال بھی ہوئی جلسے بھی منعقد ہوئے اور جلوس بھی نکالے گئے دہلی میں 30 مارچ کے جلوس کا پولیس کے ساتھ تصادم ہو گیا۔ پولیس نے گولیاں چلائیں کئی زخمی ہوئے لیکن پروگرام کے مطابق 6 اپریل کو وہاں پھر جلوس نکالا گیا۔

لاہور میں بھی دونوں اتواروں کو ہڑتال جلسے ہوئے اور جلوس نکلے اور پرامن طریق پر ختم ہو گئے اس کے بعد 9 اپریل کو ہندوؤں کا رام نومی کا تہوار تھا اس دن پر دکانیں بند رہیں یعنی عملاً ہڑتال ہو گئی رام نومی کا مذہبی جلوس مذہبی کم اور سیاسی زیادہ تھا۔ اس میں مسلمان بھی شریک تھے اور شری رامچند رجی کی جئے کے ساتھ گاندھی جی کی جے اور ہندو مسلم کی جے کے نعرے بھی لگائے جا رہے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے جذبات دلوں سے ابل رہے تھے اس جلوس میں لاہور کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہندو اور مسلم عوام ایک ہی برتن میں پانی پی کر اور ایک ہی برتن سے پوریاں اور مٹھائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھا کر ہندو مسلم ایک ہیں کے مظاہرے کر رہے تھے۔

ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب میں بھی مظاہرے امن و امان سے گزرتے رہتے لیکن پنجاب میں ایک سر پھرے او جابر گورنر (مائیکل اڈوائر) کی حکومت تھی جس کے اندر سامراجیت کا جذبہ تقریباً جنون کی حد تک موجود تھا۔ اس کا چیف سیکرٹری (ٹامسن) بھی تقریباً اسی ذہنیت کا انگریز تھا اڈوائر اور ٹامسن اس روائتی وفادار وں کے صوبے میں اس قسم کی ایجی ٹیشن کو برداشت نہ کر سکے اور غیر ضروری سخت گیری پر تل گئے لاہور اور امرتسر میں جگہ جگہ فوجی دستے پیش بندی کے طور پر متعین کر دیئے گئے پولیس والوں کو لاٹھیاں اور بندوقیں تیار رکھنے کے حکم مل گئے خطرناک لیڈروں کی نظر بندی کے پروگرام بن گئے۔

ادھر لاہور میں رام نومی کا جلوس ختم ہو رہا تھا ادھر پنجاب کی مشرقی سرحد کے آخری ریلوے سٹیشن (پلول ضلع گوڑ گاؤں) پر ایک کپتان پولیس گاندھی جی کا پنجاب میں داخلہ روکنے کے لئے پولیس کے ایک دستے کے ساتھ کھڑا تھا۔ گاندھی جی کی ٹرین سٹیشن پر پہنچی تو ان پر وارنٹ کی تعمیل کرائی گئی انہوں نے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا جس پر انہیں پولیس کی حراست میں واپس بمبئی روانہ کر دیا گیا۔

اگلی صبح کو پہلا وار امرتسر میں ڈاکٹر ستیہ پال پر ہوا ڈپٹی کمشنر نے ان دونوں کو علی الصباح اپنے بنگلے پر بلایا بنگلے کے عقبی دروازے پر ایک موٹر کار کھڑی تھی چند لمحوں کے اندر پولیس کے سپاہی دونوں لیڈروں کو ساتھ لے کر اس کار کے اندر بیٹھ گئے کھڑکیاں بند کر لی گئیں۔ اور کار دھرمسالہ کے لئے روانہ ہوگئی جب کئی گھنٹے تک کچلو اور ستیہ پال اپنے گھروں میں واپس نہ آئے تو ان کی گرفتاری کی افواہ شہر میں پھیل گئی ایک مجمع اکٹھا ہو گیا۔ اور ہمارے لیڈروں کو رہا کر دیا ہمیں بھی گرفتار کر لو اور اسی قسم کے نعرے لگاتا ہوا ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی کی جانب چل پڑا۔

ریلوے کے پل پر جو شہر اور سول لائنز کے درمیان حد فاصل تھا پولیس کے ایک مسلح دستے نے ان کا راستہ روک لیا۔ پولیس کے ساتھ جو افسر تھے وہ مجمع کو منتشر کرنے کے لئے افہام و تفہیم کی کوشش کرنے لگے مجمع کے چند جوشیلے افراد افسروں سے بحث کر رہے تھے اور گفتگو جاری تھی کہ مجمع کا عقبی حصہ پل کے نیچے ریلوے لائن پر پھیل گیا وہاں سٹیشن کے قریب ایک فوجی دستے کا کیمپ تھا اور سنتری پہرے پر تھے ایک سنتری نے لوگوں کو اسٹیشن کی طرف بڑھتے دیکھا تو گولی چلا دی۔ گولی کی آواز سن کر مجمع کا وہ حصہ جو افسروں سے بات چیت کر رہا تھا مشتعل ہو گیا اس کے بعض افراد نے پولیس پر خشت باری کی جواب میں پولیس نے فائرنگ کر دی اور مجمع شہر کی طرف بھاگا چند غنڈوں نے فوراً اس مشتعل انبوہ کی لیڈری سنبھال لی۔ سامنے انگریزوں کے دو بنک آ گئے۔ غنڈوں نے فوراً نعرہ لگایا۔ انہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹ لو آگ لگا دو۔ مجمع کے لوگ بینکوں کے اندر گھس گئے دو انگریز ملازم جان سے مار دیئے گئے فرنیچر کو آگ لگا دی گئی چند گھنٹے شہر میں بدامنی اور تشدد کے واقعات ہوتے رہے۔

سب سے افسوسناک واقعہ یہ تھا کہ ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر مس شروڈ کو جو ایک نیک دل اور انسانی ہمدردی رکھنے والی عورت مشہور تھی اور بائیسکل پر جا رہی تھی کسی نے ڈنڈا دے مارا وہ گر پڑی اور سائیکل چھوڑ کر ایک گلی میں بھاگی غنڈوں نے اس کا تعاقب کیا اور گلی کے اندر اسے مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ جب غنڈے چلے گئے تو گلی میں رہنے والوں نے اپنے مکانوں کے دروازے کھولے بے ہوش لیڈی ڈاکٹر کو اٹھا کر ایک مکان میں لے گئے وہاں اسے ہوش میں لائے اور موقع پا کر اسے ہسپتال چھوڑ آئے چند دنوں کے بعد وہ انگلستان واپس چلی گئی۔

قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو جب دو دن کے بعد امرتسر شہر فوج کے حوالے کیا گیا تو فوج کے کمانڈر جنرل ڈائر نے دوسری انتقامی کاروائیوں کے علاوہ ایک حکم یہ بھی دیا کہ جس گلی میں مس شروڈ کو پیٹا گیا تھا اس سے لوگ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے گزریں گلی کے دونوں سروں پر فوجی سپاہی متعین تھے جو اس حکم کی تعمیل کراتے تھے۔

اس حکم کا تختہ مشق وہی لوگ بنے جنہوں نے مس شروڈ کی جان بچائی تھی اور تھوڑی بہت تیمارداری کی تھی دوسرے لوگوں کے لئے یہ ممکن تھا کہ اس گلی کے قریب ہی نہ جائیں لیکن اس گلی کے رہنے والوں کے لئے گلی کا استعمال ناگزیر تھا بہر حال چند گھنٹوں کی متشددانہ کارروائیوں کے بعد فسادی منتشر ہو گئے اس دن امرتسر میں پانچ انگریز مارے گئے دو بنکوں اور چار سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچا لیکن چند گھنٹوں کا یہ فساد آئندہ سلسلہ واقعات کا نقطہ آغاز بن گیا۔

لاہور میں گاندھی جی کی گرفتاری کی افواہ امرتسر کے واقعات کے متعلق جھوٹی سچی افواہیں بیک وقت پھیل گئیں شام کے پانچ بجے تک (یہ 10 اپریل کا واقعہ ہے) پھر دکانیں بند ہو گئیں اور لوگ بازاروں میں جمع ہو گئے انار کلی میں ایک مجمع اکٹھا ہونا شروع ہوا کچھ کالجوں کے لڑکے اور باقی تماشائی اس میں شامل ہو گئے اور یہ مجمع جلوس کی صورت میں مال روڈ کی طرف چل پڑا۔ پولیس اور فوج نے اس جلوس کو ہائی کورٹ کے قریب روک دیا اس مرتبہ نرمی اور گفت وشنید کو بالائے طاق رکھا گیا۔ مجمع کو پندرہ منٹ کے اندر منتشر ہونے کا حکم دیا گیا اور پندرہ منٹ کے بعد اس پر گولی چلا دی گئی۔

راجہ غضنفر علی خاں جو اس زمانے میں گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کے آخری سال میں تھے اور یونیورسٹی ٹریننگ کور میں شامل تھے اپنے ساتھیوں سمیت یونیورسٹی گراؤنڈ میں پریڈ کر رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ وہاں انہوں نے فائرنگ کی آواز سنی پریڈ چھوڑ کر لڑکے ہوسٹل کی طرف بھاگے وہاں وردیاں اتاریں اور سادہ کپڑے پہن کر یہ بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موقعہ واردت کی طرف چل پڑے فائرنگ کا اثر الٹا ہوا تھا مجمع کی اگلی صفوں پر بار بار لاٹھی چارج ہو رہا تھا لیکن اتنا بڑا مجمع خود اپنی تعداد کی وجہ سے جلد منتشر ہونے کے قابل نہ تھا۔

بہت کش مکش کے بعد یہ مجمع منتشر ہوا تو اس کے بکھرے ہوئے اجزا اور کچھ نئے تماشائی لوہاری دروازے کے قریب جمع ہو گئے یہاں پھر گولی چلی اگلے دن جمعہ تھا بادشاہی مسجد جمعہ کی نماز کے وقت انسانوں سے بھر گئی نماز کے بعد حاضرین سے خطاب کرنے والوں میں ہندو لیڈر بھی شامل تھے مسجد سے نکلنے والوں نے پھر جلوس کی صورت اختیار کر لی کہا جاتا ہے کہ اس وقت چند نوجوانوں کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے یہ جلوس مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہوتا ہوا آخر پر امن طریق پر ختم ہو گیا لیکن شام کو گورنمنٹ ہاؤس میں انتظامیہ افسروں کا جو جلسہ ہوا۔ اس میں علاقے کے کوتوال نے رپورٹ پیش کی کہ بلوائیوں نے ڈنڈا فوج قائم کر لی ہے اور حالات سخت خطرناک ہیں۔

چنانچہ اگلے دن شہر کے بعض حصوں میں مسلح فوج کی نمائشی پریڈ کرائی گئی اور سول لائنز کی فوجی چوکیوں کے علاوہ ایک چوکی بادشاہی مسجد کے قریب قائم کر دی گئی یہاں تماشائیوں کا ایک ہجوم پھر جمع ہو گیا اسے منتشر ہونے کا حکم دیا گیا اور جب وہ منتشر نہ ہوا تو گولی چلا دی گئی یہ 12 اپریل کو ہوا اس کے بعد لاہور میں عوام اور پولیس کے درمیان کوئی واقعہ نہ ہوا لیکن ہڑتال اور عوام کی ذہنی کشیدگی جاری رہی۔

اِدھر امرتسر میں فساد کے بعد اگلے دن جالندر چھاؤنی سے مزید فوج بلائی گئی اسکا کمانڈر جنرل ڈائر تھا اس کے ساتھ آئندہ انتظامات کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے لاہور کا کمشنر امرتسر پہنچا وہاں ریلوے سٹیشن پر مقامی افسروں کا مشاورتی جلسہ ہوا امرتسر کا کوتوال بھی موجود تھا یہ 12 اپریل کی شام کو ہوا کوتوال کی رپورٹ یہ تھی کہ شہر پر بلوائیوں کا قبضہ ہے۔ پولیس تھانوں میں محصور بیٹھی ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ تھانوں سے باہر گشت کرے اس رپورٹ کی بنا پر کمشنر نے بریگیڈیئر ڈائر کو اختیار دے دیا کہ وہ امرتسر کا چارج سنبھال لے اور امن و قانون کی بحالی کے لئے جو کچھ چاہے کرے یعنی قانون اور آئین معطل ہو گئے اور ڈائر کی مطلق العنان حکومت قائم ہو گئی۔

بعد میں جب فسادات کی تحقیقات کے لئے حکومت برطانیہ نے لارڈ ہنٹر کے زیر صدارت ایک تحقیقاتی کمشن قائم کیا تو اس کے سامنے شہادت اور جرح کے ذریعے اس وقت کے حالات کے چند بہت ہی دلچسپ پہلو منظر عام پر آئے۔

(1) پولیس کوتوالوں کی ہر جگہ یہ خاص کوشش تھی کہ حالات کی سنگینی کے متعلق زیادہ سے زیادہ مبالغہ آرائی کی جائے بظاہر محض اس لئے کہ پولیس کو ہنگامی اختیارات حاصل ہو جائیں وہ فوج کی سنگینوں کے سائے میں جسے چاہے پکڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے چاہے بخش دیں چنانچہ مارشل لاء کے تحت پولیس کی رشوت اور لوٹ کھسوٹ کی بہت زیادہ شکایت پیدا ہوئیں۔

(2) امرتسر کے کوتوال کی یہ رپورٹ بھی کمیشن کے سامنے آئی کہ پولیس تھانوں میں محصور بیٹھی ہے اور شہر فسادیوں کے قبضے میں ہے لیکن جرح میں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جب ڈائر نے مطلق العنان حکومت کا چارج لینے کے فوراً بعد اپنے احکام کی اشاعت کا بندوبست کرنا چاہا تو یہی کوتوال صاحب آدھی رات کو شہر کے اندر کسی چھاپہ خانہ کو کھلوا کر اور عملے کو جمع کر کے پوسٹر چھپوا لائے اور صاحب بہادر کی تحسین و آفرین کے مستحق قرار پائے۔

(3) یہ عجیب سوال بھی زیر بحث آیا کہ کمشنر اور ڈائر کو باہمی سمجھوتے کے ذریعے عام قانون اور آئین کو معطل قرار دینے اور ڈائر کو مطلق العنان اختیارات سنبھال لینے کا حق کیسے حاصل ہو گیا تھا مارشل لا ایک خاص ضابطے اور مرکزی حکومت کی منظوری کے بغیر نافذ نہ ہوسکتا تھا ڈائر کسی مارشل لاء یا کسی جائز قانون کے تحت ہدایات جاری نہ کر رہا تھا بلکہ محض ڈائر لاء سے کام لے رہا تھا لیکن بعد میں خاص قوانین کے ذریعے سرکاری ملازموں کی ہر ناجائز حرکت کو پرسش سے بالاتر قرار دے دیا گیا۔

(4) جب ڈائر نے امرتسر کا چارج سنبھالا تو اس نے کوتوال شہر کر حکم دے دیا کہ فوج کی مدد لو اور فساد کے سلسلے میں جس مجرم کی شناخت ہو سکے اسے پکڑ لو اور فوجی عدالت کے سامنے پیش کرو۔

(5) باغیوں کا مورال ختم کرنے کی خاطر چوبیس گھنٹے کے لئے شہر میں پانی اور بجلی کی سپلائی بند کر دی۔

(6) ایک پراسرار شخص ہنسراج سابق ٹکٹ کلکٹر کا امرتسر کے ہنگامے میں بہت عجیب حصہ تھا یہ شخص اس ہجوم میں بھی موجود تھا

جس نے بینکوں کو لوٹا تھا اور ان کے انگریز ملازموں کو قتل کیا تھا 13 اپریل کو ایک جلسے کا صدر بھی یہی تھا جو ایک پرائیویٹ سکول کے اندر رولٹ ایکٹ کے خلاف ایجی ٹیشن کی مزید تدابیر سوچنے کے لئے منعقد ہوا وہاں پولیس کی رپورٹ کے مطابق اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ کل جلیانوالہ باغ میں وہ پبلک کے سامنے ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کی جانب سے موصول شدہ پیغامات پیش کرے گا لیکن اسے گرفتار نہ کیا گیا۔13 اپریل کو جلیانوالہ باغ کے جس جلسے پر ڈائر نے گولیاں چلائیں اس کا منتظم اعلی بھی یہی ہنسراج تھا اور جن لوگوں کو مس شروڈ پر حملے کی پاداش میں کوڑے لگائے گئے۔ان کی شناخت بھی پولیس کے گواہ کی حیثیت سے اسی نے کی بعد میں اسے دوسرے لیڈروں کے ہمراہ گرفتار بھی کیا گیا لیکن مارشل لاٹربیونل کے سامنے جب ان لیڈروں کے مقدمات کی سماعت شروع ہوئی تو ہنسراج سابق ٹکٹ کلکٹر کو سلطانی گواہ بنا کر استغاثے کی کہانی کی تائید میں پیش کر دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

24 نومبر 1919ء

خلافت کانفرنس کا قیام

لکھنؤ کی مسلم کانفرنس میں اس خیال پر گفتگو ہوئی کہ خلافت حرمین اور اماکن مقدسہ کے تحفظ کے لئے کوئی مستقل نظام ہونا چاہیے۔ بمبئی کے نمائندوں نے یہ اطلاع دی کہ بمبئی کے سیٹھوں نے بمبئی میں مجلس خلافت کے نام سے کوئی انجمن قائم کی ہے اسی کو آل انڈیا انجمن قرار دیدیا جائے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ آل انڈیا سینٹرل خلافت کمیٹی قائم کی جائے جس کا مرکز بمبئی میں ہو، کانفرنس میں اس مفہوم کا رزولیوشن منظور ہوا اور خلافت کمیٹی قائم ہوگئی۔ سیٹھ چھوٹانی خلافت کمیٹی کے صدر اور حاجی صدیق کھتری سیکرٹری منتخب ہوئے نظر بندی سے رہائی کے بعد صدیق کھتری کی جگہ مولانا شوکت علی سیکرٹری ہو گئے۔

لکھنو پیکٹ (1916) کے بعد اگرچہ ہندو مسلم فسادات بھی ہوئے لیکن مسلمانوں اور ہندوؤں کا میلان میل اور یگانگت ہی کی طرف تھا رولٹ ایکٹ کے ایجیٹیشن اور پنجاب کی فائرنگ نے ان دونوں کو اور زیادہ قریب کر دیا تھا اظہار اخلاص کے معاملے میں مسلمان حماقت کے درجے تک پر جوش واقع ہوئے ہیں، سوامی شردھانند کو انہوں نے محض اس کے انعام میں جامع مسجد کے مکبر پر کھڑا کر کے تقریر کرائی تھی کہ اس نے ستیہ گرہ کے جلوس میں انگریز فوجیوں کی رائفلوں کے لئے اپنا سینہ پیش کیا تھا۔ ہندو اس سے بہت خوش تھے کہ رولٹ ایکٹ کے ایجیٹیشن میں اس کے باوجود کہ اس کے لیڈر مسٹر گاندھی ہیں مسلمان پورا ساتھ دے رہے ہیں ۔جن لوگوں نے ستیہ گرہ کے معاہدے پر ابتداً دستخط کئے تھے ان میں یہ مسلمان بھی تھے مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خان، عباس طیب جی، مسٹر عمر سوبانی، ڈاکٹر انصاری، مولانا حسرت موہانی، سیٹھ یعقوب حسن، چوہدری خلیق الزماں۔ اس طرح مسلمان اور ہندو خاصے قریب آ گئے تھے۔

خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس 24 نومبر 1919ء کو دہلی میں بصدارت مسٹر فضل الحق منعقد ہوا اس اجلاس میں بہت سے ہندو شریک ہوئے ۔ بڑے لیڈروں میں مسٹر گاندھی، پنڈت موتی لال نہرو، اور پنڈت مدن موہن مالوی بھی تھے مسٹر فضل الحق نے اپنے خطبہ صدارت میں دوبارہ اس پر زور دیا کہ خلافت کے مسئلے پر ہندوستان کی غیر مسلم آبادی کی تائید حاصل کی جائے کانفرنس کے رزولیوشنوں میں مشہد مقدسہ اور دوسرے اماکن مقدسہ میں اتحادی افواج کی چیرہ دستیوں اور مظالم پر احتجاج کیا گیا مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ جشن صلح میں شریک نہ ہوں اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیخلاف جلسے کریں۔ اگر صلاح کانفرنس کا فیصلہ مسلمانوں کی منشاء کے خلاف ہو تو ولایتی مال کا بائیکاٹ کیا جائے مسٹر گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کا اس پر شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے خلافت کے مسئلے میں مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل منظور کیا۔ بائیکاٹ کے رزولیوشن کی مسٹر گاندھی نے یہ کہہ کر مخالفت کی کہ بائیکاٹ صحیح چارہ کار نہیں ہے مولانا حسرت نے بائیکاٹ پر اصرار کیا اور کہا کہ ہم ستیہ گرہی نہیں ہیں بائیکاٹ کا رزولیوشن دوسرے روز منظور ہو گیا۔

بعد میں کانفرنس کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت مسٹر گاندھی نے کی اس اجلاس کے لئے آصف علی صاحب نے دعوت نامہ جاری کیا اور اس میں انہوں نے یہ لکھ دیا کہ مسئلہ خلافت کے ساتھ ترک گاؤ کشی کا مسئلہ بھی طے کیا جائے گا۔ یہ سوامی شردھانند کو جامع مسجد کے مکبر پر لے جانے سے بھی زیادہ بری حرکت تھی مسٹر گاندھی سمجھدار آدمی تھے وہ جانتے تھے کہ گائے کے ذبیحے کے ترک کا مسئلہ اتنا آسان نہیں کہ کانفرنس کے دعوت نامے میں اسے لکھ دیا اور وہ حل ہو گیا۔ انہوں نے ہوشیاری کے ساتھ اس سے ہندوؤں کی عالی حوصلگی کے مظاہرے کا کام لیا انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:

> ہم ہندو اپنی روایات پر اعتماد کر کے اس کو عزت کی بات نہیں سمجھتے کی ایک مذہبی معاملے میں اپنی ہمدردیاں پیش کرنے کے عوض کوئی چیز لیں اگر یہاں کوئی ایسے ہندو ہیں جو اپنے دلوں میں یہ خیال کر آئے ہیں تو ان کو چاہئے کہ اس کو ترک کریں۔

اس وقت تو ہندوؤں نے مسٹر گاندھی کے کہنے سے یہ بات اپنے دلوں میں سے نکال دی ہو گی لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد جب ہندو مسلم فسادات ہونے لگے تو ہر صلح کانفرنس میں ہندوؤں کی طرف سے گائے کے ذبیح اور قربانی کے ترک کا مطالبہ ضرور ہوتا تھا۔

انجمن خدام کعبہ کی وساطت سے علما سیاسی پلیٹ فارم پر آئے تھے اب مولانا عبدالباری کو خیال پیدا ہوا کہ علما کی ایک مستقل انجمن ہو سیاسی مقاصد کے لئے علما کی ایک الگ اور مستقل انجمن ہو اگر مولانا عبدالباری کا بھی خیال تھا تو اچھا نہ تھا مگر غالباً یہ نہیں تھا۔ وہ ملت کی اصلاح کے لئے علما کی تنظیم چاہتے ہوں گے لیکن سیاسی مقاصد ہی کے لئے علما کی انجمن قائم ہو گئی اور وہ اس طرح کہ خلافت کانفرنس دہلی کے اجلاس کے دو روز بعد علما کا ایک جلسہ منعقد ہوا مفتی کفایت اللہ صاحب علما کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے اور مولوی احمد سعید صاحب سیکریٹری۔

خلافت کمیٹی قائم ہوئی اور اس کا نظام تمام ملک میں پھیل گیا کوئی گوشہ ایسا نہ رہا جہاں خلافت کمیٹی موجود نہ تھی بڑے شہروں میں چھوٹے شہروں میں قصبات میں اور دیہات میں بے شک اپنی تنظیم کی وسعت اور چستی و درستی کے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے اس وقت تک خلافت کمیٹی ہندوستان میں بے نظیر تھی۔ کانگریس بڑی عظیم اور بہت قدیم رہی ہو لیکن عوامی پیمانے پر تنظیم کے اعتبار سے خلافت کمیٹی کے مقابلے میں اسکی کوئی حقیقت نہ تھی سچ یہ ہے کہ عوامی پیمانے پر تنظیم میں کانگریس کو سب سے بڑی مدد خلافت کمیٹی ہی سے ملی اور ہر قسم کی مدد۔ خلافت کی حفاظت کا کام کرنے کے لئے مسلمانوں میں سے آدمی فوج درفوج نکلے۔ کوئی گھر ایسا نہیں رہا جس کا کوئی نہ کوئی آدمی خلافت کا کارکن نہ ہو جوان بوڑھے عورتیں اور بچے جذبات و خیالات میں سب خلافتی تھے۔ خلافت کے سرمائے میں ہر جیب سے روپیہ آتا تھا سرکاری نوکری، زمینداری، خطاب یافتہ تاجری، کاشتکاری، مزدوری، سرمایہ داری۔

بے شک مسلمانوں میں بعض وہ بھی تھے جو تحریک خلافت کے مخالف تھے مگر اصول یا اعتقاد کی بنا پر شاذ، ذاتی مجبوریوں اور مفاد کی بنا پر زیادہ۔ تحریک خلافت کی تائید میں رائے عامہ اس قدر طاقتور اور پرزور تھی کہ کوئی یہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ جلسوں میں یا اختیارات میں اس کی مخالفت کرے، البتہ اس کی مثالیں بہت تھیں کہ حکومت کے ساتھ تعاون کررہے ہیں مگر چھپ کر خلافت کمیٹی کے سیکریٹری کو چندہ بھی بھیجتے ہیں اور اس سے معذرتیں بھی کرتے ہیں کہ مجبوریاں اور لاچاریاں ہیں ان کی وجہ سے کھل کر سامنے نہیں آسکتے۔

خلافت کے رضا کار، خلافت کے کارکن خلافت کے لیڈر دکھاوے کے نہیں تھے خودغرض نہیں تھے ذاتی مفاد اوراغراض کے بندے نہیں تھے اپنے جوش، کوشش، جدوجہد، اور اعتقاد و عقائد کے اعتبار سے بالکل مجاہد تھے۔ اگر اس وقت کوئی ان کو میدان جنگ میں لے جاتا تو یہ مسلمانوں کی قدیم مجاہدانہ روایات زندہ کردیتے۔ یہ جوش و جذب ان مسلمانوں میں کیسے پیدا ہوگیا، جن کو سرسید نے بڑی احتیاط کے ساتھ سیاست سے الگ رکھا تھا محض تعلیم تک ان کی تمام سرگرمیاں محدود کردی تھیں۔ اور یہ کہہ کر ''یاد رکھو گورنمنٹ تم پر نہایت سخت نظر رکھے گی کیوں کہ تم بڑے مفسد بڑے بہادر بڑے سپاہی اور بڑے لڑنے والے ہو''

اسی فقرے سے ظاہر ہے کہ یہ محض عارضی پرہیز تھا جو سرسید نے اپنی قوم کے لئے اس غرض سے تجویز کیا تھا کہ اس کے وہ زخم مندمل ہوجائیں جو ہنگامہ سن 1857ء میں لگے تھے ورنہ مسلمانان ہند کی فطرت بدلنا نہ سرسید کے پیش نظر تھا اور نہ یہ ان کے قابو کی بات تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

16 جنوری 1920ء

امریکہ میں شراب پر پابندی لگادی گئی

16 جنوری 1920ء کو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شراب پر پابندی لگادی گئی یہ پابندی سرکاری طور پر اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے لگائی گئی۔اس ایکٹ کو قومی ممانعت یا ولسٹڈ (VOLSTED) ایکٹ کا نام دیا گیا امریکہ کی پچیس ریاستوں میں اس قسم کا قانون پہلے ہی نافذ کیا جاچکا تھا۔امریکہ میں جن لوگوں نے شراب مختلف گوداموں سٹوروں اور دیگر جگہوں پر ذخیرہ کررکھی تھی ان سے کہا گیا کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر ایسے ذخائر کو منظر عام پر لے آئیں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔اس قانون پر عمل درآمد کے سلسلے میں کاروباری حلقوں میں شکوک وشبہات پائے جاتے تھے کیوں کہ صرف نیویارک میں اس پر عمل درآمد کروانے کے لئے دولاکھ پچاس ہزار پولیس کی ضرورت تھی لیکن کاروباری حلقوں کی توقع کے برعکس یہ پابندی تیرہ برس تک جاری رہی۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں نے شرابیوں کے مسائل پر توکسی حد تک قابو پالیا تھا لیکن یہ قانون خود قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لئے وبال جان بن گیا کیوں کہ ڈاکٹر بے خوابی اور پیٹ درد کے علاج کے لئے الکوحل کی ایک خاصی بڑی مقدار دوائی کے طور پر استعمال کرتے تھے لہٰذا ڈاکٹروں کے دوائی کے طور پر استعمال پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی تھی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف چھ ماہ کے عرصے میں ڈاکٹروں نے تین لاکھ سے زائد جعلی نسخوں میں شراب تجویز کی۔

شراب کی ممانعت کے ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ اس کے پاس جعلی نسخے چیک کرنے کے لئے اتنی افرادی قوت نہیں کہ وہ اس مسئلے پر قابو پاسکے ڈاکٹر کے مطابق اگر وہسکی جس کی قیمت پندرہ ڈالرفی کپ تھی اس ریٹ پر تجویز کی جاتی رہی تو سرکاری ذخائر صرف ڈیڑھ سال میں ختم ہوجائیں گے۔لیکن اس زیادہ شراب پر پابندی امریکی معاشرے پر اثر انداز ہورہی تھی بجائے اس کے کہ پابندی لگانے سے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب ہوتے بہت سے نئے مسائل نے جنم لیا جس کی تیاری پہلے سے کی جانی چاہیے تھی مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق پابندی کی وجہ سے امریکی معاشرے میں جرائم اور ذہنی امراض میں اضافہ ہوا یہاں تک کہ عوام کی طرف سے پانچ سال کے دوران ستر لاکھ درخواستیں پیش کی گئیں جن میں شراب پر سے پابندی اٹھانے کی درخواست کی گئی تھی شراب پر سے پابندی اٹھانے کے لئے پہلے پہل اپیلیں کی گئیں پھر یہ اپیلیں احتجاج کی صورت اختیار کرگئیں احتجاج کے طور پر چرچوں کی گھنٹیاں بجائی جانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگیں۔

شراب پر پابندی کے مخالفوں کا کہنا تھا کہ اس پابندی سے ملک میں جرائم لوٹ مار میں اضافہ اور ملاوٹی شراب پینے سے بہت سی اموات واقع ہو رہی ہیں۔ جبکہ شراب پر پابندی کو پسند کرنے والے اعتدال پسند عناصر یہ دلیل دیتے تھے کہ پہلے جو خرچ شراب پر اٹھتا تھا وہ اب خاندان کی کفالت پر اٹھ رہا ہے آخر کار شراب پر پابندی کے مخالفین کی کوشش رنگ لائیں اور 5 دسمبر 1933ء کو شراب پر سے پابندی اٹھا لی گئی جس کے بعد تمام امریکہ میں شراب پینے والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس روز امریکہ کے تمام شہروں میں جشن کا سماں تھا ہوٹلوں میں خصوصی تقاریب منعقد ہوئیں صدر روز ویلٹ نے عوام سے اپیل کی کہ وہ شراب کے استعمال میں معتدل رویہ اپنائیں اور دوبارہ وہ حالات پیدا نہ ہوں جن کی وجہ سے 1920 میں پابندی لگائی گئی تھی۔

10 اگست 1920ء

معاہدہ سیورے

اٹلی اور ترکیہ کے درمیان کوئی تنازعہ نہ تھا۔ طرابلس الغرب کی تمام آبادی مسلمان تھی اور نسلاً عرب اور ترک تھوڑے سے اطالوی بھی تھے لیکن ان کو حکومت عثمانیہ سے کوئی شکایت نہ تھی۔ لیکن بلا کسی اشتعال کے ستمبر 1911ء میں اٹلی نے اعلان کر دیا کہ وہ طرابلس پر قبضہ کرے گا۔ اٹلی کو اس پر جلن تھی کہ فرانس تیونس پر قابض تھا۔ ساحل افریقہ سے قریب تر ہونے کی وجہ سے وہ تیونس پر اپنا حق سمجھتا تھا اور روس قسطنطنیہ پر قبضے کا خواہش مند تھا۔

فرانس نے اپنے خلاف اطالویوں کی یہ شکایت رفع کرنے کے لئے خفیہ طور پر رضا مند دے دی کہ اٹلی طرابلس پر قبضہ کرے۔ برطانیہ نے بھی اس اہم مسئلہ پر خاموشی اختیار کر کے اٹلی کی حوصلہ افزائی کی اور پھر یہ مدد بھی دی کہ مصر کی غیر جانبداری کا اعلان کر کے ترکوں کو براستہ مصر طرابلس الغرب میں فوجیں بھیجنے سے روک دیا۔ حالانکہ مصر اس وقت تک ترکوں کا ملک تھا۔

انور بے کی قیادت میں ترک مقامی عربوں کی تنظیم کر کے بڑی دلیری کے ساتھ اٹلی کا مقابلہ کر رہے تھے مگر 1912ء کے آغاز میں یونان کے وزیر اعظم موسیو وینی زیلوس کی کوششوں سے یونان، بلغاریہ اور سرویا کا ترکیہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف اتحاد قائم ہو گیا اور سلطنت عثمانیہ کی مسیحی آبادی کے حقوق کی حفاظت کے بہانے سے ان سب نے ترکوں کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔ ترکوں نے یہ دیکھ کر کہ بیک وقت دو محاذوں پر جنگ کرنا مشکل ہے فوراً اٹلی سے صلح کا معاہدہ کر لیا اور طرابلس سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔

بلقان میں جنگ شروع ہو گئی' ترکوں کو مسلسل شکست کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ان کی فوج میں اکثریت مقامی عیسائیوں کی تھی جنہیں کہ حملہ آوروں سے ہمدردی تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یورپی مداخلت کی وجہ سے فوجی تنظیم نہ ہو سکی اور اس پر مزید طرہ یہ کہ ترک بیوروکریسی اور حکومت میں ایسے لوگ شامل تھے جو یورپ کے آلہ کار تھے۔ خوش قسمتی سے مفتوحہ علاقوں کی تقسیم پر بلقانی ریاستوں میں آپس کی جنگ شروع ہو گئی۔ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترکوں نے ایڈریانوپل' دیموتیکا اور قرق کلیسا دوبارہ فتح کر لئے۔

اسی دوران 1914ء میں پہلی عالمی جنگ شروع ہو گئی۔ اس صورتحال میں ترکوں کے پاس کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ انگلستان اور فرانس کے حلیف بنتے اور غیر جانبدار رہنا بھی اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ یورپ کی سیاست میں ترکی حکومت کی اتنی اہمیت ضرور تھی کہ ہر فریق اس سے فائدہ اٹھاتا۔ بلقان اور طرابلس کی جنگوں میں جرمنی اتحادیوں کا طرفدار تھا۔ لیکن فتح ایڈریانوپل پر قیصر جرمنی نے سلطان محمد خامس کے نام تہنیت کا تار بھیجا تھا اور جب جنگ بلقان کے دوران حکومت ترکیہ نے فوجی نظم بہتر کرنا چاہا تو حکومت جرمنی نے ان کے ساتھ تعاون کیا چنانچہ ترک جرمنی کے حلیف بن کر جنگ عظیم میں شامل ہو گئے۔

1908ء سے 1914ء تک ترکوں کے قبضے سے بہت سے علاقے نکل چکے تھے۔ اس جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی لامحالہ اس کے حلیف بھی شکست سے دوچار ہوئے۔ چنانچہ ہنگامی طور پر ایک معاہدہ صلح پر دستخط ہوئے۔ جس میں ترکی کے لئے یہ شرائط تھیں۔

(1) اپنی تمام افواج برخاست کر دے گا۔

(2) اس کے جنگی جہاز فاتحین ضبط کریں گے۔

(3) ملک کی ریلوے کی نگرانی اور ان پر تصوف کا حق اتحادیوں کو ہو گا۔

(4) ایشیائے کوچک اور عرب میں سرحدوں کے تعین کے علاوہ اندرون ملک کا انتظام ترکی کے اختیار میں ہی رہے گا۔

اس کے بعد اتحادیوں کے نمائندے "سان ریمو" (پیرس) میں جمع ہوئے اور انہوں نے ترکی کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدے کی شرائط مرتب کیں۔ اس کا نام معاہدہ سیورے مشہور ہے۔ وہ شرائط اس طرح تھیں۔

(1) سلطان اتحادیوں کی حمایت کے ساتھ قسطنطنیہ میں حکومت کرے گا۔

(2) اتحادیوں کو یہ حق ہوگا کہ آبناؤں پر قبضہ کر لیں اور یہ بھی کہ ایشیائی ترکی کے کسی حصے پر قابض ہو جائیں۔

(3) ارمینہ کی ایک نئی دولت قائم کی جائے گی جس میں مندرجہ ذیل صوبے داخل ہوں گے:

مشرقی اناطولیہ' ارض روم' دان' بتلس' ترابزون' ارزنجان' اس ریاست کی حدود ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مدد سے قائم کی جائیں گی۔

(4) ترکیہ عرب کے متعلق اپنے تمام دعوؤں سے دست بردار ہوگا۔

(5) شام کی حکم برداری فرانس کو' عراق اور اردن کی برطانیہ کو دی جائے گی۔ عدلیہ اٹلی کو' اور مغربی اناطولیہ یونان کو۔

اس ذلیل' متعصّبانہ اور منتقمانہ صلح نامے کے خلاف' تمام دنیا کے مسلمانوں نے نفرت اور غصے کا اظہار کیا حتیٰ کہ اس سلطان ترکیہ کی حکومت بھی احتجاج کیے بغیر نہ رہ سکی جو اتحادیوں کی توپوں اور بندوقوں کے حصار میں لاچاری کے ساتھ ترکی اور اسلامی روایات کو بدنام کر رہا تھا۔ اس گورنمنٹ نے احتجاج کیا مگر وہ پھر برطانیہ اور دوسری دول کے دباؤ سے 10 اگست 1920ء کو معاہدہ' سیورے پر دستخط کرنے پر مجبور ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1921ء

مسجد شب بھر تعمیر کردی گئی

آپ موچی دروازے کے حدود کے اندر اور اس سے باہر نکلتے ہی تاریخی اور منقش خوبصورت مسجدیں دیکھیں گے۔ اور شاہ عالمی دروازے کے باہر آپ کو ہندوؤں کے مندروں کے اونچے اونچے کلس دکھائی دیں گے۔ اس علاقے میں جوگیوں کا مندر اور مڑیاں تھیں۔ اور ایک سیتلا دیوی کا مندر بھی تھا۔ شاہ عالمی سے میو ہسپتال جاتے ہوئے بانسوں والا بازار نیا نیا متشکل ہو رہا تھا۔ اس علاقے میں رتن چند کا تالاب اور مندر تھا جو اس نہایت مختصر علاقے کا تیسرا بڑا اور اہم مندر تھا۔ اس زمانے میں اس علاقے میں کوئی مسجد نہ تھی۔ رتن چند والے مندر کے بالکل سامنے یعنی شاہ عالمی سے میو ہسپتال کو جاتے وقت سرکلر روڈ کو عبور کرنے کے فوراً بعد بائیں ہاتھ پر اس زمانے کی میوہ منڈی تھی۔ میوہ منڈی کے اندر آڑھتیوں اور پھلوں کا کاروبار کرنے والوں کی اکثریت مسلمان تھی۔ شاید ان آڑھتیوں کو مسجد بنانے کی اجازت نہ تھی۔

1929ء میں ہندوؤں کا دباؤ کس قدر شدید تھا۔ یہ واقعہ اس بات کی بڑی عجیب دلیل ہے۔ میوہ منڈی کی بیرونی دیوار میں تین دکانیں اور بھی تھیں۔ جہاں پھل فروخت نہیں ہوتے تھے۔ ان دکانوں کا رخ شاہ عالمی دروازے کی طرف تھا۔ یہ تینوں دکانیں مسلمانوں کی تھیں۔ ان میں سے ایک دکاندار بابا ہیرا آتش باز تھے۔ دوسرے بزرگ مُلا صدر دین تھے جو توڑی (بھس) فروخت کرتے تھے۔ تیسرے بزرگ کا نام غالباً کریم بخش تھا یہ بیل گاڑیاں بناتے تھے۔ اور مزنگ کے رہنے والے تھے۔

بابا ہیرا کے صاحبزادے میاں عزیز الدین تھے۔ جو بڑے نمازی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ میاں عزیز الدین کے صاحبزادے حافظ معراج دین کا بیان ہے کہ میاں عزیز الدین کے کہنے سننے پر ان کے والد بابا ہیرا نے ملا صدر الدین اور کریم بخش صاحبان کی مدد سے ان تین دکانوں کے سامنے ایک چھوٹی سی سجدہ گاہ بنا لی۔ جس کے سامنے اینٹ کھڑی کر دی گئی اور ایک صف ڈال دی گئی۔ آنے جانے والوں کی سہولت کے لئے پانی کا ایک مٹکا بھی رکھ دیا گیا اور اس طرح مسلمان آبادی کے لئے نماز کا ایک چھوٹا سا تھڑا بن گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ان بزرگوں نے محسوس کیا کہ سجدہ گاہ کھلی ہے اس لئے اس میں کتے وغیرہ آکر اس کی طہارت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس خیال سے اینٹوں کی ایک چار دیواری اس کے اردگرد بنا دی گئی۔ تھوڑی دیر اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزری تو بارش اور دھوپ سے حفاظت کی غرض سے ان اینٹوں پر لوہے کی چادر ڈال دی گئی۔ بظاہر یہ واقعہ بہت معمولی ہے اور جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ انتہائی معمولی واقعہ ایک دن بہت بڑے ہنگامے اور مسلمان قوم کے انتہائی ولولہ انگیز اور روح پرور جذبہ کے اظہار کی بنیاد بن جائے گا۔

1923ء کے آغاز میں اس سجدہ گاہ کو نا کافی سمجھا گیا اور اس کی توسیع کی کوششیں شروع ہوئیں۔ زمین لاہور میونسپل کمیٹی کی تھی، آگے فٹ پاتھ تھا اس لئے مسجد کی توسیع کے لئے لاہور میونسپل کارپوریشن سے اجازت حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس زمانے میں لاہور کا ڈپٹی کمشنر کارپوریشن کا چیئرمین ہوتا تھا اور اس کے منتخب ممبروں کی تعداد سولہ یا اٹھارہ تھی۔ جن کی اکثریت ایسے اصحاب پر مشتمل تھی جو کہ حکومت برطانیہ کے خیرخواہوں میں شمار ہوتے تھے۔ 1921 میں میونسپل کمیٹی کے سینئر وائس پریذیڈنٹ میاں عبدالعزیز مالواڈہ ہوشیار پور سے لاہور آ چکے تھے۔ میاں صاحب موصوف اس وقت بھی تحریک خلافت کے مشہور کارکن تھے اور انگریز کے خلاف جہاد کرنے والوں کی فہرست میں ان کا نام نمایاں ہو چکا تھا۔ میاں صاحب لاہور میں تشریف آوری کے بعد خلافت اور کانگریس کے حلقے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے۔

1921 کے میونسپل کمیٹی کے انتخابات میں منتخب ممبروں کے لئے مخصوص نشستوں کی پوری تعداد کانگرس اور خلافت کمیٹی کے اراکین کے قبضے میں آ گئی۔ تاج برطانیہ کے بہی خواہوں کو عبرتناک شکست ہوئی۔ میاں عبدالعزیز ملواڈا، گوپی چند، ریچی رام سانی، جیسے لوگ منتخب ہوئے۔

یہ مقامی سیاست کا اہم ترین موڑ تھا اس نے ثابت کر دیا تھا کہ ووٹ دینے والوں کی اکثریت انگریز کی غلامی کو پسند نہیں کرتی اور انگریزی حکومت کی برکات کے پراپیگنڈے کے باوجود جو درسی کتابوں سے لے کر اس وقت کے بعض سرکاری اخبارات کے کالموں تک پھیلا ہوا تھا اس غیر ملکی حکومت سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔

جب یہ بلاک منتخب ہو کر لاہور میونسپل کمیٹی میں پہنچا تو اس کا پہلا فیصلہ یہ تھا کہ کمیٹی کے سینئر اور جونیئر وائس پریذیڈنٹ اسی بلاک میں سے منتخب ہوں۔ یہ فیصلہ انگریز ڈپٹی کمشنر اور پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی کے مفاد اور خواہش کے خلاف تھا۔ چنانچہ اس نے اس سلسلے میں پوری کوشش کی، لیکن اس باوجود میاں عبدالعزیز مالواڈا سینئر وائس پریذیڈنٹ اسی بلاک میں سے منتخب ہوئے اور مشن ہائی سکول رنگ محل لاہور کے مشہور و معروف مسیحی ہیڈ ماسٹر کے ایل رلیا رام جونیئر وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ اس وقت کے انگریز ڈپٹی کمشنر لاہور اور پریذیڈنٹ لاہور میونسپل کمیٹی کا نام کرنل فیئر رتھا۔ کرنل فیئر رراۓ بہادر ملکھی رام کو سینئر وائس پریذیڈنٹ اور نواب محمد علی مرحوم کو جونیئر وائس پریذیڈنٹ کے طور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر آگے لانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہ گروپ حکومت کے مفادات کے راستے میں حائل ہو گا یہ خطرہ درست ثابت ہوا۔ لیکن یہ دوسری داستان ہے موجودہ موضوع سے متعلق یہ بات ہے مسجد کی توسیع کے لئے درخواست جن لوگوں کے سامنے کی گئی وہ تحریک خلافت سے متعلق مسلمان اور کانگرس سے متعلق ہندو تھے۔ جو انگریز کی مخالفت کو اپنا مشترک مقصد اور نصب العین بنائے ہوئے تھے۔

اسی چھوٹی سی بات میں بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ذہنی، روحانی اور ثقافتی بعد اور فرق کا اظہار ہو گیا شاہ عالمی دروازے کے باہر ایک نہایت محدود حلقے کے اندر چار بڑے مندر پہلے سے موجود تھے مثلاً مندران سب میں سے پر رونق تھا رتن چند کا تعمیر کردہ ہنومان جی مندر بھی ہزاروں پجاریوں کا مرکز تھا اس کے علاوہ شاہ عالمی دروازے کے باہر ایک بہت بڑا مندر ابھی کچھ عرصہ پہلے تک موجود تھا۔ اس کے ٹھیک مقابل میں جوگیوں کا وسیع و عریض مندر تھا۔ لیکن اس علاقہ میں مسلمانوں کے لئے کوئی مسجد موجود نہ تھی۔ اس لئے نئی مسجد کی تعمیر ہندوؤں کے جوش رقابت کو ابھارنے کا موجب نہیں ہونا چاہئے تھی۔ لیکن یہ چھوٹی سی بات ہندوؤں کی اجتماعی قومی ذہن کی آئینہ دار ہے کہ اِدھر اس مسجد کی توسیع کے لئے کمیٹی میں درخواست پہنچی۔ ادھر کانگرس کے ہندو اراکین نے اسی زمین پر اس مسجد کے ٹھیک مقابلے میں اپنے لیے ایک نئے اور تعداد کے اعتبار سے پانچویں مندر کی درخواست ایک ہندو سادھو سے دلوا دی جو جوگیوں کے مندر کا نکالا ہوا مہنت تھا۔ اس مہنت کا سب سے بڑا مؤید لاہور کا ایک اور لاکھ پتی ہندو لچھے شاہ تھا جو اس وقت گھنیش فلور ملز کا مالک تھا۔ لچھے شاہ کوئی ایسا دھرم پرست نہ تھا۔ مقصد صرف مسلمانوں کی مخالفت تھی کانگریس انہی سرمایہ داروں کے چندے پر اپنی دکان چمکا رہی تھی۔

یہ دونوں درخواستیں کمیٹی کے زیر غور رہیں اور اجازت کا معاملہ طول پکڑتا گیا۔ بابا خیر الدین بٹ جو اندرون موچی دروازہ بابا راج کے نام سے مشہور تھے۔ ساٹھ ستر کے پیٹے میں ہونے کے باوجود بڑے مضبوط ہاتھ پیروں اور صحت مند ذہن کے بزرگ تھے۔ وہ اس مسجد کی توسیع و تعمیر میں شریک تھے۔ مسلمانوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ مسجد کو ایک ہی رات کے اندر تعمیر کر لیا جائے۔ جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ ہو سکتا ہے کہ جگہ پر قبضہ کرنے کا مسئلہ ہو یا کچھ اور۔ موچی دروازے کے اندر میاں فیروز دین احمد مرحوم عرف کاڈا نے تقریریں کیں اور مسلمانوں کو گرما دیا۔ اس کے بعد کچھ بڑے لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ فیروز دین مرحوم ٹھس ہو گئے اور میدان بڑے لوگوں کے ہاتھ آ گیا۔ چندے کی مہم شروع ہوئی۔ موچی دروازے کے حلوائی سراج الدین کی دو بڑی بڑی مٹھائی کی پراتیں مسجد کے سامنے تخت پوش رکھی گئیں اور چندے کی اپیل ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے جذبہ خیر پر انگشت نمائی کرنے والے متوجہ ہوں کہ اس قوم کے افراد میں جو اس زمانے میں بھی بھوکے ننگے اور ہندوؤں کے مقروض تھے۔ جن کے متعلق سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور مرکزی حکومت کے سابق وزیر قانون مسٹر منیر یہ نظریہ پیش کرتے تھے کہ ''مطالبہ پاکستان اقتصادی مجبوری کی بنا پر کیا گیا تھا''۔ چندہ دینے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے آدمی نے ان پراتوں میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ ڈالا۔ تانگے والے جب سڑک پر سے گزرتے تو چندہ دینے کے لئے تانگہ روک لیتے تھے۔

شاہ عالمی کے باہر مسجد کی تعمیر لاہور کے مسلمانوں کی قومی غیرت اور ملی حمیت کا سوال بن گیا تھا انہوں نے ایک طرف ہندو سرمایہ داروں کا چیلنج قبول کیا اور دوسری طرف میونسپل کمیٹی کے انگریز پریذیڈنٹ کو مقابلے پر للکارا تھا۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ قوم جو ایک چھوٹی سی مسجد کی توسیع کے لئے ان دونوں مخالف طاقتوں سے مبارزت طلبی کر رہی ہے آج سے سترہ سال بعد انہی قوتوں کو علیحدہ وطن کے لئے للکارے گی اور کامیاب ہوگی۔

چندہ چار چھ دن ڈھیروں کے حساب سے جمع ہوتا رہا۔ یہ ریکارڈ بے داغ نہیں ہے جہاں بے شمار بے دریغ چندہ دینے والوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی وہاں چندہ خوروں کی بھی ایک چھوٹی سی جمعیت سرگرم تھی۔ جس نے خوب ہاتھ رنگے۔ کہا جاتا ہے کہ ان چندہ خوروں کی موت سخت عبرتناک تھی انہوں نے اپنی غلطی کی سزا موت سے پہلے بھگت لی۔

اس واقعہ کا انتہائی تابناک پہلو جو لاہور اور ہندی مسلمانوں کے بنیادی کردار کی تصویر ہے، یہ تھا کہ چندہ جمع کر لینے کے بعد مسجد کی تعمیر کا اعلان ہوا کام کا آغاز عصر کی نماز کے بعد کیا گیا اور ہزاروں لاکھوں آدمی نا جانے کہاں سے نکل کر اس کار خیر میں ہاتھ بٹانے کے لئے شاہ عالمی کے باہر آ گئے۔ بابا لکھا تیلی اور میاں غلام حسین مستری اینٹیں گھڑنے کے استاد تھے۔ وہ اور ان کے شاگرد اس کام پر لگ گئے۔ بھاٹی دروازے کے مستری رحیم بخش، مستری پدی، مستری محمد رمضان، مستری حسین بخش، مستری محمد دین گمٹی بازار سے آئے مستری امام دین کلعی خانے سے پہنچے۔ باغیچی سمندو بیراں اکبری گیٹ کے بابا غلام محمد اور کڑی پوربیاں اندرون موچی دروازے کے مستری غلام حسین نے مسجد کو رنگنے کا ذمہ لیا۔ سائیں خیر دین اور اُن کے والد نے دوسرے کام سنبھالے۔

جذبہ کی فراوانی کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ بڑے بڑے آدمی موٹروں پر بیٹھ کر آئے اور اینٹیں اٹھا کر معماروں کو دیتے رہے۔ اور کہتے تھے کہ دو اینٹیں میرے نام سے مسجد میں لگا دیجئے لاہور کا ایک سے ایک بڑا آدمی گارا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھورہا تھا۔ یا کنواں کھدوانے میں مصروف تھا لاہور کے مشہور اور پاکستان کے قابل فخر پہلوان بھی اس کام میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ رستم زماں گاما پہلوان، امام بخش پہلوان، چنن دین پہلوان اور مہتاب پہلوان اینٹیں ڈھونے والے مزدوروں میں شامل تھے۔ کون تھا جو باہر ہو، اس رات سب آئے تھے۔ مسلمان قوم نے اجتماعی طور پر دو قوتوں کا چیلنج قبول کیا تھا۔ اور دوسرے دن صبح ابھی سورج کی آنکھ بھی نہیں کھلی تھی اور ثریا کا جھومر مغرب میں غروب نہیں ہوا تھا کہ لاہور کی بے شمار دوسری مسجدوں کے ساتھ اس نئی مسجد میں اذان کی آواز نے صبح کے ستاروں کو حیرت زدہ کر دیا۔ ڈوبے تاروں نے شاید آنکھیں مل مل کر دیکھا ہو جہاں اب سے صرف چند گھنٹے پہلے کچھ نہ تھا۔ وہاں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد تیار کھڑی تھی اس کی سیڑھیوں پر پلستر ہو چکا تھا۔

مسجد پر بنے ہوئے محراب و منبر کو رنگ و روغن کر دیا گیا تھا۔ گنبد اور میناروں کی سفیدی صبح کاذب سے آنکھیں لڑا رہی تھی۔ کنواں کھودا جا چکا تھا۔ اس میں لج کا بوکا ڈال دیا گیا تھا۔ اللہ کے ان مزدوروں نے اپنے اس شاہکار میں صبح کی نماز ادا کی حد نظر تک صفیں بچھی ہوئی تھیں۔

یہ عمل حیرت انگیز تھا یہ انگریز کے نقطہ نظر سے مسلمانوں نے صرف ایک مسجد ہی نہیں بنائی تھی یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ آکۂ دین کے چراغ کے جن ہیں اور جادو جگا سکتے ہیں۔ ردعمل کا ظاہر ہونا لازمی تھا چنانچہ لاہور کے ڈپٹی کمشنر کرنل فیئر کو جب اطلاع ملی تو اس نے فوج طلب کر لی اور نو تعمیر شدہ مسجد کا محاصرہ کر لیا۔

لوگ جب صبح سویرے اپنے کام کاج کے لئے گھروں سے نکلے تو بازار میں یہ خبر مشہور تھی شہر کے تمام دروازوں پر گورا پولیس بیٹھی ہوئی ہے اور کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ڈپٹی کمشنر کرنل فیئر نے جو لاہور میونسپل کمیٹی کے پریذیڈنٹ تھے میاں عبدالعزیز ملواڈا (سینئر وائس پریذیڈنٹ) کو موقع پر آنے کا حکم دیا۔ میاں صاحب نے ان سے کہا کہ فوج نے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی ہے میں موقع پر نہیں پہنچ سکتا چنانچہ ایک افسر کوٹھی پر پہنچا اور میاں صاحب کو موقع پر لے گیا۔

ڈپٹی کمشنر پوری مسجد کو گرا دینے کا ارادہ کر رہے تھے میاں عزیز الدین نے اس ارادے کی مخالفت کی۔ اور کہا مسجد میں جو مزید زمین ڈالی گئی ہے اس پر بنی ہوئی بیرونی دیوار کو گرا دیا جائے لیکن تھڑے پر بنی ہوئی مسجد کو گرانے سے احتراز کیا جائے۔ میاں صاحب اپنی یہ رائے دے کر کوٹھی میں واپس چلے گئے۔ ملک لال خان ایک اور بزرگ تھے جن کا نام اس مسجد کے سلسلے میں لیا جاتا تھا وہ اس خلافت کمیٹی کے جنرل سیکرٹری تھے۔ اور انگریز خلافت کمیٹی سے سخت خائف تھے۔ اس لئے کرنل فیئر نے ٹیلی فون سے رابطہ کر کے ان سے پوچھا کہ کیا خلافت کمیٹی اس معاملے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دخل دے گی۔ ملک لال خان نے جواب دیا جب تک پورا واقعہ سامنے نہ آئے اور حقائق کی پوری خبر نہ ہو ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ میونسپل کمیٹی کے تحصیل دار مہتاب الدین نے 1856ء کے بندوبست کے کاغذات دکھائے اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ زمین حکومت کی ملکیت ہے۔ اس کے بعد ملک صاحب نے اسی مسجد میں جلسہ کیا جس میں لاہور کے ستر علما شامل تھے۔ ان میں اس زمانہ کے شاہی مسجد کے خطیب مولوی احمد علی صاحب مرحوم (خدام الدین والے مولوی احمد الدین نہیں ہیں) خطیب سنہری مسجد مولوی یار محمد صاحب مسجد کوٹھی داراں اندرون کشمیری بازار کے خطیب مولوی جمال الدین صاحب اور اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر مولانا اصغر علی روحی شامل تھے مولانا اصغر علی روحی نے فتویٰ دیا کہ مالک زمین جب تک مسجد کے لئے زمین وقف نہ کرے اور اس کا اعلان نہ کرے اس وقت تک اس زمین پر مسجد بنانا خلاف شرح ہے اس فتوے کے مطابق سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور مسٹر گرے کے زیر قیادت فوج نے مسجد کو گرا دیا اور اس کی اینٹیں ٹرکوں پر لاد کر دہلی دروازے کی طرف روانہ کر دیں بابا راج نے بتایا کہ ہم نے بازار میں سنا کہ اینٹیں لاد کر دہلی دروازے کی طرف لے جائی جارہی ہیں بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ان اینٹوں سے کانجی ہاؤس تعمیر کیا گیا تھا۔

قائدین کی اس بروقت مداخلت نے حالات کو مزید خراب ہونے سے روک لیا اور قانون پسند مسلمان شرعی طریقوں سے مسجد بنانے کی تگ و دو میں لگ گئے۔ میاں عبدالعزیز ملواڈا چوہدری شہاب الدین اور ملک لال خان کی کوششوں سے لاہور میونسپل کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعہ مسجد بنانے کے لئے زمین وقف کر دی۔ چنانچہ مسجد کا ایک ماڈل اور چندے کے لئے لوہے کی صندوقچی برسوں اس مسجد کے سامنے رکھی رہی۔ چنانچہ شاہ عالمی سے باہر سرکلر روڈ پر ایک خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی جو ہر آنے جانے والے کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہی وہ مسجد ہے جس پر علامہ اقبال نے یہ شعر کہا تھا

؎ مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
دل اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

24 نومبر 1923ء

سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ

اتحادی فوجیں قسطنطنیہ میں داخل ہوئیں تو عیسائی آبادی نے خوشی سے ان کا استقبال کیا جبکہ ترکوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اتحادی فوجوں نے علاقے میں مارشل لاء نافذ کیا اور اعلان کیا کہ جو کوئی قوم پرست ترکوں کو پناہ دے گا قتل کر دیا جائے گا۔ انہوں نے سلطان ترکیہ غازی انور سے عدالت قائم کرائی جس کے ذریعے قوم پرستوں کو سزائیں دلوائیں۔

سیاسی عقائد اور ملک کی پالیسیوں کے معاملے میں مصطفیٰ کمال اور غازی انور بے کے درمیان اس قدر اختلاف تھا کہ اس نے ذاتی عداوت کی صورت اختیار کر لی۔ انجمن اتحاد و ترقی کے مقاصد سے بھی مصطفیٰ کمال کو اختلاف تھا۔ اس لئے قسطنطیہ میں جو فوج متعین تھی اس میں مصطفیٰ کمال پاشا کرنل کے عہدے پر فائز تھے اور کوئی خاص خدمت ان کے سپرد نہیں تھی مگر یہ ایک انتہا پسند قوم پرور کی حیثیت سے مشہور تھے۔ سلطان ان کو اپنے لئے خطرہ تصور کرتا تھا۔ چنانچہ اتحادی فوجوں کے مشورے سے مصطفیٰ کمال کو تیسری فوج کا انسپکٹر جنرل مقرر کر کے سمسون بھیج دیا گیا۔ سمسون پہنچ کر مصطفیٰ کمال کا قوم پروری پر یقین اور بھی پختہ ہو گیا اور اس کے ہاتھ پیر کھلنے لگے۔

از روئے شرائط معاہدہ سیورے سمرنا یونانیوں کو دے دیا گیا۔ 15 مئی 1919ء کو یونانیوں کی ایک ڈویژن فوج اتحادیوں کے نہایت طاقتور بیڑے کی مدد سے سمرنا میں اتری۔ مقامی یونانیوں نے جو صدیوں ترکوں کی حفاظت میں رہ چکے تھے۔ بڑے جوش سے ان کا خیر مقدم کیا اور یونانی سپاہیوں نے بڑے اہتمام سے مسلمان ترکوں کا قتل عام کیا۔ یونانیوں کے اس ظلم سے تمام ملک میں کہرام مچ گیا۔ جب یہ یونانی سمرنا میں مضبوطی سے جم گئے۔ تو پھر ان کے ہجوم اندرون ملک داخل ہوئے اور مسلمانوں کو قتل اور عمارتوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ ترکوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم اور قوم کی لاچاری دیکھ کر صرف ایک شخص پورک علی ایفی میدان میں اترا۔ اس نے اپنے جتھے کے لوگوں کی ٹولیاں بنائیں اور یونانیوں سے مقابلہ کے لئے کمر بستہ ہوا۔

جون 1920ء میں پچاس آدمیوں کو ساتھ لے کر اس نے دریائے میندریس کو عبور کر کے یونانیوں کی ایک پوری فوج کو تباہ کر دیا۔ مگر ترکوں کو یونانیوں کی مضبوط قوت کے مقابلے کے لئے ایک پوری جنگ درپیش تھی اور اس کے لئے ایک ایسا لیڈر چاہیے تھا جو دور حاضر کی جنگ کے لوازم سے واقف ہو اور بہادری میں، فکر میں، رائے میں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق وسائل میں' امتیازی صلاحتیں رکھتا ہو' وہ مصطفیٰ کمال تھا اور اس نے عزم و ہمت کے ساتھ قیادت کی باگ اپنے طاقتور ہاتھوں میں مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور 26 جون 1919ء کو ایک گشتی پیغام اپنے معتبر فوجی اور سول افسروں کو بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ ''ہمارے وطن کی سالمیت اور قومی استقلال خطرے میں ہیں۔ مرکزی حکومت اس قابل نہیں کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ چنانچہ ایک ایسی قومی جماعت قائم ہونی چاہیے۔ جو تمام بیرونی اثرات سے محفوظ ہوتا کہ اپنے حقوق کے لئے قوم کی آواز تمام دنیا کے کانوں تک پہنچا سکے۔ اس سلسلے میں سیلواس میں عنقریب قومی کانگریس کا اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ جس میں ہر صوبے کے نمائندے شریک ہوں گے اور جب ضرورت ہوتو وہ اس طرح سفر کریں کہ ان کو کوئی پہچان نہ سکے''

یہ خبر جب وزارت جنگ کے پاس پہنچی تو مصطفیٰ کمال کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا اور تمام افسران کو احکام بھیج دیئے کہ مصطفیٰ کمال کے احکام کی تعمیل نہ کریں مگر فوجی افسروں نے وزارت جنگ کے احکام کی قطعی پرواہ نہ کی اور مصطفیٰ کمال ہی کو اپنا رہنما تسلیم کیا۔ انجمن صوبجات مشرقی برائے دفاع قومی حقوق نے ارض روم میں ایک کانگرس منعقد کی۔ مصطفیٰ کمال اس کے صدر منتخب ہوئے۔ اس کانگرس نے ان کے فیصلوں کی تصدیق کی۔ وہ بحیثیت صدر کانگریس تمام کارروائی پر چھائے رہے۔ سیلواس کانگریس میں فیصلہ کیا گیا کہ ترکی کے کسی حصے پر حملہ ہو تو اس کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر ملک کے سیاسی استحکام کے لئے مضر ہوں تو وہ تمام مراعات جو اقلیتوں کو دی گئی ہیں واپس لے لی جائیں۔ قوم کے مستقبل کے فیصلے کرنے کے لئے نیشنل اسمبلی منعقد کی جائے۔

کانگریس نے مرکزی حکومت کو اپنا یہ قطعی اور آخری مطالبہ بھیجا کہ داماد فرید پاشا کی حکومت استعفیٰ دے۔ جب اس مطالبے کی تعمیل نہ ہوئی تو مصطفیٰ کمال نے بذریعہ تار ایک اور تنبیہ کی۔ جب اس تنبیہ کی معیاد بھی گزر گئی تو مرکز سے تار اور ڈاک کے تمام راستے منقطع کر دیئے گئے اور سلطان کی مرکزی حکومت سے جو پیغامات آتے تھے انہیں تار گھر قبول نہیں کرتے تھے۔

آخر کار 2 اکتوبر کو داماد فرید پاشا نے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ علی رضا پاشا وزیر اعظم ہوئے انہوں نے الیکشن کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے اپنے امیر البحر کو مصطفیٰ کمال کے پاس بھیجا۔ تین روز گفتگو کے بعد چار اہم اصولوں پر اتفاق رائے ہوا۔

(1) ترکیہ کی ملکی سالمیت قائم رکھی جائے گی۔

(2) گورنمنٹ قومی نظام کو تسلیم کرے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(3) صلح کانفرنس کے لئے وہ نمائندے مقرر کیے جائیں گے جن کو نیشنل کانگریس کی کمیٹی منظور کرے۔
(4) نئے ایوان وکلاء کے اجلاس قسطنطنیہ میں نہ ہوں گے۔

ایوان وکلاء کا انتخاب ہوا تو قوم پرور ترک کثرت سے منتخب ہوئے۔ اسی دوران مصطفیٰ کمال نے قوم کا اعتماد بھی حاصل کر لیا اور عارضی حکومت کے صدر کی حیثیت سے اختیار بھی۔ یہ دیکھ کر اتحادیوں نے قومی تحریک و نظام کو تباہ کرنے کے لئے سلطان کے ساتھ سازش کی اور خلافت کے اثرات کو اپنی اغراض کے لئے استعمال کرنا چاہا اور ترکی کے مشہور جنرل کاظم قرابکر پاشا کو سلطان سے حکم بھجوایا کہ مصطفیٰ کمال پاشا کو گرفتار کر کے عارضی حکومت کو توڑ دیں۔ مگر وہ خود مصطفیٰ کمال کی گفتگو سے متاثر ہو کر تحریک میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر اتحادیوں نے سلطان کے ذریعے کردوں سے بغاوت کرائی اور ان کو مصطفیٰ کمال کے خلاف حملہ کرنے کے لئے ابھارا۔ برطانوی عمال نے ایوان وکلاء کے قوم پرور ارکان کی خود رائی سے تنگ آ کر ان کی گرفتاری کے لئے احکام جاری کر دیئے۔ جو گرفتار ہوئے مالٹا بھیج دیئے گئے اور جو گرفتاری سے بچ گئے انقرہ میں جمع ہو گئے اور وہاں گرینڈ نیشنل اسمبلی کی تشکیل ہوئی۔ اس کے مسلسل اور مستقل اجلاس ہونے لگے۔ نئی دولت ترکی کا دستور وضع کرنے کے لئے اس نے دستور ساز اسمبلی کی حیثیت اختیار کر لی۔ مصطفیٰ کمال اس اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ اس اسمبلی نے ایک عارضی آئین 20 جنوری 1921ء کو منظور کیا۔

یونانیوں نے سمرنا پر قبضہ کرنے کے بعد اناطولیہ اور تھریس پر چڑھائی شروع کی۔ ترک قوم لاچاری کے ساتھ مظالم برداشت کر رہی تھی۔ عصمت انونو اور فوزی پاشا نے صورتحال کی نزاکت کا اندازہ کر کے باقاعدہ فوج کی تشکیل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ کمال نے فرانس، اٹلی اور روس کے ساتھ گفتگو شروع کر دی۔ اس طرح برطانیہ اکیلا رہ گیا۔ مشرق وسطیٰ میں برطانیہ کو جو امتیازی مقام حاصل ہو گیا تھا وہ فرانس کو ناگوار تھا اور خصوصیت سے لائیڈ جارج کی ان سیاسی پالیسیوں پر اس کو بڑا غصہ تھا جو یورپ میں انہوں نے جرمنی کے خلاف اختیار کی تھیں۔ اٹلی کو یہ پسند نہیں تھا کہ سمرنا میں یونان کا غلبہ ہو۔ روس اور

مغربی یورپ کے درمیان اعتقادی اختلافات پیدا ہو گئے اور اتحادی روس میں بالشویک انقلاب کے خلاف جنگ کی سازشوں میں شریک تھے۔ ترکوں نے اناطولیہ میں کچھ مراعات دے کر فرانس کو سائی لیشیا سے فوجیں ہٹانے پر رضامند کر لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہری کلی کی نو آبادیات میں ترکوں نے اٹلی کو اقتصادی مراعات دیں اور اس کے لئے بعض مفاد منظور کئے۔ اس کے عوض اٹلی نے عدلیہ اور جنوبی و مغربی اناطولیہ سے اپنی فوجیں واپس بلائیں۔ روس اور ترکی کے درمیان ماسکو میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔ جس کی رو سے روس نے فارس اور اردھان کے علاقے ترکوں کو واپس کئے اور ترکوں کی قومی فوج کے لئے اسلحہ اور سامان جنگ دینے کا وعدہ کیا۔ اس سے مصطفیٰ کمال کا وقار بہت بڑھ گیا اور عملاً ان کی حکومت بین الاقوامی طور پر تسلیم کر لی گئی۔

نئی ترکی حکومت نے روس سے روپیہ لیا اور فرانس اور اٹلی سے اسلحہ خریدا۔ عصمت پاشا نے اپنی نئی فوج اور ساز و سامان۔ 26 اگست 1921ء کو یونانیوں پر حملہ کر دیا۔ یونانیوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر سمرنا میں ٹھہر گئے۔ ابھی تریس پر ان کا قبضہ تھا۔ برطانوی افواج قسطنطنیہ اور آبنایوں میں مقیم تھیں۔ جب تک یہ مقامات ان یونانیوں اور برطانویوں سے خالی نہ کرا لئے جائیں ترکوں کے لئے تشویش کا سامان موجود تھا۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا نے مزید جنگ لڑنے کے بجائے ان کو جنگ اور سیاست کے میدان میں جو کامیابیاں ہوئی تھیں۔ انہیں مستحکم کرنے کا فیصلہ کیا۔

انگلستان اگرچہ جنگ میں کامیاب تھا۔ مگر تھکان سے اس کے اعضاء شل ہو چکے تھے۔ اس لئے لائیڈ جارج کی پالیسیوں پر سخت نقطہ چینی ہونے لگی اور پارٹیوں کی مخلوط حکومت متزلزل ہونے لگی۔ اس سے فوراً ہی لائیڈ جارج کی سمجھ میں آ گیا کہ ترک بستر علالت سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اس نے 29 ستمبر 1922ء کو ترکوں کے ساتھ معاہدہ التوائے جنگ پر دستخط کر دیئے۔ اس معاہدہ کی رو سے برطانیہ نے یہ اپنے ذمے لیا کہ تھریس میں یونانیوں کو غیر مسلح کر کے انہیں ان کے وطن بھیج دے۔ مگر قسطنطنیہ اور لوزاں میں بدستور برطانوی افواج مقیم رہیں۔ اس عرصے میں لائیڈ جارج نے برطانوی نو آبادیات سے اپیل کی کہ وہ یونانیوں کی حمایت کے لئے آگے بڑھیں۔ لیکن یہ اپیل بے اثر رہی۔ لاچار ہو کر انگریزوں نے موزاں میں صلح کانفرنس منعقد کی۔ 21 نومبر 1923ء کو ہونے والی اس کانفرنس میں برطانیہ' فرانس' اٹلی اور قوم پرست ترک شریک ہوئے۔ بعد میں روس بھی شامل ہوا۔ یہ صلح کانفرنس کئی مہینے جاری رہی۔

عصمت پاشا جو اس وقت قوم پرست حکومت میں وزیر خارجہ تھے ترکی مقاصد کی بڑی قوت اور قابلیت سے حفاظت کی۔ میدان جنگ میں وہ جیسے جنرل تھے ویسے ہی صلح کانفرنس میں اچھے وکیل اور ڈپلومیٹ ثابت ہوئے۔ معاہدہ صلح موزاں پر 24 نومبر 1923ء کو دستخط ہوئے۔ اس طرح سلطنت عثمانیہ کے فاتحہ کے بعد ترکوں نے اپنی آزاد اور خود مختار حکومت قائم کر لی اور ترکی کو جمہوریہ بنانے کا اعلان ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21 جنوری 1924

لینن کا انتقال

17 نومبر 1917ء کو منصۂ شہود پر آنے والے روسی انقلاب نے دنیا میں اپنی نوعیت کی عظیم تبدیلیاں پیدا کیں اور اس کے راہنما .وی آئی لینن نے کامیاب منصوبہ بندی کر کے کروڑوں عوام کی زندگیاں بدل ڈالیں۔ لینن نے جرمن کمیونسٹ کارل مارکس کے نظریات کو انقلاب کی عملی شکل دی اور ان کو روس پر لاگو کر دیا ایک زرعی ملک کی حیثیت سے روس کے پاس ترقی یافتہ انقلابی افرادی قوت نہیں تھی جسے کارل مارکس نے اپنے نظریات میں پیش کیا تھا۔ لینن کے مطابق روس کو ایک ایسے پڑھے لکھے طبقے کی ضرورت تھی جو ان پڑھ عوام کی رہنمائی کر سکے اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے بولشویک پارٹی کو ایک ماڈل کے طور پر پیش کیا۔ جسے بعد از روسی حکومت میں ڈھال دیا۔

لینن ایک اسکول ماسٹر کا بیٹا تھا اور سمبر سک میں پیدا ہوا۔ اس کے بڑے بھائی الیگزنڈر کو زار سوم کو ہلاک کرنے کی کوشش میں 1887ء میں پھانسی دے دی گئی تھی جس کے نتیجے میں لینن انقلابی حلقوں میں سرگرم ہو گیا 1891ء میں سنیٹ پیٹس برگ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس نے نکولائی لینن کا قلمی نام اختیار کر لیا اور پمفلٹ لکھنے شروع کئے۔ 1895ء میں اسے گرفتار کر کے سائبیریا بھیج دیا گیا جہاں اس نے شادی کر لی، رہائی کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ یورپ چلا گیا۔

ملک سے باہر رہ کر اس نے سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کی بنیاد رکھی اور 1902 میں اپنی کتاب ''کیا کرنا چاہیے'' شائع کی جس میں اس نے روس میں انقلاب لانے کے لئے پارٹی میں انتہا پسندانہ عناصر کو شمولیت کی رائے دی۔

1905ء میں انقلاب کے دوران لینن واپس روس آیا اور انقلاب میں ایک بنیادی کردار ادا کیا انقلاب کی ناکامی کے بعد اس نے دوبارہ جلاوطنی اختیار کر لی۔ لینن 1917ء میں وطن واپس لوٹا۔ 9 نومبر کو اس نے پہلی سوویت گورنمنٹ تشکیل دی اور اس کا چیئرمین بن گیا۔ اس کا مقصد انقلاب روس کو ساری دنیا میں پھیلانا تھا اس مقصد کے حصول کیلئے ''تھرڈ انٹرنیشنل'' کی

بنیاد رکھی اپنے دور اقتدار کے پہلے پانچ سال میں اسے خانہ جنگی قحط جھگڑوں اور وبائی امراض کا سامنا کرنا پڑا۔ جس سے نبٹنے کے لئے اس نے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا۔ اسی دوران اگست 1918ء کو مینی کیپلن نامی ایک نوجوان انارکسٹ نے لینن پر قاتلانہ حملہ کیا جس میں وہ شدید زخمی ہو گیا۔ صحت یاب ہونے کے بعد اس نے پہلے کی طرح پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشقت شروع کردی۔اس نے عوام کے لئے تعلیم کی منصوبہ بندی کی تاہم 1921ء میں دو معاملات میں اس کی حکمت عملی ناکامی سے دوچار ہوئی وولگا کے ضلعوں میں قحط آ گیا اور کرونسیڈٹ میں ملاحوں نے بغاوت کردی۔ کیمونزم میں اتنی سختی تھی کہ یہ لوگوں کی قوت برداشت سے باہر محسوس ہوتا تھا لہٰذا اس نے نئی معاشی پالیسی تشکیل دی جس میں زراعت اور بینکوں کے نظام کو نسبتاً نرم کر کے لوگوں کو ایک حد تک نجی تجارت کی اجازت بھی دی یہ نظام چلتا رہا اور معاملات درست ہو گئے۔

1922ء میں لینن پر بیماری کا پہلا شدید حملہ ہوا اس کا ذہن پہلے کی طرح چاک وچوبند تھا لیکن قوت گویا نہ رہی اس نے سٹالن کو پارٹی کا جنرل سیکرٹری بنا دیا لیکن بعد میں وہ اپنے اس فیصلے پر پچھتاتا رہا آخرکار 21 جنوری 1924 کو بیماری کے دوسرے حملے کے نتیجے میں انتقال کر گیا۔

30 دسمبر 1928ء

پنسلین کی ایجاد

عالمگیر جنگوں نے جہاں بے شمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور لاتعداد آبادیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کردیا وہاں دنیا کو کچھ ایسی مفید اور حیرت انگیز ایجادات اور دریافتوں سے بھی بہرہ مند کیا جو بنی نوع انسان پر ایک احسان عظیم ہیں۔ان ہی مفید اور حیرت انگیز دریافتوں میں ایک پنسلین کی دریافت بھی ہے۔جس نے نہ صرف طبی سائنس میں ایک اہم اور انقلابی باب کا اضافہ کیا۔بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانی جانوں کو خطرناک جراثیم کے مہلک حملوں سے تحفظ کی ضمانت بھی دی ہے۔پنسلین کی دریافت کا سہرا اسکاٹ لینڈ کے علاقے لوچ فیلڈ کے ایک باشندے اور بے حد محنتی اور ذہین ڈاکٹر کے سر ہے جس کا نام الیگزینڈر فلیمنگ تھا جو بلاشبہ نسل انسان کے ایک زبردست محسن کی حیثیت سے ہمیشہ بڑی محبت اور عقیدت سے یاد کیا جائے گا۔

اس انمول اور محافظ حیات دریافت کی کہانی 1914ء کی پہلی عالمگیر جنگ کے آغاز کے بعد اس اہم دن سے شروع ہوتی ہے۔جب فلیمنگ نامی بھورے بالوں والے خوش لباس اور نرم گفتار نوجوان ڈاکٹر نے یونیورسٹی کی تدریس اور اس کے شعبہ تحقیق کی ملازمت کا سلسلہ چھوڑ کر بڑے دردمند دل کے ساتھ اپنی خدمات جنگ کے زخم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوردہ سپاہیوں کے لئے پیش کر دیں۔ اسے فوج میں کمیشن ملا اور وہ بولوں کے فوجی ہسپتال میں کام کرنے کے لئے فرانس بھیج دیا گیا جہاں اس کا کام دوسرے اور معالجوں کے ساتھ جنگی ہتھیاروں سے گھائل اور بیمار سپاہیوں کا علاج معالجہ تھا۔ فلیمنگ نے بڑے انہماک سے اپنا کام سنبھالا لیکن بہت جلد اسے یہ احساس ہو گیا کہ صحت و تندرستی کے لئے لڑی جانے والی اس جنگ میں ڈاکٹروں کو شکست ہو رہی ہے۔ تندرست ہو جانے والے سپاہیوں کے مقابلہ میں اموات کی شرح کہیں زیادہ تھی اور اس شکست کا سبب موذی اور مہلک جراثیم تھے۔ جن کے خلاف موثر جنگ کے لئے فلیمنگ اور اس کے ساتھیوں کے پاس کوئی کارآمد ہتھیار نہ تھا۔

جراثیم کی رسائی اگر صرف زخموں تک محدود ہوتی تو شاید علاج اتنا دشوار نہ ہوتا لیکن جراثیم زخموں کے راستے جلد خون اور جسم میں شامل ہو جاتے ہیں یا پہلے ہی سے جسم پر موجود جراثیم کی قوت مدافعت کو کمزور پا کر تیزی سے اپنی تعداد بڑھاتے اور صحت مند خلیوں کو اپنی اکثریت سے شکست دیکر اپنے خطرناک اور جان لیوا منصوبہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان طاقتور ننھے دشمنوں کے خلاف اگر کوئی حربہ تھا بھی تو وہ چند ایسے جراثیم کش محلول تھے جنہیں صرف خارجی طور پر لگانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح جسم کے اندر تیزی سے اپنی تعداد بڑھانے والے جراثیم ان محلولوں کی زد سے محفوظ تھے اور بڑی المناک بات یہ تھی کہ زیادہ تر کیس اسی نوعیت کے ہوتے تھے جن میں جراثیم کی رسائی خون اور جسم میں ہو جاتی تھی۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان بیشمار بدقسمت مریضوں کو جن کے جسم میں جراثیم سرایت کر چکے ہوں موت سے محفوظ رکھنا قطعاً ناممکن تھا۔ دردمند فلیمنگ اور اس کے ساتھی اس مرحلہ میں اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا محسوس کرتے اور بڑی حسرت اور بے بسی کے ساتھ ایسے لا تعداد مریضوں کو سسک کر مرتا ہوا دیکھتے اور کف افسوس مل کر رہ جاتے۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش کوئی ایسی جراثیم کش دوا موجود ہوتی جو منہ یا انجکشن کے ذریعہ ایسے مریضوں کے جسم میں پہنچا دی جاتی تا کہ وہ جسم میں پہنچ کر خون میں شامل ان بے رحم کیڑوں کا قلع قمع کر دیں۔ اس طرح کہ جسم کے صحت مند خلیوں کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچنے پائے لیکن بدقسمتی سے ایسی کوئی بے ضرر دوا اس وقت موجود نہیں تھی جو اس مقصد اور منشاء کو پورا کر سکے اور جو جراثیم کش دوائیں معالجین کے پاس تھیں ان کا انسانی جسم میں داخل کر دینا اس لئے نامناسب تھا کہ وہ خود اپنی جگہ زہر قاتل کا حکم رکھتی تھیں۔ فلیمنگ ان ننھے منے انسان دشمنوں کے ہاتھوں بے شمار قیمتی جانوں کی افسوسناک ہلاکت اور ان حقیر کیڑوں کے آگے طبی سائنس کی بیچارگی کا منظر بڑی حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے تہیہ کر لیا کہ ان ظالم کیڑوں کے خلاف کوئی طاقتور ہتھیار معلوم کر کے رہے گا۔ جس کی طبی سائنس کو شدید ضرورت تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس وسیع و بسیط کائنات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایسی کوئی نہ کوئی جراثیم کش دوا ضرور موجود ہوگی۔ جو جسم کے صحت مند خلیوں کو نقصان پہنچائے بغیر نسل انسانی کے ان دشمنوں کے خلاف ایک کامیاب حربہ ثابت ہو۔ چنانچہ اس خیال کے ساتھ ہی ایسی جراثیم کش دوا کی دریافت اس کی زندگی کا نصب العین بن گئی۔ اب فلیمنگ اسی کی تلاش میں کھویا رہتا تھا۔ 1918ء میں عالمی جنگ ختم ہوگئی۔ ڈاکٹر فلیمنگ انگلستان واپس ہوگیا لیکن اس کی یہ لگن اب ہر جگہ اور ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ لندن میں اس نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا لیکن اس ملازمت کے ساتھ ساتھ سینٹ میری اسکول کی ایک چھوٹی سی تجربہ گاہ میں تجربات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ دس برس تک وہ جراثیم کے بارے میں مختلف قسم کے تجربات کرتا رہا اور ان سے بہت سی دلچسپ معلومات حاصل کیں لیکن اسے تو جراثیم کے خلاف ایک طاقتور ہتھیار کی تلاش تھی اور اس منزل کا ابھی دور دور پتہ نہ تھا۔

آخر 1928ء کے تاریخی سن نے حادثاتی انداز میں اسے اس کی منزل سے قریب تر کر دیا۔ شاید یہ اس کے یقین محکم اور عمل پیہم کا صلہ تھا۔ وہ اسٹیپلی کوکس نامی جراثیم کے بارے میں تحقیقات کر رہا تھا اس تحقیق کے لئے اس نے یہ جراثیم شیشہ کی ایک پلیٹ میں پال رکھے تھے۔ وہ ان جراثیم کے بارے میں تحقیقات کر رہا تھا کہ ایک دن ہوا میں شامل کچھ گرد و غبار کا ایک دھبہ ڈاکٹر فلیمنگ کی اس خاص پلیٹ پر اس جگہ جم گیا۔ جہاں یہ مخصوص جراثیم پل رہے تھے یہ گہرے ہرے رنگ کا بڑا سا دھبہ تھا۔ بالکل پھپوند جیسا حقیقت میں یہ ایک خاص قسم کی پھپوندی تھی جو غبار میں پائی جاتی ہے اور جسے گردہ کی پھپوندی کہا جاتا ہے۔ فلیمنگ کو اپنے تجربہ کی پلیٹ میں یہ غیر ضروری آمیزش ناگوار گزری۔ لیکن فوراً ہی اس کے شوق و تجسس کی آگ بھڑک گئی اس نے بجائے اس دھبہ کو صاف کرنے کے خوردبین سے اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ یقیناً یہ ایک قیمتی اور تاریخی لمحہ تھا۔

کروڑوں انسانوں کو جراثیم کے حملوں سے محفوظ رکھنے والی مسیحا صفت دوا وجود میں آ رہی تھی راز دار فطرت بنی نوع انساں پر مہرباں ہو کر اپنے بیشمار رازوں میں سے ایک راز کا انکشاف کرنیوالی تھی۔ اگر فلیمنگ کسی رو میں یہ لمحہ ضائع کر دیتا یا ناگواری کے ردعمل کے ساتھ ہی اس دھبہ کو مٹا دیتا جو پنسلین کی تلاش کے راستہ میں ایک مشعل راہ کی طرح ابھرا تھا تو فطرت کا یہ انمول راز پھر کبھی معلوم نہ ہوتا یا نا جانے کب تک کے لئے اس کا انکشاف ملتوی ہو جاتا۔ لیکن فلیمنگ تو منزل مقصود کی تلاش میں ہر چیز کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہرے دھبے کے چاروں طرف ایک گاڑھے مادہ کا دائرہ بنا ہوا پایا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پھپھوندی نما نقطہ سے کوئی ایسا مادہ نکلا جس کے اثر سے پھیلے ہوئے جراثیم بے حرکت ہو گئے یہ بات فلیمنگ کو اپنے مقصد کے حصول میں چراغ راہ معلوم ہوئی۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بڑی سرگرمی سے اس خاص پھپھوندی کو زیادہ مقدار میں حاصل کرنے کے لئے کوشش شروع کر دی تا کہ اپنے تجربات کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔ جب اس نے ایک خاص مقدار میں پھپھوندی حاصل کر لی تو تجربات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے اس خاص قسم کی پھپھوندی کے تقطیر کے ذریعہ صاف کئے ہوئے مادہ کا کچھ حصہ ایک ایسی پلیٹ پر ڈال دیا۔ جس پر بیشمار جراثیم موجود تھے اور پھر حیران نگاہوں اور اشتیاق بھرے دل سے اس نے دیکھا کہ اس مادہ کے اثر سے جراثیم بے جان ہو گئے۔ پھپھوندے نکلے ہوئے اس مادہ میں کوئی جراثیم دشمن چیز موجود تھی۔

اس تجربہ کے بعد فلیمنگ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اب اسے یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوئی کہ آیا یہ مادہ خون کے صحت مند خلیوں کے لئے نقصان رساں تو نہیں۔ اس نے تجربہ کی ایک پلیٹ پر خون کی کچھ مقدار ڈال دی اور پھر اس خاص پھپھون کا جراثیم دشمن مادہ اس خون پہ ڈال دیا۔ خوردبین کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ خون کے سفید اور سرخ خلیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

اس تجربہ نے اس کی اور بھی حوصلہ افزائی کی۔ اس نے سوچا کہ اب اس مادہ کو کسی ذی نفس کے جسم میں داخل کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ یہ جسم میں داخل ہونے کے بعد کسی طرح مضر تو نہیں ثابت ہوگا۔ چنانچہ یہ بات معلوم کرنے کے لئے اس نے ایک خرگوش کے جسم میں اس مادہ کو انجکشن کے ذریعہ داخل کر دیا۔ خرگوش کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا نہ ہی اذیت یا تکلیف کی کوئی علامت پائی گئی ان سارے نتائج کے حصول کے بعد فلیمنگ کو اپنا نصب العین پورا ہوتا دکھائی دیا۔ اس نے برطانوی جرنل آف ایکسپری منٹیل پتھیالوجی نامی جریدہ میں اپنی تحقیقات کے بارے میں ایک رپورٹ لکھی۔ اگر چہ اس رپورٹ کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھا گیا۔ لیکن سائنسدانوں نے فوری طور پر اس میں کوئی عملی دلچسپی نہیں لی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ خاص قسم کی پھپھوند کم مقدار میں دستیاب ہوتی تھی اور دوسرے یہ کہ اگر اس پھپھوند کو کاشت کے انداز میں بڑھانے کی کوشش کی جاتی تو بڑی سست رفتاری سے بڑھتی تھی۔ لیکن اس سرد مہری کے باوجود ڈاکٹر فلیمنگ نے ہمت نہ ہاری۔ وہ اس پھپھوند کے اگانے اور بڑھانے کے لئے تن تنہا کوششیں کرتا رہا اور اپنے تجربات جاری رکھے۔

اس نے اس عرصہ میں یہ بات بھی معلوم کر لی کہ پھپھوند کا یہ مادہ (یا پنسلین) جراثیم کے لئے مہلک نہیں ہے بلکہ انہیں کمزور کرنے اور ان کی بڑھوتی کو روکنے کے لئے ایک طاقتور ذریعہ ہے۔ اس نے سوچا کہ جراثیم کے کمزور ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ پھر جسم کی قوت مدافعت انہیں خود بخود ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کر دیگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر کار پنسلین کے بارے میں سائنسدانوں کی دلچسپی بڑھنے لگی اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے دو ماہرین ڈاکٹر ہاورڈ ڈیبلو نادرے اور ان کے جرمن ساتھی ڈاکٹر چین نے اس طرف بڑے شوق سے توجہ کی اور ڈاکٹر فلیمنگ سے اس خاص قسم کی پھپھوند کی کچھ مقدار حاصل کرنے کے بعد ان ماہرین نے بھی تجربات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مہینوں کی ریاضت کے بعد انہوں نے پنسلین کا ایک نمک تیار کر لیا جو زیادہ دیرپا تھا۔ اس نمک کی تیاری کے بعد ان ماہرین نے امتحان اور تجربوں کا جال پھیلا دیا۔ سب سے پہلے یہ معلوم کیا گیا کہ پنسلین کس قسم کے جراثیم کو تباہ کرنے میں ہماری مدد کر سکتی ہے۔ اس کے بعد خرگوش اور چوہوں پر تجربے کئے گئے جو کامیاب اور حسب منشا ثابت ہوئے اور آخر 12 فروری 1941ء کو پنسلین کی پہلی خوراک ایک انسانی جسم میں داخل کی گئی۔ یہ شخص لندن کا ایک پولیس مین تھا جو اسٹیپلو کوکس نامی جرثومہ کے جسم میں پھیلائے ہوئے زہر سے بہت شدید علیل تھا۔ اس کے چہرے پر بیشمار پھوڑے نکل آئے تھے اور اس کا بخار 105 ڈگری تک پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے اس

مریض پہ ہر قسم کی دوا آزمائی جا چکی تھی۔ یہاں تک کہ سلفانیلا ہائیڈ جیسی طاقت ور سلفا دوا بھی اسے صحت بخشنے میں ناکام ہو چکی تھی۔ پولیس مین کو پنسلین کا ایک انجکشن دیا گیا اور ایک ہی انجکشن کے بعد اس کا بخار آناً فاناً اتر گیا۔ لیکن پنسلین ابھی اتنی زیادہ مقدار میں حاصل نہ ہوئی تھی کہ مرض کی انتہا کو پہنچے ہوئے اس شخص کے لئے ضروری خوراک کا بندوبست ہو جاتا۔ مقدار ناکافی ثابت ہوئی اور پولیس مین مر گیا۔ دوسرے تجربے کے لئے کافی مقدار میں پنسلین حاصل کی گئی اور ایک پندرہ سالہ لڑکے پہ تجربہ کیا گیا۔ یہ لڑکا بھی اسٹیپلی کوکس نامی جرثومہ کا شکار تھا اور پنسلین کے ایک ہی انجکشن نے اسے راتوں رات موت کی گرفت سے محفوظ کر دیا۔

ان تجربات نے پنسلین کے حیرت انگیز طور پر مفید علاج ہونے کے ثبوت فراہم کر دیئے۔ لیکن پنسلین کو عام استعمال کے لئے حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ انسانی جانوں کو تحفظ دینے کا مسئلہ تو ابھی جوں کا توں تھا۔ یہ مسئلہ شاید بہت جلد حل نہ ہوتا اگر دوسری عالمگیر جنگ نہ شروع ہو جاتی۔

جنگ کے آغاز کے ساتھ ہی پنسلین کی اہمیت اور افادیت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا اور بڑے پیمانہ پر اس کی تیاری کا مسئلہ حل کرنے کی جدوجہد زیادہ سنجیدگی اور انہماک سے شروع ہوگئی۔ برطانیہ بمبار طیاروں کی زد میں تھا۔ کئی وجوہات کے پیش نظر برطانیہ کے لئے پنسلین کے بڑے پیمانہ پر تیاری کا کام سخت دشوار تھا چنانچہ یہ فریضہ امریکہ کو سونپ دیا گیا جہاں مسلسل تگ و دو کے بعد آخر سائنسدانوں نے اس کی وسیع پیمانہ پر تیاری کا مسئلہ حل کر دیا۔ 1945ء میں پنسلین عام استعمال کے لئے تیار ہونے لگی اور اس وقت سے اب تک اس نے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنی لاتعداد انسانی جانوں کو موت سے بچایا ہے۔ پنسلین کی دریافت نے جراثیم کے خلاف سائنسی جنگ کو اور بھی تیز کر دیا اور بہت جلد پنسلین کے لیبل کی جراثیم کش دوائیں منظر عام پر آ گئیں اور (Straptomycine-tetracycline!)(Chloromycetine) اور (OXY tetracycline) نامی ان جراثیم کش دواؤں (انٹی بائیوٹک) نے پنسلین کے ساتھ مل کر ان طرح طرح کی جراثیمی بیماریوں کے خلاف جنگ بڑی آسان کر دی ہے۔ جو آئے دن ہزاروں زندگیوں کو ہلاکت میں ڈال رہی تھیں۔ نسل انسانی الیگزینڈر فلیمنگ کی اس بیش قیمت دریافت کے لئے ہمیشہ ان کی شکر گزار رہے گی۔

9 اپریل 1929ء

راجپال علم الدین کے خنجر کی زد میں

راجپال کا قاتل میں ہوں اور یقیناً میں نے حضور ﷺ کی محبت کے والہانہ جذبے سے بے اختیار ہو کر اس فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے موت کے ڈر سے عدالت میں ارتکاب فعل سے انکار کیا ہے۔ یہ غلط ہے ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حیات دنیا مستعار ہے اور ہم سب کو ایک نہ ایک دن اس دار فانی سے گزرنا ہے پھر میں کیونکر موت سے ڈر سکتا تھا۔ عدالت میں میرے جو بیانات ہوئے وہ میں نے اپنے بزرگوں کے کہنے پر بادل نخواستہ دیئے۔ میرے نزدیک عشق رسول ﷺ میں کٹ مرنا وہ بلند ترین مرتبہ ہے۔ جو کسی مسلمان ہی کو مل سکتا ہے۔ اس لئے موت پر غمگین ہونا تو درکنار میرے لئے تو یہ خبر کہ پریوی کونسل میں میری اپیل نامنظور ہو گئی ہے۔ انتہائی مسرت کا موجب ہے اور میں خوش ہوں کہ مشیت ایزدی نے اس زمانے میں چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے مجھے اس سعادت کے لئے منتخب کیا۔

یہ اس عاشق رسول ﷺ کے الفاظ ہیں جس نے ناموس رسول پر حملہ آور ہونے والے شخص راجپال کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ واقعہ 9 اپریل 1929ء کو پیش آیا۔ راجپال ایک کتب فروش تھا جس کی دوکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ اس کی دوکان انارکلی بازار کے آخر میں پان گلی کے قریب تھی۔ جہاں بعد میں سٹیشنری کی دوکان بنی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1917ء میں شدھی تحریک کے بانی شری سوامی شردھانندا کے دہلی میں قتل ہو جانے کے بعد اسی کے ایک چیلے ہندو پروفیسر پنڈت چموپتی لال نے پیغمبرؐ خدا کے خلاف مذکورہ کتاب لکھی۔ اس میں دین اسلام کی حقانیت پر سوقیانہ حملے بھی کیے گئے تھے۔ چونکہ کتاب میں کسی جگہ پر مصنف کا نام درج نہ تھا۔ ناشر نے اس پر صرف اپنا نام دے کر قانون کا تقاضہ پورا کر دیا۔ اشاعت کے بعد کافی عرصہ تک مسلمان اس کتاب سے بے خبر رہے اور حکومت کی پریس برانچ نے بھی اس کی اشاعت پر کوئی پابندی عائد نہ کی۔ حالانکہ انجمن تاجران کتب کا حکومت کے ساتھ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ کوئی پبلشر ایسی کتاب شائع نہیں کرے گا۔ جس سے کسی فرقہ یا قوم کی دلآزاری ہوتی ہو۔

آخر ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانان پنجاب کو اس دلآزار کتاب کے بارے میں علم ہو گیا۔ جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس پر رکیک حملے کیے گئے تھے اور مسلمانان پنجاب نے اس ناروا حملے کو برداشت نہ کرتے ہوئے پرزور احتجاج کیا۔ نتیجہ کے طور پر راجپال پر دفعہ 153 الف کے تحت فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ لاہور کے ایک مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمے کی خاصی طویل سماعت کے بعد راجپال کو چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ مگر راجپال نے ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر شادی لال کی معرفت انگریز ججوں سے اس سزا کو بھی معاف کرا لیا۔ سزا کو معاف کرنے والا جج کنور دلیپ سنگھ مسیح تھا۔

اس فیصلے سے تمام مسلمان مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے اس کی سخت مخالفت کی۔ لاہور کے ایک ممتاز وکیل نے فیصلے کے خلاف ایک تنقیدی مضمون لکھا اور بتایا کہ جج کنور دلیپ سنگھ نے قانون کی غلط تشریح کی ہے۔ یہ مضمون لاہور کے روزنامہ ''مسلم آؤٹ لک'' کے ادارئیے میں طبع ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ''مسلم آؤٹ لک'' پر توہین عدالت کا مقدمہ دائر ہوا اور اخبار کے مالک جناب نور الحق اور چیف ایڈیٹر سید دلاور شاہ کو دو' دو ماہ قید اور ایک ایک ہزار روپے کے جرمانے کی سزا ہوئی۔ اس سے پہلے رسالہ ''ورتمان'' کے خلاف بھی اس قسم کے الزامات کی بنا پر اس کے ایڈیٹر کو قید کی سزا ہو چکی تھی۔ ان سزاؤں نے مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکا۔ یہ خبر پنجاب کے گوشے گوشے میں وحشت ناک آگ کی طرح پھیل گئی۔ مختلف مقامات پر متعدد جلسے ہوئے۔ بیسیوں جلوس نکلے۔ اسی سلسلے میں ایک بہت بڑا جلسہ 6 اپریل 1929ء کو باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں مزار حضرت شاہ محمد غوثؒ کے قریب ہوا۔ جس میں مفتی کفایت اللہ' مولانا سعید دہلوی' غازی عبدالرحمٰن' سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور سر عبدالقادر مرحوم کے علاوہ متعدد زعمائے کرام نے شرکت کی۔ اس جلسہ کے ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مفتی کفایت اللہ سے کعبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مفتی صاحب وہ دیکھئے'' تمام حاضرین و سامعین کی نگاہیں شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جی کے اشارے کی سمت اٹھ گئیں اور پھر شاہ جی اندوہین ہو کر فرمانے لگے۔ ''ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ سے پوچھ رہی ہیں۔ ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کون کرے گا؟''

اس جملے نے سامعین کے لئے جلتی پر تیل کا کام کیا اور تمام حاضرین جو جلسے میں شریک تھے جلوس کی شکل اختیار کر گئے۔ دفعہ 144ء پہلے ہی سے نافذ تھی۔ سینکڑوں افراد گرفتار ہوئے۔ اسیر ہونے والوں میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سرفہرست تھے۔

پنجاب کے گلی کوچوں میں شاتم رسول راجپال پر لعن طعن ہوئی۔ چاروں طرف غم و غصے کی لہر دوڑ چکی تھی۔ باحمیت مسلمانوں کے قلوب جوش ایمان سے گرم تھے اور اس کا اظہار دو حملوں کی صورت میں ہوا۔ ایک طرف کوہاٹ سے خان عبدالعزیز خان غزنوی راجپال کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے آیا۔ اس وقت بدقسمتی سے راجپال خود دکان پر موجود نہ تھا اور اس کی جگہ کوئی اور دھوتی پوش مہاشہ منشی دکان کا کاروبار چلا رہا تھا۔ خان عبدالعزیز خان نے اس پر حملہ کیا اور اس قتل کے الزام میں چودہ سال قید کی سزا ہوئی۔ اسی قسم کی ایک اور واردات ہوئی۔ راجپال پر دوسرا حملہ یکی گیٹ لاہور کے شیر فروش اکوجھیانے

کیا۔ اس کا وار اوچھا پڑا۔ ڈپٹی کمشنر لاہور نے خدا بخش کو بھی سات سال قید با مشقت کی سزا دی۔ جب یہ دونوں نوجوان اپنی امیدوں کے چراغ بجھا کر جیل میں پہنچ گئے تو غازی علم الدینؒ راجپال کی ناپاک زندگی کو ٹھکانے لگانے کے عزم سے قسمت آزمائی کرنے نکلے۔

6 اپریل 1919ء کو ہفتہ کا دن تھا۔ غازی علم الدین اپنے احباب کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ ان کے کانوں میں یہ صدا گونجی ''ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ آپ سے پوچھ رہی ہیں کہ ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کون کرے گا؟'' اس صدا نے غازی کے قلب و روح کو گرما دیا۔ وہ اٹھے اور سیدھے اپنے ایک دوست حاجی صدیق احمد کے پاس پہنچے۔ جو قصاب تھے۔ غازی نے ان سے ایک چھری لی۔ لیکن دوستوں نے یہ چھری چھین کر غائب کر دی۔ غازی گھر واپس آئے کچھ پیسے لے کر بازار سے ایک خنجر خریدا اور سیدھے راجپال کی دکان کی جانب تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل دیئے راجپال دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دو ملازم بھی پاس بیٹھے تھے۔ مگر ان میں مداخلت کی ہمت نہ ہوئی۔ غازیؒ بلا روک ٹوک دکان میں داخل ہو گئے اور خنجر حق راجپال کے سینے میں پیوست کر دیا۔

غازی علم الدینؒ کے نکل جانے کے بعد ملازموں کے حواس درست ہوئے تو وہ بھرآئی ہوئی آواز میں چلائے۔ مہاشہ بھی قتل ہو گئے'' یہ سن کر غیر مسلموں میں بھگدڑ مچ گئی۔ دونوں نوکر ایک مسلمان پکڑ لائے اور اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوامخواہ قاتل قرار دے دیا۔ اس وقت غازی علم الدینؒ اتم چند کے ٹال پر کھڑے اپنے ہاتھوں سے راجپال کے ناپاک خون کے چھینٹے دھو رہے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک شخص کو بے قصور گرفتار کیا جا چکا ہے تو وہ خود متحمل مزاجی سے گرفتاری کے لئے پیش ہو گئے۔ اس وقت ان کے لبوں سے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی''۔

غازی علم الدینؒ کے اقرار جرم کے بعد مقدمہ لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ جس نے معمولی سی سماعت کے بعد 10 اپریل 1929ء کو مقدمہ سیشن سپرد کر دیا۔ استغاثہ کی سماعت کے دوران وکیل صفائی مسٹر سلیم نے واضح اور مدلل انداز میں غازی موصوف کے حق میں دلائل دیئے اور سیشن جج پر 153 الف کے تحت یہ حقیقت ثابت کرنے کی پوری کوشش کی کہ ملزم بے قصور اور بری الذمہ ہے۔ مگر سیشن جج نہ مانا اور 22 مئی 1929ء کو غازی علم الدین کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ اس حکم نے تمام مسلمانوں کے احساسات و جذبات کو مجروح کر کے رکھ دیا۔ کیونکہ یہ مقدمہ ایک فرد واحد سے منسلک نہ تھا۔ بلکہ پوری مسلمان قوم اس جانباز عاشق کی جان بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی تھی۔ چنانچہ فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ مگر سزا بحال رہی۔ مسلمان اور ہندو دونوں چندہ جمع کر کے مقدمہ کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ مقدمہ فریقین کے مذہب کی عظمت و وقار بن رہا تھا۔

فرزندان توحید نے ہائیکورٹ کی اپیل رد ہو جانے کے بعد بھی ہمت نہ ہاری اور پریوی کونسل میں مرافعہ کیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی وکالت اور دیگر زعمائے کرام کی مسلسل تین ماہ کی تگ و دو کے بعد پھر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اور سزا میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ غازی علم الدینؒ کے مقدر میں شہید ہونا لکھا جا چکا تھا۔

15 اکتوبر 1929ء کو پریوی کونسل میں مسلمانوں کی رد کی ہوئی اپیل سے ساری مسلمان قوم مشتعل ہو چکی تھی جس کے باعث حکومت کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر غازیؒ کو لاہور میں جام شہادت نوش کرایا گیا تو فساد ہو جانے کی قوی امید تھی۔ چنانچہ میانوالی جیل منتقل کر دیا گیا۔ غازیؒ کا سارا خاندان بھی میانوالی آ چکا تھا۔ غازی کو شہادت کی نوید مل چکی تھی۔ انہیں سرکار دو عالم ﷺ کا قرب روحانی حاصل ہو چکا تھا۔ انہیں اس عالم ناپائیدار کو الوداع کہنے کا کوئی رنج نہ تھا۔

شہادت سے دو دن قبل غازی علم الدین شہیدؒ نے اپنے ایک دوست کو جوان سے شرف ملاقات کے لئے میانوالی جیل میں آیا تھا۔ اپنا یہ آخری بیان قلمبند کروایا۔ اس بیان کے شروع میں غازی مرحوم نے فرمایا۔ اے میرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوست! اس وقت میں جو کچھ بیان کروں گا اسے اہل عالم کے گوش گزار کر دینا۔ اس کے بعد آپ نے وہ الفاظ کہے جنہیں مضمون کے آغاز میں درج کیا جا چکا ہے۔

21 اکتوبر 1929ء کو جمعرات کا دن تھا۔ غازی علم الدینؒ حسب معمول نماز تہجد پڑھنے کے بعد قبلہ رو ہو کر درود وظائف میں مصروف تھے کہ مجسٹریٹ اور داروغہ جیل نے آ کر یہ خوشخبری سنائی کہ اے غازی! جس خوش قسمت گھڑی کا آپ کو انتظار ہے وہ ساعت آن پہنچی ہے۔ کوئی آرزو یا وصیت ہو تو فرما دیجئے''

غازیؒ موصوف مسکرائے اور فرمانے لگے۔ مجھے صرف دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرنی ہے۔ دو رکعت نماز شکرانہ پڑھنے کے بعد کلمہ شہادت اشھد الاالہ الااللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ پڑھا اور پنے تلے قدم اٹھاتے تختہ دار پر آ پہنچے۔ غازیؒ کی خواہش تھی کہ وہ خود پھانسی کا پھندہ اپنے گلے میں ڈالیں مگر جب ان سے کہا گیا کہ یہ خودکشی کے مترادف ہوگا۔ تو انہوں نے رسہ چھوڑ دیا اور رسن دار کو بوسہ دیا۔ کیونکہ وہ ہر اس شے کو متبرک و مقدس سمجھ کر اس کی عزت و تعظیم کرتے تھے۔ جو ان کو بارگاہ رب العزت میں پہنچانے کا ذریعہ ہو۔ آخر کار انہوں نے جام شہادت پیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حکومت کی مصلحت یہی تھی کہ انہیں میانوالی میں ہی دفن کر دیا جائے۔ مگر فرزندان توحید کا یہ مطالبہ تھا کہ غازی کو ان کی خواہش کے مطابق لاہور میں سپرد خاک کیا جائے۔ چنانچہ عوام کی مرضی کے خلاف غیر ملکی حکمرانوں کے ایماء پر غازی شہیدؒ کی میت کو میانولی جیل کے نزدیک ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ غازی علم الدین شہید کو نماز جنازہ کے بغیر دفنا دینے کے بعد جب ان کے والد محترم کو یہ تار ملا کہ غازی کو میانوالی جیل کے پاس ہی دفنا دیا گیا ہے۔ تو انہوں نے اس تار کی اطلاع اپنے ایک رفیق جناب غلام مصطفےٰ حیرت کو دی۔ یہ دیوالی کی رات تھی۔ لاہور کے محلّہ تیزابیاں کشمیری بازار کے میاں تاج الدین کے ذریعے سارے شہر میں یہ منادی کرادی گئی کہ انگریزوں نے عاشق رسول ﷺ کو جبراً میانوالی جیل میں سپرد خاک کر دیا ہے''

پنجاب کے شہروں میں حکومت کے اس رویے کے خلاف زبردست ایجیٹیشن شروع ہو گئے۔ مسلمانوں نے شہید کی یاد میں ہڑتال کی۔ روزے رکھے' جگہ جگہ مسلمانوں نے ننگے سر جلوس نکالے۔ ایک بہت بڑا جلوس بھاٹی دروازہ سے نکل کر بلدیہ کے باغات میں سے ہوتا ہوا موچی دروازہ پہنچا۔ اس وسیع باغ میں لاکھوں مسلمانان پنجاب کا اجتماع ہوا۔ جس کی صدارت کے فرائض جناب غلام مصطفےٰ حیرت نے انجام دیئے جلسہ میں حکومت کے خلاف زبردست تقریریں کی گئیں اور تمام مسلمانان پنجاب نے آپس میں چندہ جمع کر کے وائسرائے ہند' سیکرٹری آف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سٹیٹ اور دیگر اعلیٰ حکام کو تار بھیجے۔ دوسرے دن مسلمانان لاہور نے غم عشق رسول ﷺ میں عام ہڑتال کی اور روزہ رکھا۔ علاوہ ازیں نعش کے مطالبے کے لئے مختلف تحریکیں شروع ہوئی اور کمیٹیاں بھی تشکیل کی گئیں۔ مولانا ظفر علی خان' میاں فیروز الدین احمد' میاں بشیر احمد رفیقیو غیرہ کی قیادت میں نعش حاصل کرنے کی ایک اعلیٰ تحریک شروع ہوئی۔ کمیٹی کے تمام ارکان نے کندھوں پر بوریا بستر لاد کر میانوالی کا رخت سفر باندھا اور میانوالی جیل کے باہر کئی دنوں تک سول حکام کے خلاف مظاہرے کرتے رہے۔ اور حکومت سے اپنے اس حق کا پرزور مطالبہ کرتے رہے کہ شہید کا لاشہ جلد از جلد صندوق میں بند کر کے لاہور بھیج دیا جائے ورنہ ایجی ٹیشن جاری رہے گا۔

گورنر جیفری مونٹ مورنسی نے جب حالات مخدوش پائے تو بغیر کسی کام کے لاہور کے باہر کسی نامعلوم جگہ پر تشریف لے گئے۔ کئی اکابرین ملت انہیں ڈھونڈنے کے لئے نکلے مگر گورنر کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسی اثناء میں غلام مصطفےٰ حیرت نے جو رسالہ فردوس کے مدیر تھے غازی علم الدین شہید کے نام پر ایک علم الدین کمیٹی بنائی۔ جس میں میوزک ڈائیریکٹر خورشید انور اور رشید عطرے پیش پیش تھے۔ پھر اس جماعت کے ارکان کی عام بھرتی شروع ہوئی۔ کئی دوسرے نوجوان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہو گئے۔ اس کمیٹی کے ارکان میں مولانا ظفر علی خاں' حکیم احمد حسن' بشیر احمد رفیق' سر میاں فضل حسین اور جناب محمد شفیع کے اسمائے گرامی سرفہرست تھے' اس کمیٹی نے بار بار حکومت سے نعش کا مطالبہ کیا۔ جب حکومت کی جانب سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا تو مجبور ہو کر کمیٹی نے پھر جلوس نکالنے شروع کر دیئے اور یہ نعرے لگانے شروع کر دیئے کہ ''اگر نعش واپس نہ ملی تو پنجاب کا جو حشر ہو گا وہ تاریخ کا انوکھا باب ہو گا۔ اسی دن غلام مصطفےٰ حیرت' ملک لال دین قیصر اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر' جناب سر محمد شفیع کی کوٹھی پر گئے اور گزارش کی کہ قوم پر مصائب کا دور دورہ ہے آپ کی مدد ضروری ہے۔ اسی شام کو ایک وفد چنا گیا جس کی قیادت کے لئے سر میاں محمد شفیع منتخب ہوئے اور ارکان وفد میں علامہ اقبالؒ میاں عبدالعزیز خلیفہ شجاع الدین' سپیکر پنجاب اسمبلی اور مولانا محمد امیر شامل تھے۔ اس وفد نے آپس میں سر جوڑ کر یہ فیصلہ کیا کہ کل گورنر پنجاب سے ملاقات کی جائے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح سویرے یہ وفد گورنر پنجاب سے ملا اور پرزور مطالبہ کیا کہ شہید کی نعش واپس ملنی چاہیے گورنر نے حکام بالا سے مشورہ کیا اور چند شرائط کے بعد یہ اعلان کروا دیا کہ شہید کی نعش کل مل جائے گی۔ اس خبر سے تمام مسلمانوں میں خوشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

حکومت خائف تھی کہ اگر مسلمانوں کا جنازے کے موقع پر کوئی بڑا اجتماع ہوا تو شہر میں فساد کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ لیکن عوام کا اصرار تھا کہ جنازے کو کندھا دینے اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی عام اجازت پر کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پابندی برداشت نہیں کی جائے گی۔

مسلم عوام کا مطالبہ پیش کرنے اور ان کے جذبات کی ترجمانی کرنے کے لئے ایک وفد سر محمد شفیع کی قیادت میں پھر گورنر سے ملا۔ طویل گفتگو کے بعد آخر سر محمد شفیع نے کہا ''میں اس بات کی پوری ذمہ داری لیتا ہوں کہ مسلمان جنازے کی مذہبی رسوم میں شرکت کے بعد پر امن طور پر منتشر ہو جائیں گے اور قبرستان سے شہر کی جانب واپس جاتے ہوئے اپنے آپ کو جلوس کی شکل نہیں دیں گے''

آپ نے خاصے واضح الفاظ میں یہ بھی کہا کہ اگر آج آپ میری بات نہیں مانتے تو کل میں کسی معاملے میں مسلمانوں کو حکومت کے ساتھ تعاون کے لئے نہ کہہ سکوں گا۔ چنانچہ گورنر مان گیا۔ لاہور اور بیرون لاہور سے آنے والے مسلمانوں کا جتنا ہجوم شہید علم الدین کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے اور نماز میں شرکت کے لئے جمع ہوا۔ اس سے پہلے ایسی مثال نہیں ملتی اور یہ دن امن وامان سے گزر گیا۔

13 جولائی 1930ء

کشمیر کی تحریک آزادی کا ایک یادگار دن

ہر سال جب 13 جولائی کی تاریخ آتی ہے تو 13 جولائی 1930ء کی دلدوز یادیں بھی اپنے ساتھ لاتی ہے' جن سے زخم ہر سال ہرے ہو جاتے ہیں۔ 13 جولائی کے واقعے کو گزرے ہوئے تینتیس برس ہو گئے ہیں۔ لیکن آج بھی سری نگر کشمیر کی ہری پربت جیل کے درودیوار اور اس کی خاک کا ایک ایک ذرہ اس ہولناک واقعے کی گواہی دیتا ہے کہ ان کے سامنے کتنے معصوم بچے خوبرو جوان اور بزرگ ڈوگرہ سپاہیوں کو گولیوں سے خاک وخون میں تڑپے۔ ڈوگرہ حکومت کے ظلم وستم نے اس دن کتنے ہی سینوں کو چھلنی کر دیا کتنی ماؤں کی زندگیاں اجیرن ہو گئیں۔ کتنی عورتوں کے سہاگ اجڑ گئے اور کتنے بچے یتیم ہو گئے' ڈوگروں کو ان المناکیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا انہیں چالیس لاکھ انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھنے میں دلچسپی تھی تاکہ ان کی حکومت جس کی بنیاد ہی جبر واستبداد پر تھی ہمیشہ قائم ودائم رہے اور وہ عوام کشمیر کو بھوکا ننگا رکھ کر اپنے خزانوں کو بھرپور کرتے ہیں۔

یوں تو 13 جولائی کے علاوہ بھی مسلمانوں پر ان گنت جوروستم ہوئے لیکن 13 جولائی کا ظلم عظیم جوان پر کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ اپنی مثال آپ تھا جو نہ کبھی بھول سکتا ہے اور نہ اس کے لگائے ہوئے زخم مندمل ہو سکتے ہیں۔

1930ء تک اسلامیان جموں وکشمیر کے دل ڈوگرہ راج کی غیر منصفانہ کارروائیوں اور متعصّبانہ روش سے گھائل ہو چکے تھے وہ اس وقت تک اپنی مظلومیت کی فریادیں بڑے آئینی اور پر امن طریق سے کر رہے تھے۔ کبھی انہیں شکایات و مطالبات مرتب کرنے کا حکم دیا جاتا اور کبھی مصالحانہ گفت وشنید کی طرح ڈالی جاتی احکام سے مسلم نمائندوں کی ملاقاتیں ہوتیں لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلتا اور حکومت اپنی من مانیاں کرتی رہتی' دلوں میں نفرت کی آگ سلگ چکی تھی لیکن اس آگ نے بھی شعلوں کی صورت اختیار نہیں کی تھی اور اس کی آنچ حکومت کے ایوانوں تک نہیں پہنچی تھی کہ 1941ء کی گرمیوں میں ایک مسلمان سیاح کشمیر وارد ہوا۔ سری نگر آنے سے قبل ہی وہ کشمیریوں کی مظلومیت کی بہت سی داستانیں سن چکا تھا۔ سرینگر آ کر جب اس نے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی مجبور دلاچار زندگی کو دیکھا اور جنت اراضی کی اس مجبور مخلوق کی زبان سے اس کی داستان مظلومی سنی تو ایک غیرت مند مسلمان کی طرح اس کا دل چاہا کہ جفا پرور ہاتھ توڑ دے' کچھ دن اس کا دل کڑھتا رہا اور پھر ایک جمعہ کو جب کہ وہ جامع مسجد سری نگر میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے گیا تھا' اس سے نہ رہا گیا اور اس نے منبر پر جا کر ایک ولولہ انگیز تقریر کر دی' اس نے حکومت کی بدعنوانیوں کا محاسبہ کیا' غریب کشمیریوں کی بدحالی اور مظلومیت پر اسے ہدف ملامت بنایا اور مسلمانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور متحد ہونے کی تلقین کی' کشمیر کے مسلمانوں نے اس اجنبی مسلمان کی باتوں کو غور سے سنا اور ان کے دلوں میں جرأت' ایمان کروٹیں لینے لگا۔ تقریر ختم ہوگئی' مسلمانوں نے مقرر کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور ادائیگی نماز کے بعد سب اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے' اجنبی مقرر بھی اپنی قیام گاہ کو لوٹ گیا۔ لیکن مسلمان ابھی بمشکل گھروں میں پہنچے ہی تھے کہ حکومت کی مشینری حرکت میں آ گئی جس سے ظاہر تھا کہ حکومت اجنبی مسلمان کی تقریر سے بوکھلا گئی ہے اور اس کی گرفتاری کا فیصلہ کر لیا گیا ہے' چنانچہ اجنبی کو اس کی قیام گاہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے خلاف رعیت میں نفرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ قائم کر دیا گیا اور عدالت میں مقدمہ کی کارروائی شروع ہوگئی۔

یہ اجنبی مسلمان جس کے سینہ میں بڑا ہی حساس دل تھا۔ عبدالقدیر تھا جو کسی انگریز کے ساتھ 1931ء کی گرمیاں گزارنے کے لئے سری نگر آیا تھا۔ کشمیر کے مسلمانوں نے عبدالقدیر کو مقدمہ میں تنہا نہ چھوڑا۔ ہر تاریخ پر سینکڑوں کی تعداد میں عدالت کے کمرہ میں پہنچ جاتے اور عدالت کی کارروائی سنتے۔ انہوں نے قانونی امداد کا بھی انتظام کر دیا۔ عدالت میں ہجوم زیادہ ہونے لگا تو حکومت کو اور بھی خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں مسلمان ملزم کو پولیس کی حراست سے چھڑا نہ لیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ مقدمہ کی سماعت عدالت کی بجائے ہری پربت جیل میں ہو اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو مقدمہ کی سماعت سے روکا جائے۔ لیکن یہ بات کشمیری مسلمانوں کے اخلاق وحرمت کے خلاف تھی کہ وہ اپنے ایک غم خوار کو جو انہیں کے لئے آگ میں کوڈ پڑا تھا بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔

چنانچہ 13 جولائی سے مقدمہ کی سماعت ہری پربت جیل میں شروع ہوئی اور مسلمان پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں جیل کے باہر اکٹھے ہو گئے' جیل کے دروازوں پر سخت نگرانی تھی اور کسی شخص کو جیل کی عدالت میں جانے کی اجازت نہ تھی سرکردہ مسلمانوں نے جیل کے حکام اور سماعت کنندہ مجسٹریٹ سے رابطہ قائم کر کے یہ جائز التماس کی کہ کچھ لوگوں کو عدالت میں حاضر ہو کر مقدمہ کی سماعت کا موقع دیا جائے لیکن ان کی اس درخواست کو ٹھکرا دیا گیا اور کسی شخص کو اجازت نہ دی گئی کہ وہ مقدمہ کی کارروائی کی سماعت کرے' یہ بڑی معمولی سی بات تھی اور مسلمان اس مقدمہ کے دوران مکمل طور پر اپنی امن پسندی کا ثبوت بھی دے چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہندو افسروں کی اکثریت مسلمانوں کو ہر بہانے ذلیل کرنا اور کچلنا چاہتی تھی۔ اس موقع پر ایک متعصب ہندو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گوپال رام تھا۔ اس نے بڑا ہی مکروہ رول ادا کیا اس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو فون پر بڑی وحشت ناک خبریں بھیجیں کہ جیل کے سامنے ہجوم دم بدم بڑھ رہا ہے اور کسی وقت بھی مشتعل ہو کر جیل پر دھاوا بول سکتا ہے۔ ڈسٹرک مجسٹریٹ بھی ہندو تھا اس نے فوراً مزید پولیس جیل کی حفاظت کے لئے بھیج دی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈپٹی انسپکٹر مجسٹریٹ جنرل پولیس بھی موقع پر پہنچ گئے۔ گوپال رام نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بتایا کہ اگر فوری مدافعتی کارروائی کی گئی تو ہماری جانوں کو بھی خطرہ ہے اور اس پر جوش ہجوم سے بچ نکلنا مشکل ہو جائے گا' اگر انہوں نے جیل پر ہلہ بول دیا تو نہ صرف عبدالقدیر کو چھڑا کر لے جائیں گے۔ بلکہ تمام دوسرے قیدی بھی جیل سے بھاگ جائیں گے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس موہوم خدشے کے پیش نظر نااہلیت کا ثبوت دیتے ہوئے ہجوم میں سے چار پانچ سرکردہ آدمیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیدیا۔ پولیس نے ہجوم میں داخل ہو کر گرفتاریاں شروع کر دیں۔ جس سے مسلمانوں میں اس دھاندلی کے خلاف نفرت کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے حکومت کی اس غیر دانشمندانہ کارروائی پر احتجاج کیا' تکبیر کے نعروں سے فضائیں گونج اٹھیں جو متعصب حکام کے سینوں پر تیر بن کر لگیں' مسلمانوں کا یہی سب سے بڑا جرم سمجھا گیا کہ انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور نہیں معلوم وہ اس نعرے کے بعد کیا اقدام کریں۔ پرجوش مسلمانوں نے کوئی غیر آئینی کارروائی نہیں کی' وہ پرامن رہے وہ اپنی ناراضگی کا اظہار ہی کر رہے تھے کہ ہجوم کو وارننگ دیئے بغیر ڈوگرہ سپاہیوں کی بندوقوں نے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ بچے' جوان اور بوڑھے' سینوں پر گولیاں کھا کھا کر خاک و خون میں تڑپنے لگے' ہری پربت کی زمین دیکھتے ہی دیکھتے خون شہدا سے لالہ زار بن گئی۔ فریادِ دفغاں بلند ہوئی'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامت کا سماں پیدا ہو گیا۔ پچاس ساٹھ مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ لیکن گولیوں کی بارش تھی کہ رکنے کا نام نہ لیتی تھی۔ پورے پندرہ منٹ فائرنگ جاری رہی اور مسلمانوں کا تعاقب کر کے انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ تنہا مسلح پولیس پر ہی حکومت نے انحصار نہیں کیا' چھاؤنی سے پیدل فوج' گھوڑ سوار فوج اور توپ خانے کو بھی شہر پر مسلط کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم میں کوئی کمی نہ رہ جائے' شہر میں مارشل لاء کا نفاذ کر کے کرفیو آرڈر لگا دیا جس سے شہری اور سیاح دونوں گھبرا گئے اور شہر کا ہر گھر ماتم کدہ بن گیا' یہ ایک دو کی شہادت نہیں تھی پچاس شہیدوں اور سینکڑوں زخمیوں کا معاملہ تھا جس سے ہزاروں سینے زخمی ہو گئے تھے۔

مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی' ایک طرف حکومت کا جبر و تشدد دوسری طرف اہل وطن کی شقاوت قلبی کا بھی مسلمانوں کو سامنا تھا۔ کشمیری پنڈتوں نے پہلے تو مسلمانوں کی دوکانوں کو لوٹا پھر اپنی دوکانوں کا ردی سامان بازاروں میں پھینک کر مسلمانوں کو مجرم گردانا اور اس جرم میں ہزاروں مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

مسلمان اس مصیبت کے تحت اپنے شہیدوں کو سنبھالتے یا اپنے مال و اسباب کی حفاظت کرتے؟ انہوں نے اپنے شہیدوں اور زخمیوں کو سنبھالنا مقدم سمجھا۔ زخمیوں کو فوری طبی امداد پہنچانے کی ضرورت تھی شیخ عبداللہ نئے نئے سیاست کے میدان میں آئے تھے اور آتے ہی وہ اہل کشمیر کی آنکھوں کا تارا بن گئے تھے۔ انہوں نے عوام کو پر امن اور منظم رہنے کی تلقین کی تاکہ وہ شہیدوں کو اطمینان سے دفنا سکیں اور زخمیوں کو طبی امداد پہنچا سکیں۔

شیخ صاحب نے انسانیت کے نام پر ٹریفک سپرنٹنڈنٹ مسٹر پٹیل سے اپیل کی کہ وہ زخمیوں اور شہیدوں کے لئے گاڑیاں مہیا کر دیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا ناچار مسلمانوں نے شہیدوں کی لاشوں اور زخمیوں کو کاندھوں پر لادا اور سٹیٹ ہاسپٹل کا رخ کیا لیکن حکومت کے اس ہسپتال نے زخمیوں کی امداد سے انکار کر دیا۔ آخر زخمیوں کو مشن ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جن میں سے بہت سے زخمی طبی امداد ملنے سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شہیدوں کو اٹھا کر جامع مسجد لے جایا جا رہا تھا کہ مہاراج گنج میں فوج نے ماتمی جلوس پر گولی چلا دی۔ جس سے دس آدمی شہید اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ ان تازہ شہیدوں کو بھی جیالے نوجوانوں نے اٹھایا اور مسجد میں لے آئے تاکہ عوام آزادی کے پروانوں کا آخری دیدار کر لیں۔

یہ ان شہیدوں کا تذکرہ تھا جنہوں نے سب کی آنکھوں کے سامنے جام شہادت نوش کیا بہت سے کشتگان جفا کی لاشیں کئی دنوں کے بعد دریا سے برآمد ہوئیں۔ عورتیں اپنے بچوں' بھائیوں اور دوسرے عزیزوں کا ماتم کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلیں تو ان پر لاٹھی چارج کیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں دنوں خود حکومت کی منشاء اور دعوت پر مسلمانوں کا ایک وفد کشمیر پہنچا تھا جس سے ہری سنگھ کو مسلمانوں کے مطالبات پر گفتگو کرنی تھی اسی رات وفد کے اراکین کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور شیخ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو بھی گرفتار کر کے فوجی حراست میں دے دیا۔ حکومت نے بڑی کوشش کی کہ کشمیر پر جو ظلم و جور ہوا ہے اس کی خبر باہر نہ جائے لیکن دوسرے ہی دن یہ خبر جموں پہنچ گئی اور تمام شہر ماتم کدہ بن گیا۔ اخبارات میں ظلم کی خبریں چھپیں تو ....تو حکومت نے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے اور اپنی صفائی میں 28 جولائی کو ایک پریس نوٹ اخبارات میں چھپوایا لیکن دنیا اصل حقیقت سے واقف نہ تھی اسی لئے اس پر کسی نے اعتبار نہ کیا اور حکومت ہند کے دباؤ کی وجہ سے ریاستی حکومت کو فائرنگ کی تحقیقات کے لئے کمیشن کا تقرر کرنا پڑا۔ لیکن مسلمانوں کو اس کمیشن سے انصاف کی کوئی امید نہ تھی اس لئے انہوں نے تعاون نہیں کیا کمیشن سرکاری افسروں کے بیانات لیتا رہا کوئی شہری بیان دینے کے لئے نہیں گیا اس کے باوجود حکومت نے کمیشن کی رپورٹ کا انتظار کئے بغیر تمام الزام مسلمانوں کے سر تھوپ کر اپنی بے گناہی کا اعلان کر دیا۔

غرض 13 جولائی کا دن تاریخ سے کبھی محو نہیں ہو سکتا تاریخ حریت کشمیر میں اس دن کی اہمیت تھی اس لئے نہیں کہ اس دن کشمیر کے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں نے ہری پربت جیل کے سامنے جام شہادت نوش کیا اور اپنے خون جگر سے ہری پربت کی خاک کو سیراب کیا بلکہ اس دن عملی طور پر جدوجہد آزادی کشمیر کی بنیاد رکھی گئی حکومت کا وہ خوف جو ایک صدی سے مسلمانوں کی روحوں پر طاری تھا اس دن نکل گیا اور آئندہ برسوں میں بے دھڑک میدان عمل میں اتر آئے۔

16 جنوری 1933ء

ہٹلر جرمنی کا چانسلر بن گیا

12 نومبر 1923ء کو حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے جرم میں ہٹلر کو گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمے کی سماعت کے دوران ہٹلر نے کھل کر اپنے موقف کی وضاحت کی اور اس نے جرمن قوم پرست اور مارکس ازم دشمن ہونے کا دعویٰ کیا عدالت نے ہٹلر کو پانچ سال قید کی سزا دی لیکن صرف آٹھ ماہ کی قید کے بعد اسے رہا کر دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہائی حاصل کرنے کے بعد ہٹلر نے اپنی پارٹی کی از سر نو تشکیل کی جس پر ناکام بغاوت کے بعد پابندی لگا دی گئی تھی۔ ہٹلر نے اعلان کیا کہ وہ حکومت حاصل کرنے کے لئے قوت کے بجائے قانونی راستہ اختیار کرے گا چنانچہ جب 1930ء میں انتخابات ہوئے تو نازی جرمنی کی ایک بڑی پارٹی کے طور پر سامنے آئی پچھلے الیکشن میں ہٹلر کی پارٹی نے صرف بارہ نشستیں حاصل کی تھیں لیکن حالیہ انتخابات میں ہٹلر نے 107 نشستیں حاصل کر کے دنیا کو حیران کر دیا۔

ہٹلر کی کامیابی سے مغربی یورپ کے ملکوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی کیوں کہ ہٹلر کو جنونی سمجھا جاتا تھا اور ہٹلر نے بھی ایک موقع پر کہا تھا کہ جرمنی پہلی جنگ عظیم کی ذلت کا بدلہ ضرور لے گا۔ 1932ء میں صدارتی انتخابات میں موجودہ صدر ہنڈن برگ نے کامیابی حاصل کر لی البتہ ہٹلر کی کارکردگی پہلے کی نسبت بہتر تھی ہٹلر نے تقریباً 37 فیصد ووٹ حاصل کیئے۔

انتخابات کے بعد جرمنی میں امن و امان کی صورتحال انتہائی خراب ہو گئی ملک خانہ جنگی کے دہانے پر کھڑا تھا جرمنی کے بازاروں اور گلیوں میں ہٹلر کے حمایتی نیشنل سوشلسٹوں اور ان کے مخالف کمونسٹوں کے درمیان خونی جھڑپیں روزمرہ کا معمول بن چکا تھا بالآخر ایک ماہ تک جاری رہنے والے خفیہ مذاکرات کے نتیجے میں ایڈولف ہٹلر کو جرمنی کا چانسلر بنا دیا گیا۔

ہٹلر کے چانسلر بننے کی خبر کے منظر عام پر آتے ہی کمیونسٹ مظاہرین سڑکوں پر نکل آئے انہوں نے دیواروں پر اشتہار چسپاں کر دیئے جن میں عام ہڑتال کی اپیل کی گئی تھی۔ اس وقت ہنگامے زیادہ شدت اختیار کر گئے جب نازیوں کا ایک گروہ ہٹلر کی حمایت میں جلوس نکالنے کے بعد واپس جا رہا تھا اس کا پولیس سے ٹکراؤ ہو گیا جس میں ایک پولیس افسر اور ایک نازی ہلاک ہو گیا۔

ہٹلر نے چانسلر بننے کے فوراً بعد کمیونسٹوں کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے بعض اقدامات کیئے کمیونسٹوں کو گرفتار کر کے کیمپ بھر دیئے گئے ہٹلر کو ڈکیٹیٹر کے طور پر لامحدود اختیارات حاصل تھے لیکن چانسلر کو برطرف کرنے کا اختیار صدر کے پاس تھا سیاسی حلقے یہ سمجھتے تھے کہ صدر ہنڈن برگ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے عملی سیاست سے ریٹائر ہو چکے ہیں جبکہ کابینہ ہٹلر سے زیادہ طاقتور تھی اور وہ آئین کو نظر انداز کرنے کی قوت رکھتی تھی۔ ہٹلر جرمنی کی تاریخ کا سب سے طاقتور چانسلر تھا جس کا مظاہرہ کرنے کے لئے وہ اکثر سٹیج پر نازی یونیفارم میں نظر آتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11 دسمبر 1936ء

محبت کی خاطر برطانیہ کا تاج ٹھکرا دیا

ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دستبرداری اور ویلس وارفیلڈ سے شادی کا واقعہ اگرچہ 65 برس پرانا ہو چکا ہے لیکن ابھی تک تازہ معلوم ہوتا ہے۔ ایڈورڈ ہشتم جو تخت نشینی سے پہلے ''پرنس آف ویلز'' تھا اور تخت سے دستبرداری کے بعد ''ڈیوک آف ونڈسر'' کہلایا خاصہ گہرا آدمی تھا۔ اس کے جاننے والوں کے دعوے اکثر و بیشتر غلط ثابت ہوتے رہے۔

ایڈورڈ اور ویلس کی پہلی ملاقات ایک امریکی عورت تھیسلی فرنس کے ذریعے ہوئی۔ وہ 1932ء میں ایڈورڈ کی قیام گاہ پر اس سے ملنے کے لئے آئی۔ اس نے پہلی ہی ملاقات میں ایڈورڈ کو اتنا متاثر کیا کہ دو دن بعد وہ ایڈورڈ کی مستقل سوشل سیکرٹری بن چکی تھی۔ 1934ء میں کسی وجہ سے تھسلیما کو واپس امریکہ جانا پڑا تو وہ اپنی جگہ پر ویلس وار فیلڈ کو ایڈجسٹ کر گئی۔ ویلس بہت خوبصورت تھی اتنی کہ وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس سے محبت کرنے لگا۔

ویلس شادی شدہ تھی اس کے اپنے خاوند سے تعلقات کشیدہ ہو چکے تھے۔ ویلس اور ایڈورڈ کے ابتدائی چند ماہ تو لوگوں کی نظروں سے بچنے کی کوشش میں گزرے۔ وہ چند مخصوص جگہوں پر ایک دوسرے سے ملتے رہے مگر ہر جگہ اکٹھے جانے اور مل بیٹھنے سے پرہیز کرتے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان دونوں میں اچانک تبدیلی پیدا ہو گئی اور یہ دونوں ڈنکے کی چوٹ پر اپنی محبت کا اعلان کرنے لگے۔

یہ قصہ جلد ہی سرگوشیوں سے چہ میگوئیاں تک پہنچا۔ لینڈ' لندن اور پیرس میں مستقل موضوع بحث بنا پھر امریکی اخبارات کے ہاتھ آ گیا۔ امریکی اخبارات خوب نمک مرچ لگا کر اس رومان کی تفصیلات شائع کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر برطانوی سنسر شپ کو پریشانی ہوئی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ برطانوی اخبارات نے شاہی خاندان کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے چپ سادھے رکھی مگر حسن و عشق کے یہ قصے اتنے مشہو ہو چکے تھے کہ اب راز نہیں بن سکتے تھے۔ بدنامی کے باوجود ایڈورڈ اور ایلس کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ ایک تو یہ دونوں اتنے بزدل نہیں تھے کہ دنیا سے ڈر جاتے۔ دوسرے انہیں ایک دوسرے سے گہری محبت تھی۔

ایڈورڈ شروع ہی سے باغی طبیعت کا تھا۔ ایک مرتبہ اسے ایک معمولی دوا فروش کی بیٹی کے ساتھ رقص کرنے پر تنبیہ کی گئی تو اس نے ملکہ میری کو جواب دیا کہ وہ ایک اول درجے کے کیمسٹ کی بیٹی ہے اور پھر احتجاجاً اس نے دو مرتبہ مزید اس لڑکی کے ساتھ رقص کیا۔ ایک مرتبہ ایڈورڈ نے ایک اور حرکت کی جو شاہی روایات کے خلاف تھی۔ ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقص کے دوران اس نے ایک خوفزدہ سی لڑکی کو دیکھا جو بال روم کے ایک کونے میں تنہا کھڑی تھی۔ وہ اس کے پاس چلا گیا اور اسے اپنے ساتھ رقص کرنے کی دعوت دی۔ اس نے شاہی روایات کا احترام کرتے ہوئے ایڈورڈ کو بتایا کہ میں شوگرل ہوں۔ لیکن ایڈورڈ نے اس کی بات کا کوئی اثر نہ لیا اور کہا میں بھی شو بزنس کرتا ہوں۔ چنانچہ شاہی روایات کے خلاف ایڈورڈ نے شوگرل کے ساتھ رقص کیا اور چلتے وقت اسے اچھی خاصی رقم دی۔

ویلس سے محبت کرنے کا ایک سبب ایڈورڈ کا احساس تنہائی بھی تھا۔ وہ شاہی خاندان کا فرد اور ولی عہد ہونے کے باوجود خود کو تنہا محسوس کرتا تھا۔ تخت نشینی کے بعد یہ احساس اور اذیت ناک صورت اختیار کر گیا۔ ان حالات میں ویلس جو اس نے ایک عام انسان بلکہ ایک بچے کی طرح سلوک کرتی تھی۔ اس کے لئے ایک نعمت کا درجہ اختیار کر گئی۔ وہ اس کی خوراک پر کڑی نگرانی رکھتی تھی اس کو غصے سے ٹوکتی تھی اور جب کبھی وہ اپنی پسندیدہ برانڈی سے لطف اندوز ہوتا تھا تو اسے اپنی پرکشش آنکھوں سے گھورتی تھی۔ ایڈورڈ کے لئے یہ سب کچھ عجیب بھی تھا اور دلنشیں بھی کیوں کہ یہ سب کچھ اس عورت کی طرف سے تھا جو اس سے محبت کرتی تھی۔

ویلس کے اباؤ اجداد نامور اور شجاع تھے۔ ان میں سے ایک الیگزینڈر چارلس فیلڈ تھا جس نے امریکہ کی جنگ آزادی کے دوران جارج سوئم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایک مدت تک اس کے خاندان کا یہ نعرہ فضاؤں میں گونجتا رہا۔

”ہم بادشاہوں کو برداشت نہیں کر سکتے“

ایڈورڈ کے لئے ویلس سب سے بڑی خوشی تھی لیکن ملکہ میری کے لئے سب سے بڑی مصیبت جوں جوں مخالفت بڑھتی گئی۔ ویلس اور ایڈورڈ کے دلی رشتے مزید گہرے ہوتے گئے۔ ایڈورڈ اور ویلس کی شادی کی راہ میں کچھ سیاسی وجوہ بھی حائل تھیں اور چرچ آف انگلینڈ بھی۔ چرچ آف انگلینڈ کی مخالفت کا سبب یہ تھا کہ ویلس ایڈورڈ سے پہلے ایک معمولی آدمی کی بیوی رہ چکی تھی۔ ایڈورڈ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ویلس اور اس کی شادی اتنی ناجائز نہیں کہ اسے تخت سے دستبردار ہونا پڑے۔ یہ لڑکی اور تخت اس کے لئے ایک سی کشش رکھتے تھے۔ لہٰذا اس نے سب سے پہلے مفاہمت کی کوشش کی۔ اس نے بہت سی تجاویز پیش کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ شادی کے وقت وہ عارضی طور پر اپنا ٹائٹل بدل لے گا۔ یعنی وہ ڈیوک آف لنکاسٹر یا اس قسم کا کوئی دوسرا ٹائٹل اختیار کر لے گا۔ جس سے ویلس ”برمائی دی ڈچز“ بن جائے گی اور اس کو شہنشاہی حقوق حاصل نہ ہو سکیں گے۔ لیکن ایک تو وزیر اعظم سلینلے بالاون اس تجویز پر رضامند نہ ہوا کیوں کہ اس کے خیال میں اس بے جوڑ شادی کے سبب آئینی بحران پیدا ہو جانے کا خطرہ تھا دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرچ بشپ آف کنٹربری اور ملکہ میری بھی اس تجویز کے خلاف تھے۔ لہٰذا ایڈورڈ کے لئے تخت سے دستبرداری کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ ویلس بھی اس تجویز کے خلاف تھی اس نے ایڈورڈ سے کہا تھا کہ ''اب یہ سب کچھ بھول کر مجھے الوداع کہئے اور میرے لئے مسرت کی دعا کیجئے''

اس ساری کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایڈورڈ کے لئے یہ شادی ذاتی وقار کا مسئلہ بن گئی۔ چنانچہ 11 دسمبر 1936ء کی سر درات وہ ریڈیو مائیکروفون کے سامنے آیا اور برطانوی عوام سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ رضا کارانہ طور پر تخت سے دستبردار ہو رہا ہے۔ آخر میں اس نے اپنے ولی عہد جارج ششم کی کامیابی کے لئے دعا کی اور لیور پول کے تاریک کمرے میں گم ہو گیا۔

ایڈورڈ کی تقریر بہت متاثر کن تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی کیوں کہ یہ تقریر ونسٹن چرچل نے لکھی تھی۔ ایڈورڈ اور اس کی محبوبہ تخت سے دستبرداری کے بعد جلاوطن ہو گئے اور انہوں نے باقی ماندہ زندگی پیرس میں گزاری۔ وہ تمام زندگی مشہور ترین عالمی شخصیات میں شمار کئے جاتے رہے اور اونچی سوسائٹی کا مرکز بن کر رہے ڈیوک آف ونڈسر اور ڈیوک آف ڈچز نے بڑی بہادری سے محبت کا معرکہ سر کیا۔ ان کی داستان اس صدی کے بادشاہوں اور محبت کرنے والوں میں نمایاں حیثیت کی حامل تھی۔

14 اکتوبر 1937ء

جناح سکندر پیکٹ

جناح پیکٹ میں نہ تو مسلم لیگ فریق تھی اور نہ ہی کوئی اور اس میں فریق تھا بلکہ یہ ایک معاہدہ تھا جو خود سکندر حیات خان نے لکھا تھا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اس پیکٹ کی خوب اشاعت ہو تا کہ تمام دنیا کو معلوم ہو سکے کہ پنجاب اپنی پوری طاقت کے ساتھ مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔ سکندر جناح پیکٹ کی روئداد یہ ہے کہ اکتوبر 1937ء میں جب مسلم لیگ کی نئی تنظیم کا آغاز ہوا تو اس وقت مسلم لیگ کے سامنے سب سے بڑی مہم نئے آئین کے تحت مسلم لیگ کی تنظیم تھی اس وقت وزارتیں قائم کرنے کا سوال نہ تھا ان حالات میں سر سکندر حیات خان نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں ایک بیان دیا یہ بیان دراصل سر سکندر حیات خان کا ایک وعدہ تھا جو انہوں نے مسلم لیگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کیا تھا اس وعدہ کو سکندر حیات خان نے خود سکندر جناح پیکٹ کے نام سے مشہور کیا۔ مسلم لیگ سے سر سکندر حیات خان کا وعدہ مندرجہ ذیل تھا۔

(ا) یہ کہ وہ واپس پنجاب پہنچنے پر اپنی یونینسٹ پارٹی کا خاص جلسہ طلب کریں گے اور اپنی پارٹی کے ان مسلمان ممبروں کو جو پہلے سے مسلم لیگ کے ممبر نہیں ہیں ہدایت کریں گے کہ وہ مسلم لیگ کے عہد نامے پر دستخط کریں اور مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں ایسی حیثیت سے وہ مسلم لیگ کے صوبائی اور مرکزی بورڈ کے قواعد وضوابط کے پابند ہوں گے

(ب) یہ کہ آئندہ جو انتخابات اور ضمنی انتخابات ہوں گے ان میں وہ جماعتیں جو اس وقت یونینسٹ پارٹی میں شریک ہیں متحدہ طور پر ان امیدواروں کی تائید کریں گے جو ان جماعتوں میں سے کسی کی طرف سے کھڑے کئے جائیں۔

(ج) یہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے ہوں یا جنہوں نے مسلم لیگ کا ٹکٹ قبول کیا ہو وہ صوبائی اسمبلی میں جو مسلم لیگ اسمبلی پارٹی مسلم لیگ پارٹی کی تشکیل کریں گے اس طرح صوبائی اسمبلی میں جو مسلم لیگ اسمبلی پارٹی بنے گی اسے یہ اختیار ہوگا وہ کسی ایک یا کئی ایسی پارٹیوں کے ساتھ اتحاد کرے جس کے بنیادی اصول مسلم لیگ کے موافق ہوں اسی قسم کے اتحاد انتخابات سے قبل یا بعد میں کئے جا سکتے ہیں موجودہ مجموعہ اپنا یہ نام جو اس وقت ہے یعنی یونینسٹ پارٹی قائم رکھے گا۔

(د) اس انتظام کی بنا پر صوبائی پارلیمنٹری بورڈ کی از سر نو تنظیم کی جائے گی۔

یہ وہ پیکٹ تھا جو سر سکندر حیات خان نے بغیر کسی دباؤ کے خود نئے مسلم لیگ سے کیا تھا کیونکہ پنجاب کے مسلمان علامہ اقبال کی رہنمائی میں قائداعظم کی قیادت کو تسلیم کرنے کے لئے بڑے جوش وخروش کے ساتھ میدان عمل میں نکل چکے تھے سر سکندر حیات نے بھی پنجاب کے مسلمانوں کے اعلیٰ جوش کو دیکھ کر بہتر یہی سمجھا تھا کہ پنجاب کے وزیراعظم کی حیثیت سے اپنے آپ کو وابستہ کریں سر سکندر حیات خان نے اپنے وعدہ کے مطابق پنجاب واپس آ کر پنجاب اسمبلی کے ان مسلمان ممبروں سے مسلم لیگ کے فارم پر دستخط کروا کر قائداعظم کو بھیجے اور ان فارموں میں ان ممبروں کے اس عہد نامے پر دستخط کرنے کے بعد عملاً پنجاب اسمبلی یونینسٹ پارٹی ختم ہو چکی تھی کیونکہ یہ یہی ممبر تھے جو یونینسٹ پارٹی کے ممبر تھے۔ سر چھوٹو رام جو یونینسٹ پارٹی کے اہم رکن تھے نے یہ حالت دیکھی تو تیرہ آدمیوں کا دہلی میں ایک جداگانہ گروپ بنالیا اس طرح یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ پارٹی نے دوسری پارٹیوں سے اشتراک تو کر لیا تھا لیکن مسلم لیگ اس کی تابع نہیں تھی بلکہ خود ایک پارٹی کی حیثیت سے اسمبلی میں مضبوط پارٹی بن گئی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرسکندر حیات کے فوت ہو جانے کے بعد جب ملک خضر حیات خان برسر اقتدار آئے تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ سرسکندر حیات خان نے غیر مسلم ممبروں کے ساتھ کچھ معاہدے کئے تھے جن پر دیانت داری سے پابند ہوں نیز میں پہلے یونینسٹ ہوں اور بعد میں مسلم لیگی ہوں ملک خضر حیات خان کے ان واضح اعلانات کے بعد قائداعظم نے لاہور آکر خضر حیات خان سے بات چیت شروع کی تاکہ وہ صاف اعلان کریں کہ وہ مسلم لیگ کے پروگرام اور پالیسوں پر کاربند رہ کر مسلم لیگ کو پنجاب میں پھلنے پھولنے کا موقع دینا چاہتے ہیں۔ یا نہیں یہ گفتگو ابھی جاری تھی کہ ملک خضر حیات خان کے والد کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے بات چیت کا سلسلہ منقطع ہو گیا قائداعظم نے اس موقع پر مندرجہ ذیل اخباری بیان جاری کیا۔

''کچھ عرصہ سے میرے پاس اطلاعات پہنچ رہی ہیں کہ پنجاب کی مسلم لیگ اور پنجاب کی مسلم لیگ پارٹی پوری طرح سے منظم نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہ خوش اسلوبی سے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ یہ چیز مجھے پنجاب لائی میں دو ہفتے سے یہاں ہوں۔ اور چاہتا تھا کہ ساری صورت حال کا مطالعہ اپنی آنکھوں سے کروں میں نے اپنے اس قیام کے دوران بے شمار اشخاص سے ملاقات کی اور ان کے خیالات سنے پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میرے سامنے کام یہ ہے کہ پنجاب کی مسلم لیگ میں زندگی ڈالوں دیگر معاملات جو میری توجہ میں لائے گئے ان میں پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کا معاملہ تھا کہ اس کے ممبر مرحوم یونینسٹ پارٹی اور اسی پارٹی کے عقیدے پالیسی اور پروگرام پر کاربند ہیں حالانکہ ایک شخص دو پارٹیوں کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

جس چیز کا فیصلہ مسلم لیگ آج سے بہت پہلے کر چکی تھی وہ فیصلہ یہ تھا کہ مسلم لیگ کا کوئی ممبر ملک کی دوسری پارٹی کا ممبر نہیں بن سکتا یونینسٹ پارٹی کا عقیدہ درجہ نو آبادیات اور متحدہ ہندوستان کے لئے جمہوریت پسند فیڈرل آئین حاصل کرنا ہے۔ اس پارٹی کا نصب العین صرف ایک پارٹی یعنی زمینداز کے مفاد کی حفاظت کرنا ہے برخلاف اس کے مسلم لیگ ایک جمہوری جماعت ہے جو تمام لوگوں کے مفاد کی مساوی طور پر نگہبان ہے۔

یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کا بنیادی اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس لئے مسلم لیگ کے لئے کسی حالت میں یونینسٹ پارٹی کے عقیدے پالیسی اور پروگرام کے پابند نہیں ہو سکتے۔ تمام حقائق معلوم کرنے کے بعد اس معاملے پر پارٹی کے لیڈر ملک خضر حیات خان اور پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے بہت سے ممبروں سے بات چیت کی۔ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی اصل پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے کنٹرول اور ضابطے کے تحت ہے اور اسے آل انڈیا مسلم لیگ کے قطعی فیصلوں کی تعمیل کرنا ہوتی ہے یہ معاملہ مسلم لیگ کی اندرونی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پالیسی سے تعلق رکھتا ہے اور کسی دوسرے گروپ کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں۔ لیکن ملک خضر حیات خان کے والد کے انتقال کے باعث بات چیت کے سلسلے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے یہ بھی مناسب تھا کہ پنجاب اسمبلی کے لئے ملک خضر حیات خان کی موجودگی میں بات چیت جاری رکھی جائے میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہم کسی ایسے معاہدے کے پابند نہیں جو ہماری پالیسی پروگرام یا عقیدے کے مطابق نہ ہو لہٰذا مسلم لیگ پارٹی کے جو ممبر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ یونینسٹ پارٹی کے عقیدے کے پابند ہیں ایسا نہیں کر سکتے وہ دو سیاسی پارٹیوں کے وفادار نہیں رہ سکتے سکندر جناح پیکٹ کا جہاں تک تعلق ہے اس میں یہ بات اہم ہے کہ ہم انتخابات سے پہلے یا بعد مخلوط وزارت بنائیں گے موجودہ مخلوط وزارت خاص اغراض کے پیش نظر بنائی گئی ہے یونینسٹ پارٹی کا نام یا لیبل گمراہ کن ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ یونینسٹ پارٹی کے ممبر پہلے یونینسٹ اور بعد میں مسلم لیگی ہیں۔ اس طرح وہ یونینسٹ پارٹی کے پروگرام پالیسی اور عقیدے کے پابند ہیں اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر اس پوزیشن کو منظور کر لیا جائے تو پھر یہ ماننا پڑتا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی دراصل یونینسٹ پارٹی کی تخلیق ہے نیز اس بات پر اصرار کیا جا رہا ہے کہ اگر ہم پنجاب اسمبلی میں موجودہ مسلم لیگ پارٹی کو زیادہ واضح بنیادوں پر چلانے کی کوشش کریں تو سر چھوٹو رام موجودہ مخلوط وزارت سے قطع تعلق کر لیں گے نیز ہمیں یہ بھی دھمکی دی جا رہی ہے کہ مسلم لیگ کی اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخلوط وزارت کا خاتمہ ہو جائے گا مگر میرا خیال ہے کہ اب مسلم لیگ پارٹی کے ہر ممبر کا یہ فرض ہے کہ وہ اس امر کا اعلان کرے کہ وہ یونینسٹ پارٹی کا وفادار ہے یا مسلم لیگ کا وفادار ہے ہم نے اپنے آپ کو مضبوط اور باعزت بنیادوں پر کھڑا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اگرچہ معاملہ ہماری اندرونی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس کے باوجود میں اس بارے میں مخلوط وزارت کے ایک وزیر سر چھوٹو رام سے تبادلہ خیال کیا وہ بھی اس بات پر مصر ہیں اور پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کا ہر ممبر اصولی طور پر یونینسٹ پارٹی کی پالیسی پروگرام اور عقیدے کا پابند ہے اور اسکے فیصلے اس پر لازم ہیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21اپریل1938ء

علامہ اقبال وفات پا گئے

ہمارے ہاں شاعری کو ایک رسم ورواج یا ذریعہ تفریح کی حیثیت حاصل رہی ہے لیکن اقبال شاعری کو یہ پست مقام دینے کے لئے تیار نہیں ہیں انہوں نے اس کو نہ رسماً اختیار کیا نہ پیشہ بنایا اور نہ تفریح طبع کا سامان قرار دیا۔ان کے نزدیک یہ فن لطیف ہے اور دیگر فنون لطیفہ میں اس کو ایک ارفع واعلیٰ مقام حاصل ہے۔ یہ درست بات' ہے کہ انہوں نے مرزا داغ کی شاگردی اختیار کی انہوں نے شروع شروع میں مشاعروں میں بھی شرکت کی لیکن یہ دور وہ تھا جس میں انہوں نے فن شاعری کے عروض اصولوں سے واقفیت بہم پہنچائی روزمرہ اور محاورہ کے استعمال میں مہارت حاصل کی مذاق زمانہ سے آگاہ ہوئے لیکن آہستہ آہستہ اقبال نے طبع آزمائی اور سخن وری کے اس تنگ دائرے کو خیر باد کہہ دیا۔اور حیات وکائنات کی وسعتوں اور پہنائیوں میں طائر تخیل کی پرواز کا اہتمام کیا دراصل اقبال ان عظیم شعراء کی صف میں شامل تھے جن کے نزدیک فن برائے فن بے معنی قرار پاتا ہے۔اور جو فن کو اپنے جذبات اور احساسات کے ناگزیر ذریعہ اظہار کا مرتبہ دیتے ہیں یا کسی اعلیٰ نصب العین کے حصول اور تلقین کا واسطہ قرار دیتے ہیں مثلاً اقبال کے مرشد روشن ضمیر پیر رومی ہی کو لیجئے ان کی مثنوی دانش وبصیرت کا ایک انمول خزینہ ہے لیکن فن شاعری کے بارے میں مولانا اپنے طرز عمل کا اظہار یوں کرتے ہیں

شعرمی گویم بہ از قند ونبات
من نہ دائم خصلات وفاعات

اسی طرح اردو کے عظیم شاعر میر تقی میر کو دیکھئے ان کی شاعرانہ عظمت کو پاک وہند کے بڑے بڑے شاعروں نے تسلیم کیا ہے اوران کی پیروی پر فخر کا اظہار کیا ہے وہ اپنے کلام کے بارے میں کہتے ہیں۔

ہم کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے
درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

ایک اور مقام پر کہتے ہیں۔

کیا تھا ریختہ پردہ سخن کا
وہی آخر کو ٹھہرا فن ہمارا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آیئے ذرا مرزا غالب ایسے شہرہ آفاق فن کار کی طرف انہوں نے بھی شاعری کو شہرت وعزت کے لئے نہیں اپنایا۔ سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے ان کے نزدیک شاعری ایک ایسا تقاضا ہے جو فطرت اور طبیعت کی گہرائیوں سے ابھرا ہے اور وہ لاکھ کوشش کریں اس تقاضے کو روک نہیں سکتے اس تقاضے کی تسکین صرف ایسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے افکار و جذبات کو شعر کی صورت میں پیش کریں۔

مانہ بودیم بریں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما

علامہ اقبال بھی اپنے عظیم پیش روؤں کی طرح فن برائے فن کے نظریہ کو انسانیت کے حق میں نقصان دہ ہی نہیں مہلک تصور کرتے ہیں خواجہ عبدالوحید علامہ اقبال کا ایک ملفوف نقل کرتے ہیں۔ آرٹ کے متعلق دو نظریے ہیں اول یہ کہ آرٹ کی نظر میں محض حسن کا احساس پیدا کرنا ہے دوم یہ کہ آرٹ سے انسانی زندگی کو فائدہ پہنچنا چاہئے آرٹ زندگی کے ماتحت ہے ہر چیز کو انسانی زندگی کے لئے وقف ہونا چاہئے ہر وہ آرٹ جو زندگی کے لئے وقف ہونا چاہئے ہر وہ آرٹ جو زندگی کے لئے مفید ہو اچھا اور جائز ہے جو زندگی کے خلاف ہو یعنی جس سے ہمتیں پست ہوں اور جذبات عالیہ مردہ وہ قابل نفرت ہے۔

خواجہ عبدالحمید ،،اقبال کے چند جواہر ریزے،، میں اقبال کا یہ قول فعل کرتے ہیں:

،،فن برائے فن خطرناک بلکہ مہلک ہے،،

اسی قسم کے خیالات کا اظہار اقبال نے اپنے ایک مضمون ،،رسالتماب گا ادبی تبصرہ،، میں کیا ہے۔

کمال صنعت اپنی غایت آپ ہے یہ گویا انفرادی اور اجتماعی انحطاط کا ایک عیارانہ حیلہ ہے جو اس لئے تراشا گیا ہے کہ ہم سے زندگی اور قوت دھوکہ دے کر چھین لی جائے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنی فکر کے مقابلے میں فن کو کبھی قابل وقعت خیال نہیں کیا ان کے نزدیک اصل اہمیت فکر اور پیغام کو حاصل ہے وہ شعر کی عام فنی خصوصیات پر زور دینے کی بجائے مضمون اور خیال کی ندرت بلندی پختگی اور افادیت پر توجہ دیتے ہیں۔ 20 اگست 1935ء کو سید سلیمان ندوی کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

''میں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا فن شاعری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہاں بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں۔ جن کے بیان کے لئے اس ملک کے حالات وروایات کی زد سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے ورنہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ بینی خیز ازاں مرد فرد دست
کہ برمن تہمت شعر و سخن بست

وحی کی روشنی میں پیغمبر مردہ انسانیت کو حیات نو عطا کرتا ہے اسی طرح عظیم شاعری کا نصب العین انسان کی تعمیر نو ہوتا ہے اس مقام پر آ کر شاعری شاعری نہیں رہی وارث پیغمبری بن جاتی ہے اقبال کہتے ہیں۔

شعر را مقصود اگر آدم گری ست
شاعری ہم وارث پیغمبری ست

آدم گوئی کوئی آسان کام نہیں ہے اس کا ذریعہ عرفان خودی ہے صرف اسی بنیاد پر ہر شخصیت کی مستحکم تعمیر ممکن ہے اس لئے اقبال کے نزدیک ہر وہ فن لطیف جو خودی کو نظر انداز کرتا ہے۔ رد کر دینے کے قابل ہے خواہ وہ مصوری ہو یا سنگ تراشی ہو شاعری

ے گر ہنر میں نہیں تعمیر خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری دنائے وسرود

یہی وجہ ہے کہ اقبال کی شاعری میں سب سے زیادہ زور تعمیر خودی پر دیا گیا ہے خودی کیا ہے قدیم شعر کے ہاں اس کا تصور کیا تھا اور اقبال نے اس کو کیا معانی عطا کئے ہیں اقبال کے فلسفہ خودی اور مغرب کے بعض فلسفیوں کے اسی قسم کے نظریات میں کیا کیا مشابہتیں یا اختلافی پہلو ہیں۔ اقبال کے پیغام خودی نے ہماری اجتماعی زندگی کو اس انداز سے متاثر کیا ہے ایسے سوالات ہیں جن پر اس سے قبل بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اقبال کے کلام کے حسن و جمال میں ان کے تصور خودی نے جو رنگ بھرا ہے اس کو نظر انداز کر کے ان کی شاعری کے ساتھ انصاف نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ان کے جاندار تصورات کے ساتھ ان کا کلام فنی اعتبار سے بھی بلند پایہ ہے ان کے فکری ہول پر زور دینے سے یہ مطلب اخذ کرنا جہالت کے مترادف ہوگا کہ اقبال فن شاعری سے بے بہرہ تھے اقبال نے میر حسن ایسے جید اور مستند عالم سے شعر و ادب کی تحصیل کی جگت استاد نواب مرزا داغ سے اصلاح لی لاہور کی ثقہ علمی و ادبی محفلوں میں شرکت کی مشرق و مغرب کے مسلم الثبوت اور عظیم شاعروں کے دراوین کا مطالعہ کیا اس سب چیزوں نے مل کر ان کی فطری صلاحیتوں کو خوب جلا بخشی اور آہستہ آہستہ آپ ایک وطن پرست شاعر کے مرتبے سے بلند ہو کر شاعر مشرق کے لقب سے سرفراز ہوئے آپ کے ہمعصر مشاہیر علم و ادب نے آپ کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کیا بیرون ملک آپکے فکر و فن کو قدر و منزل کی نگاہ سے دیکھا گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض معمولی نقائص کے باوجود اقبال نے شاعری کو فکر و تخیل کا جو بیش قرار سرمایہ تفویض کیا ہے اس کی مثال تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اقبال نے شاعری کو نئے مضامین نئے تخیلات اور نئے اسالیب سے روشناس کرایا ہے۔ نئے الفاظ و تراکیب اور اصطلاحات کو رواج دیا پرانی اصطلاحات کو نئے معانی عطا کئے ہیں اور علامات و رموز کے مفاہیم کو جدت و وسعت بخشی اس اعتبار سے اقبال کی شاعری ایک معجزہ فن دکھلائی دیتی ہے اور ان کی شخصیت فطرت کا ایک اثاثہ ہے۔ آپ کو بجا طور پر پاکستان کا قومی شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ پاکستان کے قومی شاعر علامہ اقبال 21 اپریل 1938ء کو انتقال کر گئے ان کا مزار بادشاہی مسجد لاہور کے صدر دروازے کے باہر ہے ان کی شاعری کے مجموعے بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، اسرار خودی، رموز بے خودی پیام مشرق اور زبور عجم شامل ہیں۔

10 جون 1938ء

مسلمان مسجد شہید گنج کا مقدمہ ہار گئے

مسجد شہید گنج کس نے تعمیر کی اس کی نسبت دو آرائیں ہیں ایک روایت کے مطابق 1722ء میں ایک مغلیہ درباری فلک بیگ نے موجودہ نولکھا بازار کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی جس کے ساتھ ایک باغیچہ اور ایک کنواں بھی تھا مسجد کا متولی ایک شخص دین محمد کو مقرر کیا گیا تھا دوسری روایت کے مطابق شاہجہان کے عہد میں ایک شخص عبداللہ خان نے یہ مسجد تعمیر کرائی تھی یہ شخص داراشکوہ کا خانساماں تھا اور آقائے نامدار کی مہربانی سے لاہور کا کوتوال بن گیا تھا۔ سکھوں کے عہد تک اس مسجد میں باقاعدہ نماز ہوتی رہی مسجد سے ملحق بعد میں ایک گردوارہ بھی تعمیر کر دیا گیا اس جگہ کو گنج شہیداں یا شہید گنج کا نام دیا گیا۔ اسی نسبت سے یہ مسجد شہید گنج اور گوردوارہ شہید گنج کہلاتے تھے۔

سکھوں کے عہد میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی توہین کی جاتی جس میں سرفہرست بادشاہی مسجد میں گھوڑوں کا اصطبل بنایا گیا اور مسجد شہید گنج میں کوڑا کرکٹ بھر دیا گیا سکھوں کی عملداری 87 سال تک رہی 1874ء میں انگریزوں نے پنجاب فتح کیا اور انگریزوں کی حکومت میں کسی مسجد کی واگزاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک خبر نے مسلمانوں میں ہیجان پیدا کر دیا کہ سکھوں نے مسجد شہید گنج پر قبضہ کر کے مسجد کو شہید کرنے کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروگرام بنایا ہے۔ مسلمانوں نے گردوارہ کے سامنے مظاہرہ بھی کیا۔ گوردوارہ کو خطرہ میں دیکھ کر سکھ جتھے بھی لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔ ڈپٹی کمشنر پرتاپ سنگھ نے اعلان کیا کہ مسجد اور گوردوارہ دونوں اس وقت تک محفوظ ہیں اور افسران مجاز ان کی حفاظت کا انتظام کر رہے ہیں بدامنی اور غنڈہ گردی کی ہر کوشش کو دبا دیا جائے گا۔ کانگرسی لیڈروں کی کوشش کے باوجود حالات نہ سدھر سکے۔ سکھ جتھے بدستور لاہور پہنچ رہے تھے۔ سکھوں کے ایک خفیہ اجلاس میں لاہور کے سردار مہتاب سنگھ نے اپنی طرف سے ایک لاکھ روپیہ ایک ہزار سیوہ دار ایک ہزار بوری آٹا کی پیش کش کی تاکہ لاہور میں سکھ باقاعدہ ایک مورچہ لگا سکیں۔

دوسری طرف مسلمان عوام تھے ان کے پاس صرف ایک جان تھی وہ جسے لے کر میدان میں اترے اسی شام مسلمانوں کا ایک جلوس دہلی دروازہ کی طرف سے شہید گنج کی طرف پیش قدمی کرنے لگا نریندر سنگھ سٹی مجسٹریٹ نے اس کا راستہ روکا مگر مسلمان بڑھتے گئے آخر ڈپٹی مجسٹریٹ کو لاٹھی چارج کرانا پڑا۔

اب کچھ امن پسند لیڈروں کی کوشش سے سکھوں اور مسلمانوں کے قائدین کی مشترکہ میٹنگ ہوئی مسلمانوں کی طرف سے مولانا ظفر علی خان سید حبیب ایڈیٹر سیاست مولانا داؤد غزنوی مرحومین میاں امیر الدین صاحب رئیس لاہور اور سکھوں کی طرف سے ماسٹر تارا سنگھ، سردار ایشر سنگھ جھیل گیانی کرکھ سنگ مسافر اور سردار منگل سنگھ ایم ایل اے شامل ہوئے مذاکرات دوستانہ ماحول میں ہوئے اور سکھوں نے مسلمانوں کو اپنے کم از کم مطالبات پیش کرنے کے لئے کہا۔

اسی شام برکت علی محمڈن ہال میں زیر صدارت میاں عبدالعزیز بار ایٹ لا مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا یہاں مطالبہ کیا گیا کہ مسجد کو واگزار کیا جائے اور گوردوارے اور مسجد کے درمیان ایک فٹ کا فاصلہ چھوڑ دیا جائے اگلے روز تین ہزار مسلمانوں کا جلوس مسجد شہید گنج سے تقریباً 100 گز کے فاصلہ تک پہنچ گیا جس کو پھر تشدد سے منتشر کیا گیا اس روز سکھوں کا ایک جتھہ چار ہزار افراد پر مشتمل لاہور پہنچا اس میں عورتیں بھی شامل تھیں موچی دروازے کے باہر 25 ہزار مسلمانوں کا ایک اجتماع ہوا جس میں شعلہ بیان مقررین نے خوب خوب تقریریں کیں۔

امن عامہ کی صورت حال تشویشناک دیکھ کر شہر میں فوج بلا لی گئی 2 جنوری 1935ء کو گورنر پنجاب SIREMERSON سر ایمرسن جن کو مولانا عبدالمجید سالک صاحب نے بعد میں امر سنگھ کا خطاب دیا تھا۔ لاہور پہنچا آتے ہی دونوں فریقوں کے نمائندگان سے مذاکرات شروع کر دیے مگر نتیجہ نہ نکلا اس عرصہ میں محکمہ اطلاعات کے ذریعے حکومت پنجاب نے ایک مرتبہ پھر مسجد شہید گنج کے گرائے جانے کی خبر کی تردید کی۔ 8 جولائی 1935ء کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ سکھوں کے ایک اجلاس کے فیصلہ کے مطابق سکھوں نے رات کے وقت مسجد شہید گنج کو گرانا شروع کر دیا تھا۔ جس کے لئے پہلے سے ہی سامان اکٹھا کیا جا چکا تھا حکومت کو جونہی اس بات کا پتہ چلا تو اس نے بھی ضروری اقدامات کروائے تھے اور وہ اقدامات کیا تھے یہی کہ مسجد کو جانیوالے تمام راستوں پر فوج بٹھا دی گئی اور فضا میں فوجی طیارے اڑتے رہے جس کے سائے تلے بیٹھ سکھ نہایت اطمینان سے مسجد گراتے رہے اب حکومت پنجاب یعنی امر سنگھ (ایمرسن) نے یہ عذر گناہ بدتر از گناہ شائع کیا۔

''حکومت کے لئے سکھوں کو ان کے قانونی حق سے روکنا ممکن نہ تھا لہٰذا خونریزی سے بچانے کے لئے مسلمانوں کو روکنا ضروری تھا۔ اس دن 11 بجے مسلمانوں کا ایک جلوس مسجد شہید گنج کی طرف بڑھا جس کو لاٹھی چارج کے ذریعے منتشر کیا گیا،، اسی روز حکومت نے ایک اور اعلان جاری کیا ،،حکومت کو سخت افسوس ہے کہ سکھوں نے اس موقعہ پر ایسا طرز عمل اختیار کیا جس سے مصالحت کے تمام دروازے بند ہو گئے اور یوں اک نازک صورت حال پیدا ہو گئی،،۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ صرف چھ روز پہلے ڈپٹی کمشنر لاہور نے اعلان کیا تھا کہ مسجد اور گوردوارے محفوظ تھے اور ان کی حفاظت کا پورا پورا انتظام نافذ کر دیا گیا تھا مگر دوسری طرف سکھوں کو اطمینان سے مسجد شہید کرنے کی مہلت دی گئی تو ان کا حکومت کے وعدوں پر کوئی اعتبار نہ رہا چنانچہ ان کو یقین ہو گیا کہ مسجد شہید گنج کی مسماری میں گورنر پنجاب ایمرسن عرف امر سنگھ کا ہاتھ تھا۔ مسلمانوں کے اس یقین کی تردید کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو اطلاع روانہ کی کہ یہ خیال کہ سکھوں کو حکومت کی جانب سے مسجد شہید گنج کی مسماری میں کوئی تائید حاصل تھی غلط ہے اور بے بنیاد ہے حکومت سکھوں کو اخلاقی طور پر اس بات کا ذمہ دار قرار دیتی ہے۔ حکومت نے سکھوں کو اخلاقی طور پر مسجد گرانے کا ذمہ دار قرار دیا لیکن مسلمان ایمرسن گورنر پنجاب کو اخلاقی طور پر اس بات کا ذمہ قرار دے رہے تھے کیونکہ جب تک ایک سکھ ڈپٹی کمشنر ایس پرتاپ امن عامہ کا ذمہ دار رہا مسجد محفوظ رہی لیکن جونہی صوبے کا اعلیٰ ترین سربراہ ایک برطانوی افسر موقعہ پر پہنچا تو مسجد شہید کر دی گئی ان حقائق کے باوجود 17 جولائی کو پنجاب اسمبلی میں گورنر نے اعلان کیا:

''ڈپٹی کمشنر لاہور نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا کہ مسجد کسی حالت میں نہیں گرائی جائے گی اس نے صرف یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس وقت تک مسجد کو بچائے رکھیں گے جب تک حکومت قانونی پہلو کا مطالعہ نہیں کر لیتی اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا'' مسلمانوں نے جب یہ بیان پڑھا تو حالات زیادہ بگڑ گئے مسلمانوں اور سکھوں پر اکے دکے حملے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع ہو گئے۔ حقیقت یہ تھی بلکہ اس کو مسلمانوں کی بدقسمتی کہنا چاہیے۔ کہ اس وقت تک مسلمان کوئی متفقہ لائحہ عمل تجویز نہ کر سکے تھے ملک کی مختلف سیاسی بازی گر جماعتیں کوئی مشترکہ پروگرام نہیں بنا سکیں عوام شتر بے مہار کی طرح جوش میں خانہ خدا کی طرف بدنظمی سے بڑھ رہے تھے۔

پنجاب کی وزارت میں اس وقت دو مسلمان وزیروں ایک ملک فیروز خان نون دوسرے نواب مظفر خان خود کو خانہ خدا کے لئے فریق بن کر اپنی وزارت کا بار ڈالنا ایک خلاف مصلحت خیال کرتے تھے ان کے خیال میں چند مربع گز کے چھن جانے سے اسلام خطرے میں نہیں پڑ سکتا یوں بھی یہ دونوں حضرات انگریز کے بہت نیاز مند تھے نواب مظفر خان تو سکھوں کو چاہتے بھی تھے صرف چند دن قبل ان کو سکھوں کی طرف سے سر دیا (یعنی قیادت) بھی مل چکا تھا چنانچہ وہ سینکڑوں سال پرانی گری ہوئی مسجد کے لئے سکھوں سے اپنے دوستانہ تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے تھے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے اپنی کتاب ڈاکٹر اقبال کے آخری دو سال میں ایک واقعہ درج کیا ہے جو یوں ہے۔ "ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف لاہور کے مسلمانوں میں پھر اضطراب پھیلا اور جلوس نکلنے لگے تو سر سکندر نے نواب ممدوٹ ذیبر شاہ نواز نواب مظفر خان اور غالباً میاں امیر الدین کو ڈاکٹر اقبال کے ہاں بھیجا کہ وہ یعنی ڈاکٹر اقبال ایک بیان دیں کہ ابھی پریوی کونسل کا مرحلہ باقی ہے اس لئے مسلمان مضطرب نہ ہوں۔

میاں امیر الدین اور نواب ممدوٹ پہلے پہنچ گئے اور تمہید باندھنی شروع کی اسی اثنا میں نواب مظفر خان کی موٹر کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہوئی ڈاکٹر صاحب اپنی خواب گاہ میں چلے گئے اور سید نذیر نیازی کو کہا نواب مظفر خان بیس سال بعد میرے مکان پر آیا ہے مسجد اس نے خود گرائی ہے اور اب مجھ سے بیان دلوانا چاہتا ہے۔ اور پھر فرمایا جب تک یہ شخص بیٹھا ہے میں باہر نہیں جاؤں گا سید نذیر نیازی نے نواب ممدوٹ کے کان میں یہ پیغام دیا جس پر یہ لوگ واپس چلے گئے۔

جہاں تک مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں کا تعلق تھا مجلس احرار ان دنوں عوام میں زیادہ مقبول تھی لیکن احرار نے اس تحریک سے اس لئے علیحدگی اختیار کر لی کہ اس کی قیادت احرار کی بجائے مولانا ظفر علی خاں کے ہاتھ میں جا چکی تھی۔ مسجد شہید گنج کی تحریک میں انجام جو ہوا سو ہوا لیکن اس نے مجلس احرار کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جولائی 1935ء کی ایک گرم شام کو مجلس احرار غیر طبعی موت مر گئی۔

اب ایک نئی سیاسی جماعت ابھری نیلی پوش جس کی قیادت مولانا ظفر علی اور سید حبیب ایڈیٹر روزنامہ سیاست کے ہاتھوں میں تھی۔ ہزاروں نیلی پوش نوجوان دن بھر مسجد شہید گنج کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے اور پٹتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتے۔ انہی دنوں مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لئے حکومت نے مسجد شاہ چراغ (واقع ہائی کورٹ لاہور) واگزار کر کے مسلمانوں کو دے دی مگر مسجد شہید گنج نہ بچ سکی۔

14 جولائی کو مولانا ظفر علی خان سید حبیب ملک لال خاں ملک لال دین قیصر میاں فیروز الدین احمد کو لاہور بدر کر دیا گیا 16 جولائی کو لاہور میں دفعہ 144 لگا دی گئی 19 جولائی کو شاہی مسجد میں عظیم الشان اجتماع ہوا جس میں مسلمان شعلہ بیان مقررین نے ایک بار پھر شعلہ بار تقاریر کیں۔ چند دن بعد مسلمانوں نے ہر قیمت پر شہید گنج مسجد تک پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر گورا فوج نے گولی چلا دی حالات اور بگڑ گئے اور گولیاں چلتی رہی مسلمان گولیوں کی بارش میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہے۔ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے سینے تانے بڑھتے گولی کھا کر گرتے پھر اٹھتے بڑھتے تا آنکہ شہید ہو جاتے۔ ان سرفروشوں نے گولیاں چھاتی پر کھائیں پشت پر نہیں ایک علم بردار گرتا تو دوسرا علم کو تھام لیتا اور یوں ایک ایک گرتے رہے عوامی لیڈر لاہور سے جا چکے تھے۔

پنجاب کا مسلمان وزیر سر فضل حسین ایبٹ آباد میں بیمار پڑا تھا مسلمان وزراء اپنی قوم کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ کونسلوں کے مسلمان ممبران خدا کے گھر کے بجائے گورنمنٹ ہاؤس کی چوکھٹ پر سجدہ کرنا زیادہ بہتر سمجھتے تھے چنانچہ مسجد شہید گنج کی خونی تحریک بغیر کسی لیڈر کے غیر منظم طریق پر چلتی رہی اور مسلمان نوجوان جان کی قربانی دیتے رہے۔

اس مرحلے پر ضلع سیالکوٹ کے مشہور دینی پیشوا پیر جماعت علی شاہ صاحب نے معلوم نہیں کیونکر تحریک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا انہیں دنوں حکومت نے سکھوں کی کرپان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو بغیر لائسنس تلوار رکھنے کی اجازت دے دی جب کرپانوں اور تلواروں کی نمائش ہوئی تو خون ریزی قدرتی امر تھا۔

پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پاس بھی مسجد شہید گنج کی واگزاری کا کوئی واضح پروگرام نہیں تھا چنانچہ ان کی قیادت بھی تحریک کو منظم نہ بنا سکی لہٰذا کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا مسلمان بیک وقت دو طاقتوں سے نبرد آزما تھے ایک حکومت دوسرے سکھ جو خاصہ مشکل کام تھا۔ اس خونین دور میں اچانک ایک نئی سیاسی شخصیت ابھری لاہور کے ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹر ایٹ لا غالباً حکومت کے ایما پر ڈاکٹر عالم نے قانون کا سہارا لینے کا مشورہ پیر جماعت علی شاہ کو دیا اوران کو یقین دلایا کہ وہ قانون کے ذریعہ سے مسجد شہید گنج واپس لے سکتے ہیں اس سے مسلمانوں کے لئے روشنی کی ایک کرن پیدا ہوگئی۔

یہ دور بھی عجیب دور تھا بعض موقعہ شناسوں نے دولت سے ہاتھ رنگے بعض نے سیاست میں نام پیدا کیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کو سیاسی موت نصیب ہوئی۔30 اکتوبر 1935ء کو لاہور کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج مسٹر سیل (Sale) کی عدالت میں مسجد شہید گنج بطور دعویدار پیش ہوئی اس کے ساتھ ہی تیرہ مسلمان بھی شامل تھے جن میں پردہ نشین خواتین اور بچے بھی شامل تھے وہ مسجد میں حق نماز حاصل کرنے کے دعویدار تھے مسجد قانونی شخصیت کی حیثیت سے بطور ایک فرد کے مدعیہ نہیں تھی مسلمانوں نے قبضہ کے مسئلہ کو نظر انداز کر دیا تھا کیوں کہ یہ معاملہ طے شدہ تھا مسلمانوں کا دعوے یہ تھا ایک مسجد وقف ملک ہوتی ہے جو صرف عبادت خدا کے لئے مخصوص کر دی جاتی ہے لہٰذا اسے قانون محمدی MOHAMMADAN LAW کے مطابق اسلامی طریقہ عبادت کے سوا اور کسی مصرف میں نہیں لایا جا سکتا اس لئے مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہونے کے مسجد شہید گنج کے اندر نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔لہٰذا

(1) مدعا علیہان یعنی سکھ مسجد کے اس تقدس کی بنا پر اس کے برعکس اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔

(2) مسجد شہید گنج جو شب درمیان 7/8 جولائی 1935ء کو شہید کر دی گئی تھی مدعا علیہان دوبارہ تعمیر کریں۔مقدمہ چلا شہادتیں اور وکلا کی بحثیں ہوئی 4 مارچ 1937ء کو سیشن جج نے اپنا فیصلہ سنا دیا مسلمان ایک مرتبہ پھر شکست کھا گئے پیر جماعت علی شاہ صاحب حج پر تشریف لے گئے ان کے بعد یہ تحریک نوجوانوں کے ہاتھوں میں چلی گئی جنھوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر شاہی مسجد بنا کر سول نافرمانی جاری رکھی اس مرحلہ پر قائداعظم لاہور تشریف لائے مذاکرات ہوئے مسلمان قیدی رہا کر دیئے گئے۔

قائداعظم مسلمانوں کی گذارش پر تشریف لائے تھے ان کی بہت عزت کی گئی۔دیال سنگھ کالج یونین نے اپنے جلسہ میں حضرت قائداعظم کو دعوت دی پروفیسر لاجپت رائے نیر نے تقریر میں حضرت قائداعظم کا شاندار الفاظ میں خیر مقدم کیا اس کے بعد سردار سورن سنگھ اور سردار بعل سنگھ نے بھی تقریریں کیں فضا خوشگوار ہوتی نظر آئی چنانچہ قائداعظم نے ایک مصالحتی بورڈ کی تشکیل کی جو یوں تھی۔علامہ اقبال، مولوی عبدالقادر قصوری، میاں عبدالعزیز بارایٹ لا، راجہ فیروز ناتھ پنڈت، نانک چندناز، سردار بوٹا سنگھ، ایڈووکیٹ سردار اجل سنگھ، سردار سورن سنگھ اور میاں احمد یار دولتانہ کو داعی کنیونیز مقرر کیا گیا۔

1936-1937 کے انتخابات میں مسجد شہید گنج کے مسئلہ کو بے حد اہمیت حاصل رہی رسوائے زمانہ یونینسٹ پارٹی کے کئی ممبروں نے مسجد کی واپسی کے وعدے پر مسلمانوں سے ووٹ حاصل کئے ان میں سرفہرست ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹرایٹ لا تھے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے چنانچہ وہ کامیاب ہو گئے مگر فوراً بعد ہی ڈاکٹر عالم کانگریس کی آغوش میں چلے گئے اس پر زندہ دلان لاہور نے ڈاکٹر عالم کا نام ڈاکٹر لوٹا رکھ دیا تا مرگ وہ شخص اسی نام سے پکارا جاتا رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈسٹرکٹ جج کے فیصلہ کے خلاف مسلمانوں نے ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی چنانچہ 19 نومبر 1937ء کو مسجد شہید گنج کا مقدمہ ہائی کورٹ کے فل بنچ کے روبرو پیش ہوا جس میں چیف جسٹس ہائی کورٹ جسٹس، ینگ جسٹس بھڈے ہندو اور جسٹس دین محمد مسلمان شامل تھے۔ کمرہ عدالت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا سکھوں کی طرف سے رائے بہادر اور سردار ہرنام سنگھ پیروی کرتے تھے جبکہ مسلمانوں کی طرف سے ملک برکت علی اور ڈاکٹر عالم پیش ہوئے۔ ڈاکٹر عالم خود کو بیرسٹر ہونے کی وجہ سے ملک برکت علی سے سینئر ظاہر کرتے تھے حالانکہ ان کی کانگرس میں شمولیت کی وجہ سے مسلمان ان کی طرف سے بدظن ہو چکے تھے اور اکثر مدعیان نے اپنے وکالت نامے بحق ڈاکٹر عالم منسوخ کر دیئے تھے۔

چیف جسٹس ینگ نے مقدمہ کی سماعت سے پہلے فریقین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو متنازعہ مقام کی حد بندی کر کے ہمیشہ کے لئے ایک یادگار کی حیثیت سے رہنے دیا جائے تاکہ دونوں قوموں میں رواداری کی ایک مثالی قائم ہو جائے، مگر اس احسن رائے کو کسی فریق نے قبول نہ کیا تین دن تک فریقین اپنے دلائل پیش کرتے رہے اس کے بعد بنچ نے چند نئی تنقیحات نکال کر فریقین کو ان پر بحث کرنے کے لئے کہا خان غلام رسول خان وکیل جو مسلم لیگ ڈاکٹر اقبال گروپ کے سیکرٹری تھے نے ان تنقیحات کی نسبت حضرت قائداعظم کی خدمت میں خط لکھا اور کرسمس کی تعطیلات کے موقعہ پر ملک برکت علی اور برادر قوم ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ یعنی قائداعظم خود مقدمہ کی پیروی فرمائیں حضرت قائداعظم نے جواب دیا کہ وہ اس سے پہلے ایک ثالث کی حیثیت سے لاہور گئے تھے اس حیثیت سے سکھوں اور ہندوؤں نے بھی ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا تھا اب اس مقدمہ میں ایک فریق کا وکیل بن کر عدالت میں پیش ہونا مناسب معلوم نہیں ہوتا بہرحال قائداعظم نے اسی وقت ایک انگریز وکیل کولٹ مین جو بمبئی کے نواح میں رہتا تھا بلایا مقدمہ کے کوائف واضح کر کے اس کو مقدمہ کی پیروی پر مامور کر کے لاہور بھیج دیا۔

10 جون کو دوبارہ بحث شروع ہوئی بحث ختم ہونے کے بعد عدالت نے فیصلہ محفوظ رکھا جو چند دن بعد سنا دیا گیا تینوں ججوں نے علیحدہ علیحدہ فیصلے لکھے تھے چیف جسٹس ینگ نے لکھا۔ (1) کوئی عبادت گاہ جن کو رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے وقف کیا گیا ہو قانون اس کی صورت بدل سکتا ہے (2) مسجد جو بطور مدعیہ بنی ہوئی ہے ایک ایسی شخصیت ہے جو کسی خارجی قبضہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی یہ قانونی شخصیت ایک افسانوی ہستی سے زیادہ نہ تھی۔ (3) اگر مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی تو مسلمانوں کے کئی معبد اور مسجدیں غیر مسلموں کے حوالے کرنی پڑیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی جو مغلوں کے زمانے میں مسجدوں میں تبدیل کر دیئے گئے تھے اور یوں خطرناک صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ جسٹس ینگ کا یہ فیصلہ قانونی نہیں سیاسی تھا جسٹس بھارڑے نے قدرتی طور پر مسلمانوں کے تمام مطالبات رد کر دیئے جسٹس دین محمد نے مسلمانوں کے تمام مطالبات تسلیم کر لیئے۔

اس وقت یہ بات مشہور ہوگئی کہ جسٹس ینگ نے جسٹس دین محمد کو کہا تھا کہ وہ یعنی جسٹس دین محمد اس کا ہم خیال ہو کر اپنا فیصلہ لکھے تو جسٹس ینگ مسلمانوں کے حق نماز اندرون مسجد شہید گنج تسلیم کر لے گا۔ جب ایمرسن عرف امر سنگھ جس نے مسجد شہید کروائی تھی کو چال کا پتہ چلا تو چیف جسٹس ینگ کو مجبور کیا کہ وہ مسلمانوں کے تمام مطالبات رد کر دے جسٹس دین محمد کو جب گورنر ایمرسن کی دخل اندازی کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا معرکہ آرا فیصلہ لکھتے ہوئے مسلمانوں کے تمام مطالبات تسلیم کر لئے مگر اکثریت کا فیصلہ مسلمانوں کے خلاف تھا لہٰذا مسلمان ہائی کورٹ میں بھی ناکام رہے۔

جسٹس دین محمد نے اپنے فیصلے میں لکھا۔

''مسجد ہمیشہ مسجد رہتی ہے اس کو کبھی تجارتی حیثیت نہیں دی جا سکتی چنانچہ وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی ہے لہٰذا اس پر کسی کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا اس طرح مسلمانوں کے حقوق اور فرائض جو اس مسجد سے وابستہ ہیں وہ وقت کے ساتھ متاثر نہیں ہو سکتے مثلاً حق نماز جو مسلمانوں کا حق ہے''۔ مگر مسلمان مقدمہ ہار چکے تھے اس فیصلہ نے پنجاب کے مسلمانوں میں ہیجان پیدا کر دیا اور صورت حال پھر بگڑتی نظر آئی اس پر 20 جنوری کو آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں ہوا تھا کہ ہائیکورٹ لاہور کے فیصلے سے جو تشویشناک صورت حال پیدا ہوگئی تھی اس پر غور کیا جائے چوہدری خلیق الرحمان اور راجہ محمود آباد کی رائے تھی کہ سکندر حیات وزیر اعلے کو مستعفی ہو جانا چاہیئے مگر نواب زادہ لیاقت علی خان اور دولتانہ کی رائے اس کے کی خلاف تھی۔

یونینسٹ پارٹی کے کئی مسلمان ممبران ہائیکورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف مسلمانوں کے رد عمل سے ہراساں تھے چنانچہ انہوں نے سر سکندر پر زور دیا کہ کوئی فیصلہ کیا جائے علامہ اقبال مرحوم کی ہدایت پر ملک برکت علی نے تحفظ مساجد کا ایک بل پاس کیا جو وہ صوبائی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے تھے وہ بل یہ تھا۔

''ہر گاہ کہ اس قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں جن مساجد کو شرع محمدی کے تحت باضابطہ وقف قرار دیا جا چکا ہے ان پر شرع محمدی کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے یا اس ضمن میں دعوی کیا گیا ہے کہ بارہ سال کے قبضہ مخالفانہ کے بعد مسجد بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہر گاہ کہ ضروری ہے کہ اس نوع کے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے اور قانون کی وضاحت کی جائے لہٰذا اس تحریر کے ذریعے مندرذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

(1) ایکٹ کا نام تحفظ مساجد اسلامی پنجاب ایکٹ1938ء ہوگا (2) الف یہ ایکٹ صوبہ پنجاب میں فوراً نافذ کیا جائے گا اور یہ موثر بہ ماضی ہوگا جو تمام قسم کے مقدمات پر حاوی ہوگا مثلاً دعوے اور دوسری جملہ کارروائیوں پر خواہ ان کا فیصلہ ہو چکا ہو یا زیر تحقیقات ہوں۔

(ب) اگر اس ایکٹ کے وضع ہونے سے پہلے کسی مقدمہ کا فیصلہ ہو چکا ہو اور وہ فیصلہ اس ایکٹ کی دفعات کی خلاف ورزی کرتا ہو تو ایسا فیصلہ کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ ایسا فیصلہ اس ایکٹ کی دفعات کو کسی طرح سے قطعہ یا کمزور نہیں کریگا۔

(د) قطع نظر اس کے پنجاب کے موجودہ رائج الوقت قانون یا ایکٹ میں کوئی بات اس رو کے خلاف درج ہے ایک اسلامی مسجد جسے شرع محمدی کے تحت باقاعدہ وقف قرار دیا جا چکا ہو جو اپنی حیثیت برقرار رہے گی خواہ اس کا متولی قابض یا محافظ یا کوئی شخص ہی کیوں نہ ہو اور شخصیتی مذکور کا قبضہ کسی نوعیت کا کیوں نہ ہو اپنے جملہ حقوق واجبات کے لئے مسجد پر ہر حالت میں صرف شرع محمد کا اطلاق ہوگا بلالحاظ اس کے کہ عدالتی کارروائی میں جہاں مسجد کی حیثیت زیر بحث ہے فریقین کی نوعیت کیا ہے۔

(2) تشریح ایک اسلامی مسجد شرع محمدی کے تحت وقف قرار دیئے جانے کے بعد عام انسانی ضروریات سے الگ کردی جاتی ہے اور اسے سراسر اور کلیہ خدائے ذوالجلال کی عمارت کے لئے وقف کردیا جاتا ہے۔ اس پر لفظ جائیداد ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا جن معنوں میں یہ مروجہ قانون میں مستعمل ہے بجز اس کے کہ

(الف) حق شفع کی روسے قانون رائج الوقت کے تحت جائیداد حاصل کی جائے۔

(ب) قانون فوجداری کی غرض کے لئے جس میں تعزیزات ہند اور ضابطہ فوجداری دونوں شامل ہیں۔

(د) شرع محمدی کے تحت ایک مسجد جسے خانہ خدا کے طور پر وقف کیا جا چکا ہو ہمیشہ مسجد رہتی ہے اور اس کی حرمت اور تقدس تاقیامت برقرار رہتا ہے۔ ہرگاہ اس مسجد کا متولی کوئی شخص کیوں نہ ہو اور اس کا قبضہ کسی نوعیت کا کیوں نہ ہو لیکن ازبس کہ قانون مقابر پنجاب کو بشمول پنجاب کے ایکٹ کے شرع محمدی کے اس حصہ میں ترمیم اور تبدیلی کردی گئی ہے لہٰذا قانون قبضہ مخالفانہ کے تحت ایک مسجد بارہ سال کے قبضہ مخالفانہ کے بعد اپنی مقدس قیمت کھو رہی ہے اور عام دنیاوی جائیداد کی مانند اس شخص کی ملکیت ہو جاتی ہے جو بارہ سال سے اس پر قابض آرہا ہے اور وہ شخص اس مسجد کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر غرض کے لئے استعمال کرنے کا مجاز ہوتا ہے خواہ اس کی غرض انتہائی ناپاک کیوں نہ ہو۔اس بل کے علاوہ نو مسلم بیر سٹر خاں لطیف گابا نے بھی ایک بل مرتب کیا جو گابا نے سر سکندر کے کہنے پر واپس لے لیا۔

اس وقت پنجاب کے صوبے کے وزیر اعظم سر سکندر حیات تھے مسجد شہید گنج کے مسئلے پر ان کے کئی مسلمان ساتھی یعنی یونینسٹ کے مسلمان ممبران عام مسلمانوں کے ہم خیال تھے وہ چاہتے تھے کہ سر سکندر حیات اس معاملہ میں مسلمانوں کی امداد کریں چنانچہ سر سکندر نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ گورنر سے مسجدوں کے تحفظ کے لئے کوئی قانون بنانے کے لئے کہیں گے اور اگر گورنر نہ مانا تو وہ اور تمام مسلمان ممبران کونسل سے استعفٰی دے دیں گے سر سکندر نے اس غرض کے لئے تمام مسلمان ممبران کونسل سے استعفے لے کر اپنی جیب میں رکھ لئے۔

ملک برکت علی کے بل کی حمایت میں بھی یونی نیسٹ پارٹی کے تقریباً 81 ممبران تھے اور پھر ہائیکورٹ کے فیصلے پر عام مسلمانوں میں سخت بے چینی پھیلی ہوئی تھی جس سے سر سکندر خائف تھے آہستہ آہستہ سر سکندر نے کونسل کے مسلمان ممبران کو کچھ تحریض ترغیب کے ذریعہ اور کچھ گورنر کے ڈنڈے سے اپنا ہم خیال بنالیا چنانچہ وزیر اعلیٰ پنجاب سر سکندر حیات نے جو خود کو مسلمان کہتا تھا بڑی ڈھٹائی سے صوبائی کونسل قانون ساز میں تقریر کرتے ہوئے ملک برکت علی کے پیش کردہ بل کے متعلق کہا۔

"عدالت عالیہ کے فیصلے کے خلاف مسلمانوں میں جوش پیدا ہوا ہے اور یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ اس سلسلہ میں پوری کونسل یا کسی نئے قانون کے نفاذ سے حالات ٹھیک ہو سکتے ہیں اگر گورنر پنجاب ملک برکت علی کے بل کو کونسل میں پیش کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو پھر باقی صوبوں میں بھی ایسے بل پیش ہو سکتے ہیں کہ کئی عبادت گاہوں اور معبدوں کہ غیر مسلموں کے حق میں واگزار کر دیا جائے کیونکہ یہ پہلے غیر مسلموں کے قبضہ میں تھے پنجاب کے اس ایکٹ کی مثال کی موجودگی میں ان سے انکار نہیں کیا جاسکے گا۔

جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ملک برکت علی کا مل مسجد کو واگذار تو نہیں کرا سکے گا بلکہ اس سے تلخی بڑھے گی اور کسی مصالحانہ فیصلے کے تمام امکانات ختم ہو جائیں گے یہ صورت حال صوبہ پنجاب کے کسی بہی خواہ کے لئے خوشی کی نہیں ہوگی ملک برکت علی اور ان کے دوستوں نے بل کی حمایت کرتے ہوئے عوام کے سامنے یہ پہلو نہیں رکھا کہ اس پر ٹھنڈے دل اور سکون سے غور کرنے کی ضرورت ہے میں نے کئی مسلمان لیڈروں سے بات کی ہے باوجود مسجد کی واگزاری کی شدید خواہش کے وہ لوگ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بل کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ اس سے دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان آئندہ پیش آنے والی مشکلات پر اگر غور کریں تو اس مسئلہ کا کوئی آبرومندانہ حل تلاش کیا جا سکتا ہے لہٰذا میں نے اپنے شرکاء کار کی پوری رضامندی کے ساتھ گورنر کو مسجد شہید گنج کے مسئلہ پر ہر طرف پھیلی ہوئی بے چینی سے آگاہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی میں نے اس کو یہ بھی بتلا دیا ہے کہ موجودہ صورت حالات میں ملک برکت علی کے بل کو کونسل میں پیش کرنے کی سفارش نہیں کروں گا۔

میں یہاں بتلا دینا چاہتا ہوں ہمارا فیصلہ فرض شناسی پر مبنی ہے میں ساتھ ہی یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ اگر مسلمان ممبران کی اکثریت نے ہمارے اس فیصلے کے خلاف رائے دیدی تو میں اور میرے رفیق وزراء وزارت سے استعفے دیدینگے۔ہم اس بات پر بھی مستعفی ہو جائیں گے اگر ہمارے استعفے دے دینے سے مسجد شہید گنج کی واگزاری یقینی ہو جائے گی۔اپنے مسلمان اور سکھ بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر فریقین مصالحت کرنے میں ناکام رہے تو موجودہ حکومت اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی''۔

سر سکندر کی تقریر ختم ہوئی تو ایک سوچی سمجھی ہوئی سازش کے تحت اس مسلمان ممبر نے فوراً سر سکندر حیات کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کر دی ملک برکت علی چلاتے رہے کہ ایسی تحریک پیش کرنے کا وہ وقت نہ تھا مگر اکثریت نے اس تحریک کو رد کرتے ہوئے سر سکندر حیات اور اس کی حکومت پر مکمل اعتماد کا ووٹ منظور کر دیا۔

یکم ستمبر 1939ء

دوسری عالمگیر جنگ کا آغاز

11 نومبر 1918ء کو ایک فوجی نان کمیشنڈ افسر (Corporal) کو پرانی ہسپتال میں لایا گیا۔اس کی حالت بڑی خراب تھی۔دل کی حرکت اور نظام تنفس نہایت مایوس کن تھا۔ڈاکٹر بھی ناامید ہو چکے تھے۔جنگ میں استعمال کی گئی زہریلی گیس نے اسے سخت متاثر کیا تھا۔لیکن کسے معلوم تھا کہ یہ جرمن فوجی موت کے چنگل سے بچ کر ایک دن ہزاروں بے گناہ انسانوں کو موت کے وحشتناک غار میں دھکیل دے گا۔

پرانی کے ہسپتال کے بستر پر لیٹا ہوا یہ شخص وہی اڈلف ہٹلر تھا۔جس نے دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معصوم انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لئے۔ وہ کچھ عرصہ اسی ہسپتال میں رہا۔ اس دوران جب کبھی کوئی کمرے میں داخل ہوتا۔ ہٹلر فوراً اس سے پوچھتا: ''کیا ہوا! کیا ہم کامیاب ہو گئے؟'' اور ہر بار اسے نفی میں جواب ملتا۔ اس کے بعد ہٹلر کو مزید سوال پوچھنے کی ضرورت نہ رہی۔

ایک دن ایک جرمن پادری اس کے کمرے میں آیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور اندوہ کے آثار' آنکھوں میں آنسو کے قطرے اس نے ہٹلر کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ ''ہم ہار گئے'' جرمنی نے اپنا سب کچھ کھو دیا۔ اپنی عظمت اپنی بزرگی' وقار اور کامیابی' سب کچھ کھو دیا'' یہ سن کر ہٹلر اٹھا اور چلاتے ہوئے کہنے لگا۔ نہیں...... نہیں نہیں ہم نے کچھ بھی نہیں کھویا اور پھر دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھ کر زار و قطار روتے ہوئے بستر پر گر گیا۔

اس واقعہ کے بیس سال بعد جب ہٹلر کے پاس اقتدار اور طاقت آ چکی تھی تو اس نے ایک تقریر کے دوران اپنے احساسات کا اس طرح اظہار کیا۔

''جب تک یہودیوں کا مسئلہ حل نہ ہو جائے یورپ میں قیام امن ناممکن ہے۔ اس وسیع دنیا میں یہودیوں کے بسنے کے لئے کافی جگہ موجود ہے۔ اگر یہودی سرمایہ دار یورپ یا یورپ سے باہر ایک بار پھر اقوام عالم کو جنگ پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف یہ کہ انہیں آزادی حاصل نہ ہوگی۔ بلکہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اس مسئلہ کو صرف دو طرح حل کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حل یہ ہے کہ یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک میرے مطالبہ کے آگے سر تسلیم خم کریں اور تمام یہودیوں کو ٹروکس کے جزیرے میں بھیج دیں اور دوسرا حل یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کریں۔ اس صورت میں بھی یہودیوں کی تباہی یقینی ہے اور اس تباہ کاری سے دوسری قومیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ اس زمانے میں ہٹلر عام طور پر ہر جاننے والے سے یہی کہتا تھا کہ ہم سے غداری کی گئی ہے۔ یہودیوں اور کمیونسٹوں نے ہم سے غداری کی ہے۔ اگر ہو سکا تو اس بات کا انتقام ضرور لیں گے۔

ہٹلر نے جرمنوں کی تنظیم کی' جرمنی کے وسائل کو وسعت دی معاہدہ ورسائی کی ایک بندش کو اس طرح توڑا کہ گویا وہ مکڑی کا جالا تھا اور بالآخر تن کر کھڑا ہو گیا کہ معاہدہ ورسائی کی ناانصافیوں کا انتقام لوں گا۔ برطانیہ' امریکہ اور فرانس جنگ عظیم اول کے فاتح متحیر اور ہیبت زدہ تھے۔ ہٹلر نے آسٹریا کا جرمنی کے ساتھ الحاق کیا اور معاً سوڈیٹین کی طرف پنجہ دراز کر دیا۔ یہ یقینی معلوم ہونے لگا کہ جنگ ہو کر رہے گی۔ اس موقع پر برطانیہ نے ڈپلومیسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسٹر چیمبرلین کو میونخ بھیجا۔ انہوں نے ہٹلر سے گفتگو کی اور اس کے لئے اپنی رضا دے دی کہ جرمنی چیکو سلواکیہ کے ایک حصہ پر قبضہ کر لے۔ یہ قبضہ بغیر کسی جنگ کے ہوا۔ دنیا میں مسٹر چیمبرلین کی شہرت ہوئی کہ انہوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمال تدبیر سے جنگ کا خطرہ ٹال دیا ہے۔ یہ التواء کا سال خطرات' خوف اور اندیشوں سے لبریز تھا۔ اس بات کی فکر میں رہنے لگا کہ کوئی بہانہ ہاتھ آئے اور جنگ چھڑ ے۔اس نے محکمہ جاسوسی کے اعلیٰ افسروں کو اس امر پر مامور کیا کہ پولینڈ پر حملہ کرنے کے لئے کیا بہانہ تلاش کیا جائے؟ آخر کار ستمبر 1939ء کی پہلی کو پو پھٹے نازی فوجوں نے پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ جرمنی کے محکمہ جاسوسی کے ڈائریکٹر والٹر شلبر نگ نے پولینڈ پر حملہ کے راز کو فاش کرتے ہوئے اپنی ڈائری میں حیرت انگیز حقائق کی نقاب کشائی کی ہے۔لکھتا ہے۔

''میرے کمرے میں بے شمار مائیکروفون نصب تھے۔ کمرے کی بتی میں بھی اسی قسم کے آلات لگے ہوئے تھے تاکہ یہاں جو گفتگو ہو ریکارڈ ہو جائے۔ میری میز میں دو چھوٹی مشین گنیں لگی ہوتی تھیں جو ایک چھوٹے بٹن کے دبانے سے کمرے کے چاروں طرف گولیاں برسا سکتی تھیں۔

ان کے چلنے کے ساتھ ہی سائرن بجتا اور بروقت پولیس خطرے سے آگاہ ہوتی یہ سب کچھ میرے کمرے کی حفاظت کی غرض سے تھا۔ ہر دورے پر جانے سے پہلے اپنے افسر کے حکم کے مطابق میں ایک مصنوعی دانت لگوا لیتا۔ اس مصنوعی دانت میں زہر کا ایک کیپسول ہوتا اور مجھے حکم تھا کہ جونہی گرفتاری کا خطرہ لاحق ہو فوراً اسے دانتوں سے دبا لوں۔ اس سے صرف تیس سیکنڈ میں میری موت واقع ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک انگوٹھی بھی میرے ہاتھ میں تھی۔ اس میں ایک نیلے رنگ کے نگینے کے نیچے بھی زہر کی گولی موجود تھی۔ ہٹلر کو مجھ پر پورا اعتماد تھا۔ پولینڈ پر حملے سے پہلے اس نے مجھ سے درخواست کی کہ کوئی ایسی تدبیر سوچ لوں جس کے تحت پولینڈ پر جرمنی کے حملہ کو حق بجانب تصور کیا جائے اور کوئی ملک جرمنی کو حملہ آور قرار نہ دے سکے۔ میرا انچارج جرمنی کے محکمہ جاسوسی کا افسر اعلی میڈ ریخ عجیب و غریب عادت کا مالک تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے جاننے والوں کی عادات اور ذہنیت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرتا اس لئے وہ متعدد خطرات سے محفوظ رہتا۔ اس کے علاوہ وہ انتہاء درجہ کا رنگین مزاج بھی تھا۔ اکثر یہ خیال ہوتا کہ ممکن ہے یہ شخص کبھی کسی عورت کی خاطر سب کچھ کھو نہ بیٹھے۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے ہٹلر نے میڈ ریخ کو اس امر پر مامور کیا کہ وہ جس طرح ہو سکے کہ جن ملکوں پر حملہ ہونا ہے ان کے متعلق پوری معلومات فراہم کرے۔ ہیڈ ریخ دن رات اس کام میں مگن رہتا اور مجھ سے بھی برابر مشورہ کرتا رہا ایک دن ہم ریسٹورنٹ میں بیٹھے محو گفتگو تھے کہ اچانک اس نے زور سے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا 'شلبر نگ' یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ اب ہم آسانی سے متعلقہ ملکوں کے سفارتی نمائندوں سے معلومات حاصل کر سکیں گے۔ ہم ایک محفل ترتیب دیں گے جس میں ان ملکوں کے سفارتی نمائندوں کو مدعو کریں گے شراب پلا کر ان کے ملک کے بارے میں ضروری راز معلوم کر لیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص کر پولینڈ کے نمائندے سے شلبر نگ! تمہارے سپرد ایک اہم کام ہے۔ کسی اور کو اس کا ذرہ بھر بھی علم نہ ہو۔ ہیڈ ریخ نے کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ کہا "تمہیں کافی رقم دی جائے گی اور تمہارا کام یہ ہوگا کہ ایک خوب صورت ہال کا انتظام کرو اس ہال میں چند نہایت خوبصورت عورتوں کو رکھو اور ظاہر یہ ہو کہ وہ یہیں کام کرتی ہیں پھر اس کیبرے میں اہم غیر ملکی شخصیتوں کو دعوت دی جائے گی۔ ان عورتوں کا کام یہ ہوگا کہ جس طرح ممکن ہو ان سے اہم باتیں معلوم کریں"

چنانچہ اسی رات اس کام کا اہتمام کر لیا گیا اور ہیڈ ریخ کے حکم کے مطابق مذکورہ کیبرے کا نام کیٹی رکھ لیا گیا۔ میں نے برلن کے بہترین علاقہ میں واقع ایک جرمن تاجر کی کوٹھی خرید لی۔ کچھ انجنیئروں اور ماہروں کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ جنہوں نے انتہائی مہارت سے اس چار منزلہ عمارت کو بہترین شکل میں ایک کیبرے کی صورت دے دی۔ ہر کمرے میں تمام دیواروں پر مخصوص جگہوں پر مائیکروفون نصب کئے گئے جو ٹیپ ریکارڈوں کے ساتھ متصل تھے۔ تین فوجی ماہر ٹیپ ریکارڈوں کی دیکھ بھال کی غرض سے اس عمارت میں متعین کئے گئے۔

ہال تیار ہو چکا تھا مگر حسیناؤں کی تلاش ایک مسئلہ بن گیا۔ یہ میرے بس کی بات نہ تھی۔ چنانچہ میں نے ہیڈ ریخ کے سامنے اپنی معذوری ظاہر کی۔ ہیڈ ریخ نے جواب دیا کہ "میں جانتا تھا کہ یہ کام تم سے نہ ہوگا؟ لیکن گھبراؤ نہیں اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ اس کام کے لئے پولیس کی کرائمز برانچ کے چیف ارٹونیب کو مقرر کر دیا گیا ہے کہ وہ خوبصورت اور تجربہ کار عورتوں کا انتظام کرے" آرٹونیب نے یورپ کے مختلف حصوں سے جاسوس حسینائیں ڈھونڈ لیں۔ اس طرح دوسری جنگ عظیم کے آغاز کا یہ پہلا مرحلہ طے ہو گیا۔

دوسرے ملکوں کے اندرونی راز معلوم کرنے کی غرض سے مشہور اڈے "کیٹی" جو بظاہر" کیبرے یا ناچ گھر تھا۔ نے مکمل ہو کر کام شروع کر دیا۔ اس ہال میں مختلف کیمرے بھی نصب تھے جن کے ذریعے مدعو کئے گئے افراد کی تصویریں بھی لی جاتیں یہ تصویریں جنگ کے دوران بڑی کارآمد ثابت ہوئیں۔ جاسوس حسیناؤں کے بارے میں شلبر نگ لکھتا ہے۔

"میں نے بڑی بڑی خوبصورت عورتیں دیکھی تھیں۔ لیکن جو عورتیں اس عمارت میں کام کرتی تھیں حسن اور زیبائی میں اپنی مثال آپ تھیں۔"

اس طرح ہیڈ ریخ کا منصوبہ کامیاب ہو گیا اور ہم نے "کیٹی" ہال میں پولینڈ کے مہمانوں سے اہم فوجی اور دیگر ضروری معلومات حاصل کر لیں اور ہٹلر کو رپورٹ دیتے رہے۔ اس کے بعد ہٹلر نے جنگ شروع کرنے کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا قدم اٹھایا اس نے جرمنی کے پارلیمنٹ ریشنگ میں اپنی تاریخی تقریر کے دوران اعلان کیا۔

''معزز ین اراکین۔ مدت سے ہم ایک عذاب میں مبتلا ہیں اور وہ ہے 28 جون 1919ء کا معاہدہ صلح جو ہم پر لاگو کیا گیا ہے۔ اس معاہدے کی حیثیت بدل چکی ہے اور ہمارے لئے نا قابل برداشت بن چکا ہے ''ڈوائزگ'' کی بندرگاہ جرمنی کی ملکیت ہے یہ شہر ہم سے کٹ چکا ہے اور ذلان' کو بھی پولینڈ نے اپنے تصرف میں لے لیا ہے۔ ان تمام علاقوں میں جرمن تہذیب وتمدن کارفرما ہے۔ وہاں بسنے والی جرمن اقلیت کے ساتھ ناروا سلوک ہو رہا ہے۔ یہ لوگ جن کی رگوں میں جرمن لہو دوڑ رہا ہے۔ 1919ء اور 1920ء کے دوران ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ اس سلسلے میں ہمیشہ کی طرح میں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ پھر ساری دنیا کی رائے میرے متعلق یہ ہے کہ میں جنگجو ہوں یہ محض جھوٹ ہے۔ پندرہ سال کے عرصے میں اور اس سے بھی بیشتر سلامتی کی راہیں ہموار تھیں۔ لیکن کسی نے توجہ نہ دی اور جیسا کہ آپ لوگوں کو علم ہے ہماری تجاویز مسترد کر دی گئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جو صلح کا معاہدہ ہوا (28 جون 1919ء) وہ ہم جرمنوں کے لئے قانون کی حیثیت نہیں رکھتا۔ لاکھوں انسانوں کو بھوک کی دھمکیاں دے کر اور ان کے سینوں پر بندوق رکھ کر جس کاغذ پر دستخط لئے گئے۔ کیا اسے قانون کہا جائے۔ ہمیں یہ قانون قابل قبول نہیں۔ میں نے متعدد بار پولینڈ کے سربراہوں سے مذاکرات کئے۔ اپنے احساسات کا اظہار کیا۔ لیکن کسی نے توجہ نہ دی جرمنی میں رہنے والی اقلیتوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ سارے علاقے میں بسنے والے کسی فرانسیسی نے یہ شکایت کی ہو کہ اسے کسی بات کی تکلیف ہے۔ تین ہفتے سے زائد عرصہ ہوا ہے کہ میں نے پولینڈ پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ اگر اس نے ڈائزگ کو اقتصادی طور پر تنگ کیا یا وہاں کی اقلیتوں کو ہراساں کیا یا ''ڈائزگ'' کو یادداشت اور الٹی میٹم بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا تو اس صورت میں جرمنی خاموش نہیں بیٹھے گا ہٹلر کو پورا یقین تھا کہ ایک ہی حملہ میں وہ مغرب پر چھا جائے گا۔ البتہ اسے ایک بات کا ڈر تھا اور وہ یہ کہ کہیں انگلستان اور امریکہ شمالی افریقہ کی طرف سے یورپ پر حملہ نہ کر دیں۔ شیلنرگ نے اپنی ڈائری میں پولینڈ پر جرمنی کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے آگے لکھا ہے۔

1938ء میں جاسوسی کی خطرناک ترین ڈیوٹی میرے سپرد ہوئی ہے۔ مجھے حکم ملا کہ افریقہ میں واقع فرانس کے جنگی جہازوں کی بندرگاہ ''ڈاکر'' کے بارے میں پوری معلومات فراہم کروں۔ اس سلسلے میں آگے چل کر تفصیل سے لکھوں گا۔

26 اگست 1939ء میں موسم سخت گرم ہو گیا اور برلن کے باشندے اس گرمی سے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ جاسوسی کے ایک رکن ڈاکٹر ملہرن نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ رات کا کھانا اس کے ساتھ کھایا جائے۔ طے پایا کہ ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں ملاقات ہو۔ جہاں اس سے پہلے ہی ہم جا چکے تھے اس رات وہ انتہائی پریشان تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ کھانے کے دوران کچھ کہے گا لیکن کھانے کے اختتام کے بعد بھی وہ خاموش رہا۔ اس کے بعد ہم ونسی نہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کار سے اتر کر مطلوبہ جگہ پہنچے۔ ڈاکٹر ملہرن بے چینی سے چہل قدمی میں مشغول ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''شلبنرگ' جنگ شروع ہونے والی ہے ہر چیز تیار ہے۔ افواج کو تیار رہنے کا حکم دیا جا چکا ہے۔ جیسا کہ تم بھی جانتے ہو۔ مدت سے ہٹلر کا یہی ارادہ تھا۔ اگر مغربی طاقتیں بھی پولینڈ کا ساتھ دیں اور اٹلی بھی جنگ میں کود پڑیں تب بھی ہٹلر کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا اگر یہ بھیانک جنگ چھڑ گئی تو کیا ہوگا؟ آج صبح ہیڈریچ نے مجھے بلایا اور ہٹلر کا یہ حکم دیا کہ کوئی بہانہ تراشا جائے جس کے تحت جرمنی پولینڈ پر حملہ کر دے۔ منصوبہ ایسا ہونا چاہئے کہ حملے کا مجرم پولینڈ قرار پائے۔

چنانچہ طے پایا کہ پولینڈ کے جو باشندے حراست میں ہیں۔ انہیں ترتیب دے کر پولینڈ کے فوجی لباس اور اسلحہ سے لیس کیا جائے اور ان کو کہا جائے کہ حملہ کر کے جرمنی میں واقع گلی وینس کے ریڈیو سٹیشن کو تباہ کر دیں۔ ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اس کام کے بعد انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن پروگرام یہ ہے کہ یہ کام انجام دینے کے بعد ان سب کو جرمن فوجوں کی گولیوں کا نشانہ بنایا جائے گا۔ ہیڈریخ نے کمال چالاکی اور مہارت سے اپنا کام کیا۔ پولینڈ کے قیدیوں کو پروگرام کے مطابق پولش فوجی لباس اور اسلحہ سے لیس کر کے ''گلی ویتس'' کے سٹیشن پر بھرپور حملہ کرا دیا۔ گلی ویتس کا ریڈیو سٹیشن تباہ ہو گیا اور اس کے فوراً بعد حملہ کرنے والے اردگرد درختوں کے نیچے چھپے ہوئے جرمن فوجوں کی گولیوں کی بوچھاڑ کی زد میں تھے اس سے غریب اور فریب خوردہ پولش قیدی سب ہلاک ہو گئے۔ چند ایک نے نہر میں کود کر بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے اس کے علاوہ چند ایسے لوگ بھی جنہیں کسی نہ کسی طرح اس واقعہ کا علم تھا۔ مار دیئے گئے اور اس کا علم اب صرف محکمہ جاسوسی اور ہٹلر کو ہی تھا اس طرح ہٹلر نے دوسری جنگ عظیم کا آغاز کیا۔

یکم ستمبر کو جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کیا اور 3 ستمبر 1939ء کو برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

اگست 1945ء میں امریکہ نے جاپان کے دو شہروں پر ایٹمی حملہ کر کے تباہ کر دیا جس کے بعد 15 اگست 1945ء کو جاپان نے ہتھیار پھینک دیئے اور دوسری عالمی جنگ ختم ہو گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

27اکتوبر1939ء

کانگریسی وزارتوں نے استعفیٰ دے دیا

18اکتوبر1939ءکو وائسرائے نے گورنمنٹ کی پالیسی کا اعلان کیا جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

ملک معظم کی گورنمنٹ یہ تسلیم کرتی ہے کہ جب مستقبل کے لئے ہندوستان کی وفاقی حکومت کے منصوبے پر غور شروع کرنے کا وقت آئے گا اور نیز اس منصوبے پر غور کرنے کا جس سے سابق وزیر ہند کی ان یقین دھانیوں کی تعمیل ہونے والی ہے جو انہوں نے پارلیمنٹ میں کی تھیں تو یہ ضروری ہوگا کہ اس وقت کے حالات کی روشنی میں اس پر دوبارہ غور کیا جائے کہ 1935ء کے قانون کا جو منصوبہ ہے اس کی تفصیلات کس حد تک باقی رہتی ہیں اور مجھ کو ملک معظم کی گورنمنٹ کی طرف سے یہ کہنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ اختتام جنگ پر ہندوستان کے مختلف فرقوں پارٹیوں اور مفاد کے نمائندوں سے اور والیان ملک سے بایں نظر مشورہ کرنے کے لئے وہ رضامند ہوگی کہ ایسی ترجیحات وضع کرنے میں ان کی مدد اور ان کا تعاون حاصل کرے جو مناسب ہوں۔

مجھے اعتماد ہے کہ میں نے ابھی جو کچھ کہا اس میں میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ گورنر جنرل کے انسٹرومینٹ آف انسٹرکشنز میں جیسا کہ درج ہے ملک معظم کی گورنمنٹ کا ارادہ ہے اور اس کو یہ فکر ہے کہ سلطنت کے اندر ہندوستان اور حکومت متحدہ کے درمیان اس شرکت کو اس مقصد کے لئے بڑھائے کہ عظیم نو آبادیات کے درمیان ہندوستان کو واجبی مقام حاصل ہو جائے۔

وہ اسکیم جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ہے اس راہ میں ایک منزل کے طور پر وضع کی گئی ہے۔ لیکن میں نے جو کچھ ابھی کہا ہے اس میں یہ واضح کر دیا ہے کہ اختتام جنگ پر ملک معظم کی گورنمنٹ اس کے لئے تیار ہوگی کہ قانون مذکور کی اسکیم کو ہندوستانیوں کی رائے کی روشنی میں ترمیم کے لئے کھلی ہوئی قرار دے ملک معظم کی حکومت کا یہ نصب العین ہو کہ اس مقصد کے لئے ہندوستان اپنے مطیع نظر کی طرف ترقی کرے جس طریقے سے بھی ممکن ہوگا وہ مختلف جماعتوں کے درمیان باہمی اتفاق کو بڑھانے کی کوشش کرے گی۔

اقلیتوں کے اس مطالبے پر کہ ان کو اس کا یقین دلایا جائے کہ ان کی آرا مفاد کو پوری اہمیت دی جائے گی وائسرائے نے کہا: "یہ ناقابل تصور ہے کہ از سر نو دستور وضع کرنے کا منصوبہ بنائیں یا ہندوستان کے آئندہ دستور کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اہم حصے میں ترمیم کریں اور ان سے مشورہ نہ کریں جو اسی قسم کے کام میں ملک معظم کی گورنمنٹ اور پارلیمنٹ کے ساتھ ماضی قرب میں شریک تھے۔

وائسرائے کا یہ بیان بڑا الجھا ہوا تھا اور خصوصاً ان معاملات میں جو مسلم لیگ کے نزدیک اہم تھے اس پر غور کرنے کیلئے 22 اکتوبر کو ورکنگ کمیٹی کا فوری جلسہ منعقد ہوا جو رزولیوشن اس جلسے میں منعقد ہوا اس میں اس کی تعریف کی گئی کہ ملک معظم کی گورنمنٹ نے کانگریس کا یہ دعوی مسترد کر دیا ہے کہ تمام ہندوستان کی نیابت کرتی ہے اور یہ تسلیم کیا کہ تنہا مسلم لیگ ہی حقیقی معنی میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور ان کی طرف سے بول سکتی ہے اور یہ کہ اقلیتوں اور دوسرے اہم فریقوں کے حقوق و مقاصد واجبی طور پر تسلیم کئے۔

ورکنگ کمیٹی نے اس کی شکایت کی کہ مسلم لیگ نے اپنی 18 ستمبر 1939ء کے بیان میں جو نہایت اہم نکات پیش کئے تھے ان کا معین اور قطعی جواب نہیں دیا گیا ان کے لئے کمیٹی نے مزید وضاحت کی ضرورت جتائی اس بات کو صاف کیا کہ مسلم لیگ کو صرف گورنمنٹ انڈیا ایکٹ کے منصوبے اور اس کی تفصیلات ہی سے اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کے آئندہ دستور کے پورے مسئلے پر از سر نو غور اور نظر ثانی چاہتے ہیں اس کے بعد ورکنگ کمیٹی نے پرزور طریقے پر اس کا اعادہ کیا کہ مسلم لیگ ہندوستان کے آئندہ دستور کے متعلق کسی منصوبے کو اس وقت تک قابل قبول نہ سمجھے گی جب تک کہ اس کو مسلم لیگ کی منظوری حاصل نہ ہو۔

مشاورتی گروپ کے متعلق مسلم لیگ نے یہ کہا کہ جب تک اس کا مرتبہ طرز تشکیل اختیارات دائرہ عمل اور فرائض معلوم نہ ہوں اس وقت تک وہ اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتی اس کے ساتھ ہی ورکنگ کمیٹی نے صدر (قائداعظم) کو پورا اختیار دے دیا کہ وہ مذکورہ بالا نکات پر اطمینان حاصل کرنے کے بعد مسلمانان ہند کی طرف سے حکومت برطانیہ کو یہ یقین دلا دیں کہ وہ اہتمام جنگ میں اس کی تائید کریں گے اور اس کے ساتھ تعاون۔

کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے 23,22 اکتوبر 1939ء کے جلسہ منعقد وردھا میں وائسرائے کے بیان کی مذمت کی یہ فیصلہ کیا کہ وہ برطانیہ کو اس وجہ سے کوئی مدد نہیں دے سکتی کہ یہ مدد اس کی اس استعماری پالیسی کی تصدیق و توثیق ہوگی جس کو کانگریس نے ہمیشہ ختم کرنا چاہا ہے اس نے وزارتوں کو حکم دیا کہ وہ 31 اکتوبر تک استعفی دیں۔ مگر ساتھ ہی اہل کانگریس کو یہ تنبیہ کی کہ سول نا متابعت اور سیاسی ہڑتال وغیرہ کرنے میں تعجیل نہ کریں۔

26 اکتوبر کو برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال پر بحث ہوئی۔ مسٹر ویجوڈ بن نے یہ تجویز پیش کی کہ وائسرائے کی ایگزیکیوٹو کونسل میں توسیع کی جائے تا کہ اس میں ہندوستانی لیڈروں کی شرکت حاصل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکے۔سر سیمیل ھور نے اس پر آمادگی ظاہر کی کہ اگر بعض شرائط پوری ہو جائیں تو وہ اس کے لئے تیار ہیں کہ وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل میں عارضی توسیع کر کے زیادہ قرب اور ذمہ داری کے ساتھ اہتمام جنگ میں ہندوستانیوں کی رائے شریک کریں مگر کانگریس اس پیش کش پر بھی راضی نہ ہوئی اور اس نے مدارس کی وزارت سے 27 اکتوبر کو استعفی دیا اور دوسری وزارتوں نے 14 نومبر کے بعد سوائے آسام کے۔تمام کانگریسی صوبوں میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ دفعہ 93 کے تحت گورنروں نے انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور سرکاری عہدہ داروں کو ایڈوائزر مقرر کیا۔آسام میں کانگرس کی مخلوط وزارت کی جگہ سر محمد سعد اللہ کی وزارت قائم ہوئی جس نے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کیا پنجاب بنگال اور سندھ میں بدستور سابق وزارتیں قائم رہیں کانگریس اپنی اس حرکت پر بعد میں بہت پچھتائی۔

23 مارچ 1940ء

یوم قرارداد پاکستان

پاکستان کی تاریخ میں 23 مارچ کو سنگ بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔یہ وہ مبارک دن ہے جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے نمائندوں نے 1940ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو کر مسلمانوں کے لئے ایک آزاد اور خود مختار وطن پاکستان کا مطالبہ کیا تھا حالانکہ اس قرارداد میں جس کی بنیاد پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔لفظ پاکستان کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا تھا بلکہ کہا گیا تھا کہ برصغیر ہند میں جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے انہیں آزاد خود مختار ریاست بنایا جائے یہ قرارداد شیر بنگال مولوی فضل الحق مرحوم نے جو اس وقت متحدہ بنگال کے وزیر اعلیٰ تھے پیش کی تھی اور اس کی تائید چودھری خلیق الزماں اور دوسرے تمام مسلم لیگی رہنمانے کی تھی ہندو پریس نے اس قرارداد کی شد و مد سے مخالفت شروع کر دی اور اسی نے اس قرارداد کا نام ”قرارداد پاکستان“ رکھا اسی زمانے سے لفظ پاکستان لوگوں کی زبانوں پر آنا شروع ہو گیا حالانکہ یہ تصور کوئی نیا نہیں تھا بلکہ 1929ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے الہ آباد اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبہ استقبالیہ میں پیش کیا تھا اور بعد میں لندن میں چودھری رحمت علی نے اس نظریہ کی بڑی تشہیر کی لیکن 1940 سے پہلے تک نہ تو مسلم لیگ نے اور نہ کسی دوسری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم تنظیم نے باقاعدہ طور پر مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا لیکن 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد جب 1937ء میں ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں اور کانگریسی راج کی ایک ہلکی سی جھلک مسلمانوں نے دیکھی تو قوم پرست مسلمان جو کانگریس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے تھے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کے مذہب تمدن ثقافت اور زبان کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ ان کے لئے ایک علیحدہ وطن قائم کیا جائے مسلم لیگ جو ابھی تک صرف آئینی تحفظات اور اسمبلیوں اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لئے نشستیں مخصوص کرنے سے آگے کچھ نہیں سوچتی تھی علامہ اقبال کے دکھائے ہوئے راستے ہی کو اپنی نجات کا آخری ذریعہ تصور کرنے لگی۔ 1939 میں دوسری عالمگیر جنگ چھیڑنے پر کانگریسی وزارتوں کے خاتمے کے بعد مسلم لیگ نے بالآخر یہ اعلان کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن چاہتی ہے مسلم لیگ کا یہ مطالبہ جہاں مسلمانوں میں اس کی روز افزوں مقبولیت کا باعث بنا وہیں کانگریس اور مہا سبھا کی طرف سے اس کی شدید مخالفت شروع ہوگئی پہلے یہ کہا گیا کہ پاکستان بننا ناممکن ہے اعداد و شمار کے کرشمے سے مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ اگر ایسا ہوا تو تم تباہ ہو جاؤ گے نہ تمہیں کھانے کو روٹی پہننے کو کپڑا اور نہ سر چھپانے کو جگہ مل سکے گی لیکن جب یہ حربہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا تو پھر یہ کہا گیا کہ اگر پاکستان بن بھی گیا تو وہ اقتصادی طور پر اتنا کمزور ہوگا کہ یا تو ختم ہو جائے گا یا پھر کسی دوسرے ملک کی نو آبادی بن جائے گا لیکن ہندو پریس کی مخالفت نظریہ پاکستان کو روز بروز مقبول اور ہر دلعزیز بناتی گئی اور بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب اس ناممکن العمل نظریہ پاکستان نے حقیقت کا روپ دھار لیا اور دنیا کے نقشے پر سب سے بڑے ملک کی حیثیت سے نمودار ہوا۔

26 جون 1943ء

قائداعظم پر قاتلانہ حملہ

24 جون 1944ء کو ڈیڑھ بجے دوپہر کے وقت لاہور کے علاقہ مزنگ کے رہنے والے محمد صدیق عرف رفیق صابر بمبئی میں قائداعظم کے مکان پر آیا۔ دربان کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ قائداعظم سے ملنا چاہتا ہے دربان اسے قائداعظم کے سیکرٹری سید احمد یعقوب کے پاس لے گیا سیکرٹری کے استفسار پر اجنبی نے کہا کہ مسلم لیگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے مسائل پر وہ قائداعظم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے سیکرٹری نے اسے کہا کہ قائداعظم کا اصول یہ ہے کہ ملاقات کرنے کے لئے پہلے سے وقت متعین کر دیتے ہیں چونکہ آپ نے قائداعظم سے ملاقات کے لئے وقت مقرر نہیں کیا اس لئے بہتر ہے کہ پہلے آپ وقت مقرر کر لیں اور پھر جو موزوں وقت قائداعظم ملاقات کے لئے مقرر کریں اس وقت آپ تشریف لائیں اجنبی نے اصرار کیا کہ میں نے ہر حالت میں قائداعظم سے ملاقات کرنا ہے سیکرٹری خاموش ہو گئے اور اجنبی وہیں بیٹھ کر اردو میں ایک خط لکھنے لگا اس دوران قائداعظم کوئی فائل لینے کے لئے سیکرٹری کے دفتر تشریف لائے انہوں نے اجنبی شخص کو وہاں دیکھ کر سیکرٹری سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں سیکرٹری نے قائداعظم سے کہا کہ یہ صاحب آپ سے ملاقات کے لئے اصرار کر رہے ہیں قائداعظم نے اجنبی سے مخاطب ہو کر کہا میں بہت مصروف ہوں آپ وقت مقرر کر کے ملاقات کے لئے تشریف لائیں قائداعظم ابھی بات کر ہی رہے تھے کہ رفیق صابر نے انتہائی پھرتی سے قائداعظم کے جبڑے پر ایک گھونسا مارا۔

اور پھر جلدی سے چاقو نکال کر قائداعظم پر حملہ آور ہوا وہ قائداعظم کے گلے پر تیز دھار چاقو سے وار کرنا چاہتا تھا قائداعظم نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ مضبوطی سے حملہ آور کا ہاتھ تھام لیا کہ حملہ آور انتہائی جذبات اور طاقت آزمائی کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا سیکرٹری بھی لپک کر قائداعظم کو چھڑانے لگے دربان نے بھی آگے بڑھ کر حملہ آور سے چاقو چھیننے کی کوشش کی اور آخر کار اس سے چاقو چھین لیا گیا۔ چاقو چھیننے کی کشمکش میں قائداعظم کی ٹھوڑی اور بائیں ہاتھ پر چاقو کے زخم آئے مگر قائداعظم نے نہایت پامردی کے ساتھ اس حملے کو ناکام بنا دیا۔

یہ حملہ قائداعظم کی ذات پر نہیں تھا بلکہ پوری مسلمان قوم کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے کیا گیا تھا مگر قدرت کاملہ نے مسلمانوں کے عظیم رہنما اور محسن کو بچا لیا قائداعظم پر اس حملے کی اور سلامت بچ جانے کی خبر فوری طور پر نشر ہوئی تو مسلمان خدائے برتر کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مسجدوں میں پہنچے ہر مسجد میں نماز شکرانہ ادا کی گئی کہ قدرت نے ان کے محسن کی جان بچالی نواب زادہ لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے ہندوستان بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ 13 اگست 1943 کو جمعہ کے دن یوم تشکر منائیں اور خدا سے دعا کریں کہ خدائے برتر ہندوستان کے مسلمانوں کے عظیم محسن کو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھے یہ بھی اپیل کی گئی کہ قائداعظم کی جان کی سلامتی کی خاطر مساکین کو حسب توفیق کھانا کھلایا جائے اس اپیل کا یہ ردعمل ہوا کہ ہر شہر ہر قصبے ہر گاؤں ہر تحصیل اور ہر محلے کی مسجدوں میں مسلمانوں نے نماز شکرانہ ادا کی۔ دیگیں پکائی گئیں اور مساکین کو کھانا کھلایا گیا۔ جگہ جگہ جلسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور اس ناپاک حملے کی مذمت کی گئی۔14 اور 15 نومبر 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہوا قائداعظم نے کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ہندوستان بھر کے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان پر قاتلانہ حملہ ہونے پر اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا اور خدا تعالی کا شکریہ ادا کیا کونسل نے اپنے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی۔

''آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا یہ اجلاس سفاکانہ اور مجرمانہ حملے کی سختی سے مذمت کرتا ہے جو قائداعظم محمد علی جناح پر بمبئی میں کیا گیا ہے اور بارگاہ ایزدی میں شکرگزار ہے کہ اس نے ہمارے محبوب قائداعظم کو سلامت رکھا کونسل انتہائی خلوص کے ساتھ قائداعظم کی خدمت میں ہدیہ مبارک پیش کرتی ہے کہ خدا نے انہیں محفوظ رکھا کونسل کی دعا ہے کہ خدا ان کی عمر دراز کرے تاکہ دس کروڑ اسلامیان ہند کو اپنی قیادت میں ان کی منزل عزیز یعنی پاکستان تک کامیابی کے ساتھ پہنچاسکیں۔''

اس حملے کی عدالتی کارروائی اور فیصلہ مندرجہ ذیل تھا ابتدائی رپورٹ اور پولیس کارروائی کے بعد یہ مقدمہ بمبئی سے چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ مسٹر اوسلو براؤن کی عدالت میں پیش ہوا۔ دسمبر 1943ء کو اور پھر ستمبر کو پیشی ہوئی اس کے بعد مقدمہ 14 ستمبر تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا پہلے دن پولیس پیروکار کا بیان قلمبند ہوا جس نے حملہ اور حملہ آور کے مفصل حالات عدالت کو بتاتے ہوئے یہ بیان دیا کہ ملزم 10 جولائی کو بمبئی آیا تھا اور ایک مسافر خانے میں ٹھہرا تھا اس نے اپنا نام محمد علی بھائی لکھوایا تھا۔ دس دن تک مسافر خانے میں ٹھہرنے کے بعد وہ خاکساروں کے دفتر میں ٹھہرنے کے لئے چلا گیا۔ 25 جولائی کو اس نے ایک تیز دھار چاقو خریدا اور سان والے سے تیز کرایا۔

قائداعظم نے بیان قلم بند کراتے ہوئے فرمایا اگر کوئی شخص مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اگر مجھے فرصت ہوتی ہے تو میں اسے ملاقات کے لئے اندر بلا لیتا ہوں اور بڑی محبت کے ساتھ اس کے ساتھ ملاقات کرتا ہوں گزشتہ دنوں مجھے خاکساروں کے تہدید آمیز خطوط موصول ہوئے تھے اس لئے میں ملاقات کے معاملے میں ذرا محتاط ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے سیکرٹری اور دربان کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ جو شخص پہلے سے وقت لیے بغیر ملاقات کے لئے آئے اسے پہلے سیکرٹری کے پاس جانا چاہئے مجھے علامہ مشرقی کی ہدایات اور احکام کی نقول ماہ جون کے پہلے اور دوسرے ہفتے میں موصول ہوئی۔ اسکے بعد ہر روز پوسٹ کارڈ مجھے دستی میں بھی ملتے رہے بلوچستان اور سندھ میں بھی ان کا سلسلہ جاری رہا جہاں میں دورے پر گیا ہوا تھا ان میں لکھا ہوتا تھا کہ مجھے جولائی سے پہلے گاندھی جی سے ملاقات کرنا چاہئے۔ میں کسی قدر پیچھے کو لڑکھڑایا اتنے میں اس نے پھرتی سے ایک چاقو نکالا اور مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ چاقو کھلا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا۔ملزم میری گردن پر وار کرنا چاہتا تھا یہ چاقو اس نے اپنی ویسکوٹ کی جیب سے نکالا تھا چاقو نکالنے اور میری طرف جھپٹنے میں اس نے بڑی پھرتی سے کام لیا اور اپنی حفاظت کے فوری جذبے کے تحت میں نے ملزم کے چاقو کے وار کو بچانے کی کوشش کی۔خوش قسمتی سے ملزم کی کلائی میری گرفت میں آ گئی اور اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔اس کا چاقو میری ٹھوڑی تک پہنچا اور وہاں ایک خفیف سا زخم آیا اس کے بعد کشمکش شروع ہو گئی یہ سب کچھ چند سیکنڈ کے اندر ہی ہو گیا میرا چوکیدار وہاں آ گیا اور اس نے ملزم کو پکڑ لیا میرے بائیں ہاتھ میں بھی زخم آیا اور کھینچا تانی میں میرا کوٹ بھی بائیں کاندھے پر سے پھٹ گیا۔

جب ملزم پر قابو پایا جا چکا تو میں اپنے کمرے میں چلا گیا ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے میرے زخم کی مرہم پٹی کی تھوڑی دیر میں پولیس آ گئی اور اس نے چاقو اور میرے کپڑے اپنے تحویل میں لے لئے۔پولیس نے میرا بیان بھی قلم بند کیا۔ملزم کو میں پہلے سے نہیں جانتا مجھ پر حملہ کرنے کے بعد اور پولیس کے آنے سے پہلے ملزم نے کہا کہ یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ وہ اپنے مشن میں ناکام رہا۔اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے یہ حملہ اس لیے کیا ہے کہ میں نے گاندھی جی سے ملنے کے لئے علامہ مشرقی کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ملزم نے مجھے کہا کہ تم ملک کی آزادی میں سد راہ ہو اور برطانوی سامراج کے آلہ کار ہو۔ملزم کی ان باتوں سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ملزم کو کسی شخص نے مجھے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

پولیس پیروکار نے اپنی ابتدائی رپورٹ میں یہ بھی بتایا کہ گرفتاری کے بعد ملزم نے جو رویہ اختیار کیا وہ بہت ہی عجیب وغریب تھا وہ بہت خوش اور جوش میں بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا ملزم کو پولیس سرجن کے پاس اس بات کی جانچ پڑتال کے لئے بھیجا گیا کہ آیا اس نے کوئی نشیلی چیز تو استعمال نہیں کی اس کا دماغ تو خراب نہیں ہے پولیس سرجن نے پوری تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ملزم قطعی طور پر اپنے ہوش وحواس میں ہے اور اس کی دماغی حالت بالکل صحیح ہے عدالت نے ملزم سے دریافت کیا کہ کیا وہ قائداعظم اور ان کے سیکرٹری پر جرح کرنا چاہتا ہے ملزم نے جواب دیا کہ وہ عدالت سیشن سے جرح کرے گا۔

دوسرے دن 8 ستمبر کو ڈاکٹر نشا کی شہادت قلم بند کی گئی جنہوں نے حملے کے فوراً بعد قائداعظم کی مرہم پٹی کی تھی انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ 26 جولائی کو پونے دو بجے کے قریب مجھے بذریعہ فون بلایا گیا۔جب میں مسٹر جناح کی کوٹھی پر پہنچا تو اس وقت وہ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے ایک پولیس افسران کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان سے بات چیت کر رہا تھا ان کے نچلے جبڑے پر چوٹ کا نشان تھا اور گال پر بھی زخم سے خون بہہ رہا تھا۔میں نے مسٹر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناح کے کوٹ پر خون کے دھبے دیکھے تھے ان کی قمیض کے کالر اور ٹائی پر خون کے دھبے تھے میرا خیال تھا اگر یہ ہتھیار گال کے ایک انچ اور نیچے گرتا تو وہ ہلاک ہو جاتے۔

اس وقت اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے ملزم کے ہاتھ میں ایک چمکدار چاقو تھا قائداعظم کے موٹر ڈرائیور نے اپنے بیان میں کہا کہ جب وہ ملزم پکڑ چکا تھا تو اس وقت میں سیکرٹری کے کمرے میں داخل ہوا میں نے قائداعظم کو ملزم سے الگ کیا۔ اور اس سے چاقو چھین لیا اس کے بعد اسماعیل دادا میاں نے جو ایک سان گر تھا اپنی شہادت میں بیان کیا کہ قائداعظم پر حملے سے دو تین دن پہلے ملزم میری دکان پر آیا اور اپنا چاقو تیز کرنے کے لئے دیا میں نے دو آنے لے کر چاقو پر دھار لگا دی۔

ممبئی کی خاکسار تحریک کے ایک ممبر احمد گیلانی نے بھی شہادت دی اور کہا کہ مسٹر جناح پر حملے سے پہلے ملزم سے میری ملاقات بھنڈی بازار میں ہوئی تو ملزم نے مجھ سے کہا کہ وہ خاکسار ہے اور بجلی کا کام کرنے بمبی آیا ہوا ہے۔ میں نے ملزم سے چند دن بعد دفتر آنے کو کہا اور اسکو چمڑے کے ایک کارخانے میں کام دلوایا ملزم پھر میرے پاس آیا اور کہا کہ چونکہ اس کے ٹھہرنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اس لئے اسے انجمن خاکساران کے دفتر میں رہنے کی اجازت دی جائے میں نے اسے دفتر میں رہنے کی اجازت دے دی مسافر خانے کے منیجر اور خفیہ پولیس کے سب انسپکٹر کی بھی شہادتیں قلمبند کی گئیں۔ مجسٹریٹ نے مقدمے کی سماعت جلد ختم کرنے اور اس کو آئندہ سیشن کی فرد مقدمات میں شامل کرانے کو کہا۔

3 نومبر 1943ء کو یہ مقدمہ بمبئی ہائی کورٹ سیشن میں مسٹر جسٹس بلیگڈن کے سامنے پیش ہوا عدالت سامعین سے بھری ہوئی تھی ملزم کے وکیل مسٹر بار والا نے قائداعظم کی کوٹھی کے پٹھان چوکیدار پر جرح کی پٹھان چوکیدار کے بیان کے دوران مسٹر جسٹس کئی مرتبہ اپنی کرسی سے اٹھ کر گواہ کے قریب گئے اور اسے قائداعظم کی کوٹھی اور ان کے سیکرٹری کے کمرے کا نقشہ سمجھایا چوکیدار پر جرح ہو رہی تھی کہ قائداعظم عدالت میں تشریف لائے اور ڈیفنس کونسل کے پیچھے بیٹھ گئے ملزم کے وکیل قائداعظم کی حاضری پر اعتراض کیا تو قائداعظم اٹھ کر باہر چلے گئے۔

مقدمے کی کارروائی شروع ہونے پر مسٹر پاردوالا نے ملزم کی جانب سے درخواست پیش کی کہ کئی سال پہلے بجلی کا جھٹکا لگنے سے ملزم کا ہاتھ بیکار ہو گیا تھا اور اس ہاتھ میں مضبوطی سے وہ کوئی چیز نہیں پکڑ سکتا اس لئے اس کے ہاتھ کا ڈاکٹری معائنہ کرایا جائے عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے ملزم کا ڈاکٹری معائنہ کرانے کا حکم صادر کیا چنانچہ ڈاکٹر نے معائنے کے بعد دوسرے دن عدالت کو رپورٹ پیش کی کہ ملزم کے بائیں ہاتھ میں کوئی خرابی نہیں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے پٹھے درست ہیں اور اس کی بغل میں کوئی نقص نہیں ہے۔

4 نومبر 1943ء کو یہ مقدمہ پھر عدالت میں پیش ہوا۔ عدالت کشمیر کے ممتاز وکیلوں اور مسلم لیگی لیڈروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی ملزم نے بیس منٹ تک جیوری کو ایڈریس کرتے ہوئے ارتکاب جرم سے انکار کیا اس کے بعد مسٹر جسٹس بلیگڈن نے جیوری کے سامنے مقدمے کی روئیداد پیش کرتے ہوئے کہا اس مقدمے کی نوعیت چونکہ سیاسی ہے اس لئے پریس میں اس کی تفصیلات پر تبصرے ہو رہے ہیں لہٰذا میں جیوری کے ارکان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بالکل خالی الذہن ہو کر رائے قائم کریں۔

مسٹر جسٹس بلیگڈن نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایک ملزم بڑی بے باکی کے ساتھ گواہان استغاثہ سے ہر قسم کے توہین آمیز سوالات کر سکتا ہے اس پر جرح بھی نہیں کی جا سکتی اس کے بعد جیوری کو مقدمے کی سیاسی نوعیت بتائی گئی جیوری کے ارکان نے اپنی متفقہ رائے دی کہ ملزم نے ارتکاب جرم کیا ہے۔ اس کے بعد مسٹر جسٹس بلیگڈن نے ملزم سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تمہارا مقدمہ معمولی نوعیت کا نہیں ہے اس لئے میں تمہارے حق میں یہ سمجھنے کے لئے تیار ہوں کہ تم نے ایسے جذبات کے ماتحت یہ حرکت کی ہے۔ جو کسی طرح احترام کے مستحق نہیں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تم نے یہ حرکت مسٹر جناح سے ذاتی مخالفت کی بنا پر کی ہے خواہ تم کتنے ہی گمراہ کیوں نہ ہو لیکن تم اپنے وطن کو خوشحال و مسرور دیکھنا چاہتے تھے اور تم مسٹر جناح کو اس راہ میں سنگ گراں سمجھتے تھے لیکن کسی ایسے ملک میں خوشی و شادمانی کا دور دورہ نہیں ہو سکتا جہاں سیاسی یا کسی دوسرے مقصد کے لئے قتل کو قابل نظر اندازی سمجھا جائے میں محسوس کرتا ہوں کہ تمہیں کم از کم جو سزا دی جا سکتی ہے وہ پانچ سال قید سخت ہے۔

30 اپریل 1945ء

ہٹلر نے خودکشی کر لی

ہٹلر ایک خبطی لیکن ثابت قدم ڈکٹیٹر نظر آتا ہے اپنے بے مثال سیاسی کیریئر میں ناقابل تسخیر رہا اس نے نو قوموں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یورپ کی عظیم قوتوں کو نیچا دکھایا لاکھوں انسانوں کو محکوم و مغلوب بنا کر معاشی و معاشرتی ڈھانچے کی ازسرنو تشکیل کی اور مزید لاکھوں انسانوں پر ہپناٹائز کر کے اپنی مرضی تھوپی۔ ساڑھے چھ کروڑ سے زائد جرمنوں نے اس فتنہ انگیز لیڈر کو بلندیوں پر پہنچا کر اپنے وطن کا نجات دہندہ قرار دیا اور لوگوں نے اسے ''فیوہرر'' کا خطاب دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہٹلر آسٹریا کے مقام برانائی میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ کسٹم آفیسر تھا اور اسے بے رحمی سے پیٹتا تھا۔ نوجوانی میں ہٹلر ویانا میں پوسٹ کارڈ پینٹ کر کے روزی کماتا تھا۔ وہ انتہا درجے کا مارکسزم اور یہود مخالف تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے آغاز پر ہٹلر ایک گمنام آرٹسٹ سے ابھر کر ایک پرعزم سپاہی کے طور پر سامنے آیا جنگ نے اس کے جذبہ حریت کو ابھارا۔

جرمنوں کی شکست کے بعد ہٹلر نے انتہاء پسند جرمن ورکرز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی جسے بعد میں نیشنل سوشلسٹ جرمن ورکرز یا نازی پارٹی کا نام دیا گیا اپنے پر جوش خطیبانہ انداز سے اس نے جرمن کے امرا کو اُس بات پر قائل کر لیا کہ معاہدہ ورسیلز میں جرمنوں کی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے وہ ان کا ساتھ دیں ہٹلر نے ''طوفانی دستوں'' کے نام سے نازی فوج بھی تشکیل دی اور میونخ میں حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی یہ بغاوت ناکام ہوگئی اور ہٹلر کو جیل کی سزا ہوئی جیل میں ''میری جدوجہد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے اپنے مستقبل کے ارادوں کو بیان کیا۔

جیل سے رہائی کے بعد نازی اور ان کے لیڈر کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور 30 جنوری 1938ء میں صروان ہنڈن برگ نے ہٹلر کو چانسلر مقرر کر دیا۔ نئے اختیارات ملنے سے ہٹلر نے تمام مخالف قوتوں کو کچل ڈالا اور مطلق العنان حکومت بنالی ہٹلر کا سب سے خطرناک اور بڑا نظریاتی اصول یہ تھا کہ جرمنی کو ایک خالص آریائی نسل کے طور پر پروان چڑھنا چاہیے۔ ہم بہتر نسلی عناصر سے ایک اعلیٰ طبقاتی نسل تعمیر کریں گے'' اس کا کہنا تھا اپنے اس خبط اور یورپ کو تسخیر کرنے کی دیوانی خواہش نے لاکھوں یہودیوں اور دوسرے معصوم لوگوں میں خوف و دہشت پیدا کر دی جو اس کے موت کے کیمپوں میں المناک موت کا شکار ہو گئے۔

14 مارچ 1938ء کا دن ہٹلر کی زندگی کا یادگار دن تھا اس نے اپنی جوانی میں آسٹریا کو ایک قلاش آرٹسٹ کی حیثیت سے خیر باد کہا تھا لیکن اس دن وہ اس شہر میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہا تھا ہٹلر جب آسٹریا کے دارالحکومت میں داخل ہوا اس کے آگے چالیس ٹینک اور پیچھے پولیس افسروں کی گاڑیاں جلوہ افروز تھیں۔ لیکن ہٹلر کی زندگی میں وہ بدترین دن تھا جب اتحادیوں کی طرف سے جرمنوں کو ''سرنڈر یا موت'' کے الٹی میٹم کے دس دن بعد جرمن شہر برلن اتحادیوں کے قبضے میں آ گیا۔

ہٹلر کی موت کے قصے کا افسانوی پہلو اس کی داشتہ ایوا براؤن تھی جو اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی جب روسی افواج نے برلن شہر پر قبضہ کر لیا تو روسی فوجی شہر کے کونے کونے میں ہٹلر کی بو سونگھتے پھر رہے تھے اور شکست خوردہ قوم کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈکٹیٹر ہٹلر اپنے خفیہ بنکر میں اپنی داشتہ کے ساتھ شادی کی رسومات ادا کرنے میں مصروف تھا۔ شادی کرنے کے بعد اس نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کیا اور ایوبراؤن کو بھی اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ بھی موت کے سفر میں اس کا ساتھ دے لیکن ہٹلر کے برعکس ایوا نے زہر کو ترجیح دی۔ شاید یہ طریقہ پستول کی خون آلود موت سے زیادہ بہتر تھا۔

ہٹلر نے اپنے ساتھی نازی افسروں کو ہدایت کی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی لاشوں اچھی طرح جلا دیا جائے تا کہ روسی افسران کی لاشوں کی بھی بے حرمتی نہ کرسکیں چنانچہ ان کی موت کے بعد اس کی لاشوں کو جلا دیا گیا۔ وہ بار بار ان لاشوں پر تیل چھڑکتے اور آگ لگا دیتے۔ یہی وجہ ہے ہٹلر کی موت کے بعد کئی افسانے تراشے گئے کبھی کہا گیا کہ ہٹلر برلن سے فرار ہوگیا تھا کبھی ہٹلر کے کسی ملک کی مضافاتی آبادی میں ہونے اطلاع تو کبھی ہٹلر کی کھوپڑی دریافت کرنے کا انکشاف ہوا لیکن یہ حقیقت تھی کہ طاقتور ہٹلر اب راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔

2 مئی 1945ء

برلن تقسیم کر دیا گیا

سات سو پچاس سال پرانا شہر برلن پہلی مرتبہ 1701ء میں اس وقت کی مملکت پروشیا کا صدر مقام بنایا گیا۔ مملکت پروشیا کے بیشتر حصے اب روس اور پولینڈ کی سرزمین کہلاتے ہیں۔ 1871ء میں شہر برلن کو دوسری مرتبہ جرمنی کا صدر مقام بنایا گیا اور 1920ء میں عظیم تر برلن کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا گیا۔

1813ء کے بعد برلن نے پہلی مرتبہ اپریل 1945ء میں کسی غیر ملکی لشکر کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ 25 لاکھ نفری پر مشتمل روس آرمی دو گروپوں میں تقسیم ہو کر 830 مربع کلومیٹر کے اس شہر کو ہر طرف سے گھیرے میں لے چکی تھی۔ روسی ریڈ آرمی کا دباؤ مغرب کی جانب بڑھتا جارہا تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ وہ کم سے کم وقت میں اتحادی فوجوں کے ساتھ مل کر جائیں اور شہر برلن پر مکمل قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہٹلر کو زندہ گرفتار کرلیں۔

ہٹلر کو زندہ گرفتار کرنے کا روسی افواج کا یہ خواب شرمند تعبیر نہ ہو سکا۔ کیوں کہ ہٹلر اپنی اہلیہ کے ساتھ 30 اپریل 1945ء کو خودکشی کر چکا تھا اور اس کے حکم کے مطابق اس کے ساتھی ہٹلر اور ایوا براؤن کی لاش کو بار بار پٹرول چھڑک کر اس قدر جلا چکے تھے کہ اب برلن میں واقع قصر چانسلر کے باغیچہ میں شعلوں اور راکھ کے علاوہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دوسری چیز کی شناخت ہی ممکن نہ تھی۔ البتہ روسی اور اتحادی افواج ہٹلر کی موت سے یہ فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئے کہ محض دو دن بعد 2 مئی 1945ء کو جرمن فوجوں نے غیر مشروط طور پر برلن شہر میں پارٹس ڈم کے مقام پر ہتھیار ڈال دیئے۔ جرمن قوم شدید جانی اور مالی نقصان اٹھانے کے بعد سرنگوں ہو گئی۔

روسی افواج نے شہر میں موجود ڈھائی لاکھ عمارتوں کو تباہ و برباد کرنے کی غرض سے اٹھارہ لاکھ گولے برلن شہر پر برسائے اور ریڈ آرمی نے صرف اس شہر پر قبضہ کرنے کی خاطر تین لاکھ سے زیادہ انسانی جانوں کو تلف کیا۔ اس شہر کے محاصرے کے لئے ساڑھے تین ہزار ٹینک اور دوسری بکتر بند گاڑیاں استعمال کی گئیں۔ 527 ہوائی جہازوں نے بمباری میں حصہ لیا اور شہر پر گرائے جانے والی بموں کے شیل اگر وزن کئے جاتے تو ان کا وزن 36 ہزار ٹن بنتا تھا۔ اس طرح جنگ بند ہونے کے بعد جب اتحادی افواج 88 ہزار ایکڑ پر محیط اس شہر میں داخل ہوئیں تو برلن شہر سے ساڑھے سات کروڑ کیوبک میٹر ملبہ ہٹانا پڑا اور بعد میں یہ شہر توڑ کر مغربی اور مشرقی برلن میں تقسیم کر دیا گیا۔

جنگ عظیم کے خاتمہ پر یہ شہر مجموعی طور پر بیس انتظامی اضلاع پر مشتمل تھا ان میں سے 8 اضلاع پر روسی افواج نے قبضہ کرلیا۔ جسے بعد میں باقی اتحادیوں سے ہونے والے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روس نے مشرقی جرمنی کے حوالے کر دیا۔ اسے مشرقی برلن کہہ کر مشرقی جرمنی کا صدر مقام قرار دے دیا گیا۔

شہر برلن کے باقی آٹھ اضلاع کی تقسیم اس طرح ہوئی۔ 6 اضلاع امریکی کنٹرول میں دے دیئے گئے۔ چار اضلاع پر برطانیہ قابض ہو گیا اور باقی دو اضلاع فرانس کے حصہ میں آ گئے اور ان آٹھ اضلاع کو مغربی برلن کہا جانے لگا۔ 1961ء میں دیوار برلن تعمیر ہو جانے کے بعد 3 لاکھ ستر ہزار مشرقی جرمن باشندے مغربی برلن میں آباد ہو گئے۔ اس کے علاوہ فرانس برطانیہ اور امریکہ کی افواج کی موجودگی کے باعث 2 لاکھ پچاس ہزار غیر ملکی اس شہر میں مستقل رہائش اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جس میں سے محض ترک باشندوں کی تعداد ایک لاکھ نفوس سے زیادہ تھی۔ اس طرح ایک غیر فطری مملکت جواب تک مشرقی جرمنی اور عوامی جمہوریہ جرمنی کے نام سے جانی جاتی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 اگست 1945ء

ہیروشیما کی تباہی

6 اگست کی صبح کو ہیروشیما کی فضا ہوائی حملہ کے الارم سے گونج اٹھی۔ شہر کی آبادی پناہ گاہوں میں چھپ گئی۔ سڑکوں پر ٹریفک رک گئی۔ لوگوں کے کان ہوائی جہاز کی بھنبھناہٹ پر لگے تھے۔ شہر پر کوئی ہوائی جہاز دکھائی نہ دیا۔ کچھ دیر بعد خطرہ دور ہو جانے کا الارم گونجا۔ لوگ پناہ گاہوں سے نکل آئے۔ سڑکوں پر ٹریفک رواں ہوگئی۔ اتنے میں طیارہ شکن توپوں کی گرج سنائی دی۔ لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ تین ہوائی جہاز انتہائی بلندی پر طیارہ شکن توپوں کی زد سے باہر پرواز کر رہے تھے۔ یہ جہاز عین شہر کے اوپر پہنچے تو ایک جہاز نے شوخ دھاریوں والا پیرا شوٹ نیچے پھینکا۔ طیارے مڑے اور خلا میں غائب ہو گئے۔ رنگ برنگا پیراشوٹ آہستہ آہستہ نیچے اترتا رہا۔ یہاں تک کہ اچانک آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی چمک پیدا ہوئی۔ کسی دھماکہ کے بغیر بلند و بالا عمارات ماچس کی ڈبیوں کی طرح اڑ گئیں۔ دھوئیں اور غبار نے شہر کو اپنے لپیٹ میں لے گیا۔ ایک ہی ثانیہ میں پورا شہر ملیامیٹ ہو گیا۔ ایک لاکھ شہری بھسم ہو چکے تھے۔ یہ پہلا ایٹم بم تھا!

گزشتہ پچاس برس میں اس بم کی تباہ کاریوں کی ہولناک داستان کئی مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ ایٹم بم کی ہولناکیوں سے انسان کا دل آج بھی دہل جاتا ہے۔ اس خوفناک ایجاد نے دنیا کی سیاست، سائنسی تحقیقات اور تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ آنجہانی آئن سٹائن امریکہ کے ان سائنس دانوں میں تھے جنہوں نے صدر روز ویلیٹ سے مطالبہ کیا تھا کہ ایٹم بم بنانے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔ مگر جب اس نے ہیروشیما پر ایٹم بم گرانے کی خبر سنی تو بلبلا اٹھا اور اس بم پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔ ڈاکٹر جے رابرٹ اوپن ہیمر نے جن کی قیادت اور ذہانت سے دنیا کا پہلا ایٹم بم وجود میں آیا۔ ہیمر نے تجرباتی بم کا دھماکہ دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے۔

میں ہلاکت بن گیا ہوں۔ دنیا کو تباہ کر کے رکھ دینے والا! 6 اگست 1945ء کو ہیروشیما پر اور 9 اگست کو ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکنے کی خبروں سے اوپن ہیمر کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ علی الاعلان ایٹم بم اور ایٹمی سیاسیات کی مذمت کرنے لگا۔ امریکی سیاستدانوں نے پوری کوشش کی کہ اسے داؤ پر کھینچ لائیں مگر انسانیت کا ضمیر اس کی حمایت پر آ گیا۔ اسے ایٹمی توانائی کمیشن سے نکال دیا گیا۔ اس سے ماہرین نفسیات کو ایک دلچسپ موضوع مل گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک سائنسدان خود ایٹم بم بناتا ہے اور پھر خود ہی اس کی اتنی مخالفت کرتا ہے کہ اپنے مستقبل اور زندگی کو خطرے میں ڈال لیتا ہے۔ آخر کیوں؟ ماہرین نفسیات نے اس پیچیدہ سوال کا جواب یہ دیا کہ ڈاکٹر اوپن ہیمر اور ان جیسے لوگ جاپانیوں کے قتل عام کا مجرم اپنی ذات کو سمجھتے ہیں اور ان کا مجرم ضمیر احساس جرم یا احساس ندامت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی مذمت پر اتر آیا ہے کہ اسی طرح اسے قدرے سکون مل جاتا ہے۔

14 جولائی 1945ء

شملہ کانفرنس ناکام ہوگئی

اپنی نشری تقریر میں لارڈ ویول نے یہ ارادہ ظاہر کر دیا تھا کہ 25 جون کو وہ شملے میں پولیٹیکل کانفرنس طلب کریں گے جس میں 21 لیڈروں کو دعوت شرکت دی جائے گی اور وہ یہ ہوں گے صوبوں کی حکومتوں کے وزرائے اعلیٰ اور وہ بھی جو کانگریس کی وزارتوں کے مستعفی ہونے سے قبل ان صوبوں کے وزیراعلیٰ تھے جن میں اب دفعہ 93 کے تحت گورنر حکومت کر رہے تھے مرکزی اسمبلی کی کانگریس پارٹی کا لیڈر اور مسلم لیگ پارٹی کا ڈپٹی لیڈر نیشنلسٹ پارٹی اور یورپین گروپ کے لیڈر قائداعظم محمد علی جناح اور مسٹر گاندھی اس حیثیت سے کہ اولاالذکر مسلمانوں کے اور ثانی الذکر کانگریس کے۔ نشری تقریر کے بعد ان سب لیڈروں کو دعوت نامے بھیج دیئے گئے جن کو وائسرائے اس کانفرنس میں شریک کرنا چاہتے تھے۔

قائداعظم اور وائسرائے کے درمیان 24 جون کو ملاقات طے ہو چکی تھی قائداعظم نے تار پر وائسرائے سے یہ خواہش کی کہ نشری تقریر میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کی وہ کانفرنس سے قبل صراحت چاہتے ہیں اور ورکنگ کمیٹی سے وہ مشورہ بھی اسی وقت کر سکیں گے جب ان کو مطلوبہ صراحتیں حاصل ہو جائیں گی اس لئے پندرہ روز کے لئے کانفرنس ملتوی کر دی جائے وائسرائے نے اس کے جواب میں تار ہی پر یہ کہا کہ اب کانفرنس کی تاریخ ملتوی نہیں ہو سکے گی جن صراحتوں کی آپکو ضرورت ہے وہ نجی ملاقات میں نہیں بلکہ کانفرنس کے اجلاس میں کی جائیں آپ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس شملے میں طلب کیجئے۔

24 جون کو وائسرائے نے قائداعظم مسٹر گاندھی اور ابوالکلام آزاد سے الگ الگ ملاقات کی ایگزیکیوٹو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کونسل کے اختیارات کے معاملے میں ویول پلان سر اسٹیفر ڈ کرپس کی تجاویز سے مختلف نہ تھا فوج اور امور دفاع کا اختیار اس میں بھی کمانڈر انچیف کے لئے تھا جس کی وجہ سے کانگریس نے اسٹیفر ڈ کرپس کی تجاویز مسترد کی تھیں مگر یورپ میں جنگ ختم ہو چکی تھی برطانیہ فاتحین میں تھا کانگریس کو محسوس ہو گیا کہ اب برطانیہ کو کانگریس کے تعاون کی ایسی ضرورت نہیں ہے جیسی 1942 میں تھی لہٰذا اس موقع پر اس نے نخرہ نہیں کیا اور ویول پلان میں تعاون کے لئے تیار ہو گئی۔

قائداعظم کو جو شبہات اور اندیشے تھے وہ دوران ملاقات میں انہوں نے وائسرائے سے بیان کر دئے سب سے زیادہ ناگوار بات یہ تھی کہ لارڈ ویول اور کانگریس دونوں مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے کوشاں تھے خضر حیات خاں صاحب جن کو مسلم لیگ نے اپنی رکنیت سے خارج کر دیا تھا اس دعوے کے ساتھ کھڑے ہو گئے کہ ایگزیکیٹو کونسل میں یونینسٹ پارٹی کی بھی نیابت ہونی چاہئے۔گورنر پنجاب ان کے اس دعوے کے مرید تھے۔لارڈ ویول کو ان سے دلچسپی تھی پاکستان اسکیم کو تباہ کرنے کے لئے کانگریس کو ان سے بہتر کوئی اور آلہ کار مل نہیں سکتا تھا اس لئے وہ بھی ان کی حامی تھی خود کانگریس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ بھی ایگزیکیوٹو کونسل کی رکنیت کے لئے مسلمانوں کے نام پیش کرے گی قائداعظم نے اس ملاقات میں وائسرائے کو مطلع کر دیا کہ کانگریس اور یونینسٹ پارٹی کے اس دعوے کی مسلم لیگ مخالفت کرے گی کہ ان کو بھی مسلمانوں کی نیابت کا حق ہے۔مسلم لیگ کے نمائندے ایگزیکیوٹو کونسل میں ہونا چاہئیں دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ چھوٹی اقلیتیں چونکہ ہمیشہ ہندوؤں کے ساتھ ووٹ دیں گی اور اس وجہ سے مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہیں گے اس لئے یہ چاہئے کہ مسلمانوں کی اکثریت جب کسی معاملے میں مخالفت کرے تو وہ ووٹوں کے ذریعے سے طے نہ ہو۔

15 جون 1945ء کو دن کے گیارہ بجے وائسریگل لاج شملہ میں کانفرنس منعقد ہوئی۔وائسرائے نے طویل افتتاحی تقریر کی اسی پر صبح کا اجلاس ختم ہو گیا دن میں ڈھائی بجے اجلاس شروع ہوا ابوالکلام صاحب آزاد بحیثیت صدر کانگریس اجلاس میں شریک تھے نمائندوں میں سب سے پہلے ان ہی کی تقریر ہوئی اور انہوں نے سب سے پہلے کانگریس کا وہی دعویٰ پیش کیا۔جس کے ثبوت کے لئے اس نازک زمانے میں ہندوؤں نے ان کو کانگریس کا صدر منتخب کیا تھا انہوں نے فرمایا۔

”میں اس سے واقف ہوں کہ موجودہ تجاویز عبوری تصفیے کے لئے ہیں۔مگر کانگریس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایسی چیز میں فریق بنے خواہ وہ عارضی ہی کیوں نہ ہو جس سے اس کے قومی مزاج کو ضرر پہنچے جو قومیت کی نشو و نما کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے مضر ہو یا جو راست یا بالواسطہ اس کو گرا کر فرقہ وارانہ انجمن کی سطح پر لے آئے۔"

اس کے بعد انہوں نے اور غیر متعلق باتیں کہیں جن پر قائداعظم نے وائسرائے سے تشریح کا مطالبہ کیا وائسرائے نے تشریح کی اور ابوالکلام صاحب آزاد کو یہ یقین دلایا کہ تجاویز میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے کانگریس کو فرقہ وارانہ انجمن بنانا مقصود ہو۔

اس موقع پر قائداعظم بولے" کانگریس صرف ہندوؤں کی نیابت کرتی ہے ڈاکٹر خان صاحب نے بڑے جوش سے قائداعظم کے اس فقرے پر اعتراض کیا اس پر وائسرائے نے کہا یہ بدیہی بات ہے کہ کانگریس اپنے ارکان کی نیابت کرتی ہے قائداعظم نے فرمایا" "یہ مجھے منظور ہے"

27 جون کو کانفرنس ایک گھنٹہ منعقد رہنے کے بعد اس غرض سے ملتوی کر دی گئی کہ قائداعظم اور پنڈت گووند ولبھ پنتھ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان سمجھوتے کے لئے باہم گفتگو کریں اسی روز شام کو قائداعظم وائسرائے سے ملے اور طویل گفتگو کے بعد انہوں نے وائسرائے سے صاف کہہ دیا کہ وہ اس پر رضامند نہیں ہو سکتے کہ ایگزیکیوٹو کونسل میں کوئی ایسا مسلمان نامزد کیا جائے جو مسلم لیگ کی طرف سے نہ ہو البتہ وہ اس کے لئے تیار ہیں کہ وائسرائے جو تجویز (فارمولا) مناسب خیال فرمائیں۔ وہ اسے مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی میں پیش کر دیں۔

29 جون کو کانفرنس نے چوتھی بار اجلاس کیا اس میں وائسرائے کو اطلاع دی گئی کہ قائداعظم اور پنڈت گوند ولبھ پنتھ کی گفتگو ناکام رہی۔ اس کے بعد وائسرائے نے یہ طے کیا کہ تمام پارٹیوں سے ایگزیکیوٹو کونسل کے لئے وہ نام طلب کریں جو ان کو پینل کی صورت میں دیئے تھے۔ وائسرائے نے ایگزیکیوٹو کونسل کے ارکان کی نامزدگی کے لئے یہ ضابطہ معین کیا تھا کہ پارٹیاں جو نام بھیجیں اور جو نام وہ خود تجویز کریں ان میں سے ایک فہرست ایسی ہو گی جس کو سب پسند کریں گے ناموں کا پینل بھیجنے کے لئے کانفرنس ملتوی کر دی گئی قائداعظم کی خواہش پر وائسرائے نے یہ وعدہ کیا کہ جو طریقہ کار تجویز کیا گیا وہ ان کو لکھ کر بھیج دیا جائے گا۔

کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ 3 جولائی کو ہوا اس نے 6 جولائی تک وائسرائے کو ناموں کا پینل بھیج دیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی 6 جولائی کو منعقد ہوئی۔ ورکنگ کمیٹی کی ہدایت کے مطابق دوسرے روز قائداعظم نے لارڈ ویول کو لکھا کہ ناموں کے پینل کی جگہ مسلم لیگ کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو سابق وائسرائے لارڈ لن لتھ گو نے اگست 1940ء کی پیش کش کے سلسلے میں پینل سے مسلم لیگ کے اختلافات پر اختیار کیا تھا یعنی یہ کہ وائسرائے اور مسلم لیگ کے لیڈر کے درمیان صیغہ راز گفتگو میں وہ نام پیش اور طے ہو جائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ مسلم لیگ کو شدت سے اس رائے پر اصرار ہے کہ ایگزیکیوٹو کونسل کے لئے تمام مسلمان ممبر مسلم لیگ سے لئے جائیں ورکنگ کمیٹی اس کو اپنے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول سمجھتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے اگر چہ وائسرائے اپنا اختیار حاکمہ استعمال کریں گے مگر یہ محسوس کیا گیا ہے کہ کوئی دوسرا موثر تحفظ بھی ہونا چاہئے تاکہ عبوری انتظام ہموار طریقے پر چل سکے اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ جب ایگزیکیوٹو کونسل کے ارکان کی تعداد اور ان کی ترکیب کا مسئلہ طے ہو چکے گا تو موثر تحفظ کا مسئلہ بھی طے کر لیا جائے گا۔

8 جولائی کو قائداعظم وائسرائے سے ملے اور دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی 9 جولائی کو وائسرائے نے تحریری جواب بھیجا وائسرائے نے یہ منظور نہیں کیا کہ ایگزیکیوٹو کونسل کے تمام مسلمان ارکان مسلم لیگ سے لئے جائیں اس کے جواب میں 9 جولائی کو قائداعظم نے لارڈ ویول کو یہ لکھ دیا کہ ایسی صورت حال میں مسلم لیگ کی طرف سے مجوزہ ایگزیکیوٹو کونسل میں شرکت کے لئے میں نام نہیں بھیج سکتا یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنے بنیادی اصول ترک کر دیں۔

اس دوران میں دوسری پارٹیوں نے وائسرائے کو نام بھیج دیئے تھے اور وائسرائے نے اپنی ایک فہرست بھی مرتب کر لی تھی جس میں ترمیم کی اجازت تھی اس میں خود اپنے انداز سے انہوں نے مسلم لیگ کے وہ آدمی چن لئے تھے جو ان کے خیال میں مسلم لیگ کو پسند ہوتے انہوں نے حکومت برطانیہ سے یہ وعدہ بھی حاصل کر لیا تھا کہ اگر ان کی فہرست ہندوستانی پارٹیوں کو منظور ہوئی تو ملک معظم کی گورنمنٹ اس کو منظور کر لے گی لارڈ ویول 11 جولائی کو تیسرے پہر میں قائداعظم سے ملے اور انہوں نے قائداعظم سے کہا کہ وہ مسلم لیگ کے چار آدمی لینے کو تیار ہیں لیکن پانچویں جگہ ایسے پنجابی مسلمان کو ملے گی جو لیگ میں نہیں ہے انہوں نے چار لیگیوں کے نام قائداعظم کو بتائے جن کو انہوں نے چنا تھا اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ ان کی جگہ دوسرے لیگیوں کے نام تجویز کریں تو میں ان پر غور کروں گا مجھے واقع اس سے بڑی مسرت ہو گی کہ خود مسٹر جناح ایگزیکیوٹو کونسل میں رہنا منظور کریں لارڈ ویول نے یہ بھی کہا کہ میرے انتخاب سے صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نہیں بلکہ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان بھی مساوات قائم ہو جائے گی آخر میں وائسرائے نے یہ کہا کہ میں نے ابھی کانگریس سے مشورہ نہیں کیا ہے ممکن ہے کہ میرا مجوزہ انتظام اس کو بھی پسند نہ ہو۔

اس کے جواب میں قائداعظم نے فوراً کہا بغیر اس کے مسلم لیگ کا تعاون ناممکن ہے کہ (ا) کونسل کے تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچوں مسلمان ممبر مسلم لیگ سے لئے جائیں اور (ب) گورنر جنرل کے اختیار امتناع کو کونسل کے اندر مسلمانوں کے لئے خاص تحفظ کے ذریعے سے قوت دی جائے یعنی یہ تحفظ ہو کہ کوئی ایسا فیصلہ جس پر مسلمان اعتراض کریں۔ سوائے اس صورت کے نافذ نہ کیا جائے کہ اس کی تائید میں دو تہائی اکثریت ہو یا اسی قسم کی کوئی دوسری صورت ہو۔''

وائسرائے نے جواب دیا کہ ان دونوں صورتوں میں سے میں کوئی قبول نہیں کر سکتا اس پر قائداعظم بولے کہ اگر ایسا ہے تو مسلم لیگ تعاون نہیں کر سکتی انہوں نے یہ مزید کہا کہ ورکنگ کمیٹی نے وائسرائے کے اخلاص نیت کی تعریف کی اور یہ محسوس کیا کہ مسلم لیگ کے ممبر عہدے قبول کر کے مسلمانان ہند کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ ہے کہ مسلم لیگ اپنے بعض بنیادی اصول ترک نہیں کر سکتی اس پر وائسرائے نے قائداعظم کو مطلع کیا کہ اس کے معنی میری کوششوں کی ناکامی ہیں اور یہ کہ میں 14 جولائی کو کانفرنس میں اس مفہوم کا اعلان کر دوں گا۔

لارڈ ویول 11 جولائی کو مسٹر گاندھی سے ملے انہوں نے مسٹر گاندھی کو اطلاع دی کہ مسلم لیگ چونکہ سوائے اپنی شرائط کے اور کسی طرح تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی اس لئے کانفرنس ناکام ہو گئی ہے اس پر مسٹر گاندھی نے کہا:

''کانگریس اور مسلم لیگ ہندو اور مسلمان ایسے ہیں کہ ان کے درمیان صلح نہیں ہو سکتی۔ کسی وقت یہ ضروری ہو جائے گا کہ برطانوی ان کے درمیان فیصلہ کریں''۔ لارڈ ویول نے اس کے جواب میں کہا ہندوستان میں جو بھی فیصلہ مسلط کیا جائے گا وہ ہندوستان کے لئے امن اور خود اختیاری پر منتج نہیں ہو سکتا۔

لارڈ ویول نے یہ صحیح بات کہی تھی مگر مسٹر گاندھی کی سمجھ میں کبھی نہیں آئی وہ یہ چاہتے تھے کہ برطانیہ ہندو اکثریت کی مواقفت میں فیصلہ دے اور زبردستی مسلمانوں کے خلاف اسے نافذ کرے لارڈ ویول نے 14 جولائی کو کانفرنس کے پانچویں اجلاس میں جو آخری تھا ایک بیان دیا کہ جس میں انہوں نے کانفرنس کی ناکامی کا اعلان کر دیا۔

ابوالکلام صاحب آزاد نے اپنی اسی اجلاس کی تقریر میں فرمایا۔ ''فرقہ وارانہ مسئلہ اس قدر شدید ہو گیا ہے کہ کانگریس کی رائے میں وہ صرف کسی قطعی اور منصفانہ فیصلے ہی سے حل ہو گا۔ برٹش گورنمنٹ اس معاملے میں اپنے کو ذمہ داری سے رہا نہیں کر سکتی ایسا فیصلہ ہونا چاہئے جو انصاف اور خوش معاملگی پر مبنی ہو اور جب ایسا فیصلہ ہو جائے تو اسے مضبوطی کے ساتھ نافذ کرنا چاہئے مصلحت کی پالیسی سے قابل اطمینان نتائج برآمد نہیں ہو سکتے بے شک چاہے وائسرائے اس پر فرصت میں غور کریں لیکن مضبوطی کی ضرورت ہو گی پس و پیش کمزوری کا دوسرا نام ہے''۔

مسٹر گاندھی کے مذکورہ بالا قول اور آزاد صاحب کی اس تقریر سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ لارڈ ویول نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقاتوں میں ان پر یہ اثر قائم کر دیا تھا کہ وہ کانگریس کے نقطہ نظر سے متفق ہیں اس وجہ سے ان دونوں صاحبوں نے وائسرائے سے یہ فرمائش کی کہ فرقہ وارانہ مسئلے میں حکومت برطانیہ کو فیصلہ دینا چاہئے اور پھر سختی سے وہ اس فیصلے کو نافذ کرے ان کو یقین تھا کہ حکومت برطانیہ یا وائسرائے کا فیصلہ کانگریس کے موافق اور مسلم لیگ کے خلاف ہوگا۔ شملہ کانفرنس کے اس آخری اجلاس میں قائداعظم نے کہا:

''لیکن جب یہ کہا گیا اور دو سابق مقرروں نے کہا کہ ناکامی کی ذمہ دار مسلم لیگ ہے تو یہ ضروری ہوگا کہ میں کانفرنس کو بنیادی اصول یاد دلا دوں لیگ اور کانگریس کے سوچنے کے رخ بالکل مختلف ہیں اگر مجوزہ ایگزیکیٹو کونسل وجود میں آتی تو اس کے سامنے جو مسئلہ آتا اس کو کانگریس اور مسلم لیگ نظر کے مختلف نقطوں سے دیکھتیں پاکستان کا خیال اور متحدہ ہندوستان کا خیال اپنی طبیعت کے اعتبار سے باہم متضاد ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک طویل المیعاد حل نہ ہو جائے وائسرائے کو ملک کی گورنمنٹ چلانی ہے خواہ پارٹیاں اور فرقے متفق ہوں یا نہ ہوں.......... مسلم لیگ یہ تہیہ کر چکی ہے کہ پاکستان ضرور حاصل کرے گی عبوری دور کے لئے عارضی حکومت کی ہر تجویز پر وہ ان شرائط کے تحت غور کرے گی'' اول ملک معظم کی گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان کہ مسلمانوں کو حق خود ارادیت دیا جائے گا دوم عبوری انتظام میں تمام دوسرے فرقوں کے بالمقابل مسلمانوں کے لئے مساوی نیابت کی منظوری، پہلی شرط کو اس انتظام میں کوئی جگہ نہ ملی رہی دوسری شرط تو ان تجاویز نے مسلمانوں کی نیابت کو گھٹا کر ایک تہائی کر دیا۔

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے اعلان کے بعد 14 جولائی کو قائداعظم نے اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں مندرجہ ذیل بیان دیا:

''ویول پلان کے آخری جائزے اور تجزیے میں ہم نے یہ پایا کہ وہ ایک جال اور ایک پھندا تھا وہاں ایک اتحاد قائم تھا جس میں یہ سب تھے گاندھی ہندو کانگریس جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے لئے قومی خود مختاری قائم ہو دوسرے جغرافیائی وحدت کے مبلغ لارڈ ویول اور گلینسی اور خضر حیات خان جو اس کے درپے ہیں کہ پنجاب کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کریں۔ یہ اتحاد اس کے لئے کوشاں تھا کہ ہم کو دھکیل کر اس انتظام میں پھنسا دے لارڈ ویول نے جو تجویز کیا تھا اگر ہم اس پر متفق ہو جاتے تو گویا ہم اپنے لئے موت کی سزا کے حکم پر خود ہی دستخط کرتے۔

ہمارا موقف یہ تھا اور یہ ہم نے 1940 کے بعد متواتر حکومت برطانیہ پر واضح کر دیا تھا کہ ہم کسی عبوری عارضی گورنمنٹ پر نہ اس وقت تک غور کر سکتے ہیں اور نہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں جب تک کہ حکومت برطانیہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے ایسا اعلان نہ ہو جس میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی ضمانت دی جائے اور یہ وعدہ کیا جائے کہ جنگ کے بعد یا اس قدر جلد جتنا کہ ممکن ہو حکومت برطانیہ مسلم لیگ کے ان بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر جو مارچ 1940ء کے رزولیوشن میں ہیں پاکستان قائم کرے گی یہ پہلی شرط تھی دوسری شرط یہ تھی کہ ہم اقلیت نہیں قوم ہیں اور ہم عارضی انتظامی میں اس وقت کی ضروریات کا خیال کر کے جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں اور اس ارادے سے کہ اہتمام جنگ میں پورا تعاون کریں گے صرف اس بنیاد پر شریک ہوں گے کہ مجوزہ ایگزیکیٹو کونسل میں مسلمانوں کی تعداد دوسروں کی برابر ہو ویول پلان نے ان دونوں تجویزوں کو ختم کر دیا ہے اور ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم شدید ترین قربانی کریں''۔

اس طرح شملہ کانفرنس ناکام ہوئی اور ہندوؤں کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی کہ عارضی نیشنل گورنمنٹ میں اقتدار حاصل کر کے پورے ہندوستان پر مستقل قبضہ کریں لارڈ ویول کو کانگریس یہ الزام دیتی رہی کہ انہوں نے بحیثیت وائسرائے مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کی تائید میں فیصلہ کیوں نہیں دیا ویول صاحب یہ ضرور کرتے مگر اس جنگ کو کیا کرتے جو ابھی جاپان کے خلاف لڑنی تھی اور مسلمانوں کے تعاون کے بغیر دشوار اور ان کی مخالفت کے ساتھ دشوار تر ہو جاتی کانگریس کے لیڈروں کی ہی خام خیالی تھی کہ وہ لارڈ ویول سے یہ توقع کر رہے تھے۔

مسلم لیگ نے ویول پلان میں تعاون سے انکار کر کے مطالبہ پاکستان کی بنیادیں مضبوط کر دیں حکومت برطانیہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ اگر ہندوستان کے سیاسی اختیار میں کوئی اضافہ کرنا تھا تو اس قطعی اور آخری اسکیم کی بنیاد پر کرتی جو ہندوستان کا طویل المیعاد مستقبل بننے والا تھا اس سلسلے میں مسٹر وی پی مینن کی رائے بڑی وقیع ہے وہ اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا میں کانسٹی ٹیوشنل ایڈوائزر تھے اور گورنمنٹ کی خفیہ اطلاعات تک ان کی رسائی تھی وہ لکھتے ہیں:

''دوسری طرف ویول پلان کو ترک کرنے سے بلاشبہ جناح اور مسلم لیگ کی پوزیشن مستحکم ہو گئی اور یہ اس وقت ہوا جب ان کے حالات زیادہ اچھے نہ تھے اس سے ان مسلمانوں کی پوزیشن کمزور ہو گئی جو مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے خصوصاً پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی اور چونکہ یہ بات واضح ہو گئی کہ محض مسٹر جناح ہی ایک ایسے شخص ہیں جو کچھ کر سکتے ہیں اس لئے مذبذب مسلمان اہل سیاست مسلم لیگ کی طرف جھک پڑے''۔

بڑی کوفت کے ساتھ مسٹر وی پی مینن نے یہ تو کہا مگر پھر بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے باوجود کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی حکومتیں مسلم لیگ کے ہاتھ سے نکل رہی تھیں حکومت برطانیہ کو یہ ہمت کیوں نہ ہوئی کہ مسلم لیگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کونظرانداز کرتی اور کانگریس نے یہ کیوں نہ کیا کہ کانگریسی مسلمانوں جمعیت العلماء اور یونینسٹ پارٹی کے ساتھ ہندو مسلم مسئلے کا فیصلہ کرتی اور وہ فیصلہ حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کر کے یہ دعویٰ کرتی کہ اس سے 8 اگست 1940ء کی پیش کش کی شرط پوری ہوگئی ہندوستان کے فرقوں کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا اور وہ یہ موجود ہے؟ حکومت برطانیہ اور کانگریس ضرور یہی کرتی اگر یہ ممکن ہوتا مگر مسلم لیگ کی طاقت وروزارتیں نہیں تھی جو 1937 کے انتخابات سے پیدا ہوئی تھیں بلکہ مسلمان عوام تھے جو مسلم لیگ کے اشارے پر جانیں قربان کرنے کے لئے کمر بستہ کھڑے تھے یہ گورنمنٹ برطانیہ بھی جانتی تھی اور کانگریس بھی۔

قائداعظم نے شملہ کانفرنس کی اندرونی روداد 6 اگست کو بمبئی کے ایک جلسے میں بیان کی وہ اس وقت سننے کے قابل تھی اور آج پڑھنے کے قابل ہے:

"وہ کانگریس جس نے "ہندوستان چھوڑو اور جاؤ" کی تحریک چلائی اور کامل آزادی کی تحریک چلائی اور اس کی ایسی نمائش کی وہ شملے میں شکست زدہ اور مایوس اور گھبرائی ہوئی آئی اور چند (پورٹ فولیو) وزارتی عہدے حاصل کرنے کے لئے لارڈ ویول کے قدموں پر گر گئی کیوں کہ موجودہ دستور کی حدود کے اندر سیلف گورنمنٹ (حکومت خود اختیاری) کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لارڈ ویول کے داھنے پہلو پر بیٹھنے کا حق حاصل کرنے کے لئے (جو موید ین حکومت کا مقام ہے) اس نے پہلے مسلم لیگ کو مار مار کر گرانے اور ذلیل کرنے کی کوشش کی اور دوسرے اس کے لئے کہ لارڈ ویول کو ایسا بنائیں کہ وہ اس کوتاہ اندیشی کی پالیسی کے ذریعے جو شملے میں اختیار کی گئی مسلم لیگ کو نظرانداز کر کے کانگریس کے مقاصد پورے کر دیں"۔

24 اکتوبر 1945ء

اقوام متحدہ کا قیام

پہلی جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد مجلس اقوام وجود میں آئی لیکن مجلس اقوام اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اور مجلس اقوام کی ناکامی کی وجہ سے دوسری جنگِ عظیم شروع ہوگئی اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ قوموں کی خواہش تھی کہ قانون بین الاقوام کے اصولوں کو صحیح معنوں میں عملی جامہ پہنایا جائے اور امن عالم کے نقصانات کی تلافی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جائے جس کے وجود کو مجلس اقوام برقرار نہ رکھ سکی مدبرین اور ماہرین نے ایک ایسے ادارے کے قیام پر زور دیا جو نہ صرف مجلس اقوام کے مقاصد کی تکمیل کرے بلکہ اتنا طاقتور اور موثر ہو کہ عالمی امن اور اتحاد کا ذریعہ بن سکے تا کہ اقوام عالم کے مابین ہونے والے تنازعات کا تصفیہ کر کے اور آنے والی نسلوں کو جنگ کی ہولنا کیوں اور تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا جا سکے لہٰذا جنگ کے خاتمہ پر انجمن اقوام متحدہ وجود میں آئی۔ دنیا کی تمام قوموں نے 26 جون 1945 کو سان فرانسکو میں دستخط ہونے والے منشور کو تسلیم کیا اور یہ طے پایا کہ انجمن اقوام متحدہ میں تمام قوموں کو برابری اور مساوات کے طور پر تسلیم کیا جائے ریاستوں کے درمیان اختلافات کو ختم کر کے امن وسلامتی اور بھائی چارے کی فضا کو قائم کیا جا سکے تا کہ قوموں کے درمیان اسلحہ کی دوڑ کو ختم کر کے بھوک بیماریوں کا خاتمہ اقتصادی ترقی اور انسانی حقوق وآزادی کو اجاگر کر کے انسانیت کی فلاح و بہبود کی جائے۔

انجمن اقوام متحدہ کی تشکیل کئی مراحل سے گزرنے کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچی اس ضمن میں سب سے پہلا قدم 12 جون 1941ء کا اعلان لندن ہے جس میں برطانیہ کینیڈا نیوزی لینڈ جنوبی افریقہ اور کئی جلا وطن حکومتوں کے نمائندوں نے شرکت کی تھی اور جس میں اس اصول کو تسلیم کیا گیا اور کہا گیا کہ موءثر طریقہ سے امن بحال کرنے کی صحیح بنیادیں دنیا کے آزاد افراد کے باہمی تعاون کی خواہش پر ہیں۔ جس سے حملوں کے خطرات سے نجات مل جائے گی اور سب کو معاشی وسماجی تحفظ حاصل رہے گا اس اعلان میں دستخط کنندگان نے یہ تسلیم کیا کہ جنگ اور امن کے زمانہ میں باہمی تعاون بھارئی چارہ اور مل جل کر اجتماعی طریقوں سے کام کیا جائے گا تا کہ اعلان لندن کے ذریعہ ان اصولوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔

انجمن اقوام کی تشکیل کے سفر کے جانب دوسری کاوش منشور اوقیانوس کی ہے 14 اگست 1941ء کو امریکہ کے صدر روز ویلیٹ اور برطانیہ کے وزیر اعظم چرچل نے دستخط کئے اس اعلان میں کہا گیا کہ دونوں حکومتیں حملہ آوری کی مذمت کرتی ہیں اور اس پر یقین رکھتی ہیں کہ عوام کو اپنی پسند کا طرز حکومت اپنانے کا پورا اختیار ہونا چاہیئے نیز ان کی خواہش یہ ہے کہ تمام اقوام معاشی میدان میں ان سے تعاون کریں منشور میں اس توقع کا اظہار بھی کیا گیا کہ نازیوں کی مکمل تباہی کے بعد تمام ریاستوں کو اپنی سرحدوں کے اندر امن وامان بحال کرنے اور محنت کش طبقہ کا معیار بلند کرنے کا موقع ملے گا۔

اس کے بعد یکم جنوری 1942ء کو 26 ریاستوں کے نمائندوں کی طرف سے اعلان اقوام متحدہ کیا گیا یہ اعلان واشنگٹن میں کیا گیا اس میں منشور اوقیانوس میں طے کردہ اصولوں کے تحت یہ عہد کیا گیا کہ دشمن کے خلاف اپنے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔

پھر 30 اکتوبر 1943 کو برطانیہ امریکہ روس اور چین کے نمائندے ماسکو میں جمع ہوئے اور باہمی طور پر اعلان کیا گیا جس میں ایک عام بین الاقوامی تنظیم کے قیام کی ضرورت پر زور دیا گیا تاکہ اعلان کے مقاصد کو عملی جامہ پہنایا جا سکے جس کی بنیاد امن سے محبت کرنے والی ریاستوں کی مساوات اور اقتدار اعلیٰ کے اصول پر ہونی چاہئے مختلف اقوام بغیر کسی رقبہ اور حیثیت کی تمیز کے اس ادارہ کی رکن بن سکیں دو ماہ بعد امریکہ کے صدر روز ویلیٹ برطانیہ کے وزیر اعظم چرچل اور روس کے وزیر اعظم سٹالن نے تہران کے اجلاس 1943ء میں شرکت کی اور یہ اعلان کیا گیا کہ انہیں یقین ہے کہ وہ امن بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ڈمبارٹن اوسکس کانفرنس اقوام متحدہ کے قیام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے یہ کانفرنس دسمبر 1944 کو برطانیہ امریکہ روس اور چین کے نمائندوں کے درمیان ہوئی واشنگٹن کی عمارت جو کہ ڈمبارٹن اوسکس کے نام سے مشہور تھی عمارت میں منعقدہ اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ منشور اوقیانوس ماسکو اور تہران کے اعلانات پر عمل درآمد کیا جائے اور عملی اقدامات اٹھائے جائیں طویل بحث کے بعد انجمن اقوام متحدہ کا عکس ظہور پذیر ہوا۔ اس کانفرنس میں عالمی امن کی حفاظت کی خاطر یہ طے کیا گیا کہ کونسل میں رائے شماری کی بابت کوئی اصول وضع نہیں کیا گیا اس کے بعد 11 فروری 1945 کو مالٹا کے مقام پر اہم کانفرنس میں امریکی صدر روز ویلیٹ روس کے وزیر اعظم اسٹالن اور برطانیہ کے وزیر اعظم چرچل کے مابین ملاقات ہوئی۔ جس میں برطانیہ امریکہ اور روس کے وزراء خارجہ کے علاوہ فوج کے سربراہوں نے بھی ملاقات کی۔ جس میں عالمی تنظیم کے تصوراتی خاکے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اتفاق رائے ہو گیا اور یہ طے ہوا کہ 25 جون 1945ء کو امریکہ میں سان فرانسیسکو کے مقام پر 50 ریاستوں کی کانفرنس بلائی جائے جو ڈمبارٹن اوسکس کی تجویزوں کے مطابق دستور طے کرے۔

ڈمبارٹن اوسکس کی تجویزوں کو عملی شکل دینے کے لئے 25 سے 26 جون 1945ء تک سان فرانسیسکو کانفرنس جاری رہی اس کانفرنس میں انجمن اقوام متحدہ کے منشور کو رائے شماری کے ذریعہ متفقہ رضامندی سے قبول کر لیا گیا 24 اکتوبر 1945ء کو اقوام متحدہ وجود میں آ گیا۔ اس منشور کی توثیق امریکہ برطانیہ فرانس روس اور چین کے علاوہ بہت سی دوسری ریاستوں نے کی اور ان ریاستوں کو مجلس اقوام کی ابتدائی ریاستوں کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اقوام متحدہ کا مقصد عالمی برادری میں امن کو قائم رکھنا ہے۔ اس کی بنیاد مساوات اور برابری کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ عالمی امن کو برقرار رکھنا اور جنگ کی تباہ کاریوں سے دنیا کو بچانا اقوام متحدہ کا فریضہ ہے اور یہ ادارہ انسانی فلاح و بہبود کی خاطر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام کرتا ہے تا کہ دنیا میں خوشحالی اور مساویانہ بنیادوں پر عالم اقوام کے حق خودارادیت کے حصول کو تسلیم کیا جائے عالمگیر امن کو تقویت مل سکے اور مشترکہ مقاصد کے حصول کی خاطر بین الاقوامی تعلقات میں ریاستوں کے مابین ہم آہنگی اور استحکامیت کو فروغ دیا جا سکے تا کہ بین الاقوامی سطح پر امن برقرار رہے۔

منشور اقوام متحدہ

ابتدائیہ: ہم باشندگان اقوام متحدہ اس عزم صمیم کا اظہار کرتے ہیں کہ آنے والی نوع انسانی کو جنگ وجدل کی ان تباہ کاریوں اور ہولناکیوں سے نجات دلائی جا سکے جو ہماری زندگی کے دوران دومرتبہ نسل انسانی پر آفت ڈھا چکی ہے اور ناقابل بیان مصائب وآلام نازل کر چکی ہیں۔

بنیادی حقوق انسانی کی قدر و قیمت مرد وعورت اور چھوٹی اقوام کے مساویانہ حقوق پر اپنے ایقان واذعان کی مزید توثیق کرتے ہیں۔ ہم اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ ایسے حالات پیدا کئے جائیں جس کے تحت معاہدات اور دیگر بین الاقوامی قانون کے ذرائع سے عائد شدہ واجبات کا احترام اور انصاف برقرار رکھا جا سکے۔

ہم اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ وسیع آزادی کے زیرسایہ سماجی ترقی اور بہتر معیار زندگی کو ترجیح دی جا سکے۔ ان اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے ہم رواداری برتیں گے اور اچھے ہمسایوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ پرامن زندگی بسر کریں گے اور اپنی طاقت کو بین الاقوامی امن وسلامتی کی برتری کے لئے متحد کریں گے اور ایسے اصول اور طریقے وضع کریں گے کہ مشترکہ مفاد کی حفاظت کے سوا کبھی طاقت استعمال نہ کرنے کی طمانیت حاصل ہو اور تمام اقوام کی معاشی اور سماجی ترقی کے لئے بین الاقوامی مشینری کو استعمال کریں گے۔ اسلئے ہم طے کرتے ہیں کہ ان اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے ہم اپنی مساعی کو یکجا کریں گے۔

ہماری اپنی اپنی حکومتوں نے سان فرانسسکو (امریکہ) میں مجتمع شدہ اپنے اپنے نمائندوں کے ذریعہ جنہوں نے اپنے کامل اختیارات کا بخیر وخوبی مظاہرہ کیا ہے اس منشور اقوام متحدہ پر چونکہ اتفاق کرلیا ہے۔ وہ اس لئے اس کے ذریعہ ایک بین الاقوامی تنظیم کی تاسیس کرتے ہیں جو "اقوام متحدہ" کے نام سے موسوم ہوگی۔

اغراض ومقاصد

اقوام متحدہ کے اغراض ومقاصد مندرذیل ہیں۔

(1) بین الاقوامی امن وسلامتی کی برقراری اور اس مقصد کے حصول کے لئے تمام اجتماعی موثر تدابیر کا اختیار کرنا تا کہ امن کو لاحق ہونے والے خطرات کا انسداد کیا جائے اور جارحانہ حملوں اور دیگر امن شکن افعال کو روکا جائے اور پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امن طریقوں سے نیز انصاف اور بین الاقوامی قانون کے مطابق ان بین الاقوامی نزاعات اور صورت حال کا جو امن شکنی کی طرف لے جائیں مفاہمت یا تصفیہ کیا جائے مساویانہ حقوق اور اقوام کے حق خود ارادیت کے اصول کے احترام کی اساس پر اقوام کے مابین دوستانہ تعلقات کو ترقی دینا اور عالمگیر امن وامان کی تقویت کے لئے دیگر مناسب تدابیر اختیار کرنا۔

(2) معاشی سماجی ثقافتی یا انسانیت دوستی کی نوعیت کے بین الاقوامی مسائل طے کرنے کے لئے بین الاقوامی تعاون حاصل کرنا اور نسل جنس زبان اور مذہب کے امتیاز کے بغیر انسانی حقوق کے احترام نیز تمام انسانوں کے بنیادی آزادی کے جذبے کو ابھارنا اور تقویت دینا۔

(3) اس مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے اقوام متحدہ وممالک کی سرگرمیوں میں ہم آہنگی اور ربط پیدا کرنے والے مرکز کی حیثیت اختیار کرنا۔

دفعہ 2 یہ تنظیم اور اس کے ارکان دفعہ میں بیان کردہ اغراض ومقاصد کی پیش رفت میں مفصلہ اصول پر عمل پیرا ہوں گے۔

(1) اس تنظیم کی اساس یہ اصول ہے کہ اس کے تمام ارکان مقتدر اور مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

(2) اس مقصد کی خاطر رکنیت سے حاصل ہونے والے حقوق وموافق سے تمام مساوی طور پر ممتنع ہوں تمام ارکان نیک نیتی کے ساتھ ان فرائض و واجبات کو پورا کریں گے۔ جو منشور ہذا کے تحت ان پر عاید ہوتے ہیں۔ (3) تمام ارکان اپنے بین الاقوامی تنازعات کا پرامن طور پر اس طرح تصفیہ کریں گے کہ بین الاقوامی امن وسلامتی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو تمام ارکان بین الاقوامی تعلقات میں کسی دوسری مملکت کی علاقہ داری سلمیت یا سیاسی آزادی کے خلاف طاقت کی دھمکی یا اس کے استعمال سے اجتناب کریں گے اور ایسے فعل سے باز رہیں گے جو اغراض ومقاصد اقوام کے منافی ہوں۔

(4) تمام ارکان اقوام متحدہ کے منشور کے تحت اختیار کی ہوئی کارروائی میں اقوام متحدہ کو ہر قسم کی امداد دیں گے اور کسی ایسی مملکت کو امداد دینے سے باز رہیں گے جس کے خلاف متحدہ اقوام انسدادی یا ناقدانہ کارروائی کر رہی ہے۔

(5) یہ تنظیم اس امر کا تعین حاصل کرنا چاہتی ہے کہ جو مملکتیں اس کی رکن نہیں ہیں وہ بھی بین الاقوامی امن وسلامتی کے تحفظ کے لئے حتی الامکان ان اصولوں کی مطابقت میں عمل کریں گے۔

(6) اس منشور کے کسی جزو کا یہ منشا نہیں ہے کہ اقوام متحدہ کو کسی مملکت کے خاص گھریلو اختیارات سماعت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملات میں مداخلت بے جا کا اختیار دیا جائے جو خالصتاً اس مملکت کا داخلی معاملہ ہے اور نہ اپنے ارکان کو اس نوعیت کے معاملات کو تصفیہ کے لئے پیش کرنے پر مجبور کرسکتی ہے لیکن اس اصول سے کوئی دوسرا اختیار متاثر نہ ہوگا۔

اقوام متحدہ کے ادارے

دفعہ 7 اقوام متحدہ کے اصل ادارے مندرجہ ذیل ہونگے۔

(1) جنرل اسمبلی

(2) سلامتی کونسل

(3) معاشی وسماجی کونسل

(4) تولیتی کونسل

(5) بین الاقوامی عدالت انصاف

(6) سیکرٹریٹ اوراس کے علاوہ دوسری ضروری شاخیں بھی قائم کی جاسکتی ہیں دفعہ 8 اور اقوام متحدہ کسی مرد یا عورت کی شرکت پر کوئی قیود یا امتیازات عائد نہیں کرے گی وہ کسی بھی حیثیت میں اس کی اصلی اور ذیلی شاخوں میں حصہ لے سکے۔

16 اگست 1946ء

کلکتہ میں عظیم خونریزی

میجر ایل اے لیور مور نے فورٹ ولیم کی چوٹی پر واقع اپنی چوکی سے رپورٹ دی کہ 16 اگست کو جونہی کپلنگ کے خوفناک رات والے شہر میں صبح ہوئی ہاوڑہ جیوٹ ملوں سے مسلمان کارکنوں نے شہر میں آنا شروع کردیا ان کا رخ آکٹر مونی کی اس یادگار کی طرف تھا جہاں یوم راست اقدام منانے کے سلسلہ میں لیگ کا بھاری جلسہ عام ہونے والا تھا۔اس سے بنگال کے وزیراعلیٰ سہروردی اور دوسرے لیڈروں کو خطاب کرنا تھا اس دن کلکتہ کی فضا میں عجیب قسم کی خاموشی تھی۔صبح کے 7.30 بجے اس قسم کی اطلاعات قلعہ کے برطانوی صدر دفتر میں پہنچیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے تالا اور بیلگا چہ کے پلوں پر رکاوٹیں کھڑی کردی ہیں۔تاہم کلکتہ کے بریگیڈ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کمانڈ جے پی سی سکنلے نے اس دن فوجی دستوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ بیرکوں سے باہر نہ نکلیں گویا 16 اگست کے دن ہندوستان کے سب سے بڑے سب سے زیادہ گنجان آباد اور فرقہ واریت میں سب سے زیادہ مبتلا شہر کو یکسر نہتا چھوڑ دیا گیا تھا۔

سہروردی نے سرکاری ملازمین کے لئے تین دن کی غیر معمولی چھٹیاں دے دی تھیں۔گورنر بنگال بروز نے اس رات دیول کو تار دیا''فرقہ وارانہ جھگڑا کلکتہ کے شمال مشرقی علاقہ مانک ٹولا میں صبح 7 بجے ہی شروع ہو گیا اور پھر دن بھر جاری رہا اور پھیلتا گیا۔شام کے 6 بجے تک کی صورت حال یہ ہے کہ وسیع پیمانہ پر متعدد بار فرقہ وارانہ تصادم ہوا جس میں بعض دکانیں بھی لوٹی گئیں ہتھیار جس سے کام لیا گیا وہ روڑے اور پتھر تھے تاہم بہت سی صورتوں میں دونوں قوموں کے افراد نے شاٹ گنیں بھی استعمال کیں اور چاقوزنی کی بعض وارداتوں کی اطلاع بھی ملی ہے شمالی کلکتہ کے ہندو تاجروں میں خوف و ہراس کا احساس صبح سے ہی عیاں تھا جو اصل حالات سے کہیں زیادہ وحشیانہ رپورٹوں کی زیادتی کا سبب بنا۔اب تک جو ہنگامے ہوئے ہیں وہ واضح طور پر فرقہ وارانہ ہیں انگریزوں کے خلاف نہیں۔

لیفٹیننٹ جنرل سر فرانسس ٹکر انچارج ایسٹرن کمانڈ کو خفیہ رپورٹیں موصول ہوئیں کہ سہروردی نے اس روز بعد دوپہر منعقد ہونے والے بھاری جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

کیبنٹ مشن محض ایک فریب تھا میں دیکھوں گا پنڈت نہرو بنگال پر کس طرح حکومت کرتے ہیں یوم راست اقدام حصول آزادی کے لئے جدوجہد کی طرف پہلا قدم ثابت ہوگا۔میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ جلد اپنے گھروں کو چلے جائیں میں نے پولیس اور فوج سے مل کر پورا بندوبست کر لیا ہے وہ آپ سے کوئی تعارض نہیں کریں گے انٹیلی جنس والوں کا کہنا ہے کہ ہجوم میں بہت سے غنڈے بھی شامل تھے اور یہ کہ جونہی جلسہ ختم ہوا ان کی صفیں بکھر گئیں انہوں نے تجارتی مراکز کا رخ کیا اور وہاں پہنچتے ہی ہندوؤں کی دکانوں اور مکانات کو لوٹنا اور جلانا شروع کر دیا چار بج کر پندرہ منٹ پر فوجی ہیڈکوارٹر نے ''ریڈ'' کا کوڈ ورڈ بھیجا جس سے ظاہر ہوا کہ پورے کلکتہ میں غیر معمولی واقعات ہو رہے ہیں۔

فسادزدہ علاقوں میں شام کے 6 بجے کرفیو لگا دیا گیا لیکن جب 8 بجے ایریا کمانڈر نے ساتویں درسینسٹر ز اور گرین ہوورڈز کو طلب کیا تو انہوں نے کالج سٹریٹ مارکیٹ کو شعلوں کی لپیٹ میں پایا جو چند گھر اور دکانیں جلنے سے بچ گئیں انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا امہرسٹ سٹریٹ میں زیادہ لوٹ مار نہیں ہوئی تھی اپر سرکلر روڈ پر بہت سی عمارتیں ملبہ کا ڈھیر بن چکی تھیں ہاریسن روڈ پر بہت سے زخمیوں اور خوفزدہ مکینوں کی چیخیں اور آہیں سننے میں آئیں۔وہاں بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی تازہ لاشیں پڑی تھیں کلکتہ میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا میجر لیور مور کو یاد آیا کہ ''وہ تہذیب و شرافت کے خلاف عوامی راج کی لڑائی تھی زیادہ تر لاشیں غریبوں نچلے درجہ کے ان پڑھوں اور ایسے کمزور لوگوں کی تھیں جو لیٹروں اور ہجوم کے موذی افراد سے اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔''

جنرل ٹکر نے نوٹ کیا جنوری کے قتل عام پر ہمیں گہرا دکھ ہوا تھا تاہم یہ خونریزی مختلف تھی یہ قاتلانہ جنون کے ساتھ بے لگام بربریت تھی۔ جسے قتل کرنے ہلاک کرنے ٹکڑے کرنے اور جلانے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ کلکتہ کے ....طبقہ نے شہر کا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا اسے پولیس کنٹرول نہیں کر رہی تھی دن کی روشنی میں کسی بس یا ٹیکسی کا نشان تک نظر نہیں آیا۔ رکشے توڑ پھوڑ کر جلا دیئے گئے تھے کلرکوں کے لئے کوئی ذریعہ مواصلات نہ تھا کہ وہ اپنے کام پر جا سکیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آرام طلب اور کابل آدمی شہر میں مٹر گشت کر رہے تھے فسادیوں نے ہاتھوں میں ڈنڈے لاٹھیاں اور آہنی سلاخیں اٹھا رکھی تھیں ان کے تیور خطرناک تھے ایک شخص کو مار مار ہلاک کر دیا گیا جو تھانہ سے سوگز سے بھی کم فاصلہ پر پڑا تھا پولیس اپنی گاڑیوں سے اترنے میں بڑی سست تھی اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتی تین آدمیوں کو ڈنڈوں سے ختم کر دیا گیا ان کی لاشیں سڑک پر پڑی تھیں۔''

19 اگست کو میجر لیور سور کے دستوں میں سے ایک نے محض ایک گلی کے چوک میں سے 150 لاشیں اٹھائیں تین دن لاشیں یونہی بکھری پڑی رہیں۔ فوج کو مردے ٹھکانے لگانے میں پورے دو دن اور دو راتیں صرف کرنے پڑے۔ 19 اگست کی رات تک جلی ہوئی لاشوں کی بدبو اتنی شدید ہو گئی تھی کہ حکومت بنگال نے فوج کو ایک لاش اٹھانے کے عوض پانچ روپے دینے کی پیشکش کی کبھی کبھار انگریزی فوج کے دستوں کی نقل و حرکت کے سوا پورا شہر ویرانہ بن کر رہ گیا تھا یہ پتہ چلنے پر کہ پاگل انگریز لاشوں کو اٹھا رہے ہیں مکانوں اور چھپروں کے پوشیدہ حصوں سے نکال کر مزید لاشیں گلیوں میں ڈال دی گئیں۔

قطعی طور پر کوئی نہیں جانتا کہ کلکتہ کے عظیم قتل عام میں کتنے لوگ مارے گئے تاہم جنرل ٹکر نے اندازہ لگایا کہ یہ تعداد ہزاروں میں تھی غیر سرکاری ذرائع نے دعوی کیا کہ 16 سے 20 اگست کے درمیان 16000 بنگالی ہلاک کئے گئے اور اس سے کئی گنا زیادہ لوگ پل کے ذریعے دریائے ہگلی کے پار بھاگ گئے اس پل پر سے کئی دن تک مردوں عورتوں بچوں اور گھریلو جانوروں کی مسلسل قطاریں شہر سے ہاوڑہ سٹیشن کو جاتی رہیں مارگریٹ بورک وائٹ نے لکھا ہے جب لوگوں نے دیکھا کہ ریل گاڑیاں انہیں نہیں اٹھا سکتیں تو لوگ انتظار کرنے کے لئے فرش پر بیٹھ گئے۔ وہ خود بخود ہندو اور مسلمان کیمپوں میں تقسیم ہو گئے'' یہ تقسیم کی محض ابتدا تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویول نے 21 اگست کو پیتھک لارنس کو مطلع کیا کہ اب تک مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد کا اندازہ علی الترتیب 2000 اور 17000 ہے۔ کانگرس کو یقین تھا کہ یہ ساری آفت مسلم لیگ وزارت کی سوچی سمجھی اسکیم کا نتیجہ تھی تاہم وائسرائے کو اس بارے میں ابھی تک کوئی اطمینان بخش شہادت نہیں ملی تھی مرنے والوں کی بابت آخری انکشاف یہ تھا کہ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان زیادہ مارے گئے۔ اگست کے آخر میں ایک غیر ملکی نیوز ایجنٹ نے جناح سے کلکتہ کی عظیم خونریزی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا:

''اگر کانگرسی حکومتیں مسلمانوں کو کچلنے اور اذیت دینے لگیں تو ہنگاموں پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ میری رائے میں اس کا کوئی متبادل نہیں ماسوائے قیام پاکستان کے ہم پاکستان میں غیر مسلم اور ہندو اقلیتوں کی دیکھ بھال کی ضمانت دیتے ہیں جو سب مل کر ڈھائی کروڑ کے لگ بھگ ہیں ہم ان کے مفادات کی ہر طرح حفاظت کریں گے یہ ہندوستان کی حقیقی آزادی کا نیز لوگوں کی بھلائی اور مسرت کا مختصر ترین راستہ ہے۔

24 جنوری 1947ء

پنجاب میں سول نافرمانی کی تحریک

یہ تحریک پاکستان میں ایک بہت اہم بلکہ تاریخی دن ہے اور اسے برصغیر پاکستان و بھارت کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ 24 جنوری 1947ء کو مسلمانوں نے پنجاب میں جمہوری آئینی جدوجہد سے کانگریس یونینسٹ ملی بھگت کا قلع قمع کرنے کا عزم کیا تھا اور اس میں کامیاب و کامران ہوئے تھے یہ سب کچھ اللہ تعالی کے فضل و کرم اور حضرت قائداعظمؒ کے تدبر اور سیاسی بصیرت کا رہن منت تھا۔

حصول پاکستان کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز تو 1940ء سے ہی ہو چکا تھا۔ 1940 کے آخر میں مرکزی اسمبلی اور جنوری 1942ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات اس شرط و اعلان پر لڑے گئے تھے کہ یہ انتخابات اس امر کا بین ثبوت ہوں گے کہ مسلمانان ہند پاکستان چاہتے ہیں یا نہیں اور صرف مسلم لیگ کو ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا شرف حاصل ہے یا نہیں۔

قائداعظم نے مسلم ووٹروں سے اپیل کی تھی کہ وہ صرف مسلم لیگی امیدواروں کو ان کی انفرادی شخصیت سے قطع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کے نمائندوں کی حیثیت سے ووٹ دیں گے اس سلسلہ میں ان کا یہ فقرہ بہت مشہور ہوا کہ ''اگر مسلم لیگ کسی کھمبے پر اپنا ٹکٹ لٹکا دے تو اس کھمبے کو ووٹ دو''۔

ان انتخابات میں مسلم لیگ نے ہر جگہ سے کامیابی حاصل کی اور صرف صوبہ سرحد کے سوا مسلم لیگ نے نوے فی صد بلکہ اس سے بھی زیادہ مسلم نشستیں جیت لیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہو گی کہ مطالبہ پاکستان سارے مسلمانوں کی آواز ہے۔اور صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لیکن پنجاب میں گورنر گلانسی جو مسلم لیگ کی تاریخی کامیابی سے خائف تھا پوری طرح کوشش کر رہا تھا کہ مسلم لیگ پنجاب میں وزارت قائم نہ کر سکے اس نے اسمبلی میں واضح اکثریت کے سیدھے اور صاف اصول سے انحراف کیا اور مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر خان افتخار حسین خان آف ممدوٹ کو وزارت بنانے کی دعوت دینے کی بجائے انگریزی سامراج کے سرفہرست فرزند سر خضر حیات ٹوانہ کو وزارت سازی کی دعوت دے دی اور اس طرح اپنی دل پسندی وزارت کے لئے راستہ صاف کر لیا اور یونینسٹ اکالی اور کانگرس گٹھ جوڑ سے ایک ایسی وزارت بنوا دی جس کی حمایت پر ایوان میں کل 84 ہندو اور سکھ ممبر جمع تھے اور صرف دس گیارہ یونینسٹ مسلمان ان کا ساتھ دے رہے تھے۔اس طرح پنجاب میں مسلم اکثریت پارٹی حزب اختلاف بن گئی اور مسلمانوں کے نزدیک یونینسٹ پارٹی کا نام قوم سے غداری کا ہم معنی بن گیا۔

گورنر کے اس اقدام اور کانگریس میں یونینسٹ گٹھ جوڑ سے پنجاب کے مسلمانوں میں ایک بے چینی پیدا ہونا ایک لازمی امر تھا لیکن قائداعظم کے حکم کے پیش نظر مسلم لیگی ہائی کمان آئینی جدوجہد میں مصروف تھی کہ اس ناپاک گٹھ جوڑ نے سب سے پہلا وار جو مسلم لیگ پر کیا وہ مسلم نیشنل گارڈز کو خلاف قانون قرار دینا تھا۔

24 جنوری 1947ء کو پولیس کی ایک بھاری جمعیت یکا یک لاہور میں صوبائی مسلم لیگ کے دفتر پہنچ گئی اور دفتر کی تلاشی لینے پر اصرار کرنے لگی اس وقت دفتر میں آفس سیکرٹری سید ذاکر مشہدی اور نیشنل گارڈ کے انچارج مجید افضل پراچہ تھے انہوں نے اس صورت حال سے مسلم لیگ کے قائدین کو آگاہ کیا۔میاں افتخار الدین مرحوم اسی وقت دفتر پہنچ گئے۔صوبائی مسلم لیگ کا دفتر اس وقت رائل پارک میکلوڈ روڈ پر واقع تھا۔اسی دوران خان ممدوٹ میاں ممتاز دولتانہ سردار شوکت حیات اور دوسرے اکابر بھی پہنچ گئے اور انہوں نے دفتر کی تلاشی لینے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا جس پر پولیس نے انہیں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا۔

ان کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور مسلم لیگی کارکن اور اسلامیہ کالج کے طالب علم فورا مسلم لیگ کے دفتر پہنچے جہاں انہیں معلوم ہوا کہ مسلم لیگی رہنماؤں کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل بھیج دیا گیا ہے اور شہر میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ 144 لگا دی گئی ہے کارکنوں اور نوجوانوں نے فوراً دفعہ 144 توڑنے کے لئے جلوس نکالا اس سول نافرمانی کا آغاز مسلم لیگ کی حتمی کامیابی ثابت ہوا اور بدنام خضر حیات وزارت ذلیل ہو کر مستعفی ہو گئی اس کے بعد کئی دن لاہور اور دوسرے شہروں اور قصبات بلکہ دیہات میں بھی ''ہمارے لیڈروں کو رہا کرو'' مسلم نیشنل گارڈز سے پابندی ہٹاؤ، دفعہ 144 واپس لو، خضر وزارت ہائے ہائے، گورنر گلینسی مردہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان، کے فلک شگاف نعرے لگانے والے جلوس روزمرہ معمول بن گئے۔

پہلا جلوس میکلوڈ روڈ سے چوک برف خانہ پہنچا وہاں سے اسلامیہ کالج کے طالب علم جلوس میں شامل ہو گئے بعد میں یہ جلوس موچی دروازہ چوک نواب صاحب چوک پرانی کوتوالی کشمیری بازار پانی والا تالاب چوک دالگرہ بازار حکیماں بھاٹی دروازہ سے ہوتا ہوا سرکلر روڈ پر پہنچا یہاں سے جلوس نعرے لگاتا ہوا گنپت روڈ پہنچا جہاں پر پولیس نے انارکلی جانے سے روکا اور کہا آپ لوگ دفعہ 144 کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اگر آپ منتشر نہ ہوئے تو ہم آپکو گرفتار کر لیں گے۔

کارکنوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا ایک سکھ سب انسپکٹر انہیں تھانے لے گیا جہاں جامہ تلاشی لے کر 26 کارکنوں کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔ ان میں آفتاب قریشی، منیر الدین چغتائی، ریاض احمد قریشی، فیاض احمد، مجید افضل پراچہ، شیخ منظر مسعود، سید ظفر عباس، سید ناصر عباس، ماجد پراچہ، محمد ادریس، ریحان خان اور غلام رسول قریش شامل تھے۔ ایک مزدور جن کا نام غلام محی الدین تھا اور برکت علی محمڈن ہال میں کام کرتا تھا وہ بھی گرفتار ہوا ان گرفتاریوں کی خبر جب پیسہ اخبار والوں کو ملی تو انہوں نے پھل وغیرہ بھیجے حوالات میں قریباً دو گھنٹے گزارنے کے بعد جیل کی لاری آئی پیسہ اخبار کے مسلمانوں نے دیگچے بھنے ہوئے گوشت اور نان وغیرہ ہمارے ساتھ لاری میں رکھ دیئے جو کارکنوں نے جیل جا کر کھائے۔

سنٹر جیل پہنچنے کے بعد ایک سکھ میڈیکل افسر نے معائنہ کیا جو طلبہ سولہ سال تک تھے انہیں بورسٹل جیل بھیجنے کی سفارش کر دی۔ وہاں کے ایک مسلمان اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل بہت اچھی طرح پیش آئے اور انہوں نے ہسپتال کے ایک وارڈ میں کمبل بچھا کر سونے کا انتظام کر دیا تھانے سے جیل جاتے ہوئے ہم راستے میں نعرے لگاتے جا رہے تھے تا کہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ گرفتاریاں شروع ہو چکی ہیں۔

لاہور میں ان گرفتاریوں کے بعد صوبے بھر میں سول نافرمانی کی تحریک شروع ہو گئی اور لاتعداد مسلمان رضا کار گرفتار ہونے لگے حتیٰ کہ جیلوں میں گنجائش نہ رہی اور پولیس گرفتار شدگان کو لاریوں میں بھر کر دور دور لے جانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد سڑکوں پر چھوڑ دیتی تھی لاہور میں سرکردہ دیگر لیڈروں کی گرفتاریوں کے بعد صوبائی مسلم لیگ کی قیادت شیخ صادق حسن مرحوم کے سپرد ہوئی جو اس وقت صوبائی مسلم لیگ کے نائب صدر تھے وہ پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے ان کی گرفتاری کے بعد دوسرے سرکردہ اصحاب باری باری ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور موچی دروازہ کے باہر چیئرنگ کراس کے پاس پہنچ کر اپنے آپ کو گرفتاریوں کے لئے پیش کرتے رہے۔

لاہور اور پنجاب بھر کے مسلمانوں نے اس تحریک کو ایک مہینے سے زیادہ عرصہ کے لئے جس منظم اور پرسکون طریق پر پوری عوامی توقعات کے ساتھ چلایا وہ تحریک پاکستان کا ایک روشن باب تھا حضرت قائداعظم اس تحریک سے بہت متاثر اور خوش تھے کہ مسلم عوام نے اپنی جدوجہد آزادی کے لئے عملی اقدام شروع کر دیا ہے ان کی ہدایت یہ تھی کہ خبردار کسی قیمت پر بھی تشدد پر نہ اتریں مبادا یہ تحریک ختم ہو جائے اور جس مقصد کے لئے شروع ہوئی ہے اس میں ناکامی ہو۔

اس تحریک کے ذریعے مسلمانوں کے سیاسی جوش کا اظہار حیرت انگیز ڈسپلن کے ساتھ ہوا کئی مواقع پر مسلم ہجوم کو مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن لوگوں نے اپنے قائد کے فرمان کے مطابق صبر و استقلال کے ساتھ پرامن طریق پر بھاری تعداد میں ہر روز مظاہرے جاری رکھے اور اپنے آپکو گرفتاری کے لئے پیش کرتے رہے۔ بیڈن روڈ کا ایک اور مسلمان طالب علم اینٹ لگنے سے شدید زخمی ہو گیا اور بعد میں جاں بحق ہو گیا لیکن کم ازکم ایک لاکھ کے جلوس نے کوئی اشتعال انگیز نعرہ تک نہ لگایا بیڈن روڈ کی بیشتر آبادی غیر مسلموں پر مشتمل تھی اور دکانیں بھی قریباً عام ہندوؤں کی تھیں لیکن ڈسپلن اور جذبہ حصول آزادی نے کسی فرد کو اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ وہ بھی جوابی کارروائی کے لئے اینٹ کا جواب پتھر سے دے۔ سول نافرمانی کی تحریک اس طرح پنجاب سے دور کے شہروں میں بھی جاری رہی اس تحریک میں مسلم خواتین نے بھی پورا حصہ لیا۔ اور پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ معزز گھرانوں کی برقع پوش خواتین نے بھی سڑکوں پر جلوس نکال کر سول نافرمانی کو تقویت دی اور پولیس کی اشک آور گیس اور لاٹھی چارج کا مقابلہ کیا۔

آخر کار حکومت نے مجبور ہو کر گرفتار ہونے والے مسلم لیگی قائدین ارکان اسمبلی اور کارکنوں کو رہا کر دیا مسلم نیشنل گارڈ سے پابندی واپس لے لی اور دفعہ 144 کا حکم کالعدم قرار دے دیا۔ بعد میں صوبہ سرحد میں بھی سول نافرمانی کی تحریک شروع ہو گئی آخر کار 3 جون 1947 کو جب برصغیر کی تقسیم کا اعلان ہوا قائداعظم کی اپیل پر ختم ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3جون1947ء

حکومت برطانیہ کا تاریخی فیصلہ

دوسری جنگ عظیم ختم ہو چکی تھی اور انگلستان پر لیبر حکومت کا قبضہ ہو چکا تھا اور مسٹر اٹیلی وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے وزارت سنبھالتے ہی اس بات کا فیصلہ کر لیا اور ہندوستان کی آزادی کے لئے بات چیت شروع کر دی۔ وزراء کا ایک وفد مارچ1946ء میں اس مسئلہ کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ہندوستان آیا۔ اس وفد کے لیڈر پیتھک لارنس مقرر ہوئے۔ آخر 16 مئی1946ء کو ان کے وفد نے برطانوی پارلیمنٹ کے مشورہ سے آئندہ اصلاحات کا اعلان کر دیا۔ اس کی بڑی بڑی سفارشات یہ تھیں۔

(۱) چونکہ مسلم لیگ کا مطالبہ تھا کہ ملک کو مسلم اور غیر مسلم اکثریت والے صوبوں کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور مسلم اکثریت کے صوبوں کو الگ کر کے اسے ''پاکستان'' کے نام سے جداگانہ ملک تسلیم کیا جائے جس کی پارلیمنٹ بھی غیر مسلم ہندوستان سے الگ ہو۔ اعلان میں اس مطالبے کو مسترد کر دیا گیا۔

(۲) کانگرس یا بالفاظ دیگر ہندوؤں کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ ہندوستان کو تقسیم نہ کیا جائے اور صوبوں کو محدود اختیارات دے کر مرکزی حکومت کو پورے اختیارات سونپ دیئے جائیں۔ اس تجویز کو بھی قابل عمل تسلیم نہ کیا گیا۔

(۳) برطانوی وفد نے یہ راہ عمل نکالی کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔ اور متحدہ ہندوستان کے تمام صوبوں کو اندرونی معاملات میں حکومت خود اختیاری دے کر امور خارجہ محکمہ فوج اور محکمہ رسل و رسائل مرکزی حکومت کے سپرد کر دیئے جائیں۔

(۴) صوبوں کی طرح ہندوستانی ریاستوں کو بھی اندرونی معاملات میں مکمل آزادی حاصل ہو۔

(۵) مختلف صوبے اگر چاہیں تو آپس میں مل کر گروپ بنا سکتے ہیں اور ایسے محکموں کا انتظام جو صوبوں سے متعلق ہے۔ چند صوبے مل کر ایک ہی طریقے پر کر سکتے ہیں۔ ایسے صوبے جو ایک دفعہ الگ گروپ کی شکل میں آ جائیں۔ انہیں کم از کم دس سال کے لئے اکٹھا رہنا پڑے گا اور دس سال کے بعد اگر چاہیں تو علیحدہ ہو سکیں گے۔

(۶) مرکز میں حکومت کا انتظام فوراً ہندوستان کے سپرد کر دیا جائے اور مسلم لیگ مل کر اپنے نمائندے منتخب کریں جو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر ہوں گے۔ اور اسے ''عبوری حکومت'' سمجھا جائے گا۔

(۷) ہندوستان کو حق دیا جائے کہ آئندہ کے لئے وہ خود فیصلہ کرے کہ آیا یہ ملک برطانوی حکومت کا ایک جز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن کر رہنا چاہتا ہے یا اپنے لئے قطعی آزادی پسند کرتا ہے اس فیصلے میں برطانوی حکومت کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔

(۸) ملک میں دستور ساز اسمبلی قائم کی جائے جو آئندہ حکومت کے دستور کی تشکیل کرے۔ اس اسمبلی کے ممبروں کا انتخاب صوبائی اسمبلیاں کریں گی۔ دستور ساز اسمبلی میں ہر دس لاکھ اشخاص کی آبادی پر ایک ممبر بطور نمائندہ لیا جائے گا۔

(۹) نمائندہ اسمبلی میں صرف تین اقوام کی جداگانہ حیثیت تسلیم کی جائے۔ (۱) مسلمان (۲) سکھ (۳) ہندو، ہندوؤں میں ہندو اچھوت، پارسی، بدھ اور عیسائی وغیرہ سب شامل سمجھے جائیں۔

نمائندہ اسمبلی کے ممبران کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ جن میں سے پہلے گروپ میں ہندو اکثریت کے صوبے دوسرے گروپ میں شمال مغربی ہندوستان کے وہ صوبے جن میں مسلمانوں کی اکثریت، تیسرے گروپ میں مشرقی ہندوستان کے وہ صوبے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اس کے علاوہ صوبہ دار ممبروں کی تعداد بھی مقرر کر دی گئی۔ دستور ساز اسمبلی کو تین گروپوں میں تقسیم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستانی مسائل کے فیصلے دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش ہوں اور اس کے بعد یہ اسمبلی میں حصوں میں تقسیم ہو کر اپنا کام کرے۔

اس جماعت بندی سے حکومت برطانیہ نے گویا ہندوستان اور پاکستان کے سوال کو قدرے تسلیم کر لیا تھا۔ لارڈ ویول کے عہد میں جوں جوں ہندوستان کی آزادی یقینی ہوتی گئی، ہندو مسلم کشیدگی بھی روز بروز بڑھتی گئی جو کانگرس کے ہندو مہا سبھائی اور ہندوستان میں رام راج قائم کرنے کی ہوس کا ایک لازمی نتیجہ تھی۔ لارڈ ویول اور اتحاد پسند ہندوستانی لیڈروں نے بہت کوشش کی کہ اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا ہو۔ لیکن ہر قسم کی انسدادی تدابیر کے باوجود بنگال، بہار، بمبئی اور پنجاب کے بعض حصوں میں فرقہ وارفسادات کے شعلے کچھ اس طرح بھڑکے کہ وزارتی مشن کی تجاویز ناقابل عمل ہو کر رہ گئیں۔ لارڈ ویول کو واپس بلا لیا اور لارڈ مونٹ بیٹن کو ہندوستانی گتھی سلجھانے کے لئے مامور کیا۔ اور ماؤنٹ بیٹن نے نہرو کے ساتھ دوستی کے رشتے استوار کر کے اپنے انتخاب کو موزوں ثابت کر دیا۔

حد یہ ہے کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے نہرو کے ساتھ دوستی کی پینگیں اس حد تک بڑھائیں کہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد کے نہرو پران کے قریبی دوستوں سے بھی زیادہ اس کا اثر ہو گیا آدمی تو حیران رہ جاتا ہے کہ آخر کس نے کس کو متاثر کیا لیکن ایک بات قطعیت سے کہی جا سکتی ہے کہ اُن دوستیوں کی مسلمانوں کو بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی نہرو کی بیٹی اندرا اور ماؤنٹ بیٹن کے معتمد خاص کیمپل جانسن کے مابین دوستی بھی یہی کچھ رنگ لائی۔ لارڈ ندکور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پہ پہنچے کہ تقسیم ہند ناگزیر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے قائم کرنے کے بعد انہوں نے سیاسی رہنماؤں سے بات چیت کی آخر بہت سوچ بچار کے بعد حکومت برطانیہ نے 3 جون 1947ء کو ایک نئی سکیم کا اعلان کر دیا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال اور پنجاب کو بھی جو مسلم اکثریت کے صوبے تھے۔ تقسیم کر دیا جائے۔ مسلم لیگ متحدہ پنجاب و بنگال کا مطالبہ کر رہی تھی۔ لیکن وائسرائے نے اعلان کیا کہ ان صوبوں کی تقسیم بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی ہندوستان کی۔

اسی تاریخی اعلان کے نتیجے میں برصغیر ہندوستان کا وجود ہوا۔ اس موقع پر ماؤنٹ بیٹن نے اپنی نشری تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ ”آج شب آپ کو ایک بیان پڑھ کر سنایا جائے گا۔ جو اس امر کا حتمی فیصلہ ہو گا کہ ہز مجسٹی کی حکومت وہ کونسا طریق کار اختیار کرے گی۔ جس کے ذریعہ اقتدار برطانیہ سے ہندوستانی ہاتھوں میں منتقل ہو گا“

اس کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) کے لوگوں کو ایک ذاتی پیغام دیا جس میں انہوں نے حکومت برطانیہ کے اس فیصلے کے سلسلے میں سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں سے اپنے مذاکرات کے حوالے دیئے اپنے پیغام کے اختتام پر انہوں نے حکومت برطانیہ کا اعلان پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے 3 جون 1947ء کے منصوبے کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

20 فروری 1947ء کو ہز مجسٹی کی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ جون 1948ء تک برٹش انڈیا کا اقتدار ہندوستانی ہاتھوں کو سونپ دینا چاہتی ہے۔ ہز مجسٹی کی حکومت کو امید تھی کہ بڑی پارٹیاں کابینہ مشن کے پلان مورخہ 16 مئی 1946 کے بروئے عمل لائے جانے میں تعاون کریں گی اور ہندوستان کے لئے ایک ایسا دستور تشکیل دیں گے جو تمام متعلقہ لوگوں کے لئے قابل قبول ہو گا۔ یہ امید پوری نہیں ہوئی صوبہ جات مدراس۔ بمبئی اور یو پی بہار سی پی و برار آسام اڑیسہ اور شمال مغربی سرحدی صوبے کے نمائندوں نے نئے دستور کی تشکیل کے کام میں پیش رفت کی ہے۔ دوسری طرف مسلم پارٹی نے بنگال، پنجاب اور سندھ کے نمائندوں سمیت نیز برٹش بلوچستان کے نمائندوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں شریک نہیں ہوں گے۔

ہز مجسٹی کی حکومت کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ خود ہندوستانی عوام کی خواہشات کے مطابق اقتدار منتقل کیا جائے۔ اس کام میں بڑی سہولت ہوتی اگر ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں کے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو جاتا ایسے کسی سمجھوتے کی عدم موجودگی میں ایک ایسے طریق کار کے تعین کی ذمہ داری کہ جس کے ذریعہ ہندوستانی عوام کی خواہشات معلوم کی جا سکیں۔ ہز مجسٹی کی حکومت نے ہندوستان کے سیاسی لیڈروں سے پوری طرح مشورہ کرنے کے بعد اس مقصد کے لئے نیچے دیئے گئے منصوبے کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہز مجسٹی کی حکومت یہ واضح کر دینا چاہتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ ہندوستان کے لئے کوئی آخری دستور تشکیل دینے کی کوشش کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ یہ ہندوستانیوں کا اپنا معاملہ ہے نہ ہی اس پلان میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جس سے مختلف فرقوں کے درمیان متحدہ ہندوستان کے لئے مذاکرات میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہو۔

وہ امور جن کا فیصلہ کرنا ہے

ہز مجسٹی کی حکومت کا یہ ارادہ نہیں کہ موجودہ دستور ساز اسمبلی میں کوئی رکاوٹ ڈالے۔ اب جبکہ ذیل میں تخصیص کردہ چند صوبوں کے لئے بندوبست کیا جارہا ہے۔ ہز مجسٹی کی حکومت یقین کرتی ہے کہ اس اعلان کے ایک نتیجے کے طور پر ان صوبوں کے مسلم لیگی نمائندے بھی جہاں کی بڑی اکثریت پہلے ہی سے حصہ لے رہی ہے۔ اس کام میں اپنا واجب حصہ لیں گے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہے کہ اس اسمبلی کے تشکیل کردہ کسی بھی دستور کا اطلاق ملک کے ان حصوں میں نہیں ہوگا جو اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔

ہز مجسٹی کی حکومت مطمئن ہے کہ نیچے جس طرح طریق کار کا خاکہ پیش کیا گیا ہے اس میں یہ معلوم کرنے کا بہترین طریق کار بھی شامل ہے کہ ان علاقوں کے عوام کی خواہشات اس باب میں کیا ہیں کہ کیا ان کے دستور کی تشکیل۔

(الف) موجودہ دستور ساز اسمبلی میں ہو یا

(ب) ایک نئی اور جداگانہ دستور ساز اسمبلی میں جو ان علاقوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ جو یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ موجودہ دستور ساز اسمبلی میں شرکت نہیں کریں گے۔ یہ ہو جانے کے بعد اس مقتدر یا مقتدرات کا تعین کرنا آسان ہو جائے گا کہ کس کو اختیارات منتقل کئے جائیں۔

بنگال اور پنجاب

لہٰذا بنگال اور پنجاب کی صوبائی قانون ساز اسمبلی (یورپین ممبروں کے سوا) میں سے ہر ایک سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے اجلاس دو حصوں میں منعقد کریں جن میں سے ایک حصہ مسلم اکثریتی اضلاع کی نمائندگی کرے اور دوسرا بقیہ صوبے کی۔ اس کے لئے 1941ء کی مردم شماری مستند مانی جائے گی۔ ان دونوں صوبوں کے مسلم اکثریتی اضلاع کا تعین اس اعلان کے ضمیمہ میں کر دیا گیا ہے۔

"ہر قانون ساز اسمبلی کے دونوں حصوں کے ارکان کو جن کے جداگانہ اجلاس ہوں گے یہ اختیار دیا جائے گا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ صوبہ تقسیم ہو یا نہ ہو اس بارے میں ووٹ دیں اگر کسی ایک حصے کی سادہ اکثریت تقسیم کے حق میں فیصلہ کرتی ہے تو تقسیم عمل میں آئے گی اور اس کے مطابق انتظامات کیے جائیں گے۔

قبل اس کے کہ تقسیم کے سوال کا فیصلہ ہو۔ یہ بات پسندیدہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر حصے کے نمائندوں کو پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ اگر دونوں حصے رہنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس صورت میں وہ صوبہ بعد میں مجموعی طور پر کسی دستور ساز اسمبلی کا کوئی ممبر مطالبہ کرے تو (یورپئیوں کے سوا) تمام ممبروں پر مشتمل ایک اجلاس طلب کیا جائے گا جن میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ اگر دونوں حصوں کے متحد رہنے کا فیصلہ کیا جائے گا تو صوبہ بحیثیت مجموعی کس دستور ساز اسمبلی میں شریک ہوگا۔

تقسیم کے حق میں فیصلہ ہونے کی صورت میں قانون ساز اسمبلی کا ہر حصہ ان علاقوں کی طرف سے جن کی وہ نمائندگی کرتا ہو یہ فیصلہ کرے گا کہ اوپر پیراگراف نمبر 4 کے متبادلات میں سے کسے اختیار کیا جائے۔

تقسیم کے مسئلے پر فوری فیصلے کے مقصد کے تحت بنگال اور پنجاب کی قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان مسلم اکثریتی اضلاع (جن کی تخصیص ضمیمہ میں کر دی گئی ہے) اور غیر مسلم اکثریتی اضلاع کے مطابق دو دو حصوں میں منقسم ہو کر بیٹھیں گے۔ یہ خالص عارضی نوعیت کا ایک ابتدائی اقدام ہوگا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان اصولوں کی حتمی تقسیم کے لئے سرحدات کے مسئلے پر تفصیلی تحقیقات کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ تقسیم سے متعلق فیصلہ ہوتے ہی ہر صوبے کے لئے ایک حد بندی کمیشن کا قیام گورنر جنرل کے ذریعہ عمل میں آئے گا۔ اس کی رکنیت اور شرائط حوالہ جات کا تصفیہ متعلقین کے مشوروں سے ہوگا۔ ہدایت دی جائے گی کہ پنجاب کے دونوں حصوں کی سرحدوں کی حد بندی ملحقہ مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کے تعین کی بنیاد پر کی جائے۔ دوسرے عناصر کو بھی ملحوظ رکھنے کی ہدایت دی جائے گی۔ ایسی ہی ہدایات بنگال حد بندی کمیشن کو بھی دی جائیں گی تاوقتیکہ حد بندی کمیشن کی رپورٹ عمل میں نہ آ جائے۔ ضمیمہ میں ظاہر کردہ عبوری سرحدیں استعمال کی جائیں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14 اگست 1947ء

قیام پاکستان

پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا کام 3 جون 1947ء کی برطانوی تجویز کے مطابق شروع ہو گیا۔ دونوں صوبوں کی حد بندی کے لئے جدا جدا کمیشن مقرر ہوئے۔ جن کا صدر ایک ہی شخص یعنی ریڈ کلف مقرر ہوا بنگال حد بندی کمیشن کے ارکان میں مسٹر جسٹس بجن کمار مکرجی، مسٹر جسٹس سی سی لیواس، مسٹر جسٹس ابو صالح محمد اکرم، مسٹر جسٹس ایس اے رحمان شامل تھے اور پنجاب حد بندی کمیشن کے ارکان میں مسٹر جسٹس دین محمد، مسٹر جسٹس محمد منیر، مسٹر جسٹس مہر چند مہاجن اور مسٹر جسٹس تیجا سنگھ شامل تھے۔

حد بندی کمیشن کو ہدایت کی گئی کہ ہر دو صوبوں میں دونوں حصوں میں حد بندی متصل مسلم اکثریت اور غیر مسلم اکثریت والے علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ حد بندی کرنے میں کمیشن دیگر امور کا بھی لحاظ رکھے۔

دونوں جانشین حکومتوں نے غیر مبہم الفاظ میں وعدہ کیا کہ وہ حد بندی کمیشنوں کا فیصلہ تسلیم کریں گی۔ خواہ یہ فیصلہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس پابندی کی وجہ سے کمیشن کے ہاتھ اور زیادہ مضبوط ہو گئے اور کمیشن کے صدر کو بد دیانتی کے لئے کھلی اجازت مل گئی۔ کانگرس اور مسلم لیگ کے علاوہ آئندہ قائم ہونے والی حکومتوں نے بھی حتمی طور پر اقلیتوں سے منصفانہ سلوک کرنے کا وعدہ کیا اور یہ یقین دلایا کہ 15 اگست 1947ء سے پہلے کے سیاسی حریفوں کے خلاف کوئی بدسلوکی روا نہ رکھی جائے گی۔ ان اعلانات وعزائم کی موجودگی میں تبادلہ کی ضرورت کا کسی کو خیال تک نہ تھا۔ وائسرائے ہند اپنے ایک اعلان میں یہ ظاہر کر چکے تھے کہ وسیع پیمانے پر تبادلہ آبادی کی ضرورت کا کسی کو خیال تک نہ تھا۔ وائسرائے ہند اپنے ایک اعلان میں یہ ظاہر کر چکے تھے کہ وسیع پیمانے پر تبادلہ آبادی ممکن نہیں۔ اس کے راستے میں کئی عملی مشکلات حائل ہیں۔ یہ طفل تسلی سادہ لوح مسلمانوں کے حق میں موجب ہلاکت ہوئی۔ کیونکہ وہ اس ہاتھ کی نرم تھپکی سے پھر ایک دفعہ غفلت کی نیند سو گئے۔

3 جون 1947ء کے بعد ایک طرف تو پاکستان اور ہندوستان کے درمیان بڑے بڑے افسروں کے تبادلے شروع ہو گئے۔ دوسری طرف سرحدی کمیشنوں نے اپنے اجلاس شروع کر دیئے۔ مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے اپنے وکیلوں کی وساطت سے اپنے مقدمات کی پیروی میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا۔ لیکن اہل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر خوب جانتے تھے کہ ان کمیشنوں کی ساری کارروائی ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور یہ سیاسی ڈراما محض عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کھیلا جا رہا ہے۔ جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ریڈ کلف جو دونوں کمیشنوں کے صدر تھے' کسی ایک اجلاس میں بھی شریک نہ ہوئے۔

یہ جمعرات کا دن تھا اور 14 اگست 1947ء بمطابق 26 رمضان المبارک 1366 کی تاریخ تھی اس دن صبح ہی سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی (موجودہ سندھ اسمبلی) کی عمارت کے سامنے پر جوش عزم جمع تھے جب پاکستان کے نامزد گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح' ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی معیت میں ایک مخصوص بگھی میں سوار ہو کر اسمبلی پہنچے تو عوام نے پر جوش نعروں اور تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔

اسمبلی پہنچنے کے بعد قائداعظم دستور ساز اسمبلی کی کرسی صدارت پر متمکن ہوئے اور ان کی برابر والی نشست پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن تشریف فرما ہوئے۔ سب سے پہلے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے شاہ انگلستان کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ جس میں قائداعظم کو اپنی ریاست کے قیام پر مبارکباد پیش کی گئی تھی۔ پھر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے الوداعی تقریر کی اور پاکستان اور پاکستانی عوام کے لئے سلامتی کی دعا مانگی۔ اس کے بعد قائداعظم نے اپنی تقریر کا آغاز کیا اور شاہ انگلستان اور وائسرائے کا شکریہ ادا کیا اور یقین دلایا کہ "ہمارا ہمسایوں سے بہتر اور دوستانہ تعلقات کا جذبہ کبھی کم نہ ہوگا اور ہم ساری دنیا کے دوست رہیں گے۔ یوں دنیا کے نقشے پر ایک آزاد و خود مختار اور دنیائے اسلام کی سب سے بڑی مملکت کا اضافہ ہوا جس کا نام پاکستان ہے۔

مسلم لیگ کے لئے 15 اگست 1947ء کی تاریخ بڑی وحشتناک تھی اور کانگرس کے لئے اس میں کوئی دشواری نہ تھی۔ عبوری حکومت قائم ہوئی جس میں ہندوؤں کی اکثریت' نے دہلی سے کہیں جانا نہیں۔ مرکزی حکومت کے تمام دفاتر پورے انتظام کے ساتھ وہیں موجود تھے۔ اس تمام ملک کے اندر جو ہندوستان کے حصے میں تھا۔ امن و انتظام قائم اور کانگرس کی حکومت برسر اقتدار تمام چھاؤنیوں میں فوجیں اسلحے سمیت تیار اور فضائی اور بحری بیڑے برطانوی دوستوں کی کمان میں مرتب۔ مسلم لیگ کے لئے یہ دشواری کہ تمام مغربی پاکستان کے علاقے میں بدامنی۔ کسی صوبے کی حکومت اس کے اختیار میں نہیں۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم درپیش صوبہ سرحد اور سلہٹ میں استصواب رائے عامہ ہونا۔ مرکزی حکومت کہیں موجود نہیں اس کا کوئی سامان بھی نہیں۔ مسلم لیگ کے لیڈر نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے درخواست کی تھی کہ انتقال اختیار کے لئے جون 1948ء کی تاریخ رکھیں اس کو 15 اگست 1947ء میں تبدیل کرنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تباہی کا موجب ہوگا۔ مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جو طے کر لیا تھا وہی کیا۔

17 اگست 1947ء کو ریڈ کلف نے حدود کے تعین کا خود ساختہ آخری فیصلہ سنا دیا۔ اس فیصلے میں جس ڈھٹائی اور بد دیانتی سے اسلام دشمنی کا ثبوت دیا گیا اور جس طریق سے انصاف کا خون کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ فیصلہ کیا تھا گویا ہندی مسلمانوں کو کچلنے اور من حیث القوم ان کو ختم کرنے کی ایک انتہائی شرمناک کوشش تھی۔ اس فیصلے میں کسی بھی طے شدہ اصول کی پابندی نہیں کی گئی۔ یہاں تک کہ عارضی تقسیم کو بالائے طاق رکھنے کے علاوہ اس واضح اور فیصلہ کن اصول کو بھی پس پشت ڈال دیا جو 1941ء کی مردم شماری کو ملحوظ رکھنے کے لئے وضع ہوا تھا۔

اس ظالمانہ فیصلے سے پاکستان کی چالیس لاکھ آبادی کو زبردستی ہندوستان میں دھکیل دیا گیا۔ جس کی وضاحت یہ ہے کہ 3 جون کے اعلان کے مطابق جو اضلاع پاکستان میں شامل تھے ان کی کل آبادی 6 کروڑ 98 لاکھ تھی۔ لیکن حد بندی کمیشن کے فیصلے کے بعد پاکستان کی آبادی 6 کروڑ 58 لاکھ رہ گئی۔ اس آبادی میں وہ ریاستیں شامل نہیں جنہوں نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔

فیصلے کے اس اعلان سے پہلے ہی مشرقی پنجاب میں سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا تھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے قتل و غارت کی منظم سازش پہلے ہی تیار کر لی گئی تھی۔

14 مئی 1948ء

اسرائیل کا قیام

ڈھائی ہزار سال پہلے تک فلسطین میں یہودی آباد تھے جن کو مختلف جنگوں کے نتیجے میں فلسطین سے نکلنا پڑا۔ فلسطین سے نکل کر یہودی مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ان کا فلسطین سے آخری اخراج دو ہزار سال پیشتر رومیوں کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ بچے کھچے یہودی یہیں آباد رہے۔

اس کے بعد صدیوں تک یہودی اور مسلمان فلسطین میں آباد رہے۔ جو نسل کے اعتبار سے عربی تھے اور ان میں آپس میں کوئی چپقلش نہ تھی۔ لیکن انیسویں صدی کے آخر میں آسٹریا کے صحافی ٹی ہرزل نے جسے بابائے صیہونیت کہا جاتا ہے یہ نظریہ پیش کیا کہ فلسطین میں یہودی ریاست قائم ہونی چاہیے۔ یہ نظریہ دنیا بھر کے یہودیوں میں پھیلایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا اور یورپ اور امریکہ کے سرمایہ دار یہودیوں نے بڑے بڑے فنڈ قائم کیے۔ جس سے فلسطین جا کر آباد ہو جانے والے غریب یہودیوں کو کرایہ اور زمین خریدنے کے لئے رقمیں دی جاتی تھیں۔ یہودیوں کی خاموش لیکن منظم ہجرت کا سلسلہ 1882ء میں شروع ہوا۔ اس سے پہلے فلسطین میں رہنے والے یہودیوں کی تعداد 34 ہزار تھی لیکن 1947ء تک بڑھ کر یہ تعداد 6 لاکھ آٹھ ہزار ہوگئی۔

1897ء میں بہل کے مقام پر عالمی صیہونی کانگرس میں منظم ہجرت کے منصوبے کو حتمی شکل دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ برطانیہ اور امریکہ میں بااثر یہودی سرمایہ داروں نے وہاں کی حکومتوں پر بھی دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور یہ دونوں حکومتیں یہودی سرمایہ داروں کی دولت پر نظریں جمائے ہوئے تھیں۔ 1917ء میں برطانوی حکومت نے پہلی جنگ عظیم سے ذرا قبل اعلان کیا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک قومی وطن بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ اعلان تاریخ میں ''اعلان فی الفور'' کے نام سے مشہور ہے۔ برطانیہ کے اس اعلان کو اس کے اتحادیوں کی حمایت حاصل تھی۔ برطانیہ کو دنیا بھر کے یہودیوں نے یقین دلایا کہ اگر وہ یہودیوں کے وطن کے قیام میں مدد دے گا تو ساری دنیا کے یہودی برطانوی حکومت اور اس کے اتحادیوں کا ساتھ دیں گے۔

فلسطین میں جو عرب آباد تھے وہ غریب اور ان پڑھ تھے۔ یہودیوں کی عالمی انجمن نے اپنے دلال وہاں بھیج دیئے جو زمین کو دگنے داموں پر خریدنے کی پیش کش کرتے تھے۔ عربوں نے دھڑا دھڑ اپنی زمینیں بیچنی شروع کر دیں اور ان زمینوں پر یہودی عالمی انجمن یہودیوں کو آباد کرتی رہی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ نے اپنی نگرانی میں اسرائیل کی ریاست قائم کر دی اور عربوں کو زبردستی وہاں سے نکال باہر کیا۔ 1945ء میں یہودیوں نے ہتھیاروں کی مدد سے عربوں کو نکالنا شروع کیا۔ جبکہ ساٹھ برس سے زیادہ عرصے سے اس کی تیاریاں کی جارہی تھیں۔

امریکہ کو اپنے کاروباری مفادات اور مشرق وسطیٰ کے تیل پر اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے جب اس علاقے میں فوجی اڈہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی تو یہودی لیڈروں نے اپنی خدمات پیش کر دیں اور امریکہ نے بھی یہودی ریاست کے قیام کے لئے ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔

24 نومبر 1947ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقسیم فلسطین کی تجویز منظور کر لی گئی۔ اس کے بعد وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ بیت المقدس سے اعلان کیا جاتا کہ ابھی راستہ کھلا ہوا ہے۔ عربوں کو چاہیے کہ وہ نکل جائیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1948ء کے اس قتل عام کے دوران جو مسلمان جان بچا کر نکل گئے ان کے پورے محلوں کو بموں اور بلڈوزروں سے مسمار کر دیا گیا تا کہ ان کی واپسی کے امکانات ختم ہو جائیں۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ اقوام متحدہ کی قرارداد میں فلسطین کے ایک حصے میں عربوں کی جس ریاست کے قیام کی منظوری دی گئی تھی وہ قائم ہی نہ ہو سکی اور یہ سارا علاقہ اسرائیل میں شامل کر لیا گیا۔ چنانچہ 14 مئی 1948ء کو یہودی ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔

11 ستمبر 1948ء

قائداعظم انتقال فرما گئے

جناح کے تعلقات زندگی کے آخری مہینوں میں اس کے قریب ترین رفقاء کے ساتھ تیزی سے بگڑنے لگے۔ وہ جوں جوں کمزور ہوتے گئے اور موت کی قربت کا احساس روز بروز زیادہ ہونے لگا وہ ساتھیوں کی نااہلیت اور نالائقی پر زیادہ خفا ہونے لگے کسی کام کے نہ ہونے پر معمول کے بہانے سن کر انہیں جلد غصہ آ جاتا وہ مرنے سے پہلے اپنی نوزائیدہ مملکت کو پھلتا پھولتا ترقی کرتا اور بڑھتا دیکھنے کے متمنی تھے وسط اپریل کی بات ہے نواب بہاولپور کے ہاں ایک نجی اور مخصوص محفل میں انہوں نے سندھ کے وزیراعلیٰ ایم اے کھوڑو سے بات چیت کرتے ہوئے لیاقت علی خان کو ''معمولی قابلیت کا مالک'' (Mediocre) قرار دیا۔ بیرونی کمک وامداد سے محرومی قومی مصیبت وصعوبت مالی تنگی اور حقیقی جنگ کے زمانہ میں گورنر جنرل اور وزیراعظم کے مابین مراسم کشیدگی کی حد کو پہنچ گئے تھے جنوری میں لیاقت علی کو اپنی بیگم کی زبانی جب یہ معلوم ہوا کہ مسٹر جناح نے غصہ کے ساتھ ان کی کارکردگی پر اعلانیہ عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے تو انہوں نے قائداعظم سے تحریری احتجاج کیا اور ''مستعفی'' ہونے کی پیش کش کی گورنر جنرل نے نواب ممدوٹ وزیراعلیٰ پنجاب کی بابت بھی مہاجرین کے معاملات میں دلچسپی نہ لینے پر بھی ویسی ہی مایوسی اور خفگی ظاہر کی مئی میں انہوں نے ممدوٹ اور گورنر موڈی دونوں کو کراچی میں طلب کیا اور ممدوٹ کو جس نے لیگ کے لئے پنجاب کو رام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا تھا بڑی تلخی سے کہا کہ ''بطور وزیراعلیٰ وہ بالکل بیکار اور نکما ثابت ہوا ہے۔'' گورنر موڈی نے انکے ریمارکس کو سو فیصد درست قرار دے دیا اس لئے انہوں نے ممتاز دولتانہ کو پنجاب کی وزارت کا کنٹرول سنبھالنے کے لئے نامزد کیا تاہم دولتانہ نے یہ کہہ کر ذمہ داری قبول کرنے سے معذرت کر لی کہ انہیں ممدوٹ پر مکمل اعتماد ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(دراصل دولتانہ اور موڈی دونوں جانتے تھے کہ دولتانہ کے وزیراعلیٰ بننے کی صورت میں ممدوٹ اس کا گلہ دبا دے گا) یہ سن کر جناح بہت برہم ہوئے اور اجلاس ملتوی کر دیا بعد ازاں انہوں نے گورنر کو بلایا اور شکایت کی کہ اس کی پالیسی بڑی کمزور پڑ گئی ہے اور قوت فیصلہ جواب دے گئی ہے انہوں نے گورنر کو بحیثیت دوست مشورہ دیا کہ وہ خود کو ممدوٹ دولتانہ کشمکش سے الگ تھلگ رکھے۔

جون میں جناح اور فاطمہ کوئٹہ روانہ ہو گئے تاکہ بلوچستان کی سرد آب وہوا میں آرام سے سانس لے سکیں فاطمہ جناح کے بقول ''وہاں پہنچنے کے بعد چند دنوں میں وہ اس قابل ہو گئے کہ اچھی طرح سو سکیں۔ اور کھا پی سکیں کھانسی کم ہو گئی اور درجہ حرارت نارمل سطح پر آ گیا کئی سالوں کے بعد وہ پہلی بار آرام دہ حالت میں نظر آئے'' 14 جون کو سٹاف کالج کوئٹہ میں فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے بابائے قوم نے فرمایا۔

''پاکستان کی دوسری فورسز کے ساتھ آپ بھی اہل پاکستان کی جان مال اور عزت و آبرو کے محافظ ہیں ڈیفنس فورسز پاکستان کی تمام سروسز میں سب سے اہم ہیں اور آپ پر نسبتاً بہت بھاری فرض عائد ہوتا ہے میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں اگر آپ کو فرصت میسر ہو تو آپ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کا مطالعہ کریں جسے ہم نے پاکستان کے قابل بنایا اور جو آج کل ہمارا آئین ہے انتظامی اختیارات کا سرچشمہ حکومت پاکستان کا سربراہ ہوتا ہے جو گورنر جنرل کہلاتا ہے اس لئے آپ کو جو بھی ہدایت یا احکام دیئے جائیں وہ انتظامی سربراہ کی منظور کے بغیر نہیں دیئے جانے چاہئیں۔

اس سے اگلے روز انہوں نے کوئٹہ میونسپلٹی سے خطاب کیا وہاں انہیں ریلیف فنڈ کے لئے معقول رقم پیش کی گئی یکم جولائی کو کراچی میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد ہونے والی تھی فاطمہ جناح نے چاہا کہ وہ کراچی نہ جائیں تاہم انہوں نے جانے پر اصرار کیا۔ اس سفر نے انہیں اس قدر نڈھال کر دیا کہ وہ لکھی ہوئی تقریر کو پڑھنے کے لئے بستر سے بمشکل اٹھ سکے انہیں دیکھنے اور سننے والے جان گئے کہ ان کی صحت بڑی خراب ہے ان کی آواز بمشکل سنی جا سکتی تھی تقریر کے دوران وہ بار بار رکتے اور کھانستے رہے فاطمہ کی روایت کے مطابق ہم واپس گھر پہنچے تو وہ اس قدر تھک گئے تھے کہ جوتوں سمیت بستر پر لیٹ گئے شام کو انہوں نے کینیڈا کے کمشنر آف ٹریڈ کی طرف سے ڈومینین کی 81 سالگرہ کے سلسلہ میں دی جانے والی ضیافت میں شرکت کی یہ آخری سماجی تقریب تھی جس میں وہ شریک ہوئے۔

6 جولائی کو وہ اپنی بہن کی معیت میں واپس کوئٹہ چلے گئے ہلکا سا بخار جو چند دن پہلے ہو گیا تھا یہاں بھی جاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا چنانچہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا۔ کہ انہیں فوراً زیارت منتقل کر دیا جائے جو کوئٹہ سے چالیس میل دور کئی ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اس پہاڑی مقام پر انگریزوں نے کئی خوبصورت بنگلے تعمیر کر رکھے تھے ان میں سے ایک کو ''پریذیڈنسی'' میں بدل دیا گیا تھا جس میں بابائے قوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے۔

لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش 21 جولائی کو لاہور میں اپنے لان میں بیٹھے ہوئے تھے جب چوہدری محمد علی سیکرٹری جنرل حکومت پاکستان نے کراچی سے فون پر انہیں حکم دیا کہ فوراً کوئٹہ پہنچیں کوئٹہ ایئر پورٹ میجر جنرل ایم اے خاں اور کرنل کے جیلانی بھی ڈاکٹر بخش کے ساتھ شامل ہو گئے' اور یہ تینوں گورنر جنرل ہاؤس کی کار میں زیارت پہنچے بخش کا کہنا ہے ''ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ انہیں کیا تکلیف ہے مجھے صرف اس قدر پتہ چل سکا کہ وہ ٹیکوں اور رجسٹرڈ دواؤں سے جی چراتے ہیں اور یورا یکسی لینسی کی بجائے سر کہلانا پسند کرتے ہیں اگلے روز فاطمہ انہیں عظیم قائد کے کمرے میں لے گئیں۔

''میں نے قائداعظم کو دروازہ کے سامنے بستر پر پایا وہ حیرت انگیز حد تک نحیف ونزار لگ رہے تھے اور ان کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا اس صبح ان کی ظاہری حالت دیکھ کر میں ڈر گیا انہوں نے لازماً اندازہ کر لیا ہوگا کہ میرے ذہن میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے میری توجہ ہٹانے کے لئے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دریافت کیا آیا میرا سفر خوشگوار رہا میں کرسی پر بیٹھ گیا اور انکی بیماری سے متعلق موجودہ اور سابق تفصیل جاننا چاہی انہوں نے بتایا مجھے کوئی زیادہ تکلیف نہیں ہے بس پیٹ کی تکلیف اور کام کی زیادتی کے باعث تھکاوٹ ہے کیونکہ ماضی میں چالیس سال تک میں نے 14 گھنٹے روزانہ کام کیا ہے مجھے اپنی بیماری کا کبھی پتہ نہیں چلا بہر حال گذشتہ چند سالوں سے بخار اور کھانسی کے حملے بار بار ہو رہے ہیں بمبئی میں ڈاکٹروں نے ''نرخرے کی نالیوں میں ورم'' (براچسٹس) تشخیص کیا تھا اور معمول کے علاج اور آرام کرنے سے میں عموماً ایک ہفتہ عشرہ میں ٹھیک ہو جاتا تھا تاہم ایک دو سال سے ان حملوں کی تعداد اور شدت بڑھ گئی ہے اور اس گفتگو کے دوران ہر فقرے کے بعد ان کا سانس ٹوٹنے لگتا اور کبھی کبھی درمیان میں رکنا پڑتا وہ بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرتے تھے ان کی آواز میں کوئی زور نہیں تھا۔ قائداعظم کو اب بھی یقین تھا کہ بنیادی خرابی ان کے معدہ میں ہے اس لئے مجھ پر زور دیا کہ اس پر زیادہ توجہ دوں'' بخش نے مریض کی تشویش کو نظر انداز نہیں کیا اور ہائی کیلوری والی غذا تجویز کی جس کے استعمال سے دو تین دن میں ان کی خوراک بڑھ گئی کیونکہ دانشمند ڈاکٹر نے اس کے ساتھ ہاضم مکسچر بھی بتایا تھا۔

بخش نے اپنی انتہائی کوشش کی جو کوئی ڈاکٹر اپنے مریض کے لئے کر سکتا ہے اس نے فون کر کے کوئٹہ سے سول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرجن کو بلایا جو اگلی صبح اپنے ضروری آلات لے کر کلینکل پتھالوجسٹ کے ہمراہ زیارت پہنچ گیا۔ان کی تحقیقات سے کرنل بخش کے شکوک کی تصدیق ہوگئی ایک اہم مریض کا علاج درپیش تھا اس لئے مزید تائید وتصدیق ضروری سمجھی گئی۔ بخش نے لاہور میں اپنے ساتھیوں کو فون کیا اور وہاں سے تین بہترین سپشلسٹوں کو زیارت بلا لیا کراچی سے خصوصی ادویات منگا لیں یوں ایک ہفتہ کے اندر اندر پاکستان کے اعلیٰ پایہ کے طبی ماہرین سطح زمین سے 8500 فٹ بلند مقام زیارت میں جمع ہو گئے انہوں نے اپنی توجہ قریب المرگ بوڑھے آدمی پر مرکوز کر دی جو اس دور دراز مقام پر جس کے نام کے معنے ہیں "بزرگ کا مزار" صاحب فراش تھا۔

"جب میں نے قائداعظم کو وہ اہم خبر سنائی تو میں مسلسل ان کی طرف دیکھتا رہا وہ بالکل خاموش رہے میں اپنی بات مکمل کر چکا تو انہوں نے صرف اس قدر کہا" کیا تم نے مس جناح کو بھی بتا دیا ہے؟" میں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا انہیں اعتماد میں لینا ضروری تھا قائداعظم مداخلت کرتے ہوئے بولے" نہیں تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا آخر کار وہ ایک عورت ہے میں نے ان کی ہمشیرہ کو پہنچنے والی تکلیف پر معذرت کا اظہار کیا۔قائداعظم نے سکون سے میری بات سنی اور آخر میں بولے گھبرانے کی کوئی بات نہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب مجھے اس کے متعلق سب کچھ بتا دو مجھے یہ بیماری کتنے عرصے سے ہے؟ اس پر غلبہ پانے کے امکانات کیا ہیں؟ علاج کب تک جاری رہے گا؟ میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں اور تمہیں پوری بات بتانے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیے میں نے جواب دیا مجھے یقین ہے کہ تازہ ترین ادویات کے استعمال سے خاصہ افاقہ ہوگا۔"

اصفہانی اسی ہفتے نیویارک سے زیارت پہنچے اور امریکہ سے خصوصی میڈیکل ایڈ بھیجنے کی پیش کش کی بخش نے جناح کے پرانے دوست کو ان سے ملنے کی اجازت دے دی ملاقات کے بعد اصفہانی سیڑھیوں سے نیچے اترے تو وہ انتہائی فکرمند اور مضطرب لگ رہے تھے انہوں نے دوبارہ امریکہ سے ڈاکٹر بھیجنے کی پیشکش کی لیکن کرنل بخش نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ وہ خود مریض کو بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے ایسی تپدق کا جو پھیپھڑوں کے کینسر میں بدل گئی تھی اور مریض کے دونوں پھیپھڑوں کو کھا گئی تھی اس وقت تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا تھا۔

لیاقت علی خاں اصفہانی کی روانگی کے بعد آئے اور جناح کے ساتھ آدھ گھنٹہ رہے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ گورنر جنرل قریب المرگ ہیں اور قائداعظم کی آنکھ بند ہونے کے بعد پاکستان کی قیادت کا بوجھ ان کے اپنے کندھوں پر آ پڑے گا فاطمہ جناح جو لیاقت علی اور انکی بیگم کو بالکل پسند نہیں کرتی تھیں (وہ اس بات پر نالاں تھی کہ یہ دونوں میاں بیوی میرے پیارے بھائی کو برطانیہ سے واپس انڈیا لے آئے ورنہ وہاں بڑے سکون اور آرام کی طویل زندگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزارتے لکھتی ہیں ''لیاقت علی کے چلے جانے کے بعد جناح نے تھرتھراتی ہوائی آواز میں مجھے بتایا کیا تم جانتی ہو وہ کیوں آئے تھے؟ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ میری علالت کتنی شدید ہے اور میں کب تک زندہ رہوں گا''۔ بلاشبہ یہ سچ تھا تاہم اس قدر ملامت آمیز نہیں جیسا کہ فاطمہ نے ان حالات میں سمجھا۔ لیاقت علی خاں کو جو یو۔ پی اور آکسفورڈ میں نواب زادہ کے طور پر شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی گزار چکے تھے زیارت میں اس تحکم پسند شاہی جوڑے کے سامنے محض ایک ''درباری'' کے طور پر پیش ہونا لازماً بڑا عجیب لگا ہوگا۔

سٹریپٹو مائی سین آ گئی اور وہ دے دی گئی تاہم جس قسم کی معجزانہ دوا تھی ویسا نتیجہ نہیں نکلا نہ ہی 7 اگست کو عید الفطر کے موقع پر پاکستان کی ہر مسجد اور دنیا میں بہت سے مقامات پر خشوع و خصوع سے مانگی گئی دعاؤں نے کوئی اثر دکھایا 9 اگست سے پاؤں پر ورم شروع ہو گیا میڈیکل سٹاف نے فیصلہ کیا کہ انہیں زیارت سے کم بلندی کے مقام پر منتقل کر دیا جائے کرامین اور الٹراوائیولیٹ کے ٹیکے بے سود ثابت ہوئے تاہم جناح یوم آزادی کے موقع پر کسی دوسری جگہ جانے کو تیار نہ تھے انہوں نے ڈاکٹروں کو صاف بتا دیا کہ کم از کم 15 اگست سے پہلے وہ کہیں نہیں جائیں گے فاطمہ نے مداخلت کر کے انہیں ڈاکٹروں کی بات ماننے پر آمادہ کر لیا گھر کی طرف جناح کا آخری سفر 13 اگست سے شروع ہوا فاطمہ نے بتایا انہوں نے ایک بالکل نیا سوٹ بمعہ ٹائی پہننے اور سجاوٹ والی جیب میں نیا رومال رکھنے پر اصرار کیا اور پھر لمبی ہمبر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا کر کوئٹہ پہنچایا گیا اگرچہ معاملہ کو خفیہ رکھنے کے لئے بہت سی احتیاطیں کی گئی تاہم سڑک کے دو رویہ لوگوں کی قطاریں موجود تھیں ہمبر کے ساتھ محافظ دستہ نیز فرنٹ میں اور پیچھے کاریں چل رہی تھیں ریسٹ ہاؤس سے ایک میل کے فاصلہ پر وہ چائے کے لئے رکے وہاں جناح نے دیکھا کہ ایک درجن سے زیادہ لوگ سڑک کے کنارے کھڑے تھے اور اپنے محبوب رہنما کی ایک جھلک دیکھنا چاہتے تھے ڈاکٹر بخش راوی ہیں:

''ہم غروب آفتاب سے ذرا پہلے کوئٹہ پہنچ گئے ریذیڈنسی کو تمام مہمانوں سے خالی کرا لیا گیا تھا ہم نے بابائے قوم کو سٹریچر کے ذریعے پہلی منزل پر واقع ان کے کمرہ میں پہنچا دیا میں نے ان کی نبض دیکھی تو معلوم ہوا ہر دسویں یا بارہویں ضرب گم ہو جاتی ہے میں نے نبض کے ڈوبنے کا سبب سفر کی تھکاوٹ کو سمجھا اور توقع ظاہر کی کہ آرام کرنے سے یہ شکایت جاتی رہے گی اگلے دن 14 اگست کو پاکستان کی سالگرہ تھی ہم صبح 8.30 بجے ان کے پاس گئے اور میں نے کہا کہ ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو بخیرت کوئٹہ لے آئے کیونکہ ایسی حالت میں زیارت سے یہاں تک پہنچنا خطرہ سے خالی نہ تھا یہ سن کر قائداعظم مسکرائے اور کہنے لگے ''ہاں میں بہت مسرور ہوں کہ تم مجھے یہاں لے آئے ہو وہاں میں ایک جال میں پھنس گیا تھا''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روز ملک کے اخبارات نے ''قائداعظم کا پیغام پاکستان کے شہریوں کے نام'' کے زیر عنوان ایک بیان شائع کیا جو بظاہر زیارت کی بجائے کراچی میں تیار کیا گیا تھا۔ ''آج ہم اپنی آزادی کی پہلی سالگرہ منا رہے ہیں ہم نے حالات کا مقابلہ بڑے عزم و حوصلہ اور دور اندیشی سے کیا اور دشمن کے وار سہنے میں ہماری کامیابیوں کا ریکارڈ بڑا شاندار رہا ہے۔ میں وزیراعظم کی زیر قیادت کام کرنے والے تمام وزراء کو مبارکباد دیتا ہوں''۔

لاریب جناح نے اس کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا اب انہوں نے لکھنا ترک کر دیا تھا اور صبح کو اخبارات کا مطالعہ بھی برائے نام ہی کرتے تھے۔ اگست کے تیسرے ہفتہ میں جناح کی بھوک قدرے بہتر ہوگئی انہوں نے ''حلوہ اور پوری'' کھانے کی خواہش ظاہر کی ان دونوں مزیدار چیزوں کو ڈاکٹر نے ابتداء میں ان کے لئے ثقیل قرار دیا لیکن فاطمہ نے اپنے پیارے بھائی کو اس کی مرغوب دونوں چیزیں کھلائیں اور ایسا لگا کہ ان سے مسٹر جناح کو تقویت پہنچی ہے۔ ڈاکٹروں نے کوشش کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ نقل و حرکت کریں اور کھانا بستر پر بیٹھ کر کھائیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں تھوڑا بہت چلیں پھریں ان کے پٹھوں کو سوکھنے سے بچایا جائے اور نظام ہاضمہ صحیح طور سے کام کرنے لگے ان کا مزاج چڑچڑا ہو گیا تھا وہ ہر ایک کو اس بات پر ڈانٹتے کہ وقت کی پابندی کیوں نہیں کرتے فاطمہ کے بقول ان کے بھائی پابندی وقت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور انہوں نے پوری زندگی بڑی باقاعدگی اور پابندی سے بسر کی تھی۔

جناح کے معالج کو یہ جان کر ''دھچکا'' لگا کہ اس کے مریض کا وزن محض 80 پاؤنڈ رہ گیا ہے قائداعظم کے بستر کے گرد کام کرنے والے تمام افراد پر واضح ہو گیا کہ اگر انہیں زندہ واپس دارالحکومت لے جانا ہے تو اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے جناح نے دوبارہ سگریٹ نوشی شروع کرنے کی اجازت مانگی (وہ گزشتہ 30 برس سے ''کریون اے'' کے پچاس سے زیادہ سگریٹ روزانہ پیتے رہے تھے) ڈاکٹر نے انہیں دن میں ایک سگریٹ پینے کی اجازت دے دی بشرطیکہ اس کا دھواں اندر کو نہ کھینچیں۔ تاہم ڈاکٹر بخش نے جلد ہی ان کا ''راشن'' دگنا کر دیا۔ ''انہیں سگریٹ نوشی سے لطف اندوز ہوتے دیکھ کر ہمیں قدرے حوصلہ ہوا کیونکہ عادی تمباکو نوش میں صحت یابی کی پہلی علامت عموماً یہ ہوتی ہے کہ وہ سموکنگ کی خواہش ظاہر کرے اور اس سے حظ اٹھائے اگلی صبح میں نے دیکھا کہ میز پر پڑی ہوئی ایش ٹرے میں چار سگریٹوں کے بچے ہوئے ٹکڑے پڑے ہیں مریض اپنی مقررہ حد سے بڑھ گیا تھا ایش ٹرے کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے کہا ایسا لگتا ہے آپ سگریٹ نوشی سے محظوظ ہوتے ہیں۔ قائداعظم بات کو سمجھ گئے اور خوش طبعی کے ساتھ جواب دیا ''یس''۔ لیکن آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ اگر میں دھواں اندر نہ کھینچوں تو سگریٹ نوشی میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ ان کا ذہن اپنی پرانی قانونی استعداد حاصل کرتا ہوا محسوس ہوا اور ہم نے صحت یابی کی اس اضافی علامت کا خیر مقدم کیا''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاہم سگریٹ نوشی سے ان کے پھیپھڑوں کے زخم مندمل ہونے میں کوئی مدد نہیں ملی ڈاکٹر انہیں مشورہ دیتے رہے کہ وہ سگریٹ نوشی میں اعتدال سے کام لیں اور واپس کراچی چلیں۔ لیکن جناح اپنے ''گھر'' گورنر جنرل مینشن میں ''بیمار'' کی حیثیت سے نہیں جانا چاہتے تھے انہوں نے میدانی علاقوں میں نسبتاً پرسکون کئی مقامات تجویز کیے مثلاً سی اور مالیر لیکن یہ دونوں جگہیں گرم غبار آلو اور شاہراہ سے الگ تھلگ تھیں۔

انہوں نے الٰہی بخش سے کہا مجھے بساکھیوں پر کراچی نہ لے جائیں میں وہاں ایسی حالت میں جانا چاہتا ہوں کہ کار سے اپنے کمرہ تک چل کر جاسکوں تمہیں معلوم ہے پورچ سے میرے کمرہ تک جانے کے لئے ایڈی کانگ کے کمرہ اور پھر ملٹری سیکرٹری کے کمرہ سے گزرنا پڑے گا میں پسند نہیں کرتا کہ کار سے اپنے کمرہ تک سٹریچر پر جاؤں۔'' انہیں یہ بات پسند نہیں تھی کہ کراچی کا عملہ انہیں اسی حالت میں دیکھے کہ وہ کھڑا ہونے سے بھی معذور ہوں۔ جناح نے 28 اگست کے بعد عملاً کھانا پینا چھوڑ دیا۔ بخش جب بھی کوئی خوراک دینے کی کوشش کرتے وہ کہتے ڈاکٹر تم مجھے حد سے زیادہ کھلا رہے ہو میں نے اتنا کبھی نہیں کھایا اس وقت بھی جب میں بالکل تندرست تھا۔ اب جناح چائے اور کافی کے چند کپ پی کر زندگی گزار رہے تھے اور بعض اوقات گولیاں کھلانے کے لئے سادہ پانی استعمال کرتے۔ وہ سارا دن خاموش اور بے حس وحرکت بے سدھ بستر میں لیٹے رہتے اگست کے آخری ایام میں ایک دن انہوں نے افسردہ لہجے میں کہا۔'' فاطی مجھے زندہ رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں جتنی جلدی مر جاؤں اتنا ہی بہتر ہے'' 29 اگست کو انہوں نے بخش سے کہا اب میرے زندہ رہنے یا مر جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' بخش نے ان کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو دیکھے اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جو دیکھنے میں عموماً غیر جذباتی اور بے لوچ لگتا تھا جذبات کا یہ اظہار دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ وہ کمتر قوت حیات کے باوجود اپنی ناقابل شکست قوت ارادی کے بل پر زندہ ہیں میں نے تجربہ سے یہ بات سمجھی کہ جب کوئی مریض ہمت ہار دے تو کوئی علاج بھی خواہ وہ کتنا ہی مکمل و موثر کیوں نہ ہو زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوتا اس لئے وہ اس بات سے بڑا پریشان ہوا کہ آہنی عزم کے مالک شخص نے بیماری کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔

ستمبر میں جناح کو تپ دق اور پھیپھڑوں کے کینسر کے ساتھ ساتھ نمونیہ بھی ہو گیا ان کا درجہ حرارت 100 درجے تک پہنچ گیا نبض کی رفتار غیر متوازن ہو گئی اور اکثر ڈوبنے لگی سانس لینے میں مدد دینے کے لئے آکسیجن کی ضرورت پڑ گئی اصفہانی کو تار دیا گیا کہ وہ منوسوٹا کے مینو کلینک سے ڈاکٹر ہنشا کو فوراً کوئٹہ روانہ کریں۔ بخش نے کراچی سے ڈاکٹر ایم اے مستری کو بھی بلا بھیجا وہ اگلی صبح یعنی 9 ستمبر کو پہنچ گیا وہ گالنر ہسپتال لندن میں بخش کا ہم جماعت رہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکا تھا مریض کا معائنہ کرنے کے بعد مستری نے بخش کی تشخیص علاج اور مشوروں کی تائید وتوثیق کی وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اب کوئی امریکی ڈاکٹر بھی کچھ نہیں کر سکے گا جناح کو بے چینی سے پہلو بدلتے وقت بڑبڑاتے سنا گیا کشمیر کمیشن نے مجھ سے وقت لیا تھا وہ اب تک کیوں نہیں آئے وہ کہاں ہیں؟''

11 ستمبر 48ء کو گورنر جنرل کا وائی کنگ اور دوڈ کوٹا طیارے ان کے عملہ اور سامان کو لے جانے کے لئے کوئٹہ پہنچ گئے وہ دن کے دو بجے پرواز کے لئے تیار کھڑے تھے جب ان کا سٹریچر وائی کنگ کے کیبن میں لایا گیا تو پائلٹ اور عملہ لائن بنا کر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے سلیوٹ کیا جواب میں انہوں نے آہستہ سے ہاتھ ہلایا سامنے والے کیبن میں ایک بستر لگا دیا گیا تھا۔ جس پر انہیں لٹا دیا گیا اور فاطمہ ان کے پاس بیٹھ گئیں ڈاکٹر مستری بھی قریب ہی موجود تھا آکسیجن سلنڈر اور ایک گیس ماسک تیار رکھا گیا قریبا دو گھنٹے کی پرواز کے بعد سوا چار بجے یہ طیارہ ماڑی پور کے ائیر بیس پر اترا جہاں وہ ایک برس قبل بڑی امید اور اعتماد کے ساتھ اترے تھے۔ چار یا پانچ میل طے کرنے کے بعد ایمبولینس میں گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور وہ ایک جھٹکے سے اچانک رک گئی پانچ منٹ بعد بتایا گیا کہ پٹرول ختم ہو گیا ہے تاہم ڈرائیور انجن میں بھی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس جگہ ٹھنڈی ہوا بھی میسر نہ تھی اور مرطوب گرمی میں سانس لینا دشوار ہو رہا تھا اس بے چینی پر مستزاد سینکڑوں مکھیاں تھیں جو ان کے چہرہ کے اردگرد منڈلا رہی تھی اور ان میں اڑانے کی سکت نہ تھی دوسری ایمبولینس کی آمد کے انتظار میں سسٹر ڈنہم اور میں باری باری انہیں پنکھا جھلتی رہی ہر منٹ بڑی اذیت میں گزر رہا تھا انہیں کار میں منتقل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ اتنی بڑی نہیں تھی کہ اس میں سٹریچر آجاتا۔ ڈرائیور یقین دلا رہا تھا کہ وہ بہت جلد خرابی پر قابو پالے گا وہ قریبا 20 منٹ تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن ایمبولینس سٹارٹ نہ ہو سکی مس جناح نے ملٹری سیکرٹری کو دوسری ایمبولینس لینے بھیج دیا جناح کی نبض دیکھی تو وہ یکسر بے قاعدہ تھی اور کتنی ستم ظریفی ہو گی کہ وہ فضائی سفر میں تو سلامت رہے لیکن سڑک کے کنارے دم توڑ گئے یہ کراچی کے جنوب کی سمت جانے والی شاہراہ کا ایک کم مصروف حصہ تھا جس کے اردگرد مہاجرین کی جھونپڑیاں آباد تھیں وہ لوگ اپنے کام کاج میں مصروف تھے اور اس بات سے بے خبر تھے کہ انکے لئے آزاد وطن حاصل کرنے والا رہنما ان کے درمیان کس بے بسی کی حالت میں پڑا ہے کاریں پوں پوں کرتی ہوئی پاس سے گزر رہی تھیں بسیں اور ٹرک شور مچا رہے تھے اور ہم وہاں ایک ایمبولینس میں بے دست و پا بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جو ایک انچ آگے بڑھنے کو تیار نہ تھی ہمیں ایک گھنٹہ سے زیادہ انتظار کرنا پڑا اور فاطمہ کے بقول ''یہ گھنٹہ ان کی زندگی کا سب سے زیادہ اذیت ناک لمحہ تھا''۔

یہ لوگ شام کو 6 بج کر 10 منٹ پر گورنر جنرل مینشن میں داخل ہوئے گھر پہنچ کر جناح کی آنکھ لگ گئی اور قریبا دو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھنٹے سوئے پھر اچانک آنکھیں کھولیں او نحیف سی آواز میں بولے ''فاطمی'' اتنا کہہ پائے تھے کہ ان کا سر دائیں طرف لڑھک گیا اور آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ فاطمہ ڈاکٹر ڈاکٹر چلاتی ہوئی باہر کی طرف دوڑیں ڈاکٹر تیزی سے اندر آئے انہوں نے نبض ٹٹولی اور ٹیکے لگائے۔''میں ان کے سرہانے خاموش اور بے حس وحرکت کھڑی سب کچھ دیکھتی رہی پھر ڈاکٹروں نے سر سے پاؤں تک ان کا جسم چادر سے ڈھانپ دیا اور خود فرش پر بیٹھ گئے میں سمجھ گئی کہ میرے محبوب بھائی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔قائداعظم نے 11 ستمبر 1948ء کو رات کے سوا دس بجے انتقال فرمایا۔ انہیں اگلے دن کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا جہاں آج کل سنگ مرمر کا ایک خوبصورت مقبرہ موجود ہے جس میں تاریخ کی سب سے زیادہ قابل ذکر مستقل مزاج اور سمجھ میں نہ آنے والی شخصیات میں سے ایک ہستی آرام فرما ہے۔

10 مارچ 1951ء

راولپنڈی سازش کیس

کشمیر کے محاذ پر بروقت اقدام کرنے میں لیاقت علی خان کی ناکامی کے پیچھے یہ خوف تھا کہ بھارت پاکستان پر حملہ نہ کر دے۔اگر وہ اپنے فوجی مشیروں کا مشورہ مان لیتے تو بھارت کو سری نگر میں فوجیں اتارنے کا موقع نہ ملتا۔کرنل مسعود کو آمرڈ کار سری نگر کے مورچہ تک لیجانے کی اجازت دے دی جاتی تو قبائلی مجاہدین آسانی سے سری نگر پر قابض ہو سکتے تھے۔ بھارت کے سری نگر اور کشمیر میں فوجیں داخل کرنے کے بعد جموں کٹھوعہ روڈ پر قبضہ کرنے کا مشورہ بھی قبول نہ کیا گیا۔کچھ عرصہ بعد جب انگریز کمانڈر انچیف کو محاذ دفاع کی ضرورت محسوس ہوئی تو مسلح دستے کشمیر بھیج دیئے گئے۔حالانکہ اگر شروع میں کم فوج بھی بھیج دی جاتی تو یہ صورتحال پیدا نہ ہوتی۔اس طرح ہر اقدام پر فیصلہ وقت گزرنے کے بعد کیا گیا۔لیاقت علی خان نے مصلحت پسندی سے کام لیتے ہوئے اقوام متحدہ سے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔وہ سمجھتے تھے کہ اقوام متحدہ کشمیر میں ریفرنڈم کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے اس ناکامی کی وجہ سے فوج اور وہ افسران جنہوں نے کشمیر کی آزادی کے لئے سر توڑ کوشش کی تھی لیاقت علی خان اور ان کی حکومت سے ناراض تھے ''راولپنڈی سازش'' ان کی ناراضگی کا ایک واضح اظہار تھا۔ سزا پانے والے تقریباً تمام وہی فوجی افسران تھے جو محاذ جنگ پر ذاتی طور پر موجود تھے اور بھارتی فوجوں کے ساتھ برسرپیکار تھے ان میں جنرل اکبر خان خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کہنا ہے کہ ان کی رہائش گاہ پر 23

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروری 1951 کی رات جو اجلاس ہوا تھا اس میں حکومت پر قبضہ کرنے کے پروگرام پر طویل بحث ہوئی تھی اور سب نے اس پر عمل نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ معاملہ یہیں ختم ہو گیا تھا اس اجلاس میں فیض احمد فیض محمد حسین عطاء بھی موجود تھے فیض دوسری جنگ عظیم کے دوران فوج کے تشہیری شعبہ میں کرنل رہ چکے تھے ان کے کمیونسٹ پارٹی سے تعلقات کسی سے پوشیدہ نہیں تھے اور نہ ہی پوشیدہ رکھتے تھے محمد حسین عطاء کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے رکن تھے تقسیم سے پہلے وہ کلکتہ میں ڈیوٹی انجام دیا کرتے تھے تقسیم کے بعد ان کی ڈیوٹی پاکستان میں لگائی گئی تھی لہٰذا اس سوال کا پیدا ہونا لازمی امر تھا کہ پاکستان میں فوجی انقلاب کا حکم کمیونسٹ پارٹی نے دیا تھا۔

کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے دس ارکان تے جن میں مسٹر افضل بھی شامل تھے مسٹر افضل کافی عرصہ لندن میں بی بی سی کے لئے کام کرتے رہے تھے اور پاکستان واپس آ کر مزدوروں میں کام کر رہے تھے پارٹی کی سنٹر کمیٹی میں جب فوج کے ساتھ مل کر حکومت کا تختہ الٹنے کی تجویز پر بحث ہوئی تو افضل نے کہا کہ اگر دس بارہ آدمیوں کے قتل کا سوال ہے تو میرے پاس ایسے مزدور ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں لیکن اگر فوج کے ساتھ مل کر انقلاب لانے کا پروگرام ہے تو یہ موجودہ حالات میں پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے فوج کے علاوہ مزدورں کسانوں اور طلبہ میں تنظیم بنانا ضروری ہے ایسی تنظیموں کے بغیر اگر ہم انقلاب لانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو فوج والے انقلاب کے بعد سب سے پہلے ہمیں ختم کر دیں گے اجلاس میں ووٹنگ ہوئی تو پانچ ارکان اس کے حق میں تھے اور پانچ ارکان خلاف تھے لہٰذا فیصلہ نہ ہو سکا یہ طے پایا کہ دو ارکان کو انقلاب کا پروگرام بنانے والے افسران کے اجلاس میں مبصر کے طور پر بھیجا جائے اور ان کی رپورٹ کے بعد سنٹرل کمیٹی پھر غور کرے گی۔

جو افسران حکومت کا تختہ الٹنے کا پروگرام بنا رہے تھے ان میں سے چند کمیونزم کے خلاف تھے اسی لئے انہوں نے 23 فروری کی میٹنگ میں فیض اور عطاء کو پہچان کر اس منصوبہ میں تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ بریگیڈیئر لطیف کے مطابق بریگیڈیئر حبیب اللہ خان نے محمد حسین عطا کو پہچان لیا تھا اور کہا تھا کہ وہ کمیونسٹ انقلاب میں ساتھ نہیں دے سکتے۔ بریگیڈیئر لطیف کے مطابق اکبر خان کی بیوی نسیم اس انقلاب کے لئے بڑی سرگرم تھی لیکن جب پولیس نے انہیں گرفتار کیا اور تفتیش شروع کی تو انہوں نے ساری تفصیل خود ہی بتا دی لیکن یہ سازش کیسے پکڑی گئی نہ تو ملٹری انٹیلی جینس اس کا پتہ چلا سکی تھی نہ ہی کوئی سول انٹیلی جینس کا کوئی ادارہ۔

انہوں نے بتایا کہ اکبر خان نے سرحد کے ایک اعلیٰ پولیس افسر کیانی کو جو اس سازش میں شریک تھے ٹیلیفون کیا کیانی دفتر میں موجود نہیں تھے اس کے ڈیوٹی افسر کو اکبر خان نے جو کوڈ میں پیغام دیا۔ وہ ڈیوٹی افسر نے کیانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پہنچا دیا۔کیانی کو شبہ ہوا کہ کہیں ڈیوٹی افسر اس کا مطلب نہ سمجھ گیا ہوا اور وہ اعلیٰ پولیس حکام کو نہ بتا دے اس خوف سے اس نے خود ہی صوبہ سرحد کے گورنر کو سب کچھ بتا دیا اور اس کا کریڈٹ خود لے لیا۔ایوب خان اپنی سوانح عمری میں لکھتے ہیں۔

''میں اور سکندر گورنر سے ملاقات کے لئے پشاور پہنچے ہم اس پولیس افسر سے بھی ملنا چاہتے تھے جس نے گورنر کو یہ ہدایت بھیجی تھی اور مخبر سے بھی میں نے گورنر سے بات چیت کی اس کے بعد کیانی سے ملا یہی وہ پولیس افسر تھے جنہوں نے رپورٹ دی تھی کیانی مخبر کا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن آخر کار ہم نے مخبر کو پکڑ بلوایا۔ادھر تو میں کیانی سے سوالات کر رہا تھا اور ادھر اسکندر مرزا مخبر سے پوچھ گچھ میں مصروف تھے جلد ہی ہم پر عیاں ہو گیا کہ سچ مچ بغاوت کا منصوبہ بنایا گیا ہے سازشیوں میں ایک شخص بریگیڈیئر صدیق خان بھی تھا جو کبھی میرے یونٹ میں کام کر چکا تھا اور اب بنوں میں ایک بریگیڈ کی کمان کر رہا تھا وہ کسی قدر غیر مستقل مزاج جذباتی اور بے دھڑک قسم کا آدمی تھا میں نے اس کو لانے کے لئے ہوائی جہاز بھیجا جب وہ آیا تو میں نے اس سے کہا صدیق تم مجھے سچ سچ بتا دو نہیں تو میں تمہیں الٹا لٹکا دوں گا۔''

ہم نے صدیق کو واپس بنوں جانے کی اجازت دے دی اس نے وہاں پہنچ کر کرنل ارباب کو تھل کے مقام پر ٹیلی فون کیا کرنل ارباب بھی جیسا کہ بعد میں ظاہر ہوا سازشیوں میں سے تھا صدیق نے اسے بتایا کہ بھانڈا پھوٹ گیا ہے اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے زبردست سازش کی جا رہی تھی۔''

9 مارچ کی صبح میجر جنرل اکبر خان چیف آف دی جنرل سٹاف (رئیس ارکان پاکستان) بریگیڈیئر ایم اے لطیف (بریگیڈیئر کمانڈنگ کوئیڈ) مسٹر فیض احمد فیض (چیف ایڈیٹر پاکستان ٹائمز لاہور اور بیگم اکبر خان (میجر جنرل اکبر خان کی اہلیہ) کو مرکزی سیفٹی آرڈیننس کے تحت گرفتار کر لیا گیا میجر جنرل اکبر خان اور ان کی اہلیہ کو راولپنڈی میں بریگیڈیئر ایم اے لطیف کو کراچی میں اور مسٹر فیض احمد فیض کو لاہور میں گرفتار کر لیا گیا۔

مسٹر لیاقت علی خان وزیر اعظم وزیر دفاع پاکستان نے ایک بیان شائع کر کے اس امر کا اظہار کیا کہ ان لوگوں کو پاکستانی فوج کی وفاداری کو مٹانے کی سازش کرنے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے۔دونوں فوجی افسروں کو فی الفور برطرف کر دیا گیا گرفتار شدہ میجر جنرل اکبر خان سندھ کے ریٹائرڈ کمانڈر نہیں بلکہ پاکستانی فوج کے چیف آف دی جنرل سٹاف اور بیگم شاہنواز کے داماد تھے۔مسٹر لیاقت علی خان نے حسب ذیل فرمان جاری کیا۔

''پاکستان کے دشمنوں کی تیار کردہ ایک سازش کا انکشاف ابھی ہوا ہے اس سازش کی غرض وغایت یہ تھی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی دفاعی فوجوں کی وفاداری ختم کردی جائے حکومت کو اس سازش کا علم بروقت ہو گیا چنانچہ آج سازش کے سرغنہ لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ جو میجر جنرل اکبر خان چیف آف دی جنرل سٹاف بریگیڈئیر ایم اے لطیف (بریگیڈئیر کمانڈر کوئٹہ) مسٹر فیض احمد فیض (ایڈیٹر پاکستان ٹائمز) اور بیگم اکبر خان (اہلیہ میجر جنرل اکبر خان) پر مشتمل ہے۔

سازش میں شریک دونوں فوجی افسروں کو ملازمت سے برطرف کردیا گیا ہے ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ سازش جڑیں پکڑنے سے پیشتر منکشف ہو گئی یقیناً میری طرح پاکستان کے عوام کو بھی سازش کی اس اطلاع سے بے حد صدمہ پہنچے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ عوام اچھی طرح محسوس کریں گے کہ قومی تحفظ کے وجوہ کی بنا میرے لئے یہ بتانا ناممکن ہے کہ جو لوگ سازش میں شریک تھے ان کی سکیم کی تفصیل کیا ہے میں اس موقع پر صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی سکیم کامیاب ہو جاتی تو اس سے ہماری قومی زندگی کی بنیاد پر کاری ضرب لگتی اور پاکستان کا استحکام درہم برہم ہو جاتا۔ اگر یہ سازش ناکام ہوئی ہے تو اس کا سہرہ ان لوگوں کے سر ہے جو پاکستانی فوجوں کی غیر متزلزل وفاداری کے لئے ایک خراج تحسین ہے جو چند شرانگیز غدار سازشیوں کی شرارت سے بالکل متاثر نہ ہوئے اور انہوں نے پاکستان کے ان دشمنوں کی ساری ناپاک کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ ہم سب کو ان کی چوکسی کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

مجھے بے حد افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مجھے پاکستانی فوج کے دو بہت بڑے آفسروں کے خلاف اقدام اختیار کرنا پڑا ہے لیکن ایسے حالات میں جبکہ پاکستان کے دفاع پر برا اثر پڑنے کا خطرہ پیدا ہوا اور وزیراعظم اور وزیر دفاع کی حیثیت سے میرے فرائض واضح ہیں مجھے پورا اعتماد ہے کہ میں نے اس سلسلے میں ناخوشگوار فرض ادا کیا ہے اس میں مجھے ساری قوم بالخصوص پاکستان کی دفاعی فوجوں کا پورا اعتماد حاصل ہے مجھے گذشتہ تین سال سے وزیر دفاع کے فرائض سرانجام دینے کا فخر حاصل رہا ہے۔ چنانچہ میں دفاعی فوجوں کے ہر شعبے کے سپاہیوں اور افسروں سے ذاتی تعلق قائم رکھتا چلا آیا ہوں میں نے کبھی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کی وفاداری فوج سے تعلق رکھنے والوں سے بڑھ کر ہو اور جو اپنے ملک کو بچانے کے لئے فوج سے بلند جذبات رکھتا ہو۔

دفاعی فوجوں نے ثابت کردیا ہے کہ کوئی تخریبی اقدام انہیں ان کی غیر متزلزل وفاداری سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ میں ان لوگوں کے اقدام کی داد دیتا ہوں جنہوں نے پاکستان کے ان دشمنوں کے اقدام کی مخالفت کی ہے ساتھ ہی میں مسلح فوجوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے پاکستان سے پوری وفاداری کا اظہار کیا ہے اور انتشار پھیلانے والے عناصر سے متاثر نہیں ہوئے یقیناً ان کی انہیں صفات کی وجہ سے دشمنوں کی سازش ناکام ہوئی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری قوم اس سلسلے میں مسلح فوجوں کی شکرگزار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح خراج تحسین ادا کرنے میں ساری قوم میری ہمنوا ہے''۔

اس سازش کی بڑی وجہ یہ تھی کہ گورنمنٹ اپنے فرائض مناسب طریق پر انجام دینے میں ناکام رہی تھی جب اکبر خان کے کاغذات پر قبضہ کیا گیا تو ان میں ایک مقالہ ملا جس میں اس نے وزیراعظم اور حکومت کے تمام لوگوں پر الزام لگایا تھا کہ وہ نا قابل ہیں اور فیصلہ دینے کی اہلیت نہیں رکھتے اکبر خان کا مقصد ایک بہتر نظام حکومت قائم کرنا تھا وہ ایک بہادر افسر تھا فوج میں اس کا بڑا مان تھا لیکن اس کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے اس کی بات میں بڑی تاثیر تھی لوگ آسانی سے اس کے ہم خیال ہو جاتے تھے اور اس نے اس جال میں بہت لوگوں کو پھانس رکھا تھا۔ اس سازش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک عرصہ تک ضلع جہلم سے تعلق رکھنے والے فوجی افسروں کو جنرل کے عہدہ ترقی دینے کی حوصلہ شکنی کی جاتی رہی۔

(روزنامہ نوائے وقت 10 مارچ 1951ء، پاکستان فوج اور سیاست، رفیق ڈوگر، دید شنید پبلیکیشنز)

16 اکتوبر 1951ء

وزیراعظم لیاقت علی خان قتل ہو گئے

جولائی 1951ء میں ایران مصر اور برطانیہ کے مابین تیل کا تنازعہ چل رہا تھا اس مشترکہ مسئلے نے دونوں ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا تھا۔ بلکہ اس سلسلے میں دونوں ملکوں کی زبردست قومی تحریکوں نے دوسرے عرب ممالک کے عوام کے جذبات میں بھی ہیجان پیدا کر دیا تھا اور برطانوی سامراجیت کے خلاف ایک ہمہ گیر جذبے نے پوری عرب دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ روس اور چین اس سیاسی جنگ میں مصر اور ایران کی حکومتوں کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے اور جنگ کی صورت میں ان کی فوجی مدد کا وعدہ کر رہے تھے۔

اس آزمائش کے دور میں مصر اور ایران دونوں ملکوں کے قوم پرست حلقے پاکستان سے یہ توقع کرتے تھے کہ وہ ان کے موقف کی تائید کرے گا اور صرف یہی ملک نہیں بلکہ دوسرے مسلم ملکوں میں بھی قوم پرست حلقوں کی نگاہیں پاکستان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ پاکستان برطانوی دولت مشترکہ کے ممبر ملکوں میں شامل تھا۔ تاہم لیاقت علی خان نے اس نازک مرحلے پر وہ فیصلہ کیا کہ وہ مصر ایران اور عالم اسلام کی توقعات کو مایوس نہ کریں گے۔ وہ متعلقہ ملکوں کے ساتھ سفارتی روابط کے ذریعے سے بات چیت کرتے رہے۔ ایرانی حکومت کے ساتھ پاکستان کے وزیراعظم کا نامہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و پیام بہت حد تک راجہ غضنفر علی خان کے ذریعے ہوتا تھا۔لیاقت علی خاں کی تجویز یہ تھی کہ ایران' مصر اور پاکستان کے وزرائے اعظم (اگر ممکن ہو تو دوسرے ممالک کے سربراہوں کو ساتھ ملا کر) مشرق وسطی کے ممالک کے مسائل کے متعلق ایک مشترکہ پالیسی کا اعلان کریں اور اس مشترکہ پالیسی کی بنا پر آئندہ عالمی سیاست میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔مشترکہ پالیسی میں چار مسئلے سرفہرست تھے۔ایران کے تیل کا مسئلہ۔سویز کے علاقے میں برطانوی فوج کا مسئلہ۔کشمیر کا مسئلہ اور فلسطین کا مسئلہ۔راجہ غضنفر علی کا بیان ہے کہ اس گفت وشنید کے سلسلے میں جو ڈاکٹر مصدق کے ساتھ ہو رہی تھی۔اکتوبر 1951ء کے شروع میں انہیں وزیراعظم لیاقت علی خان کی جانب سے ہدایت موصول ہوئی کہ وہ مجوزہ اعلان کے نکات اور مسودے کے متعلق زبانی گفتگو اور صلاح مشورے کی غرض سے کراچی آنے کے لئے تیار رہیں۔یہ صلاح ومشورہ راولپنڈی کے دورہ سے لیاقت علی خان کی واپسی کے بعد ہونے والا تھا۔لیکن 16 اکتوبر کو یہ تمام تجویز درہم برہم ہوگئی۔

16 اکتوبر 1951ء کی صبح کو مسٹر لیاقت علی خان نے کراچی کے ہوائی اڈے پر اپنے بعض رفقاء کو بتایا کہ وہ راولپنڈی کی تقریر میں ایران مصر اور برطانیہ کے بارے میں اہم اعلان کرنے والے ہیں انہوں نے گورنر جنرل کے والیکنگ طیارے میں کراچی سے راولپنڈی کا سفر کیا۔اسی سہ پہر کو انہیں راولپنڈی کے کمپنی باغ میں ایک پبلک جلسے سے خطاب کرنا تھا۔پونے چار بجے کے قریب لیاقت علی خاں جلسہ گاہ میں پہنچے۔جہاں تیس چالیس ہزار کا مجمع ان کے انتظار میں بیٹھا تھا۔اس جلسے میں ایک شخص سید اکبر بھی تھا جو مجمع کی اگلی صف میں ڈائس سے آٹھ دس فٹ کے فاصلے پر اپنی جیب میں ایک بھرا ہوا پستول لئے بیٹھا تھا اور لیاقت علی خان پر گولی چلانے کا موقع کا انتظار کر رہا تھا۔شواہد کے مطابق اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے چند آدمی اس کے ساتھی تھے۔

لیاقت علی خان نے ایک گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا پھر وہ ڈائس پر تشریف لے آئے کلام پاک کی تلاوت کے بعد شیخ مسعود صادق نے راولپنڈی کے شہریوں کی طرف سے وزیراعظم کا خیر مقدم کیا۔اس کے بعد لیاقت علی خان تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ان کی زبان سے صرف دو الفاظ نکلے تھے۔'ایران اسلام'' کہ پستول کی فائرنگ کی یکے بعد دیگرے دو مرتبہ آواز آئی اور لیاقت علی خان لڑکھڑا کر گرتے نظر آئے۔ان کے پولیٹیکل سیکرٹری نواب صدیق علی خان اور ایک دو افراد نے انہیں سہارا دینے کی کوشش کی۔ایک مقامی فوٹوگرافر جو حملہ ہوتے ہی لیاقت علی خان کے قریب پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ اور کپڑے خون آلود ہو گئے اس کے مطابق لیاقت علی خان نے پہلے کلمہ پڑھا پھر کہا گولی لگ گئی ہے۔پھر کلمہ طیبہ پڑھا اور پھر کہا کہ ''خدا پاکستان کی حفاظت کرے گا'' آخری الفاظ بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی نحیف آواز میں کہے گئے اور ان الفاظ کے بعد لیاقت علی خان بے ہوش ہو گئے۔ انہیں فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں ان کے جسم میں خون داخل کیا گیا اور جسم سے گولیاں نکالنے کے لئے اپریشن کی تیاری کی گئی۔ لیکن پاکستان کا پہلا وزیراعظم اسی بے ہوشی کی حالت میں تھوڑی دیر بعد اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

سید اکبر نے یہ ہولناک جرم کیوں کیا تھا؟ کیا اس کی پشت پر کوئی سیاسی سازش تھی؟ اگر تھی تو اس سازش میں کن لوگوں یا ملکوں کا ہاتھ تھا؟ یہ سب سوال تشنہ جواب رہ گئے۔ کیونکہ مجمع مغلوب الغضب ہو کر قاتل پر ٹوٹ پڑا اور اس کی تکہ بوٹی کر دی فوری تحقیقات کے مطابق قاتل سید اکبر ولد ببرک افغانستان میں خوست کے قبیلہ جدران سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی ذات ساپرفیل تھی۔ حادثہ کے بعد اس کی جیب سے دو ہزار چار سو روپے برآمد ہوئے۔ ایبٹ آباد میں موجود اس کی رہائش گاہ سے دس ہزار روپے مزید برآمد ہوئے۔ اتنی گرانقدر رقم کی برآمدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل کو اس مقصد کے لئے خریدا گیا تھا۔ اس کے قبضہ سے جو کاغذات برآمد ہوئے ان میں ایک نقشہ بھی تھا جس میں شمال مغربی پاکستان کے بعض اہم مقامات دکھائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ بعض کاغذات فارسی میں تھے۔

ایک ریڈیو اطلاع کے مطابق افغان کونسل جنرل مقیم پشاور خان عبدالقیوم اس واقع سے پانچ گھنٹے قبل پر اسرار طریقہ سے پشاور سے غائب ہو گئے اور درۂ خیبر کے راستے دو بجے دوپہر کو افغان سرحد میں داخل ہو گئے وہ سہ پہر تک افغان سرحد کے اندر پاسپورٹ آفس میں ٹھہرے رہے اور شام کو کابل روانہ ہو گئے۔

قاتل کی رہائش گاہ ایبٹ آباد میں اس کے ساتھ اس کا دس سالہ بیٹا بھی تھا جو اپنے چھوٹے قد کی وجہ پانچ چھ سال کا دکھائی دیتا تھا اور اپنی عمر سے زیادہ ہوشیار تھا۔ وہ اس واقع کے بعد وہاں سے غائب ہو گیا۔ پولیس کا خیال تھا اگر وہ بچہ گرفتار ہو جائے تو بہت سی نئی باتیں سامنے آسکتی ہیں۔ چند دن کے بعد بڑے ڈرامائی انداز میں وہ بچہ بھی گرفتار ہو گیا تھا لیکن کوئی نئی بات سامنے نہ آسکی۔

لیاقت علی خان کے قتل کے متعلق واقعات کی جوڈیشنل تحقیقات کیلئے جلد ہی ایک اعلیٰ سطح کمیشن مقرر کیا گیا اس کی رپورٹ مرکزی حکومت نے اگست 1952ء میں یعنی واقعہ قتل کے تقریباً دس ماہ بعد شائع کی۔ اس کمیشن نے بعض شہادتیں بند کمرے میں قلم بند کی تھیں۔ ان کے متعلق پبلک کو کوئی علم نہ ہو سکا۔ کمیشن کی جو رپورٹ پبلک کے سامنے آئی۔ وہ بھی فی الحقیقت ادھوری تھی۔ اس اہم سوال کے متعلق جو ہر شخص کے ذہن میں تھا۔ کمیشن نے صرف یہ رائے ظاہر کی کہ واقعات تین مختلف قسم کی سازشوں کے امکان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ’’جن میں دو ممکنہ سازشوں کا ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعلق ہو سکتا ہے‘‘ اسباب قتل کے متعلق مزید تحقیقات جاری تھیں لہٰذا کمیشن نے ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق وضاحت سے اجتناب کیا کمیشن نے اس پولیس افسر کے متعلق جو مزید تحقیقات کی نگرانی کر رہا تھا پورا اعتماد ظاہر کیا۔ پولیس افسر نوابزادہ اعتزاز الدین تھے۔ جو سپیشل سٹاف کے انسپکٹر جنرل کا درجہ رکھتے تھے۔

کمیشن کی رپورٹ پر سب سے زیادہ برمحل اور قابل تبصرہ بیگم لیاقت علی خان نے کیا۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ کمیشن کا تقرر ایک بہت بڑی غلطی تھی جو حکومت سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی۔ اس تقرر کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب اور صوبہ سرحد پولیس کی توجہ قتل کی تفتیش کی طرف سے ہٹ گئی اور پولیس افسر کمیشن کے سامنے اپنی اپنی صفائی پیش کرنے اور غفلت اور بے پروائی کے الزام سے اپنی بریت ثابت کرنے یا اپنا قصور دوسروں پر ڈالنے میں مصروف ہو گئے آپ نے یہ بھی کہا کہ بہرحال کمیشن نے جب سازشوں کے امکان کی جانب اشارہ کیا ہے انہیں بے نقاب کرنا حکومت کا کام ہے۔ قتل کے بعد کافی وقت گزر چکا ہے اور جو سراغ قتل کے فوراً بعد مل سکتے ہیں۔ وہ معدوم ہوتے جا رہے ہیں تاہم اس بات کی ضرورت ہے کہ پاکستان اپنے وفادار وزیراعظم کے قتل کے محرکات کو بے نقاب کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ تقدیر ان عناصر کی مدد کر رہی تھی جو اس سازش پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے یا ممکن ہے کہ سازش میں شریک عناصر اتنے باوسائل تھے کہ ان کے لئے ہوائی جہازوں کا حادثہ کرانا بھی مشکل نہ تھا۔ اس رپورٹ کے شائع ہونے کے چند ہی دنوں کے اندر یہ ہولناک واقعہ رونما ہوا کہ نوابزادہ اعتزاز الدین جو اس مقدمہ کی تفتیش کے متعلق اہم کاغذات ساتھ لے کر وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کی طلبی پر ان سے گفتگو کرنے کے لئے ہوائی جہاز سے جا رہے تھے۔ ہوائی جہاز کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔ ہوائی جہاز کو یہ حادثہ جہلم کے قریب پیش آیا۔ جہاں کسی اندرونی خرابی کی وجہ سے جہاز کو آگ لگ گئی اور مسافر اور ان کا سامان (اور لیاقت علی خان کے قتل کے مقدمہ کے متعلق اہم کاغذات) نذر آتش ہو گئے۔ لیاقت علی خان کے بعد جو نئی کابینہ بنی تھی اس میں نواب مشتاق احمد گورمانی کو جو اس سے پہلے وزیر برائے کشمیر تھے وزیر کا عہدہ مل گیا تھا قتل کے متعلق تفتیش بے نتیجہ رہی تو لامحالہ گورمانی صاحب کو اعتراضات کا نشانہ بننا پڑا ان اعتراضات سے بچنے کے لئے انہوں نے بہت دیر کے بعد ایک مرحلے پر انگلستان کے سکارٹ لینڈ یارڈ کی مدد حاصل کی اور وہاں سے ایک ماہر سراغرساں کو بلا کر تفتیش پر مامور کیا۔ لیکن یہ اقدام بھی محض اہتمام حجت ثابت ہوا۔ اس سے لیاقت علی خان کے قتل کے اسباب پر کوئی روشنی نہ پڑ سکی۔

اس کے بعد 1958ء میں ایک عجیب انکشاف ہوا۔ فروری 1958ء میں جب حیثیت عرفی کا مشہور مقدمہ گورمانی بنام زیڈ اے سیلری وغیرہ لاہور میں ہائیکورٹ کے ایک جج کے روبرو زیر سماعت تھا۔ ایک نکتے کی تصدیق کے لئے عدالت نے لیاقت علی خان کے قتل کے متعلق پولیس تفتیشی کارروائیوں کی فائل کا ملاحظہ کرنا چاہا اور اٹارنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنرل پاکستان سے جو عدالت میں موجود تھے۔ دریافت کیا کہ اس تفتیش کے متعلق سرکاری فائل عدالت کو مہیا کی جا سکتی ہے؟ اٹارنی جنرل نے ضروری معلومات مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ وعدہ پورا نہ ہوا تو عدالت نے اٹارنی جنرل کو ایک چٹھی بھجوائی۔ اس نے جواب میں کہا کہ متعلقہ فائل حکومت مغربی پاکستان کے چیف سیکرٹری کی تحویل میں ہے۔ عدالت نے اس فائل کو منگوانے کے لئے سمن جاری کر دیئے۔ یکم مارچ 1958ء کو صوبائی حکومت کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل نے عدالت کے سامنے پیش ہو کر بیان کیا کہ متعلقہ فائل گم ہے۔ اس کی تلاش کی جا رہی ہے۔ اس تلاش کے لئے ایک ہفتے کی مہلت مانگی۔ 8 مارچ کو سی آئی ڈی کے ایک افسر نے عدالت کو مطلع کیا کہ تلاش کے باوجود اس فائل کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ لہٰذا حکومت اسے پیش کرنے سے معذور ہے۔ اس طرح شہید ملت لیاقت علی خان کے قتل کا باب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا یا کر دیا گیا۔

(روزنامہ نوائے وقت 16 اکتوبر 1951ء۔ مارشل لاء سے مارشل لاء تک، نور احمد نور

15 فروری 1954ء

دنیا کی پہلی خاتون وزیراعظم

شریمتی باندرانائکے صرف لنکا میں ہی نہیں دنیا بھر میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے وزیراعظم کی حیثیت ایک ملک کی عنان حکومت سنبھالی اس سے قبل تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی خاتون نے ''سلطان'' یا سلطانہ؟ کی حیثیت سے کسی ملک پر حکومت کی (مثلاً رضیہ سلطانہ، ملکہ وکٹوریا) اور آج بھی برطانیہ اور ہالینڈ میں خواتین ہی سربراہ مملکت ہیں۔ لیکن شریمتی باندرانائکے پہلی خاتون تھیں جنہوں نے ایک سیاسی پارٹی کی مدد سے اور اس سیاسی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے ایک ملک میں سربراہ مملکت کا عہدہ سنبھالا۔

شریمتی باندرانائکے کی سری لنکا فریڈم پارٹی نے 151 میں سے 75 نشستیں جیتی مسٹر باندرانائکے لنکا کے وزیراعظم تھے اور ان کی پارٹی کو پارلیمنٹ میں معمولی اکثریت حاصل تھی ایک بدھ بھکشو نے مسٹر باندرانائکے کو ان کے ڈرائنگ روم میں گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے بعد لنکا میں تین وزارتیں برسر اقتدار تھیں۔ مگر کسی کو بھی پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل نہ ہو سکی۔

مارچ 1960ء کے انتخابات میں لبرل پارٹی نے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ مگر یہ جماعت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت کی تائید حاصل نہ کرسکی۔ بہر حال اس کے لیڈر مسٹر ڈڈلے سیتا نائکے کو وزیراعظم مقرر کیا گیا اور انہوں نے جولائی میں دوبارہ انتخابات کا حکم جاری کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نئے انتخابات میں کسی ایک پارٹی کو ایسی واضح اکثریت حاصل ہو جائے کہ وہ اطمینان سے کاروبار حکومت کو چلا سکے۔ 20 جولائی کو انتخابات کے نتائج مکمل ہوئے اور مسٹر سیتا نائکے کا مذکورہ بالا مقصد تو پورا ہو گیا۔ مگر جس پارٹی کو واضح اکثریت حاصل ہوئی۔ وہ مسٹر سیتا نائکے کی یونائیٹڈ لبرل پارٹی نہیں (اسے صرف 30 نشستیں) حاصل ہوئی۔ وہ مقتول و مرحوم وزیراعظم کی بیوہ شریمتی باندرا نائکے کی سری لنکا فریڈم پارٹی تھی جس نے 151 کے ایوان میں 75 نشستیں حاصل کیں۔

اس کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ شریمتی جی نے لنکا کے 35 لاکھ ووٹروں کے جذبات کو اپیل کر کے عوام کی رقیق القلبی سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ وہ ہر انتخابی جلسہ میں اپنے خاوند کی تصویر میز پر رکھ کر زاروقطار روتی تھیں اور جلسہ کو ماتم میں تبدیل کر دیتی تھیں۔

کامیابی کی یہ وجہ بڑی حد تک درست تھی۔ مگر اتنی ہی اہم وجہ بائیں بازو کی پارٹیوں کا لنکا فریڈم پارٹی سے انتخابی اتحاد تھا۔ بائیں بازو کی دو بڑی پارٹیاں لنکا سی سماج پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی تھیں۔ مارچ 60ء کے انتخابات میں ان دو پارٹیوں نے علی الترتیب 101 اور 53 امیدوار کھڑے کئے تھے۔ مگر اس مرتبہ لنکا سی سماج نے صرف 21 اور کمیونسٹ پارٹی نے اس سے بھی تھوڑے یعنی صرف 7 امیدوار کھڑے کئے تھے (کامیابی علی الترتیب 12 اور 4 کو حاصل ہوئی!) ان پارٹیوں نے لبرل پارٹی کے مقابلہ پر سری لنکا پارٹی سے انتخابی معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی امیدوار نہ کھڑا کریں گے۔ اس طرح ان کے ووٹ تقسیم ہونے سے بچ گئے اور لبرل پارٹی کے خلاف یہ متحدہ محاذ کامیاب رہا۔

یہاں اس تضاد کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ جہاں کمیونسٹوں نے سری لنکا پارٹی کی حمایت کی۔ وہاں بعض بڑے بڑے زمیندار اور فیوڈل سردار بھی شریمتی باندرا نائکے کے معاون تھے۔ شریمتی باندرا نائکے نے وزیراعظم کا عہدہ حاصل کر کے تاریخ میں ایک خاص قسم کی اولیت حاصل کی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6اگست1956ء

پاکستان کی سیاسی تاریخ کا یادگار مظاہرہ

6اگست1956ء کی ایک رات کو جب تمام دنیا محوخواب تھی کراچی کے ہزاروں جوشیلے شہریوں نے اس وقت کے وزیراعظم چوہدری محمد علی کی قیام گاہ پر ایک پر جوش مظاہرہ کیا مظاہر کرنے والوں کا مطالبہ تھا کہ کراچی کے سابق انسپکٹر جنرل پولیس سرگلبرٹ گریس کو پاکستان سے بھاگ کر جانے نہ دیا جائے اور اس کو گرفتار کر کے باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے۔

گریس مردہ باد اور ''گریس کو گرفتار کرو'' کے نعرے لگاتا ہوا شہریوں کا یہ جلوس رات کو تقریباً پونے ایک بجے آرام باغ کے اس جلسہ عام سے نکلا تھا جو مسلم لیگ کے زیراہتمام منعقد ہوا تھا یہ جلوس فریئر روڈ اور وکٹوریہ روڈ سے ہوتا ہوا ڈیڑھ بجے شب کو وزیراعظم کی کوٹھی پر پہنچا اور پھاٹک کے سامنے ٹھہر کر نعرے لگاتا رہا۔

''محمد علی باہر آؤ''

''گریس کو گرفتار کرو''

''مجمع نعرے لگاتے ہوئے جب تھک گیا اور ان نعروں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو پھر مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں۔ اگر تم عوام کے نمائندے ہو تو عوام کے سامنے آؤ۔''

لیکن یہ آوازیں اور یہ نعرے بھی صدا بصحرا ثابت ہوئے تو مجمع نے یک زبان ہو کر کہا۔

''محمد علی'' ''ہائے ہائے''

کا کورس شروع کر دیا۔

اور یہ کورس کارگر ثابت ہوا اور کچھ ہی دیر بعد وزیراعظم کے پولیٹیکل سیکرٹری نواب صدیق علی خان باہر نکل آئے نواب صاحب کو غالباً ٹیلی فون پر ان کے گھر سے وزیراعظم نے خود طلب کیا تھا مجمع نے نواب صدیق علی خان کو بتایا کہ سرگلرٹ گریس عنقریب پاکستان سے باہر جانے والا ہے اور عوام یہ چاہتے ہیں کہ گریس کو روکا جائے اور اس کے خلاف باقاعدہ تحقیقات کی جائے نواب صدیق علی خاں یہ سن کر اندر چلے گئے بہت دیر تک وزیراعظم کی کوٹھی سے کوئی پیغام نہیں آیا مجمع نے مشتعل ہو کر پولیس کے گھیرے کو توڑ دیا اور کوٹھی کے اندرونی گیٹ پر پہنچ گیا۔

آخر تین بجے رات کو وزیراعظم صاحب نمودار ہوئے انہوں نے پولیس وین میں لگے ہوئے لاؤڈ سپیکر کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد سے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کراچی پولیس کے معاملات کی مکمل تحقیقات کی جائے گی اور جو کوئی بھی مجرم قرار پائے گا اس کو سزا دی جائے گی اور چند الفاظ کے بعد وزیراعظم اندر چلے گئے چودھری محمد علی اس سے پہلے بھی ایسے ہی وعدے کر چکے تھے مگر ان کے کسی وعدے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔

مجمع ان کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوا اور اس نے پورے جوش وخروش کے ساتھ ''محمد علی مردہ باد'' کے نعرے لگانے شروع کر دیئے یہ فلک شگاف نعرے سنسان رات میں اس طرح گونجے کہ کراچی کے در و دیوار گونج اٹھے۔ یہ اس مہیب کے رات کی چیخ تھی جو ایک عرصہ سے ملک کی قسمت بن گئی تھی یہ اس سیاسی المیے کی صدائے باز گشت تھی جس میں پریشان حال عوام تھے اقتصادی بدحالی تھی اور سیاسی گھٹن۔ ملک میں ہر طرف طوائف الملو کی کا دور دورہ تھا سیاسی دھڑے بندی تھی محلاتی سازشیں تھیں وزارتیں بن رہی تھی ٹوٹ رہی تھیں وزراء ایک چور دروازے سے آتے تھے۔ اور دوسرے چور دروازے سے نکل جاتے تھے۔ وزیراعظم چودہری محمد علی بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھے وہ کس طرح سرکاری ملازمت چھوڑ کر وزیر خزانہ بنے کس طرح وزیراعظم بنے کس طرح مسلم لیگ کے سربراہ بن گئے اس راز کو کوئی نہیں جانتا تھا یہ سب کچھ جمہوریت کے نام پر ہو رہا تھا اور جمہوریت ایک محل میں قید تھی جہاں شراب کے دور چلتے تھے اور برج کی ٹیبل پر ملک کی قسمت کا جوا کھیلا جاتا تھا۔

کراچی پولیس کے سابق انسپکٹر جنرل ہرگلبرٹ گریس برطانوی باشندے تھے ان کے خلاف متعدد الزامات نور محمد میمن کے قتل کی تحقیقات کی دوران منظر عام پر آئے تھے نور محمد میمن جسے ایک مقدمے کی تحقیقات کے دوران اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا گیا تھا اس کہانی کا ہیرو ہے اس بے گناہ شخص کی موت نے کراچی پولیس کے نام نہاد افسروں کی پول کھول دی اور عوام کو پہلی بار اس ظلم وستم کی داستان معلوم ہوئی جس میں مرکزی کابینہ کا کردار سب سے اہم تھا۔ یہ المناک داستان بہت طویل ہے

لیکن یہی داستانیں قوموں کی زندگیاں بناتی اور بگاڑتی ہیں اقتدار کی کشمش ملک کی انتظامیہ کے ہر شعبے پر اثر انداز ہوتی ہے اور جس داستان کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے وہ صرف داستان ہی نہیں بلکہ اقتدار کے بھوکے لیڈروں کے لئے درس عبرت بھی ہے۔

آج سے چند سال پہلے اقتدار کی جس جنگ نے جنم لیا۔ یہ داستان ان ہی لوگوں سے متعلق ہے چودھری محمد علی اس زمانے میں وزیراعظم تھے ایک دن اخبارات میں نور محمد میمن کی موت کی خبر پڑھ کر ملک کے کروڑوں باشندوں کے دل وہل گئے ہر طرف سرگوشیاں ہونے لگیں۔ لوگوں نے حکومت پر زور دیا کہ وہ واقعہ کی تحقیقات کرائے۔ پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ مطالبہ شدت اختیار کر گیا تو حکومت نے کراچی پولیس کی بدعنوانیوں کی تحقیقات کے لئے پاکستان اسپیشل پولیس کا تقرر کیا جس نے اپنی ابتدائی تحقیقات کے نتیجہ میں پولیس کی سی آئی اے برانچ کے دو افسروں اقبال شاہ اور میاں غلام رسول کو نور محمد میمن کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا ان دو افسروں کی گرفتاری کے ساتھ ہی لاتعداد ایسے جرائم منظر عام پر آ گئے جن کا انکشاف شاید کبھی نہ ہوتا۔

اسپیشل پولیس کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ اس نے سی آئی اے کے گرفتار شدہ افسروں کی قائم ہوئی پرائیویٹ پولیس کا سراغ لگایا اور اسکے دو افسر سلیمان اور جوسی کو گرفتار کر لیا سلیمان اور جوسی پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے سی آئی ڈی افسروں کی ہدایات کے مطابق پولیس ہیڈ آفس میں نور محمد کی موت کی واردات کے ایک گواہ احمد سلیمان میمن کو سی آئی ڈی کی حوالات سے غائب کر دیا تھا اور تین ہفتے تک احمد کو ان لوگوں نے حبس بے جا میں رکھا تھا۔

سی آئی ڈی کے چند سابق افسروں کی مبینہ غیر آئینی سرگرمیوں کے بارے میں اسپیشل پولیس نے جو ایک اور دلچسپ انکشاف کیا وہ یہ تھا کہ اس وقت کے صدر سکندر مرزا کی ٹیلیفون گفتگو نہ صرف ریکارڈ کی جاتی تھی بلکہ ان کے نام آنے والے خطوط کو بھی پڑھا جاتا تھا جن دنوں ری پبلک حکومت کا قیام عمل میں آ رہا تھا۔ سابق صدر اسکندر مرزا کے نام مغربی پاکستان کے مختلف علاقوں سے آنے والے خطوط انتہائی اہتمام سے کھولے جاتے تھے اور کراچی سی آئی ڈی کے ایک سابق افسران چٹھیوں کو پڑھنے کے بعد اپنی پرائیویٹ ڈائری میں نوٹ کر لیا کرتے تھے۔

اپنی ایک نجی رپورٹ میں اس افسر نے صدر پر سیاسیات میں حصہ لینے کا الزام عائد کیا تھا اسی افسر نے یہ بھی دعوے کیا تھا کہ مغربی پاکستان اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر جبکہ صوبائی اسمبلی کے اسپیکر کے انتخاب کا معرکہ گرم تھا اس نے سابق وزیراعظم ڈاکٹر خان اور ان کے کئی ایک ساتھیوں سے صدر جمہوریہ کے کئی ایک ٹیلی فون مکالمے سنے تھے ان مکالموں میں سے ایک مکالمہ جس کو یہ افسر اپنی نجی محفلوں میں سنایا کرتا تھا۔ وہ خان افتخار حسین ممدوٹ کے ساتھ خفیہ مذاکرات سے متعلق ہے ان مذاکرات کا ایک جملہ جس کو اس نے بار بار دہرایا تھا وہ یہ ہے۔

”گئی گزری باتوں کو بھول جاؤ اب ہم ساتھ مریں گے اور جئیں گے“

کراچی سی آئی ڈی کے اس سابق افسر کے جن صاحب اختیار سے براہ راست تعلقات تھے اور جو اعلیٰ حکام ان سابق افسر کے مکان پر اکثر و بیشتر جاتے تھے یا یہ افسر خود اعلیٰ حکام کے پاس راتوں کو بڑی پابندی سے جایا کرتا تھا ان احکام کی فہرست دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاک کی سنسر شپ اور ٹیلیفونی گفتگو کی ریکارڈنگ کے ذریعے جو خاص معلومات حاصل کی جاتی تھیں وہ براہ راست کیبنٹ سیکرٹریٹ کے ایک اعلیٰ افسر کے گوش گزار کر دی جاتی تھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ اعلیٰ افسر چوہدری محمد علی کے خاص آدمی تھے۔

بہرحال اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ کراچی سی آئی ڈی کے سابق افسروں کا ایک گروہ مملکت یا حکومت کے مفاد میں نہیں بلکہ ایک خاص گروہ کے مخصوص سیاسی و نجی اغراض کے لئے غیر آئینی طریقوں سے جاسوسی کر رہا تھا۔

اس داستان کا ایک اور اہم کردار کراچی کا ایک اخبار نویس مقصود بھی تھا جس نے سابق انسپکٹر جنرل سر گلبرٹ گریس کے اعمال و افعال اس کی بعض مخصوص عادتوں اس کے مظالم ناانصافیوں اور اس کے مقرب خاص افسروں کی بداعمالیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک پمفلٹ بھی شائع کیا تھا اس پمفلٹ کی کاپیاں مرکزی حکومت کے تمام اعلیٰ حکام کو بھیجی گئی تھی کہا جاتا ہے کہ جوں یہ پمفلٹ اس وقت کے چیف کمشنر مسٹر اے ٹی نقوی کے پاس پہنچا انہوں نے فوراً سر گلبرٹ کو اس کی اطلاع دے دی اور پمفلٹ کو ان کے پاس بھیج دیا پمفلٹ کے سر گلبرٹ کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی مقصود پر ایسے مظالم شروع ہوگئے جن کو بیان کرتے ہوئے دل کانپتا ہے۔

مقصود کو تخریبی سرگرمیوں کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا سی آئی ڈی کی اس حوالات میں جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر غیر قانونی طور پر بنائی گئی تھی مقصود پر شب و روز مظالم ڈھائے گئے اسکو کئی دن تک مسلسل بے دردی کے ساتھ پیٹا جاتا۔ اس کو کئی دن تک سونے کی اجازت نہیں دی گئی اسے کھانا بھی نہیں دیا گیا اسے مجبور کیا گیا کہ وہ ایک ایسا بیان دے جس میں بعض پولیس افسروں انسپکٹروں پر پولیس سر گلبرٹ گریس کے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا جائے لیکن مقصود نے جھوٹا بیان دینے سے انکار کر دیا اور نہ ہی وہ یہ بتانے پر آمادہ ہوا کہ انسپکٹر جنرل پولیس کے متعلق جو پمفلٹ لکھا گیا تھا اس کی معلومات اس کو کہاں سے حاصل ہوئی تھیں۔

مقصود کے مسلسل انکار اور اس کی ثابت قدمی سے تھک ہار کر بالآخر سی آئی ڈی کے افسروں کے ایک گروہ نے سر جوڑ کر مقصود کا ایک فرضی بیان تیار کیا یہ بیان ایک من گھڑت قصہ تھا اور اس میں چند پولیس انسپکٹروں پر سابق انسپکٹر جنرل کے خلاف سازش کا الزام لگایا گیا تھا اور اسی نام نہاد اور افسانوی سازش کی بنیاد پر کراچی پولیس کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر ابوالحسن اور انسپکٹر مسٹر حبیب احمد کو کراچی سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اس طرح شہر بدر کرنے کا واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا اور انوکھا واقعہ تھا اور اس وقت کے چیف کمشنر مسٹر اے ٹی نقوی نے بھی ایک اعلیٰ پولیس افسر کی شہر بدری کے اس عجیب و غریب حکم سے اتفاق کرایا تھا اور جب اس ناانصافی کا ذکر چوہدری محمد علی سے کیا گیا تو انہوں نے بھی اس کی پرزور حمایت کی۔

کہا جاتا ہے کہ عدالت کے ایک حکم کی سراسر خلاف ورزی کرتے ہوئے کراچی سی آئی ڈی نے مقصود کو جیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجنے کی بجائے اپنی ہی حوالات میں رکھا اور اس پر مظالم کا سلسلہ جاری رہا جب بات عدالت کے نوٹس میں آئی تو عدالت نے مقصود کی رہائی کا حکم صادر کر دیا اس حبس بے جا سے رہائی پانے کے بعد مقصود نے ایک مجسٹریٹ کی عدالت میں پولیس کے خلاف ایک استغاثہ دائر کر دیا جب مقصود یہ استغاثہ دائر کرنے کے بعد عدالت سے باہر نکلا تو سی آئی ڈی نے فوراً اسے شہر بدر کرنے کا پروانہ دے دیا۔

مقصود کی شہر بدری کا یہ حکم بھی پولیس کی سفارش پر اس وقت کے چیف کمشنر مسٹر اے ٹی نقوی کی طرف سے جاری کیا گیا تھا بہر حال مقصود کو کراچی چھوڑنا پڑا لیکن جب اے ٹی نقوی کے دور اقتدار کا خاتمہ ہو گیا تو مقصود کو کراچی واپس آنے کا موقع مل گیا اور اس نے ایک بار پھر مخالفت میں آواز بلند کی۔

اسی دوران جب نور محمد میمن کی موت کی تحقیقات کے سلسلے میں سی آئی ڈی کے افسروں کے ایک خاص گروہ کی پھیلائی ہوئی خوف و دہشت اور پولیس کی بدعنوانیوں کی تحقیقات کا انکشاف ہوا تو مقصود نے بھی پاکستان اسپیشل پولیس کو سارا ماجرا سنا دیا چنانچہ اسپیشل پولیس نے سی آئی اے کے گرفتار شدہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اقبال شاہ انسپکٹر میاں غلام رسول اور ایک ہیڈ کانسٹیبل کے خلاف کیس رجسٹر کر لیا۔

اس کے علاوہ انسپکٹر میاں غلام رسول پر ایک نوجوان عورت اختری بیگم کے اغوا اور عصمت دری کا بھی الزام تھا بغدادی کے علاقہ کے انسپکٹر پولیس مسٹر نصیر حیدر اغوا کی اس واردات کی تفتیش کر رہے تھے پوچھ گچھ کے بعد آگرہ تاج کالونی کے چند معززین کو بطور مشیر لے کر وہ ہاکس بے گئے جن لوگوں کو انسپکٹر صاحب نے مشیر بنایا تھا ان میں مسٹر الطاف بیگ اور سیٹھ وقار علی قابل ذکر ہیں یہ سب حضرات جب صبح واپس ہوئے تو پتہ چلا کہ انسپکٹر نصیر حیدر نے اختری بیگم کو ہاکس بے کے ایک ہوٹل سے دو ملزموں کے ہمراہ برآمد کر لیا لڑکی برہنہ حالت میں پائی گئی تھی غلام رسول کے بھائی اور سالے اس کی چوکیداری کر رہے تھے جب یہ سب لوگ کمرے میں داخل ہوئے تو شراب کی بہت سی بوتلیں پائی گئیں لڑکی چونکہ برہنہ تھی اس لئے بھاگ کر غسل خانے میں جا چھپی پھر اس نے کپڑے مانگے اور کپڑے پہن کر جب وہ باہر نکلی تو زار و قطار رونے لگی انسپکٹر صاحب کے سوال پر اس نے بتایا کہ مجھے غلام رسول زبردستی اغوا کر کے یہاں لایا تھا۔

تحقیقات پر معلوم ہوا کہ غلام رسول کی موٹر کار وہاں موجود تھی مگر ہوٹل کے رجسٹر میں لڑکی کی آمد کا کوئی اندراج نہیں تھا انسپکٹر صاحب نے مشیر نامہ مرتب کیا مشیروں نے دستخط کئے اور بیانات قلمبند کر کے واپس لوٹ آئے غلام رسول کو جب ان حالات کا علم ہوا تو ایک سپرنٹنڈنٹ کو ساتھ لے کر بغدادی تھانے پہنچا سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واردات کی تفتیش کو خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

کہا جاتا ہے کہ بعد میں انہوں نے تحقیقات کا رخ پلٹ دیا اور حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اسپیشل پولیس نے اپنی تحقیقات کے دوران غلام رسول پر اغواء وعصمت دری کا الزام عاید کر دیا۔

پاکستان اسپیشل پولیس نے 4 اگست 1956ء کو کراچی کی نام نہاد پرائیویٹ پولیس کے اسٹنٹ انسپکٹر جنرل اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شیرو کو گرفتار کر لیا۔ ان دونوں کو بھی سلیمان اور جاسی کی طرح نور محمد میمن کی موت کے ایک گواہ احمد سلیمان میمن کے اغوا کے کیس میں گرفتار کیا گیا تھا۔ دادل کی تلاش میں ابتداء میں جب اسپیشل پولیس نے چھاپہ مارا تو اس کے مکان سے پستول اور کارتوس کافی تعداد میں برآمد ہوئے۔

اسپیشل پولیس کی تحقیقات کے مطابق سابق انسپکٹر جنرل پولیس سر گلبرٹ گریس کا بیرا منصب داد مختلف سنگین جرائم کا ہیرو تھا اس وقت کا انسپکٹر جنرل اپنے بیرے کا اس حد تک خیال رکھتا تھا کہ ڈکیتی اغوا اور زنا بالجبر کا یہ ملزم کراچی میں دندناتا پھرتا رہا اور اسی کے اشاروں پر پولیس افسروں کو معطل کیا جاتا تھا اور ترقی دی جاتی تھی انسپکٹر جنرل پولیس کے بیرے نے باوردی پولیس کی جمعیت کے ساتھ جس کوارٹر پر دھاوا بولا تھا وہاں آج کی ایک دوشیزہ کا تقدس سرنگوں ہے اور اس کی عصمت کا لہو آج تک امن وقانون کے محافظوں کے چہروں کو داغدار کر رہا ہے۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایک دوشیزہ کی چیخوں اور ایک ماں کی بے قرار آہوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک معمولی بیرے نے ایک شریف خاندان کی ناموس کا خون کر دیا۔ اس بات میں کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اسوقت کراچی پولیس کے اصل حاکم یہی تھے اور پوری پولیس فورس اپنے آئی جی سے زیادہ ان دو شخصوں کو جانتی تھی ان ہی حاکموں کی خوشنودی پر پولیس کے محکموں میں کام کرنے والوں کو ترقی ملتی تھی اور ان ہی کی ناراضگی پر شانوں پر اسٹار نوچ لئے جاتے تھے بہت سے پولیس افسر صرف اس جرم میں معطل اور برطرف کر دیئے گئے کیونکہ انہوں نے آئی جی کے بیرے سے بدکلامی کی تھی کہنے کو تو منصب داد سر گریس کا بیرا تھا لیکن اس کی بے شمار ٹیکسیاں اور موٹر سائیکل رکشائیں کراچی کی سڑکوں پر چلتی تھیں اور اس کی آمدنی پاکستان کے وزیراعظم کی تنخواہ سے کہیں زیادہ تھی۔

سر گلبرٹ گریس کے خلاف غیر قانونی حرکتوں بے قاعدگیوں اور ناانصافی کے الزامات کے فہرست خاصی طویل ہے پاکستان کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے سر گلبرٹ گریس کے ہاتھوں کئی ایک پولیس افسروں کی برطرفی کو غیر آئینی قرار دیا تھا۔ یہ سر گلبرٹ گریس ہی تھا جس نے اپنے ایک اسٹینو گرافر جعفری کو ترقی دیکر ایک دم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بنا دیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام کے ہزاروں احتجاجوں کے باوجود ایک عرصے تک سرگلبرٹ گریس اپنے عہدے پر فائز رہا ایسا کیوں ہوا ان وجوہات کا صرف ان ارباب اختیار ہی کو علم ہے جو اس وقت ہمارے وطن کی باگ ڈور سنبھالے بیٹھے تھے اس وقت مرکزی کابینہ کے سربراہ وزیراعظم چوہدری محمد علی تھے۔

کراچی کے بے گناہ اور بے بس شہریوں پر مظالم کے بارے میں جو اندوہناک انکشافات ہوئے ان سے مطلق العنان حکمرانوں اور ظالم و جابر جاگیرداروں کے دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے سرگلبرٹ گریس کی آنکھوں کے سامنے کراچی پولیس کے بعض سابق افسروں نے جو خوفناک جرائم کیے ان پر کئی سال تک ایک آہنی پردہ پڑا رہا اور اس ساری مدت میں کراچی ایڈمنسٹریشن کے پٹھو امن عالم کے نام پر نہ جانے کتنے ڈھونگ رچاتے رہے چنانچہ بہت سے تجربہ کار دیانت دار پولیس افسروں کو تطہیر کے بہانے برطرف کر دیا گیا عادی مجرموں کو کھلی چھٹی دے دی گئی جس کے نتیجے میں کراچی میں قمار بازی ڈکیتیاں اور چوریاں بڑھ گئیں۔

سیاسی اعتبار سے ہر طرف ریشہ دوانیوں کا اور گٹھ جوڑ کا دور دورہ تھا اس زمانے میں نہ صرف وزارتیں توڑی گئیں بلکہ آئے دن کمشنروں کا بھی تبادلہ کیا گیا تھا۔ اے ٹی نقوی کی سبکدوشی کے بعد مسٹر اے آر خاں کو کراچی کا کمشنر بنایا گیا لیکن مشکل سے دو ہی مہینے گزرے تھے۔ کہ وزیراعظم چوہدری محمد علی نے مسٹر اے آر خاں کا بھی تبادلہ کر دیا اور ان کی جگہ این ایم خان صاحب کو کمشنر مقرر کر دیا گیا۔

اس وقت کی حکومت کی ریشہ دوانیوں کا اس سے بڑا اور مظاہر کیا ہو سکتا ہے کہ سرگلبرٹ گریس جس پر متعدد الزامات عائد کئے گئے تھے بغیر کسی روک ٹوک کے انگلستان پہنچ گیا۔

سرگلبرٹ گریس کو ہوائی اڈے پر الوداع کہنے کے لئے کراچی پولیس کے تمام افسروں کو ہوائی اڈے پر حاضر ہونا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ لندن روانگی سے قبل گریس کو باقاعدہ الوداعی دعوت دی گئی تھی جس میں اس وقت کے وزیراعظم چوہدری محمد علی کے علاوہ مرکزی وزراء نے بھی شرکت کی تھی علاوہ ازیں اسکندر مرزا کے حکم سے کراچی پولیس کے افسروں کو ہدایت کی گئی تھی کہ سرگلبرٹ کو عزت و احترام کے ساتھ الوداع کہا جائے۔

سرگلبرٹ گریس کو جس تزک احتشام کے ساتھ رخصت کیا گیا تھا اس سے قومی وقار اور عوام کے جذبات کو زبردست ٹھیس پہنچی ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چنانچہ 14 اگست کو آزادی کی نویں سالگرہ کی تقریب میں کے جی اے گراؤنڈ پر حکومت کے زیر اہتمام جو جلسہ عام ہوا تھا اس میں سابق وزیراعظم چوہدری محمد علی کی تقریر کے دوران مسلسل مظاہرہ ہوا اور مظاہرہ کرنے والے شروع سے آخر تک طرح طرح کے مطالبے کرتے رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جلسہ عام میں چند افراد نے کثیر تعداد میں پوسٹر تقسیم کیے ان پوسٹروں میں چوہدری محمد علی سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ حسب ذیل سوالات کا جواب دیں۔

1: پولیس کے خلاف تحقیقات کیوں روکی گئی۔

2: گرریس کو معطل کر کے ان کے خلاف تحقیقات کا حکم کیوں نہیں دیا گیا۔

3: سی آئی ڈی آفس میں ٹیلیفون گفتگو کی ریکارڈنگ کی تحقیقات اسپیشل پولیس کے سپرد کیوں نہیں کی گئی۔

4: کشمیر کے متعلق اپنی حکومت کی پالیسی کا انہوں نے ہنوز واضح اعلان کیوں نہیں کیا اور جواب دیجئے کہ کرنل ناصر کی حمایت کا صاف طور پر اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔

ان پوسٹروں میں کہا گیا تھا کہ اگر ان سوالات کا کوئی اطمینان بخش جواب نہ دیا گیا تو مجمع وزیراعظم کی تقریر نہیں سنے گا وزیراعظم تک یہ پوسٹر پہنچا دیا گیا لیکن چوہدری محمد علی مجمع کی تشفی نہ کر سکے چنانچہ مجمع نے مطالبہ کیا کہ گرریس کو گرفتار کرو لیکن وزیراعظم نے اس مطالبے کا کوئی جواب نہیں دیا اور گرریس مردہ باد اور گرریس کو گرفتار کرو کے نعرے برابر جاری رہے ان نعروں کی گونج میں چوہدری صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان چاہتا ہے کہ یہ مسئلہ پرامن طور پر حل ہو جائے انہوں نے جب یہ کہا:۔

''ہماری یہ پالیسی درست ہے'' تو اس پر مجمع سے جواب ملا کہ

''نہیں یہ پالیسی بالکل غلط ہے''۔

چوہدری محمد علی نے جب اتحاد تنظیم کی تلقین کی تو اس پر انہیں جو جواب دیا گیا۔

''قوم میں تنظیم ہے خود لیڈروں میں تنظیم نہیں''

جب چوہدری صاحب نے دیکھا کہ ہنگامہ آرائی پر قابو پانا ناممکن ہے تو وہ جلسہ گاہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد شہر میں سیکیورٹی ایکٹ کے تحت دھادھڑ گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ اس بے اتفاقی اور دھاندلی کے خلاف ملک کے گوشے گوشے سے آواز بلند ہوئی جلسے ہوئے مظاہرے ہوئے اخبارات نے اداریئے لکھے اور جب چوہدری صاحب کے خلاف یہ نفرت انتہاء کو پہنچ گئی تو صدر اسکندر مرزا بھی ان کی سرپرستی نہ کر سکے وزیراعظم کو اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا۔ وہ اقتدار جس کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے قیام پاکستان ہی سے موڑ توڑ شروع کر دی تھی یہ ایسا زبردست حادثہ تھا کہ وہ اس کو برداشت نہ کر سکے۔ پھر اخبارات میں خبریں چھپیں کہ ان کو دل کا دورا پڑا اور اس دل کے دورے کا علاج کرانے لندن چلے گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7 اکتوبر 1958ء

پاکستان میں پہلا مارشل لاء

چوہدری محمد علی اپنی پارٹی میں ساکھ کھو چکے تھے اور عوام سے رابطہ نہ رکھنے کی وجہ سے انہیں عوامی لیڈر کی حیثیت بھی حاصل نہ تھی۔ جب ان کے خلاف مظاہرے شروع ہوئے تو انہوں نے 12 ستمبر 1956ء کو وزارت عظمیٰ اور مسلم لیگ دونوں سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد سکندر مرزا نے حسین شہید سہروردی' ابراہیم اسماعیل چندریگر' ملک فیروز خان نون' الغرض انہوں نے برق رفتاری کے ساتھ وزرائے اعظم کو بھگتانا شروع کر دیا اور کچھ عرصہ انہیں سیاسی نظام چلانے کا موقع ملتا تو شاید ہی کوئی سیاستدان بچتا جو سابق وزیراعظم نہ رہا ہوتا۔ سکندر مرزا کی قوت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت کی اہم پالیسیوں کا اعلان وہ وزیراعظم اور اس کی کابینہ کو اعتماد میں لئے بغیر ہی کر دیتے تھے۔ ملک میں سیاسی بحران انتہائی شدت اختیار کر چکا تھا۔ عوام میں انتشار اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا کبھی عہدوں کی تقسیم کا مسئلہ درپیش ہوتا تو کبھی صوبائی حکومتوں کے تنازعات کھڑے ہو جاتے۔

سکندر مرزا کافی عرصے سے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ بالآخر وہ وقت آن پہنچا۔ جب سکندر مرزا انتظامیہ پر اپنی گرفت مضبوط کر چکے تھے۔ ایوب خان کے ساتھ ان کے تعلقات سالہا سال کے باہمی اعتماد تعاون اور دوستانہ بنیاد پر قائم تھے۔ چنانچہ انہوں نے جمہوریت کی بساط لپیٹنے اور حکومت کے تمام انتظامی اختیارات اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے ایوب خان کے مشورے سے ایک منصوبہ تیار کیا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ایوب خان بھی مسند اقتدار پر قابض ہونے کے لئے ایک مدت سے مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ اس سارے معاملے میں ایوب خان نے انتہائی محتاط رویہ اختیار کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ دیکھنے سننے والوں کو یہی تاثر ملے کہ آئین کی منسوخی اور مارشل لاء کا نفاذ سکندر مرزا کا ذاتی فیصلہ ہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان پر آئین کی خلاف ورزی کا الزام عائد ہو۔ ایوب خان اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ان کے منصوبے کی کامیابی کی صورت میں سکندر مرزا اپنی آئینی حیثیت کھو دیں گے اور پھر ان سے چھٹکارا حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں ہوگا۔ سکندر مرزا کے مقابلے میں ایوب خان کی پوزیشن کہیں زیادہ نازک تھی۔ سکندر مرزا کو ملک کا منتخب صدر ہونے کی حیثیت سے مکمل آئینی تحفظ حاصل تھا۔

''ایوب خان کمانڈر انچیف کے طور پر اپنی ملازمت کی دوسری چار سالہ مدت ختم کرنے والے تھے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کسی وقت بھی ان کی جگہ کسی اور جرنیل کو لگا سکتی تھی۔ اس صورتحال میں ملازمت کی توسیع کے لئے ایوب خان کی بے چینی اور بھاگ دوڑ سمجھ میں آتی تھی۔ مگر سکندر مرزا ایک کہنہ مشق شاطر اور ماہر منصوبہ ساز تھے۔ انہوں نے ایوب خان کو انتظار کی اذیت میں مبتلا کئے رکھا سکندر مرزا ایوب خان کو یہ کہتے رہے کہ وہ انہیں ملازمت میں توسیع دینا چاہتے ہیں مگر وزیراعظم ملک فیروز خان نون اس پر رضا مند نہیں ہو رہے ہیں دوسری طرف وہ ملک فیروز خان نون کو اس معاملے میں جلد بازی سے کام نہ لینے کا مشورہ دیتے رہے۔

مئی 1958ء میں ایوب خان کی بے تابی انتہا کو پہنچ گئی۔ انہوں نے وزیراعظم کو راولپنڈی کا دورہ کرنے اور مہمان کے طور پر اپنے ساتھ ٹھہرنے کی دعوت دی۔ اس دعوت کا مقصد وزیراعظم کے اعزاز میں ایک یادگار ضیافت کا انعقاد تھا۔ جس میں پرشکوہ گارڈ آف آنر اور اکیس توپوں کی سلامی بھی شامل تھی۔

جون 1958ء میں ایوب خان کی مدت ملازمت میں توسیع کر دی گئی۔ اس کے لئے وہ سکندر مرزا کے احسان مند تھے اور سکندر مرزا نے ایوب خان کی وفاداری کا اطمینان حاصل کرنے کے بعد اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے پر غور شروع کر دیا۔

3 اکتوبر تک منصوبہ تیار تھا۔ منصوبے کے مطابق اکتوبر کے وسط میں قبضہ کیا جانا تھا مگر سیاسی تالاب میں اس قدر ہیجان برپا ہوا کہ کمانڈر انچیف کو وقت سے پہلے ہی قدم اٹھانا پڑا۔ منصوبہ کے مطابق 7 اکتوبر کے دن کا انتخاب کیا گیا۔ سکندر مرزا نے 7 اکتوبر 1958ء کو فیصلہ کن اقدام کرتے ہوئے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو برخاست کر کے آئین منسوخ کر دیا۔ ملک بھر میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ ایوب خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔ تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی اور سیاسی عمل معطل ہو کر رہ گیا۔

ایوب خان کے بقول اس گھڑی کے بعد کی کاروائیوں میں جذباتی باتوں کا کچھ دخل نہ رہا جب ایک کام کرنا ہی ہے تو کیوں نہ اسے اچھی طرح سے کیا جائے۔ ایک سیدھا سادہ طریقہ کار سوچا گیا اور اس پر عمل شروع ہو گیا۔ میں نے جنرل سکندر مرزا کو مشورہ دیا کہ بہتر ہوگا کہ آپ اپنے وزیراعظم کو اس صورتحال کی اطلاع دے دیں۔ لیکن ان کا خیال تھا کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کارروائی قانونی طور پر بالکل صحیح ہے۔ میں نے کہا میں آپ سے دو باتیں تحریری صورت میں چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ آپ مارشل لاء کا انتظام میرے سپرد کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ وزیراعظم کو خط لکھیں کہ یہ فیصلہ آپ نے کیا ہے۔ آپ نے حکومت کو برطرف کیا یا آئین کو منسوخ کیا ہے مارشل لاء کا اعلان کیا ہے اور مجھے مارشل لاء کا منتظم مقرر کیا ہے۔ انہوں نے فیروز خان نون کو خط تو بغیر حیل و حجت کے لکھ دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہ مجھے مارشل لاء کے انتظام کا تحریری اختیار دینے پر آمادہ نظر نہ آتے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وزیراعظم کو خط لکھ دیں تا کہ اپنے اس فیصلے کی پوری ذمہ داری ان پر عائد ہو۔ وہ حکومت کے آئینی سربراہ کی حیثیت سے اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ملک کا انتظام آئینی طور پر ممکن نہیں رہا۔ میں نے کہا آخر آپ نے کوئی تو قدم اٹھایا ہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ صحیح قدم اٹھایا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کا فیصلہ تحریری طور پر میرے پاس موجود ہو۔ وہ ٹال مٹول کرتے گئے لیکن آخر کار انہوں نے دو تین دن کے بعد یہ خط لکھ کر دینا منظور کر لیا"

اس موقع پر جاری ہونے والے صدارتی بیان میں سکندر مرزا نے کہا "گزشتہ دو سالوں سے میں گہری تشویش کے ساتھ ملک میں اقتدار کی بے محابہ دوڑ بدعنوانیوں کی بڑھتی ہوئی روش اور سادہ لوح دیانت دار محب وطن اور محنتی عوام کے شرمناک استحصال اور اسلام کی سیاسی تجارت کا کھیل دیکھ رہا ہوں۔ سیاسی جماعتوں کی ذہنیت اس حد تک پست ہو چکی تھی کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ انتخاب کے ذریعے نہ ملک کی بحرانی کیفیت بہتر ہو سکے گی اور نہ ہی ملک کو درپیش پیچیدہ مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی مضبوط اور پائیدار حکومت قائم کر سکیں گے۔

سکندر مرزا نے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے فوج کا سہارا تو لے لیا تھا مگر انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ جس آئین کے تحت وہ منتخب ہوئے تھے اور جس کی حفاظت کا انہوں نے حلف اٹھایا تھا وہ آئین ہی ختم ہو گیا تو صدر پاکستان کے عہدے کا باقی رہنا قانونی تقاضوں کے خلاف تھا۔ وہ صرف آئین کو منسوخ کرنے کے اہل تھے مگر مارشل لاء کا خاتمہ ان کے اختیار میں نہ تھا۔ اب سکندر مرزا کے صدر رہنے میں فوج کی رضامندی ضروری تھی۔ اب وہ محض فوج کے رحم و کرم پر تھے۔

ایوب خان اور سکندر مرزا کے درمیان دوستانہ مراسم تھے چنانچہ انہوں نے قانونی مشیروں کی رائے نظر انداز کرتے ہوئے کہا جو بھی قانونی سقم ہو ملک میں کوئی بھی نظام ہو صدر سکندر مرزا ہی رہیں گے۔ لیکن آخر کار صرف تین ہفتے ہی فوج سکندر مرزا کو برداشت کر سکی۔ کیونکہ سکندر مرزا سیاست دانوں اور فوجی افسروں کی مدد سے دوبارہ ویسی ہی آئینی جمہوری حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ جو 1950ء کے بعد رائج تھی لیکن اب یہ بات ایوب خان کے لئے قابل قبول نہ تھی۔ چنانچہ صرف بیس دن کے بعد ہی سکندر مرزا کی قسمت کا ستارہ ڈوب گیا۔

27 اکتوبر 1958ء کو تین جرنیل سکندر مرزا کی خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے ایک معاملے پر بات کرنے آئے ہیں۔ ملک کے مفاد میں ہم چاہتے ہیں کہ آپ ملک سے باہر چلے جائیں۔ سکندر مرزا نے کہا اگر فوج کی یہی رائے ہے تو میرے لئے تنہا اس سے لڑنا ممکن نہیں۔ بقول سکندر مرزا "انہوں نے ایک انتہا کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدتمیز بریگیڈیئر شیر بہادر کو مجھے ایوان صدر سے نکالنے کا کام سونپ دیا۔ چاروں طرف ریوالوروں اور سٹین گنوں سے مسلح لوگ تھے انہوں نے سکندر مرزا سے استعفیٰ کے خط پر دستخط لے لئے۔

یکم مئی 1960ء

U2 امریکی جاسوس طیارہ گرالیا گیا

یکم مئی 1960ء کو روس نے امریکہ کا ایک جاسوس طیارہ مار گرایا۔ وزیراعظم روس نکیتا خروشیف نے سپریم سوویٹ سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ روس کے علاقہ میں جس امریکی طیارہ کو راکٹ مار کر گرایا گیا تھا اس کا پائلٹ زندہ ہے اور اسے روس کی قید میں رکھا گیا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ زیر حراست امریکی پائلٹ نے اقبال جرم کرلیا ہے اس کے خلاف جاسوسی کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ مسٹر خروشیف نے کہا کہ پائلٹ کو شناخت کرلیا گیا ہے اس کا نام فرانسیس گیری پاورز ہے اور وہ امریکی فضائیہ کا ایک کپتان ہے لیکن 1951ء کے بعد وہ امریکہ کی مرکزی انٹیلی جنس ایجنسی کا ممبر چلا آرہا ہے مسٹر خروشیف نے کہا کہ پاورز نے روس کے دفاعی انتظامات رڈار اور میزائل کے متعدد اڈوں کے فوٹو اتار لئے تھے وہ روس کے دفاعی اسرار جاننے کی کوشش میں مصروف تھا کہ راکٹ مار کر اس کے طیارے کو گرالیا گیا۔ مسٹر خروشیف نے سپریم سوویٹ کو متعدد ایسے فوٹو دکھائے جو پاورز نے اتارے تھے۔

مسٹر خروشیف نے بتایا کہ جس وقت امریکی طیارے کو راکٹ مار کر گرایا گیا اس وقت وہ بارہ میل سے زیادہ بلندی پر پرواز کررہا تھا پاورز نے اس موقعہ پر پیراشوٹ کا استعمال کیا۔ اگر وہ رجیکٹر سیٹ استعمال کرتا تو طیارہ جل کر تباہ ہوجاتا جس سے طیارہ بھیجنے والوں کے مقصد کا تمام سراغ تلف ہوجاتا انہوں نے کہا کہ پاورز کو زہریلی پن بھی مہیا کی گئی تھی تاکہ وہ روسیوں کے ہتھے چڑھنے سے قبل فوری طور پر خودکشی کرلیتا لیکن پاورز نے وہ زہریلی پن استعمال نہیں کی تھی۔

وزیراعظم روس مسٹر خروشیف نے انتباہ کیا کہ روسی علاقہ پر غیر قانونی پرواز کرنے والے جہاز جس اڈے سے آئیں گے اس پر راکٹ مارا جائے گا۔ آپ نے چیکوسلواکیہ کے سفارتخانہ میں ایک دعوت استقبالیہ کے موقع پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریر کرتے ہوئے پاکستان ترکی ایران اور ناروے کے سفیروں کو خاص طور پر دھمکی دی کہ اگر ہمیں معلوم ہو گیا کہ طیارہ ان ملکوں میں سے کسی ایک سے آیا ہے یا کسی ایک ملک کو جانے والا ہے تو اس صورت میں ہم فی الفور متعلقہ ملک کے خلاف جوابی کارروائی کریں گے اور ان اڈوں پر راکٹ پھینکیں گے جہاں سے وہ طیارہ روس کی طرف آیا۔

وزیر اعظم روس نے پاکستان کے چارج ڈی افیسرز کو بتایا کہ اگر مستقبل میں پشاور کو روس پر ناجائز پرواز کے لئے بطور اڈہ استعمال کیا گیا تو روس زبردست جوابی کارروائی کرے گا مسٹر خروشیف نے پاکستان کے سفیر کو بتایا کہ راکٹ زدہ امریکی طیارہ پشاور سے ناروے کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ روس کی دفاعی فوج پشاور کو راکٹوں کی زد میں رکھے گی۔ انہوں نے کہا کہ گرفتار شدہ امریکی ہواباز سے ایک نقشہ برآمد ہوا ہے جس پر پشاور سے ناروے کے فضائی راستہ کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ناروے کے سفیر نے روسی وزیر اعظم سے استفسار کیا کہ کیا وہ امریکی ہواباز پاورز سے ملاقات کر سکتے ہیں تاکہ حقیقت حال جاننے کے لئے اس سے کچھ پوچھ گچھ کر سکیں لیکن مسٹر خروشیف، نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ روس کسی شخص کو بھی موقع نہیں دے گا کہ وہ پاورز کو متاثر کر سکے۔

روسیوں کے امریکی جاسوس طیارہ گرائے جانے کے بعد مشرق اور مغرب کے سفارتی تعلقات میں انتہائی کشیدگی پیدا ہو گئی روسی وزیر خارجہ گرومیکو نے سلامتی کونسل میں امریکہ کے خلاف سخت الزامات لگائے اور کہا کہ امریکہ روس کے خلاف سازش اور جاسوسی کے ہتھکنڈے استعمال کر کے دنیا کو جنگ کی طرف لے جا رہا ہے امریکہ نے اس الزام کی تردید نہیں کی بلکہ اس مشن کو جائز قرار دے دیا تاہم امریکی صدر آئزن ہاور نے آئندہ کے لئے U-2 کی پروازیں منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔

14 ستمبر 1960ء

سندھ طاس معاہدہ

صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور پنڈت جواہر لال نہرو نے 14 ستمبر 1960ء کو ایوان صدر کراچی میں ایک سادہ اور موثر تقریب میں نہری پانی کے تاریخی معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ جسے سندھ طاس معاہدے کا نام دیا گیا۔ عالمی بنک کے نائب صدر مسٹر ڈبلیو اے بی آئیلف نے عالمی بینک برائے تعمیر و ترقی کی جانب سے دستخط کئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ معاہدہ عملاً یکم اپریل 1960ء سے نافذ کیا گیا۔ اس معاہدے کی رو سے تین مغربی دریاؤں سندھ جہلم اور چناب کا پانی پاکستان کے استعمال میں آئے گا اور بھارت ان دریاؤں میں پانی کے بہاؤ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرے گا۔ پاکستان اگست 1947ء کے بعد سے مشرقی دریاؤں سے جو پانی حاصل کر رہا ہے اس سے بے نیاز ہونے کے لئے اسے دس سال کے عبوری عرصہ میں متبادل تعمیرات کرنا ہوں گی اور مغربی دریاؤں کے پانی کو استعمال میں لانا ہوگا۔ اس عبوری عرصہ میں پاکستان کو مشرقی دریاؤں سے پانی ملتا رہے گا۔

معاہدہ کے اہم نکات

مشرقی دریاؤں راوی' بیاس' اور ستلج کا تمام پانی کسی پابندی کے بغیر بھارت کے استعمال کے لئے وقف ہو گا۔ ماسوائے اس شرط کے جو معاہدہ کے آرٹیکل میں رکھی گئی ہے۔ بھارت عبوری مدت کے دوران میں مشرقی دریاؤں سے محدود مقدار میں پانی لے گا۔ اس مدت میں اسے زرعی استعمال اور ذخائر کے لئے بھی محدود مقدار میں پانی حاصل کرنا ہوگا اور مشرقی دریاؤں سے پاکستان کے استعمال کے لئے بھی پانی مہیا کرنا ہوگا۔

عبوری مدت یکم اپریل 1960ء سے شروع ہوکر اکتیس مارچ 1970ء کو ختم ہوگی عبوری مدت میں توسیع بھی کی جاسکے گی۔ لیکن یہ توسیع اکتیس مارچ 1973ء سے زیادہ نہیں ہوسکے گی۔

پاکستان اس عبوری مدت کے دوران میں مستعدی اور مناسب بچت کے ساتھ متبادل تعمیرات کا نظام قائم کرنے کے لئے اپنی بہترین مساعی بروئے کار لائے گا۔ اس نظام کے تحت پاکستان آبپاشی کی نہروں کے لئے پانی مغربی دریاؤں اور دوسرے وسائل سے حاصل کرے گا۔ جس کے لئے پندرہ اگست 1947ء کو اس کا انحصار مشرقی دریاؤں پر تھا۔ پاکستان میں متبادل تعمیرات کے نظام پر تقریباً اکتیس کروڑ پونڈ یا ستاسی کروڑ ڈالر خرچ ہوں گے۔

پاکستان' سندھ' جہلم اور چناب کا تمام پانی غیر محدود طور پر استعمال کرے گا بھارت ایک معاہدہ کے تحت اس امر کا پابند ہوگا کہ وہ مغربی دریاؤں کا تمام پانی بہنے دے گا۔ پاکستان اس تمام پانی کو غیر محدود طور پر استعمال کر سکے گا۔ جو مشرقی دریاؤں کے سوا دوسرے وسائل سے آتا ہے اور بھارت اس پانی کو استعمال میں نہیں لائے گا۔

بھارت اور پاکستان سندھ طاس کے پانی کے لئے کمشنر کی ایک ایک مستقل اسامی پیدا کریں گے۔ وہ اس اسامی پر ایسے اشخاص فائز کریں گے جو مائیات اور پانی کے استعمال کے میدان میں اعلیٰ درجے کے ماہر انجینئر ہوں۔ دونوں کمشنروں پر مشتمل ایک مستقل انڈس کمشن قائم کیا جائے گا۔ کمیشن کے سپرد معاہدے کی دفعات پر عملدرآمد اور اختلافی نکات پر مصالحت کا کام ہوگا اور اس کا سال میں کم از کم ایک بار باقاعدہ اجلاس ہوا کرے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکم جنوری 1961ء

ایک' پانچ اور دس پیسوں کے نئے سکے

برصغیر میں اعشاری سکے رائج کرنے کے سلسلے میں پہلا قدم اس وقت کی حکومت ہند نے 1867ء میں اٹھایا تھا۔ چنانچہ اس وقت فیصلہ کیا گیا تھا کہ ہندوستان میں بتدریج اعشاری سکہ رائج کیا جائے اس سلسلے میں 1871ء میں ایک قانون بھی منظور ہو گیا تھا لیکن بعض وجوہ کی بناء پر اس پر عمل نہیں ہو سکا تھا۔

1946ء میں انڈین سائنس کانگرس نے ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا تھا کہ ہندوستان میں اعشاری سکہ رائج کر دیا جائے لیکن دوررس سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے آزادی کے فوراً بعد اس سلسلے میں کوئی قدم نہ اٹھایا جا سکا یہ درست ہے کہ پاکستان کی سابقہ حکومتوں نے بھی اعشاری سکہ رائج کرنے کی اہمیت تسلیم کی تھی لیکن عملاً اس سلسلے میں صرف موجودہ حکومت نے کام کیا۔ کیونکہ اسی نے آخر الامر اعشاری سکوں کا نظام رائج کرنے کا فیصلہ کیا۔

مسٹر محمد علی بوگرا سابق وزیراعظم نے اپنی نشری تقریر میں اعشاری سکوں کے بارے میں عوام کی رائے طلب کی تھی اور یکم دسمبر 1953ء کو اعلان کیا تھا کہ حکومت اعشاری سکے رائج کرنے کے سوال پر غور کرے گی منصوبہ بندی بورڈ نے اس خیال کی حمایت کی تھی لیکن اس ارادے کو عمل کی شکل نہ دی جا سکی۔

اپریل 1959ء میں صدر ایوب خان نے وزیر خزانہ کو ہدایت کی کہ وہ اعشاری سکے رائج کرنے کے سوال پر غور کریں بعد میں منصوبہ بندی کمیشن نے بھی اس امر پر اتفاق کا اظہار کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان میں اعشاری سکہ رائج کر دیا جائے۔ دو مارچ 1960ء کو صدر نے سکوں کے ایکٹ کا ترمیمی آرڈیننس مجریہ 1960ء نافذ کر دیا جس کے مطابق حکومت کو اعشاری سکے رائج کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔

8 اگست 1960ء کو سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ اعشاری سکوں کے نظام کے تحت ایک پیسے' پانچ پیسے اور دس پیسے کے سکے یکم جنوری 1961ء سے بازار میں چلنے لگیں گے۔ سکوں کے موجودہ نظام کے تحت پاکستان میں سات سکے چل رہے ہیں۔ لیکن اعشاری سکوں کے نظام کے تحت ملک میں صرف پانچ سکے چلا کریں گے جو ایک پیسے' پانچ پیسے' دس پیسے' پچیس پیسے اور پچاس پیسے کے سکوں پر مشتمل ہوں گے۔

یکم جنوری سے ایک پیسے' پانچ پیسے اور دس پیسے کے سکے تو چلنے لگے لیکن بڑے سکے یعنی پچیس پیسے' پچاس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیسے اور ایک روپیہ (ایک سو پیسے) کے سکے بعد میں چلیں گے۔ جب تک بڑے سکے بازار میں نہیں آئیں گے اس وقت تک چونی' اٹھنی اور ایک روپیہ کے موجودہ سکے بدستور کرنسی کے طور پر استعمال ہوتے رہیں گے۔ اس طرح موجودہ نظام کے دوسرے تمام سکے بھی نئے سکوں کے ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے۔

فروری 1962ء

موسیقی گروپ بیٹلز

1962ء میں چار برطانوی نوجوانوں پال میکارٹنی' جون لینڈن' جارج ہیرلین اور رنگو ستار پر مشتمل پوپ موسیقاروں اور گلوکاروں کے ایک گروپ نے جس کا نام (Beatles) تھا۔ دنیا بھر کی پوپ (پاپولر) موسیقی میں انقلاب برپا کر دیا۔

بیٹلز کا پہلا البم فروری 1962ء میں ''ڈیکا ریکارڈز'' نے جاری کیا۔ ان کا پہلا سنگل ''Love me do'' اور دوسرا سنگل ''Please please me'' تھا جنہوں نے چار ماہ کے اندر اندر مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ پھر ٹیلیویژن پر ان کی پرفارمنس نے انہیں شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ ان کے لباس کی تراش ان کے بالوں کا سٹائل اور ان کے گانے کا انداز دنیا بھر کے نوجوانوں کے لئے مثالیہ بن گیا اور ساری دنیا میں جہاں جہاں بھی جدید طرز موسیقی کے دلدادگان موجود تھے بیٹلز کا نام بام عروج پر پہنچ گیا۔

یہ گروپ جہاں بھی جاتا امریکن اور یورپین نوخیز لڑکیاں دیوانہ وار استقبال کے لئے پہنچ جاتیں۔ ان کے گانے سن کر لڑکے لڑکیاں مجنونانہ انداز میں چیخنے لگتے اور نڈھال ہو کر گر جاتے۔ اس گروپ نے شہزادی مارگریٹ اور مادر ملکہ کے سامنے بھی اپنے فن کا مظاہرہ کر کے داد تحسین حاصل کی۔

مزے کی بات یہ تھی کہ امریکہ یورپ کے مہذب ترین باشندے جن گویوں کے پیچھے ہوا س کو کھو بیٹھتے تھے وہ نہ تو موسیقی کے بنیادی قواعد سے واقف تھے اور نہ ہی تعلیم یافتہ تھے۔ ان میں سے ایک معمولی پڑھا لکھا تھا اور باقی تین سفید ان پڑھ تھے۔ ان کی آواز بھی مدھم اور ناپختہ تھی۔ ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ نوعمروں کے وحشیانہ جذبات ابھارنے کے ماہر تھے۔ نوجوان نسل کے وحشیانہ جذبات ابھارنے والوں کی اس قدر پذیرائی اس حقیقت کا واضح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت تھا کہ ضرورت سے بڑھی ہوئی امارت اور روزمرہ زندگی میں تعیّشات کی افراط مغربی معاشرے کو اس طرف لے جارہی تھی جہاں بھرے ہوئے پیٹ اور بے فکرے ذہن شرمناک خرمستیوں اور بہکی بہکی خواہشات کی تکمیل کے علاوہ کچھ سوچنے سے قاصر تھے۔ برطانیہ سے پھوٹنے والی یہ وباء اب ساری دنیا میں پھیل چکی تھی۔ بیٹلز گروپ نے جب امریکہ کا دورہ کیا تو ہزاروں لڑکے لڑکیاں ان کے استقبال کے لئے ریل کار پر ٹوٹ پڑے۔ میامی میں ان کے استقبال کے لئے نہانے کے لباس میں خوبصورت ترین لڑکیاں موجود تھیں۔ اس موقع پر چار میل تک ٹریفک جام ہوئی۔ سکولوں کالجوں' سٹوروں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والی لڑکیوں کے میزوں پر بیٹلز کے فوٹو ہوتے تھے۔ الغرض برطانیہ کے ہر حصے میں لڑکے اور لڑکیاں ان کے رنگ میں رنگے نظر آتے تھے۔

ان کے مقابلے پر آنے کے لئے کئی نوجوان فنکاروں اور گروپوں نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک دفعہ چار دوستوں کے ایک گروپ کی دھوم مچنے لگی تو بیٹلز گروپ کے ایک رکن رنگو سٹار نے ٹیلیویژن پر رونا شروع کر دیا۔ اسے روتے دیکھ کر ہزاروں لڑکیوں نے دھاڑیں ماریں اور سسکیاں لیتے لیتے جان ہلکان کر دی۔

مارچ 1962ء

برطانوی سیاسی تاریخ کا سب سے بڑا اسکینڈل

برطانیہ کے وزیر جنگ مسٹر پرفیو اور کرسٹائن کیلر کے معاشقے کا قصہ 1962ء میں منظر عام پر آیا تو برطانیہ کے سیاسی حلقوں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ برطانوی حکومت ایک ایسے شدید بحران میں مبتلا ہو گئی کہ مسٹر پرفیومو کو اپنے وزیر جنگ کے عہدے سے استعفٰی دینا پڑا۔ حکومت نے اس عظیم نقصان کی وجوہات جاننے کے لئے مسٹر جسٹس لارڈ ڈائننگ کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا جس کی رپورٹ سے تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

مسٹر پرفیومو جولائی 1960ء سے جون 1963ء تک برطانیہ کے وزیر جنگ رہے۔ انہوں نے سرکاری ملازمت کے دوران اعلیٰ خدمات انجام دیں اور ترقی کر کے بریگیڈیئر کے عہدے تک پہنچ گئے۔ 1940ء میں پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ لیکن 1945ء کے انتخاب میں انہیں انتخابات میں شکست ہو گئی۔ وہ 1950ء میں پھر پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہو گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ملک کی نمایاں خدمات انجام دیں 1952ء میں وزارت نقل وحمل اور شہری پرواز کے جوائنٹ پارلیمنٹری سیکرٹری 1957ء میں نوآبادیات کے پارلیمنٹری انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ اور 1958ء میں امور خارجہ کے وزیر مملکت رہے اور 1960ء میں وزیر جنگ مقرر ہوئے۔ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس شخص کی خدمات کا ریکارڈ اتنا شاندار ہو وہ اپنے رفقائے کار یا ملک کے اعتماد کا مستحق نہیں ہے اور نہ کسی کو یہ گمان ہونا چاہیے کہ ایسا کوئی شخص راز ظاہر کردے گا ۔خواہ اس نے کوئی بھی بے احتیاطی کی ہو یا کتنا ہی جھوٹ بولا ہو۔ لیکن میرے سامنے شہادت دینے والے کسی شخص نے بھی اس کی وفاداری پر شک نہیں کیا۔ خاص طور پر سیکورٹی سروس کو مسٹر پرفیومو پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہ تھا۔

مسٹر پرفیومو نے 1954ء میں مشہور ایکٹرس مس ویلری ہالین سے شادی کی اور تنگی کے زمانہ میں مس ہالین نے جس طریقہ سے ان کی امداد کی وہ واقعی ایک شاندار کارنامہ ہے۔ لارڈ آسٹر 1952ء میں اپنے والد کے جانشین بنے اور کلوڈن اسٹیٹ ورثہ میں پائی۔ اس سے قبل سیاست میں سرگرم حصہ لیا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اپنے نجی کاروبار اور مخیّرانہ سرگرمیوں پر توجہ دینے لگے۔ کلوڈن برطانیہ کے بڑے محلات میں شمار ہوتا ہے اور نیشنل ٹرسٹ کی ملکیت ہے۔ البتہ اس میں رہتے لارڈ آسٹر ہی ہیں۔ اکثر اتوار کو ان کے یہاں مہمانوں کا قیام رہتا ہے۔ کھانے پر دوستوں کی دعوتیں کیا کرتے ہیں۔ جن میں ملک کی ممتاز ترین شخصیات بھی شامل ہوتی ہیں۔

اسٹیفن وارڈ سے لارڈ آسٹر 1950ء میں واقف ہوئے۔ وہ شکار کے دوران گر پڑے تھے اور اس کے پاس علاج کرانے گئے تھے۔ 1956ء میں لارڈ آسٹر نے کلوڈن اسٹیٹ میں ایک کاٹیج اسٹیفن وارڈ کو کرائے پر دے دی۔ یہ کاٹیج دریا کے کنارے ہے اور کلوڈن اسٹیٹ کا محل پہاڑی کے اوپر ہے۔ اسٹیفن وارڈ کے سیاسی نظریات سے لارڈ آسٹر کو کوئی ہمدردی نہ تھی تاہم اسٹیفن وارڈ کی التجا پر بعض اوقات انہوں نے وزارت خارجہ کو اس کی سفارش کی۔ لارڈ آسٹر نے وقتاً فوقتاً اس کی روپیہ پیسہ سے بھی مدد کی۔

اسٹیفن وارڈ اکثر ماسکو جانے کی خواہش ظاہر کیا کرتا تھا وہ روسی لیڈروں بالخصوص مسٹر فروشیف کی تصویریں بنانا چاہتا تھا۔ یہ بات اس نے ایک اخبار کے ایڈیٹر سے کہی تھی۔ اس ایڈیٹر نے اس کی ملاقات 20 جنوری 1961ء کو کپتان آئوانوف سے کرائی۔ جس کے بعد اسٹیفن وارڈ اور کپتان آئوانوف کی دوستی ہوگئی۔ برطانیہ کی سیکورٹی سروس کو ان کی دوستی کا پتہ چل گیا اور سیکورٹی سروس کے افسروں نے اس سلسلہ میں 8 جون 1961ء کو پوچھ گچھ کی۔

9 جولائی 1961ء کو اتوار کی تعطیل بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ لارڈ اور لیڈی آسٹر کے یہاں کلوڈن محل میں بہت سی مہمان شخصیات مدعو تھیں۔ ان میں وزیر جنگ مسٹر پرفیومو ان کی اہلیہ بھی شامل تھیں۔ اسٹیفن وارڈ نے اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاٹیج میں چند نوجوان لڑکیوں کو مدعو کیا تھا ان میں سے ایک کرسٹائن کیلر بھی تھی۔ جو اس زمانے میں اس کے ساتھ رہتی تھی۔ کلوڈن محل کے قریب میدان میں ایک عمدہ پیراکی کا تالاب ہے۔ اگر لارڈ آسٹر کو خود اس تالاب کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ کبھی کبھی اسٹیفن وارڈ اور اس کے دوستوں کو اس تالاب میں نہانے کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔

اتوار کو غروب آفتاب کے بعد جب اسٹیفن وارڈ اور کچھ لڑکیاں تالاب میں نہا رہے تھے۔ تو ان میں سے ایک لڑکی کرسٹائن کیلر نے پانی کے اندر ہی اپنا نہانے کا لباس اتار کر کنارے پر پھینک دیا۔ اور وہ ننگی نہائی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لارڈ آسٹر اور ان کے کچھ مہمان ڈنر کھانے کے بعد لڑکیوں کے نہانے کا تماشہ دیکھنے کے لئے پیراکی کے تالاب پر گئے۔ لارڈ آسٹر اور مسٹر پرفیومو آگے آگے تھے اور لیڈی آسٹر اور مسز پرفیومو وغیرہ پیچھے تھیں۔ کرسٹائن کیلر اپنا نہانے کا لباس اٹھانے کے لئے دوڑی لیکن اسٹیفن وارڈ نے اسے ایک طرف پھینک دیا اور وہ اسے جلدی نہ اٹھا سکی۔ کرسٹائن کیلر کو اپنا جسم چھپانے کے لئے ایک تولیہ اٹھانا پڑا۔ لارڈ آسٹر اور مسٹر پرفیومو بھی موقع پر پہنچ گئے اور یہ بات چند منٹ کے اندر مذاق میں ختم ہوگئی۔ لیڈی وارڈ اور ان لڑکیوں نے لباس پہنے اور سب محل چلے گئے جہاں مہمانوں کی پارٹی میں شامل رہے۔

اگلے روز لنچ کے بعد اسٹیفن وارڈ اور یہ لڑکیاں اور آٹوانوف پیراکی کے تالاب پر گئے بعد میں لارڈ آسٹر اور ان کے بعض مہمان بھی وہاں نہانے کے لئے پہنچے۔ یہ ایک دلچسپ اور پرمسرت غسل تھا۔ جس میں ہر شخص نہانے کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ مسٹر پرفیومو اور دوسرے مہمانوں نے فوٹو لئے جن میں پرفیومو بعض لڑکیوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

اتوار کی اس تعطیل میں مسٹر پرفیومو کو کرسٹائن کیلر بہت پسند آئی اور انہوں نے طے کر لیا کہ وہ اس سے پھر ملاقات کریں گے اور یہ ملاقات اسٹیفن وارڈ کے ذریعہ بہت آسان تھی۔ چنانچہ اگلے چند ہفتوں کے دوران مسٹر پرفیومو نے کرسٹائن کیلر سے متعدد ملاقاتیں کیں۔ وہ اسے موٹر میں گھمانے لے جاتے جب تک کہ لوگ ساحل سمندر سے چلے نہ جاتے۔ مسٹر پرفیومو نے کرسٹائن کو دو تین خط بھی لکھے اور اسے عطر اور سگریٹ لائٹر قسم کے دو ایک تحفے بھی دیئے اور بیس پاؤنڈ کی مالی امداد بھی دی۔

اگست 1961ء میں جب مسٹر پرفیومو کی اہلیہ اپنے گاؤں گئی ہوئی تھی تو وہ کرسٹائن کو اپنے گھر لے گئے۔ مجھے اس بات کا پورا اطمینان ہے کہ مسٹر پرفیومو کو وہ پسند تھی اور وہ محض اس سے جنسی اختلاط چاہتے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک اتوار کی تعطیل کے دوران اسٹیفن وارڈ سے کپتان آٹوانوف نے یہ کہا تھا کہ روس کو یہ بات ٹھیک معلوم ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ حکومت امریکہ نے مغربی جرمنی کو ایٹمی اسلحہ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اس نے اسٹیفن وارڈ سے یہ درخواست بھی کہ وہ اپنے بااثر دوستوں کے ذریعہ یہ پتا چلائے کہ اس فیصلہ پر کب عمل درآمد ہوگا۔ کپتان آٹو انوف نے اشاروں کنایوں میں اس پر یہ واضح کردیا کہ اگر اس نے یہ معلومات حاصل کرلیں تو اس کا ماسکو جانا آسان ہوجائے گا۔

میری تحقیقات کا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ کیا اسٹیفن نے کرسٹائن کیلر سے یہ کہا تھا کہ مسٹر پرفیومو سے یہ بات معلوم کرے کہ امریکہ کس وقت مغربی جرمنی کو ایٹم بم دے گا۔ میری رائے میں کرسٹائن کیلر کی موجودگی میں اسٹیفن وارڈ اور کپتان آٹو انوف کے درمیان اس معلومات کے حصول کے لئے بہت سی باتیں ہوئی تھیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ کیلر نے اس پر کبھی عمل نہیں کیا اور نہ ہی مسٹر پرفیومو اسے کچھ بتاتے۔ البتہ کلوڈن محل کی اس ملاقات کے بعد ہونے والی ملاقاتوں میں آٹو انوف مسٹر پرفیومو کے ساتھ خصوصی خوش اخلاقی سے پیش آتے۔

مسٹر پرفیومو پر نہ تو سیکورٹی سروس کو شبہ تھا اور نہ سرنارمن مبرک کو۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ مسٹر پرفیومو کا کرسٹائن کیلر سے معاشقہ چل رہا ہے۔ انہیں اس پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ سیکورٹی سروس کے سربراہ کی اطلاع پر سرنارمن مبرک نے اس وقت جو نوٹ لکھا تھا میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس میں خاص بات یہ لکھی تھی کہ اسٹیفن وارڈ بے احتیاطی کرسکتا ہے اور چھوٹی چھوٹی معلومات آٹو انوف کو دے سکتا ہے اس لئے مسٹر پرفیومو کو اندیشہ سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ سرنارمن نے مسٹر پرفیومو سے 9 اگست کو گفتگو کی تھی اور اس کا ان پر کافی اثر ہوا تھا۔ اتفاق سے 10 اگست کو مسٹر پرفیومو کرسٹائن سے ملنے کا وعدہ کرچکے تھے۔ لیکن جیسے ہی سرنارمن ان سے بات چیت کرکے گئے انہوں نے اس ملاقات کو منسوخ کردیا اور کرسٹائن کیلر کو ایک خط لکھا۔

ڈارلنگ میں بہت جلدی میں ہوں اور مجھے تمہارے ٹیلیفون سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔ افسوس ہے کہ کل رات کچھ غیر متوقع کام آپڑا ہے اس لئے میں وعدے کے مطابق ملاقات نہیں کرسکتا مجھے اس کا بہت رنج ہے۔ کیونکہ دوسرے ہی روز مجھے بہت سے دوروں پر جانا ہے اور پھر تعطیل ہوگی۔ اس لئے اب میں ستمبر تک تم سے نہ مل سکوں گا۔ بہر حال اس وعدے کو بھول جاؤ۔ مہربانی کرکے اپنا خیال رکھنا اور بھاگ نہ جانا۔ تمہارا پیارا جی پی آ مجھے یہ اطمینان ہے کہ یہ خط اگر مسٹر پرفیومو اور کرسٹائن کیلر کے تعلقات کا خاتمہ نہیں تو اس خاتمہ کا آغاز ضرور تھا۔ اس کے بعد مسٹر پرفیومو نے ایک بار جنوری 1963ء کے آخر میں اسٹیفن وارڈ سے ملاقات کی۔ جب یہ اندیشہ ہوا کہ ان کے اور کرسٹائن کیلر کے تعلقات طشت از بام ہونے والے ہیں۔ بعض حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ مسٹر پرفیومو 1962ء میں بھی کرسٹائن کیلر سے ملتے رہے۔ ایسا ہی ایک بیان مسٹر ہاگن نے ایک اخبار کو دیا تھا کہ وہ کرسٹائن کیلر کا بٹلر تھا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوبار ایسے موقعوں پر جب وہ مسٹر پرفیومو کے ساتھ ہم بستر تھی اسے قہوہ لے جا کر دیا ہے۔

اکتوبر 1962ء میں کیوبا میں بحران پیدا ہو گیا اور روسی جہاز ایٹمی اسلحہ لے کر کیوبا روانہ ہو گئے۔ اسٹین وارڈ نے آٹوانوف کی ہدایت پر سرگرمی سے کام کیا۔ 25 اکتوبر 1962ء کو اس نے سرگارڈ نر نکلسن کو کپتان آٹوانوف سے ملوایا اور وہ کپتان آٹوانوف کی درخواست پر یہ تجویز لے کر وزارت خارجہ کے دفتر گیا کہ حکومت روس کے نزدیک صرف برطانیہ ہی اس بحران کو دور کرنے میں مصالحتی کردار ادا کر سکتا ہے اور یہ کہ برطانیہ اس بحران کو دور کرنے کے لئے ایک اعلیٰ سطحی کانفرنس طلب کرے۔ بعد میں اس نے خود بھی وزارت خارجہ کو ٹیلیفون کر کے تجویز پیش کی۔ لیکن اسٹیفن وارڈ کی یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں کیوں کہ 28 اکتوبر کو ریڈیو پر خبر آئی کہ روسی جہاز کیوبا سے واپس ہو رہے ہیں۔

اگرچہ 1962ء میں اسٹیفن وارڈ روبیون اور آٹوانوف کی امداد میں جی جان سے لگا ہوا تھا لیکن اس کی گندی حرکتیں بھی جاری تھیں۔ اسے ایک کالی لڑکی کی ضرورت ہوئی اور اس نے کرسٹائن کیلر کو اس کام پر لگایا اس سلسلے میں اس کی ملاقات ویسٹ بورن پارک میں (کالے لوگوں کے ملنے کی جگہ) لکی گارڈن سے ہوئی۔ جب اس نیدوسری مرتبہ ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو کیلر نے کہا میں آپ کو اس صورت میں مل سکتی ہوں۔ کہ آپ اپنی بہن کو میرے بھائی کے لئے لائیں۔ اس طرح کالے نوجوانوں کے ساتھ کیلر کے تعلقات کا آغاز ہوا اور وہ اسٹیفن وارڈ کو چھوڑ کر لکی گارڈن کے ساتھ رہنے لگی۔ اس کے تعلقات ایک اور کالے آدمی جان کو بی سے ہو گئے۔ ان دونوں میں سے ہر کوئی اسے اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ اس بات پر دونوں میں لڑائی ہو گئی لکی گارڈن زخمی ہو گیا اور کو بی کو پولیس پکڑ کر لے گئی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ایک پارٹی کے دوران کیلر کی ملاقات ممبر پارلیمنٹ جان لیوس سے ہوئی۔ ملاقات دوستی میں بدلی تو کرسٹائن نے اس کو اپنے اور مسٹر پرفیومو کے تعلقات کے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ اسٹیفن وارڈ نے اس سے کہا تھا کہ مسٹر پرفیومو سے یہ معلوم کرے کہ امریکہ کس تاریخ پر جرمنی کو ایٹم بم دے گا۔

جان لیوس کو احساس ہوا کہ سیکورٹی کے نقطہ نگاہ سے اس کی داستان بہت اہم ہے اس نے ایک اور ممبر پارلیمنٹ جارج وگ سے اس کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد مسٹر وگ کو وہ ہر بات کی اطلاع دیتا رہا۔ اس دوران اخباری نمائندوں نے اس کے گرد چکر لگانا شروع کر دیئے۔ آخر کار ایک اخبار کے ساتھ اس کا معاہدہ ہو گیا۔ 22 جنوری 1963ء کو وہ ''سنڈے پکٹوریل'' کے دفتر گئی اور معاہدے پر دستخط کئے اور ایک ہزار پاؤنڈ معاوضہ وصول کیا۔ اس طرح مارچ 1963ء کو یہ داستان منظر عام پر آئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 اگست 1962ء

مارلین منرو نے خودکشی کر لی

اگست 1962ء کے ایک گرم حبس زدہ دن کی بات ہے جب پوری دنیا یہ سن کر سکتے میں آ گئی کہ مارلن منرو نے شاید خود اپنی جان لے لی ہے سنہری بالوں والی حسینہ جس کی آنکھیں ہر وقت مسکراتی رہتی تھیں جس کے رومانوی قصے بڑے عام تھے اپنی خوابگاہ میں مردہ پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹیلی فون تھا ایسا لگتا تھا کہ موت کے آخری لمحوں میں بھی وہ کسی کو مدد کے لئے بلا رہی تھی۔ کیا وہ خودکشی کا واقعہ تھا یا کوئی خوفناک حادثہ؟ اور جیسا کہ کچھ لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے کہ اس کے قتل میں سی آئی اے کا ہاتھ تھا مختلف لوگ اپنا اپنا مفروضہ بیان کر رہے تھے کوئی بھی مارلن منرو کی موت کو سچ ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مارلن منرو اپنی تمام عمر امداد کی طالب رہی لیکن کوئی بھی اسے بچا نہ سکا جس وقت تک اس کا زیادہ مقدار میں گولیاں کھا لینے سے انتقال ہوا مارلن منرو کی فلمیں 100 ملین ڈالر سے زیادہ کما چکی تھیں لیکن اس محبت کی بھوکی کے لئے پیسہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا ہمیشہ تر و تازہ خوش و خرم نظر آنے والی حسینہ اپنے اندر خاموش طوفان چھپائے ہوئے تھی۔

مارلن منرو نے تین شادیاں کرائیں جبکہ اس کے کئی محبوب اور بھی رہے اس کا نام تو صدر کینیڈی اور اس کے بھائی رابرٹ سے بھی منسوب رہا۔ رابرٹ کے اوپر تو وہ جان دیتی تھی اور اس کی طرف سے مسترد کئے جانے پر اسے بہت دکھ ہوا اور تکلیف ہوئی لیکن آخر میں وہ اکیلی تھی اور اس کی لاش کو قبول کرنے والی اس کی خادمہ تھی اسے یہ گمان بھی نہ ہو گا کہ اس کی موت کے بعد اس کی شہرت نئی بلندیوں کو چھو لے گی۔ اور اسے ایک آئیڈیل اور غموں سے چور ہیروئین کے طور پر یاد کیا جائے گا۔

مارلن کی زندگی ابتداء سے ہی تکالیف سے پر تھی اس کا اصل نام نورما جین مارٹینسن تھا اس کی ماں پرل بیکر فلم لیکنسن کے طور پر ہالی وڈ کے مختلف اسٹوڈیو میں کام کرتی تھی اسے اس کا دوسرا شوہر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس کے شوہر ایڈورڈ نے شادی کے چند ماہ بعد ہی ایک جگہ سیلز مین کی ملازمت کر لی جب اس کی بیوی نے اسے بتایا کہ وہ امید سے ہے تو اس نے کسی دلچسپی یا خوشی کا اظہار نہیں کیا نورما جین (مارلن) نے اپنے باپ کو دیکھا ہی نہیں وہ یکم جون 1926

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو پیدا ہوئی۔

اس کی ماں کبھی کبھی خوفناک حد تک پاگل پن کا مظاہرہ کرتی یہ مرض ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا اور پرل بیکر خود بھی کئی مرتبہ ذہنی مریضوں کے ہسپتالوں میں رہ چکی تھی اس وجہ سے نور ما جین کو کبھی کسی اور کبھی کس خاندان کے ساتھ رہنا پڑا یہ خاندان ہمدرد تو بہت تھے لیکن وہ مارلن منرو کو اپنائیت کا احساس نہ دلا سکے پھر ایسا ہوا کہ وہ اپنے محافظ خاندان سے بھاگ گئی اور جب اسے پکڑا گیا تو اسے 21 ماہ یتیم خانے میں رہنا پڑا جہاں وہ ہر وقت چلاتی رہتی تھی کہ وہ یتیم نہیں ہے لیکن کسی نے اس کی ایک نہ سنی اور یہ المیہ تمام عمر اس کے ساتھ رہا۔

وہ خاتون جس نے صحیح طریقے پر مارلن کی مدد کی وہ اس کی خالہ اینا تھی جو 62 سال کی بوڑھی ہونے کے باوجود مارلن کا دکھ سمجھتی تھی اس خالہ کو ہی مارلن نے بتایا کہ کسی شقی القلب نے اس کے ساتھ آٹھ سال عمر میں زیادتی کی تھی جب وہ ایک خاندان کے زیر سایہ رہ رہی تھی اور اس کے بعد سے مارلن کو اپنا وجود بے معنی نظر آنے لگا۔

اس کی خالہ کے گھر کے ساتھ ایک خاندان رہتا تھا جب نور ما (مارلن) ہائی سکول میں ہی پڑھتی تھی تو ان کا ایک غیر شادی شدہ بیٹا اس میں دلچسپی لینے لگا وہ خوبرو تھا اور نور ما بھی اس میں دلچسپی رکھتی تھی جیمز اس سے چھ سال بڑا تھا۔نور ما مارلن سولہ سال کی ہوئی تو جیمز نے اس کے ساتھ شادی کی خواہش ظاہر کی جو کہ نور ما نے قبول کر لی اور 19 جون 1942ء کو ان کی شادی ہوئی 1944 تک وہ اپنے شوہر سے بہت مطمئن تھی۔لیکن جب وہ امریکی مرچنٹ نیوی میں بطور انسٹرکٹر بھرتی ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا تو اس نے ایک دم سے اپنے آپ کو نوجوانوں میں گھرا پایا جو اس پر آوازے کستے اور سیٹیاں بجاتے نور ما کو یہ سب بہت اچھا لگتا پھر جب اس نے جیمز کو بتایا کہ وہ ایک فلم اسٹار بننا چاہتی ہے تو اس کے شوہر نے اس کو منع کیا۔وہ پرانی وضع کا شریف انسان تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اپنی بیوی کو کیسے لگام دے۔جب جیمز کو شنگھائی بھیجا گیا تو وہ اس کے خاندان کے پاس امریکہ میں ٹھہر گئی اور ایک ہوائی جہاز بنانے کے کارخانے میں کام کرنے لگی۔

ایک دن فوج کے ہالی وڈ کے سینٹر سے ایک فوٹو گرافر کارخانے میں آیا اور نور ما کو دیکھ کر اس نے اس کی تصویر بنانا شروع کر دی اس کی اتری ہوئی تصاویر فوج کے کئی اخباروں میں شائع ہوئیں۔جس کے بعد اس کے ماڈلنگ کے دور کا آغاز ہوا اور جلد ہی وہ تمام بڑے جریدوں میں چھپنے لگی۔اس زمانے میں بیسویں سنچری فوکس والے نئے چہروں کی تلاش میں تھے فلم ڈائریکٹر نے نور ما سے اسکرین ٹیسٹ دینے کو کہا اس کی فلم اسٹوڈیو کے سب سے بڑے کیمرہ مین لیون نے بنائیں اور ٹیسٹ کو دیکھ کر سب لوگ اتنے متاثر ہوئے اور چھ ماہ تک اس نئے ماڈل کی تشہیر کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے فلم ڈائریکٹر کو نورما نام پسند نہ آیا اس نے اس کا نام مارلن تجویز کیا جس کو نورما نے بڑھا کر مارلن منرو کر لیا اگست میں اس نے یہ نام اپنایا اور دو ماہ بعد جیمز سے طلاق لے لی۔

منرو کا ایجنٹ جانی ہائیڈ تھا جو اس کا بہت گرویدہ تھا لیکن عمر میں منرو سے 30 سال بڑا تھا منرو اسے ایک دوست اور بزرگ سے زیادہ درجہ نہیں دیتی تھی اس کے ساتھی اداکاروں نے جب منرو سے کہا کہ اپنے اس دیوانے سے اگر وہ شادی کرے تو اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں فائدہ ہی ہے منرو نے جواب دیا کہ وہ صرف ایک وجہ سے کسی سے شادی کرے گی اور وہ ہے محبت اس نے اسفالٹ جنگل آل اباؤٹ ایو 1952ء میں جنٹلمین، پریفر بلونڈ، نیاگرا، ہاؤ ٹو میری اے ملئرز وغیرہ میں کام کیا اس کا رہن سہن اب بدل کر شاہانہ ہو چکا تھا۔

اس کی ایک دوست نے منرو کی ملاقات امریکی بیس بال کے ہیرو ڈی میگیو سے کروائی اور دونوں نے پہلی نظر ہی میں ایک دوسرے کو پسند کیا۔ 16 جنوری 1954ء کو دونوں کی شادی ہوگئی شادی کے فوری بعد مارلن منرو امریکی فوجوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کوریا کے دورہ پر گئی۔ جہاں اس نے فوجیوں کا دل موہ لیا۔

اس کے شوہر کو اپنی بیوی کا آزادانہ گھومنا غیر مناسب لباس پہننا پسند نہ تھا اور دونوں علیحدہ علیحدہ زندگی گزارنے لگے پھر جب اس نے مارلن منرو کو ایک نیم برہنہ پوز میں دیکھا تو اس کے ساتھ رہنے کے امکانات بالکل ختم ہو گئے اور دونوں میں طلاق ہوگئی۔

طلاق کے بعد مارلن ہالی وڈ سے فرار ہو کر نیویارک کے ایک ایکٹنگ سکھانے کے ادارے میں یہ فن سیکھنے لگی اسی جگہ مارلن برانڈو نے بھی ایکٹنگ سیکھی تھی۔ یہاں پر اسے پتہ چلا کہ ایکٹینگ اصل میں ہے کیا اور یہاں سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی فلم ساز کمپنی قائم کر لی اس نے ایک فلم بس سٹاپ بنائی جس میں اس نے لاجواب کام کیا دوسری فلم دی پرنس اینڈ دی شوگرل تھی جس میں لارنس لیور اس کے مدمقابل تھا اور فلم کا ڈائریکٹر بھی۔ اس نے اس کے بعد تمام دنیا کو اس وقت حیرت میں ڈالا جب اس نے ایک مشہور امریکی دانشور اور مصنف ارتھر ملر سے شادی کر لی وہ جب ''دی پرنس'' اور ''شوگرل'' کی شوٹنگ کے لئے برطانیہ گئی تو ملر بھی اس کے ساتھ تھا مارلن منرو اپنے مدمقابل ہیرو لارنس اولیور سے بڑی خائف تھی اتنے بڑے اداکار کیساتھ کام کرتے ہوئے اسکو خود اعتمادی کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

مارلن منرو نے خواب آور گولیاں اور منشیات کا سہارا لیا بڑی مشکل سے فلم مکمل ہوئی خود اس کا شوہر ملر بھی اس سے تنگ آ گیا واپس امریکہ آ کر مارلن اپنے شوہر کے عظیم الشان محل میں خوش و خرم رہنے لگی یہاں جب اس کے مردہ بچہ پیدا ہوا تو وہ پھر خواب آور گولیوں کا سہارا لینے لگی۔ اس کے شوہر نے اس کی دلجوئی کی بڑی کوشش کی اور خاص طور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اپنی بیوی کو سامنے رکھ کر سس فٹز نامی فلم کی کہانی لکھی۔ لیکن مارلن منرو نے اس فلم کی شوٹنگ کے دوران ایک فرانسیسی اداکار موٹارڈ سے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے جب اس کا علم اس کے شوہر ملر کو ہوا تو موٹارڈ یہ کہہ کر بری الزمہ ہو گیا کہ مارلن منرو خود اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد دونوں کی شادی میں رکاوٹ بن گئی لیکن صرف فلم دی سس فٹز کو بچانے کے لئے دونوں ایک دوسرے کو برداشت کرتے رہے فلم کی شوٹنگ کے دوران مارلن منرو کی حالت خاصی خراب رہی۔

پیٹر لی فورڈ کی بیوی، پیٹ کا تعلق کینیڈی خاندان سے تھا پیٹ سے مارلن منرو کی دوستی بڑھی تو اسی کے ذریعہ اس کا تعارف صدر جیک کینیڈی اور اس کے بھائی رابرٹ کینیڈی سے ہوا جس نے خفیہ طور پر صدر امریکہ سے تعلقات بڑھا لئے۔ اسے علم تھا کہ جس شخص کے ساتھ وہ تعلقات بڑھا رہی ہے اس کے اور بھی بہت سی عورتوں کے ساتھ اسی قسم کے تعلقات ہیں۔ اس دل کے میں البتہ صدر کے بھائی رابرٹ کینیڈی کے لئے جگہ پیدا ہوئی وہ دن میں بھی خواب دیکھنے لگی کہ ایک دن وہ رابرٹ کی بیوی بنے گی۔ جب اسے اس حقیقت کا جلد ہی احساس ہو گیا کہ رابرٹ کینیڈی اپنے سیاسی مستقبل کو داؤ پر لگا کر اس سے شادی نہیں کرے گا مارلن منرو کی موت سے چند ہفتے قبل رابرٹ نے بڑی خاموشی اور نرمی کے ساتھ اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

1962ء کی بہار میں اس نے ''بیسوی سنچری'' فوکس کی فلم سم تھنگز گوٹ ٹو گیو میں کام کرنے کا معاہدہ کیا ابتداء ہی سے اسٹوڈیو والوں کو مارلن سے عدم تعاون کی شکایت رہی اور جب وہ ایک دن شوٹنگ چھوڑ کر چپکے سے صدر کینیڈی کی سالگرہ کی پارٹی میں پیپی برتھ ڈے گا کر آئی تو اسٹوڈیو والوں کی برداشت جواب دے گئی اور اسے فلم سے علیحدہ کر دیا گیا۔

وہ دو ماہ سنبھلنے کی جدوجہد کرتی رہی اسے کئی فلموں میں کام کرنے کی پیش کش ہوئی لیکن اس نے کسی میں کام کرنے کی حامی نہ بھری اس نے ایک جدید بنگلہ خریدا لیکن اس کی آرائش کا کام ادھورا ہی تھا۔ وہ خالی کمروں میں بے مقصد گھوما کرتی اس کی زندگی جیسے تھم گئی وہ توڑ پھوڑ کا شکار تھی اس کی زندگی میں اب کوئی مرد نہ تھا اور اس نے اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا تھا۔

اگست کی 5 / 6 کی درمیانی شب کو وہ اپنے غسل خانے میں گئی اور بہت زیادہ تعداد میں خواب آور گولیاں کھالیں اس کے بعد اس نے نیم بے ہوشی میں کچھ لوگوں کو بے رابطہ سے فون کئے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کو مدد کے لئے بلانا چاہتی ہو لیکن جب تک کوئی اس کی بات کو سمجھتا سکرین کی یہ ملکہ ابدی نیند سو چکی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

22 نومبر 1963ء

امریکی صدر کینیڈی کا قتل

یہ 22 نومبر 1963ء کی صبح کا ذکر ہے' صدر کینیڈی کا ہوائی جہاز ڈلاس کے ہوائی اڈے پر اترا' ان کے استقبال کے لئے پانچ ہزار آدمی تھے' وہ گہرے نیلے سوٹ میں مسراتے ہوئے ہوائی جہاز سے اترے۔

ہوائی اڈے پر جیکو لین کو پھول پیش کئے گئے۔ کار ان کو لے جانے کے لئے تیار کھڑی تھی' مگر صدر کینیڈی اپنے کچھ ملنے والوں سے ہاتھ ملانے لگے' جیکو لین نے بھی پھولوں کا گلدستہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہاتھ ملانے لگی' ان سے فارغ ہو کر وہ کار کی طرف بڑھنے لگی' لیکن یہ دیکھ کر مسز کینیڈی ابھی مصروف ہیں وہ واپس لوٹ آئی۔ ٹھیک ساڑھے 11 بجے وہ دونوں شہر ڈلاس میں وارد ہوئے۔

ریاست ٹیکساس کی فضا سیاسی طور پر اس وقت صدر کینیڈی کے مخالف تھی اور شہر ڈلاس خصوصیت کے ساتھ ان کے لئے خطرناک تصور کیا جاتا تھا' مگر ہوائی اڈہ کا پر جوش استقبال اور سڑک کے دورویہ کھڑے ہوئے خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے ہجوم کو دیکھ کر کسی کو آنے والے سانحہ کا شبہ بھی نہ ہوسکتا تھا۔ صدر کینیڈی اور جیکو لین کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے اور ٹیکساس کا گورنر کونلی اور اس کی بیوی اگلی سیٹ پر تھے۔ مسز کونیلی نے گردن موڑ کر صدر کینیڈی کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے ان سے کہا۔

"آج آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ڈلاس کے شہریوں کو آپ سے محبت نہیں ہے"

صدر کینیڈی نے جواب دینے کے لئے لب کھولے مگر دوسرے لمحے رائفل کی ایک گولی نے ان کے ہونٹوں پر مہر لگا دی' پھر دوسری گولی چلی اور صدر کینیڈی ساکت ہو گئے' ان کے سر سے خون بہنے لگا۔ مسز کینیڈی چلانے لگیں' گورنر کونیلی یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ماجرا ہے پیچھے کی طرف پلٹے' دو گولیاں اور چلیں جو کونیلی کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ لمحہ بھر کے لئے موت کی سی خاموشی طاری ہوئی' پھر صدر کینیڈی کا ڈرائیور چلایا۔

"یہاں سے نکل چلیں" اور اس نے کار تیز کر دی کار 70 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اسپتال کی طرف دوڑنے لگی۔ مسز کینیڈی نے کار کے پچھلے حصہ پر چڑھ کر حفاظتی دستے کے ایک آدمی کو اوپر چڑھنے کے لئے سہارا دیا اور صدر کینیڈی سیٹ پر لڑھک گئے۔

ان کا ایک پیرا اتنا اوپر چڑھ گیا کہ کار کے دروازے پر نظر آنے لگا۔ صدر کی کار کے عقب میں دوسری کار تھی'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں نائب صدر لنڈن جانسن بیٹھے تھے' ان کی کار بھی تیزی کے ساتھ اسپتال کی جانب دوڑ رہی تھی' 5 منٹ کے بعد وہ اسپتال میں تھے۔ حفاظتی دستے کا ایجنٹ سٹریچر لانے کے لئے اندر بھاگا' جان کونیلی ابھی تک ہوش میں تھے مگر صدر کینیڈی بے سدھ پڑے تھے۔

ڈاکٹروں نے ہر ممکن طریقے سے صدر کی جان بچانے کی کوشش کی مگر بے سود' ایک بجے یعنی صدر کی آمد کے ایک گھنٹہ بعد لنڈن جانسن نے صدر کے طیارے میں بایاں ہاتھ بائبل پر رکھ کر اور دایاں ہاتھ اوپر اٹھا کر حلف اٹھایا۔

''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں پوری وفاداری کے ساتھ امریکہ کے صدر کی حیثیت سے کام کروں گا اور اپنی تمام تر صلاحیت کو بروئے کار لا کر ریاست ہائے متحدہ کے آئین حفاظت کروں گا' خدا میری مدد کرے''

لنڈن جانسن ایک خاتون جج کے سامنے یہ حلف اٹھا رہے تھے' مسز کینیڈی ان کے ساتھ کھڑی تھیں' ہوائی جہاز کے اس کیبن میں اس وقت کل 27 آدمی تھے' مسز جانسن نے مسز کینیڈی کا ہاتھ تھام کر کہا'' تمام قوم تمہارے شوہر کا ماتم کر رہی ہے''

پھر فضائیہ کا طیارہ امریکہ کے 35 ویں صدر کی لاش اور اس شخص کے ساتھ جو امریکہ کا 36 واں صدر تھا ڈلاس کے خوف زدہ شہر سے واشنگٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب صدر کی میت واشنگٹن لے جانے کے لئے تابوت میں رکھی جا رہی تھی' جیکو لین کینیڈی نے جو اس آخری سفر میں اپنے خاوند کے ساتھ تھی اور جس کے کپڑے خون سے لت پت تھے تابوت بند ہونے سے پہلے اپنی انگلی سے شادی کی انگوٹھی اتار کر اس کو پہنا دی۔

جب وہ ہوائی جہاز کے ذریعے واشنگٹن پہنچی تو اس نے صدر کی کار پرائیوٹ ہاؤس جانے سے انکار کر دیا' اور ایمبولینس میں اپنے خاوند کی میت کے ہمراہ نیول اسپتال چلی گئی' اس نے تمام رات وہیں گزاری اور وہاں سے صبح اس وقت روانہ ہوئی جب صدر کی میت کو وائٹ ہاؤس لے جایا گیا۔

اتوار کو سہ پہر وہ اپنے دونوں بچوں جان جونیئر اور کیرولین کے ہمراہ وائٹ ہاؤس سے کیپٹلز گریٹ روٹنڈا ....تک گئی وہاں اس نے امریکہ کے اس پرچم کو چوما جو صدر کے تابوت کے گرد لپٹا ہوا تھا اس نے اپنے محبوب خاوند کو آخری بار الوداع کہا۔

صدر کینیڈی سے اپنی عقیدت کا آخری اظہار کرنے کے لئے رات گئے تک لوگ آتے رہے' آخری دیدار کے لئے آنے والوں کی قطار پانچ میل لمبی تھی' دوسرے دن صدر کا جنازہ ایک گھوڑا گاڑی پر آخری سفر پر روانہ ہو گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے پیچھے پیچھے ایک اور گھوڑا تھا' جس پر زین کسی ہوئی تھی لیکن اس پر کوئی سوار نہ تھا۔ اس گھوڑے کی رکابوں میں الٹے بوٹ رکھے ہوئے تھے' گھوڑے کے پیچھے کاروں کی لمبی قطار تھی' تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد گرجا گھروں سے گھنٹوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں'

سڑکوں کے ارد گرد صدر کینیڈی کا آخری جلوس دیکھنے والوں کا ہجوم تھا' جب صدر کا جنازہ آرلنگٹن قبرستان پہنچا تو اس کو آخری سلامی دی گئی۔ آخری سلامی دینے والوں میں اور لوگوں کے علاوہ فرانس کے صدر ڈیگال اور صدر کینیڈی کا معصوم بچہ جان جونئیر بھی تھا' صدر کے جنازے میں 19 ملکوں کے سربراہوں اور 92 قوموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔

وقوعہ کے چند ہی گھنٹوں میں پولی نے ایک شخص سوالڈ کے گرد شہادت کا جال بچھا دیا۔ پولیس نے رائفل کی تین جلی ہوئی گولیاں اور رائفل برآمد کر لی۔ پولی نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ رائفل اے ہائیڈل نامی کسی شخص سے اس نے شکاگو سے منگوائی۔ تفتیش کے دوران سوالڈ کی ایک تصویر بھی مل گئی جس میں وہ اسی رائفل کو تھامے کھڑا ہے اور پھر وہ نقشہ بھی مل گیا جو اس نے قتل کے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس علاقہ کا بنایا تھا جہاں سے صدر کی کار گزرنے والی تھی۔

صدر کو قتل کرنے کے بعد اوسوالڈ ایک بس میں سوار ہوا جب وہ بس سے اترا تو پولیس کے ایک سپاہی نے اس کو مشتبہ سمجھ کر روکنے کی کوشش کی مگر اوسوالڈ نے اس کو بھی گولی ماردی اور بھاگ نکلا۔ لیکن آخر کار اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتاری کے بعد اس نے قتل کا اقرار نہیں کیا۔ پھر جب اسے دوسری جیل میں منتقل کیا جا رہا تھا ہجوم سے ایک آدمی جیک روبی دوڑتا ہوا اس کی طرف لپکا اور قریب پہنچتے ہی اس کے پیٹ میں گولی ماردی۔ اسوالڈ کی موت کے بعد جیک روبی کے خلاف مقدمہ چلایا گیا اور اسے سزائے موت دینے کا حکم ہوا جیک روبی کو برقی کرسی پر باندھ کر موت کے حوالے کر دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

25فروری1964ء

عظیم باکسر کیٹس کلے (محمد علی) مسلمان ہو گئے

25فروری1964ء کو میامی بیچ کے مقام پر عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن سونی لسٹن نے ایک نسبتاً گم نام باکسر کیٹس کلے سے اپنے اعزاز کے دفاع کے لئے مقابلہ کیا سونی لسٹن گزشتہ دو برس سے باکسنگ کا عالمی چیمپئن تھا۔ جبکہ کیٹس کلے کی عمر اس وقت صرف 21 سال تھی اور ابھی تک اس نے اپنی پیشہ وارانہ زندگی کے صرف 20 مقابلوں میں حصہ لیا تھا۔

مگر یہ مقابلہ جب شروع ہوا تو کیٹس کلے نے ابتداء ہی سے سونی لسٹن پر غلبہ پانا شروع کر دیا۔ چھٹے راؤنڈ کے اختتام تک سونی لسٹن اتنا زخمی اور نحیف ہو چکا تھا کہ اس نے ساتویں راؤنڈ کے لئے رنگ میں آنے ہی سے انکار کر دیا۔ اس طرح ریفری نے کیٹس کلے کو نیا عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن قرار دے دیا۔ یہ مقابلہ جیتنے کے بعد کیٹس کلے نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا اسلامی نام محمد علی کلے رکھا گیا۔

اس کے بعد فلائیڈ پیٹرسن' شوالوکو پر' لنڈن اور فلڈ نبر گر کو شکست دے کر اس نے اپنے اعزاز کا دفاع کیا۔ محمد علی نے اپنے ایک شہرت یافتہ حریف کو چند سکینڈ میں ہی ناک آؤٹ کر دیا۔ مقابلہ شروع ہوا لوگ اپنی دوربینیں درست کر رہے تھے کہ ریفری نے محمد علی کی فتح کا اعلان کر دیا۔ اسی سال اس کا مقابلہ ایک اور مضبوط حریف کلیولینڈ ولیمز کے ساتھ ہوا۔ پہلے کلیولینڈ ولیمز کا تعارف کرایا گیا تو تماشائیوں نے پر جوش نعرے لگائے لیکن جب محمد علی کا تعارف کرایا گیا تو پر تحقیر نعرے لگائے گئے۔

اس مقابلہ میں یہ طریق اختیار کیا گیا کہ جو باکسر دس پوائنٹ پہلے بنا لے گا وہ راؤنڈ جیت جائے گا اور جس کے پوائنٹ کم ہوں گے وہ ہار جائے گا۔ محمد علی نے پہلے راؤنڈ میں کلیولینڈ ولیمز کو تین مرتبہ زمین پر پٹخ دیا۔ دوسرے راؤنڈ میں بھی اسے تین مرتبہ زمین پر گرا دیا۔ تیسرے راؤنڈ میں محمد علی نے پھر ولیمز کو پٹخ دیا۔ اڑسٹھ سیکنڈ گزر جانے کے باوجود ولیمز نہ اٹھا تو ریفری نے محمد علی کی کامیابی کا اعلان کر دیا۔

مسلمان ہونے کے بعد سے محمد علی باقاعدگی سے نماز ادا کرتے رہے اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے اس زمانے میں ان کا یہ نعرہ بہت مشہور رہا۔

''میں مسلمان ہوں مجھے کوئی نہیں ہرا سکتا''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس کے بعد اسے کوئی نہ ہرا سکا۔ 1964ء تک وہ کل 26 مقابلوں میں حصہ لے چکا تھا تمام مقابلوں میں اس نے مدمقابل کو شکست سے دوچار کیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب امریکہ ویت نام کی جنگ میں مصروف تھا محمد علی پر جنگ میں شریک نہ ہونے کے جرم میں عالمی اعزاز چھین لیا گیا۔ ساڑھے تین سال بعد پابندی اٹھنے کے بعد پھر دنیا کے نامی گرامی باکسر اس سے شکست کھاتے رہے۔ آخرکار وہ عالمی چیمپئن کی حیثیت سے ریٹائر ہو گیا اب اس کی بیٹی لیلیٰ علی باکسنگ کی دنیا میں نام کما رہی ہے۔ اس نے نئی صدی کے آغاز میں اپنی حریف کو چند منٹ میں ناک آؤٹ کر کے برتری کی اس روایت کو قائم رکھا۔ محمد علی نے اپنے 21 سالہ کیریئر میں 62 مقابلے لڑے جن میں 56 جیتے اور 6 ہارے وہ ناقابل شکست چیمپئن تھے۔

21 جون 1964ء

پنڈت نہرو انتقال کر گئے

پنڈت نہرو انتقال کر گئے آزاد دنیا بیسویں صدی کے ایک صف اول کے سیاستدان اور ایک صاحب طرز ادیب سے محروم ہو گئی۔ اہل پاک و ہند جنگ آزادی کے ایک اہم سپاہی اور اہل ہند اپنے نجات دہندہ اور عظیم رہنما سے محروم ہو گئے۔

پنڈت نہرو جی پر فالج کے حملے کے بعد یہ خبر غیر متوقع نہ رہی تھی ہر لمحہ یہی خیال ہوتا تھا کہ پنڈت جی اب چند روز ہی کے مہمان ہیں پوری دنیا میں ان کی گرتی ہوئی صحت اور علالت موضوع گفتگو بنی ہوئی تھی اور عالمی مبصرین ایک نقطہ پر غور فکر میں لگے ہوئے تھے کہ پنڈت جی استقلال اور عزم کے ساتھ آزادی ہند سے اب تک وزارت عظمی کے منصب پر فائز رہے ہیں اس معیار پر پورا اترنے والا اور ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پر کرنے والا کون ہوگا۔

اور آخر پنڈت جی اچانک دل کا دورہ پڑنے کے سبب راہئی ملک عدم ہو گئے بیسویں صدی کی ایک نمایاں ہنگامہ آراء اور ہنگامہ پرور ہستی دنیا سے اٹھ گئی۔ ہندوستان ایک کڑی آزمائش میں گھر گیا اور عالمی سیاسی فضا میں ہر طرف سوالیہ نشان ابھرنے لگے ہر سوال ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے داخلی استحکام اور خارجی وقار سے متعلق ہے اور فوری طور پر ان تمام سوالات کا جواب ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنڈت نہرو اپنی وفات سے 74 سال 6 ماہ اور 13 دن قبل یعنی 14 نومبر 1849ء کو یو پی کے مشہور شہر آلہ آباد کے ایک کشمیر گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پنڈت موتی لال نہرو اس دور کے کامیاب ترین وکیل اور اہم سیاستدان شمار ہوتے تھے خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا پندرہ سال کی عمر میں پنڈت نہرو کو اپنے خاندان کے ساتھ انگلستان میں مقیم ہونے کا موقع ملا وہاں انہوں نے لندن کے ہارو پبلک اسکول میں تعلیم کا آغاز کیا وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے انہوں نے کیمرج میں داخلہ لیا اور پھر لندن کے انٹرٹمپل سے بیرسٹری کی سند حاصل کی۔ اور 1912ء میں ہندوستان واپس آ کر ایڈووکیٹ بن گئے۔

وکالت تو پنڈت جی نے شروع کر دی لیکن ہندوستان میں جاری رہنے والی آزادی کی تحریکات سے خود کو الگ نہ رکھ سکے۔ ان کا قومی وسیاسی شعور بیدار تھا اس لئے انہوں نے عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز تو ہو گیا لیکن قومی سیاست میں ان کو کوئی ملک گیر حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔ یہ عالم 1916ء تک رہا اس کے بعد ان کی ملاقات آنجہانی مسٹر گاندھی سے ہوئی اور اسی ملاقات نے مستقبل کے عظیم سیاستدان پنڈت جواہر لال نہرو کی تعمیر وتشکیل کے حرف آغاز کا کام کیا اسی ملاقات سے ان کے مقصد حیات اور سیاسی نقطہ نظر کا تعین ہوا۔

1918ء میں وہ ایک طرف تو الہ آباد کے ہم لیگ رول کے سکریٹری منتخب ہوئے اور دوسری طرف جانب زندگی بھر کے لئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے رکن بن گئے۔ ان کے سیاسی جوش وخروش اور عملی سرگرمیوں کے سبب برطانوی حکومت سے ان کا ٹکراؤ لازمی تھا چنانچہ 1922ء میں انہیں پہلی بار گرفتار کیا گیا۔

1938ء میں خانہ جنگی کے دوران پنڈت جی اسپین گئے اور وہاں پر اسپینی ریپبلکن نقطہ نظر کی کھل کر حمایت کی اس سے اگلے سال پنڈت نہرو چین جا کر جنرل چیانگ کائی شیک سے ملے۔ یہی سال دوسری جنگ عظیم کے آغاز کا سال تھا چنانچہ جنگ عظیم کے سلسلہ میں پنڈت جی کا نقطہ نظر یہ تھا کہ چونکہ ہندوستانی قومیں غلام ہیں اس لئے ان کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس نقطہ نظر کے سبب جنگ کے آخری تین سال پنڈت نہرا اور ان کے بعض دوسرے کانگریسی رفقاء نے جیل میں گزارے لیکن اب چونکہ آزادی کی تحریکات بہت زور پکڑ چکی تھیں اس لئے جنگ کے خاتمے پر 1946ء میں جب ہندوستان کی عبوری حکومت قائم ہوئی تو پنڈت جی اس کے نائب صدر تھے۔

اگست 1947ء میں انگریزوں نے ہندوستان چھوڑ دیا پاکستان قائم ہو گیا اور ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم کے طور پر پنڈت نہرو نے ذمہ داریاں سنبھالیں اور مسلسل 17 سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ ہندوستان اور پاکستان دو نئے آزاد ممالک تھے اس سے قبل کہ دونوں ممالک اپنے استحکام کی راہیں استوار کر سکتے کشمیر کے سوال پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کا آغاز ہو گیا۔ چنانچہ جنگ بندی لائن کے قیام تک ایک سال اسی جنگ میں گزرا۔

یہ پنڈت نہرو کی بصیرت کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان نے اپنی زرعی و صنعتی ترقی کے لئے 5 سالہ منصوبوں کے ایک سلسلہ پر عملدرآمد شروع کیا۔ 1954ء میں پنڈت جی کی دعوت پر چینی وزیراعظم مسٹر چواین لائی ہندوستان آئے اور پھر اسی سال پنڈت جی نے بھی چین کا دورہ کیا۔ اس کے بعد بقائے باہمی اور عالمی امن کے قیام کے سلسلہ میں پنڈت جی کا وہ مشہور پانچ نکاتی فارمولا منظر عام پر آیا جسے ''پنج شیلا'' کا نام دیا گیا۔ یہ فارمولا ہندوستان کی خارجہ پالیسی کی اساس و بنیاد بن گیا تھا۔ لیکن 1962ء میں چین سے ہندوستان کی جھڑپ اور عبرتناک شکست پنڈت جی کے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ کے مترادف ثابت ہوئی۔

1956ء میں انہوں نے سویز کے سوال پر برطانیہ اور فرانس کی جارحانہ پالیسی کی شدید مذمت کی تھی لیکن اس کے بعد وہ خود ہندوستان کے پرتگالی مقبوضات گوا دمنا اور ڈیو پر جارحانہ حملہ کر کے عالمی سیاسی مبصرین کی کڑی تنقید کا نشانہ بن گئے۔ ان کی اس قسم کی متعدد کمزوریوں کے باوجود تاریخ عالم ان کو جدید ہندوستان کے معمار کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ہندوؤں کی تحریک آزادی کے روح رواں گاندھی جی تھے لیکن ان کو ترقی و استحکام کی منزل سے روشناس کرنے کا کام پنڈت جی ہی نے انجام دیا۔

ایک دولت مند گھرانے کے اکلوتے فرزند ہونے کے باوجود انہوں نے عیش و عشرت کی زندگی کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ ہزاروں مصیبتیں جھلیں اور 9 مرتبہ جیل کی سختیاں برداشت کیں۔ انہوں نے اپنی 50 سالہ سیاسی زندگی میں صرف اپنے نظریات ہی کو حقیقت کی شکل نہیں دی بلکہ ہندوستانی قوم کے لئے ایک واضح سیاسی نقطہ نظر اور ایک منزل کا تصور دینے کی بھی پوری پوری جدوجہد کی۔

تقسیم ہند کے بعد پنڈت نہرو کو بیک وقت داخلی استحکام و اتحاد کے قیام اور خارجہ پالیسی کی تشکیل جیسے مشکل اور صبر آزما مسائل سے سامنا تھا اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی طرح مہاجرین کا مسئلہ بھی تھا لیکن انہوں نے مہاجرین کی آبادکاری کے ساتھ ساتھ ہندوستانی ریاستوں کو بھی کسی نہ کسی طرح ہندوستان میں مدغم کر لیا دوسرے ممالک سے اپنے تعلقات کی اساس انہوں نے اپنے طور پر غیر جانبدارانہ اور آزاد خارجہ پالیسی پر رکھی لیکن افسوس کہ وہ اپنی ضد اور انفرادیت پسندی کے سبب پاکستان سے اچھے تعلقات پیدا نہ کر سکے۔

پاکستان سے ان کے بیشتر اختلافات مسئلہ کشمیر کے سبب تھے اور اسی مسئلہ کے حل میں انہوں نے ہمیشہ لیت و لعل سے کام لیا۔ ویسے تجارتی و ثقافتی تعلقات پاکستان سے خاطر خواہ طور پر قائم رہے اور اب بھی ہیں۔ پنڈت نہرو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطری طور پر حد سے زیادہ خود اعتماد اور انفرادیت پرست تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک باعمل سیاستدان بھی تھے۔ وہ بیک وقت جمہوریت پرست بھی تھے اور اشتراکیت کے دلدادہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ہاں جمہوریت کو رائج رکھا اور دولت مشترکہ سے وابستہ رہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے ملک کی صنعتی و اقتصادی ترقی کے لئے سرمایہ دار ممالک سے بھی دوستیاں کیں۔ ان کی مغربی تعلیم نے ان کو آداب و اخلاق اور کسی حد تک نقطہ نظر کے اعتبار سے بھی مغربی بنا دیا تھا وہ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ: ''میں مغرب و مشرق کا ایک امتزاج بن گیا ہوں''

ان کی زندگی کا ایک پہلو کافی دلچسپ اور حیرت انگیز ہے وہ ورزش اور کھیل کود کے بہت رسیا تھے کوہ پیمائی اور شہسواری ان کے خاص مشاغل تھے اور وہ اپنے آخری وقت تک روزانہ چند منٹ کے لئے سر کے بل کھڑے ہونے کی عجیب و غریب ورزش باقاعدگی سے کرتے رہے ہیں۔ سال گذشتہ فالج کے حملہ کے بعد ان کی حالت بتدریج گر گئی تھی ان کا مخصوص طمطراق اور لہجہ کی گھن گرج ختم ہونے لگی تھی پچھلے سال 14 نومبر کو جب انہوں نے اپنی 74 ویں سالگرہ منائی ہندوستان زبردست اقتصادی بحران کا شکار تھا اور ان کے کانگریسی رفقا حصول اقتدار کیلئے رسہ کشی میں مشغول تھے اس میں شک نہیں کہ اب ان کی سیاسی حکمت عملی خود ان کے ملک میں زبردست نکتہ چینی اور کڑی تنقید کا نشانہ بن چکی تھی۔ ان لوگوں کی جانب سے خاص طور سے کڑی نکتہ چینی ہوئی جو دانشوروں کے جوشیلے نوجوان طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کہنا تھا کہ چین کے معاملہ میں ہندوستان کی پالیسی نہایت سخت ہونی چاہئے لیکن یہ تنقید اور نکتہ چینی انفرادی طور پر پنڈت جی پر ہونے کی بجائے انکی کابینہ پر زیادہ ہوتی تھی۔

کانگریس پارٹی کا وجود اور اس کی ساکھ محض پنڈت جی کے دم سے قائم تھی اور پنڈت ہی ذاتی طور پر اس پارٹی کی قیادت کے ذمہ دار تھے۔ کاشتکاروں اور مزدوروں کے لئے کانگریس پنڈت جی کی پارٹی تھی اور کانگریس کے لئے انکا ووٹ محض پنڈت جی کی وجہ سے استعمال ہوتا تھا۔

اس تمامتر ہنگامہ آراء زندگی کے ساتھ ساتھ پنڈت نہرو ایک صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ اور بہت وسیع مطالعہ رکھتے تھے ان کی تصانیف تاریخ عالم کی جھلکیاں ''سوویت روس'' ''ڈسکوری آف انڈیا'' مضامین کا مجموعہ ''ہندوستان کا اتحاد'' ''ہندوستان میں 18 مہینے'' ''باپ کے خط بیٹی کے نام'' ''چین اسپین'' ''ابھی سینیا'' مجموعہ تقاریر اور خود نوشت سوانح عمری بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ خصوصاً ان کی خود نوشت سوانح عمری کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ یہ کتاب 1936ء میں شائع ہوئی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 سال بعد ان کی بیگم کملا دیوی شدید بیمار ہوئیں اور پنڈت جی ان کو علاج کیلئے جرمنی لے گئے وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی شامل تھی لڑکا بہت کم عمر میں ہی فوت ہو گیا تھا اور صاحبزادی اب مسز اندرا گاندھی کے نام سے مشہور ہیں اور پنڈت جی کے متوقع جانشینوں میں ان کا نام بھی شامل ہے۔ مسز اندرا گاندھی کانگریس پارٹی کی صدر بھی رہ چکی ہیں۔

1926ء تک پنڈت جی یورپ میں مقیم رہے اور اس عرصہ میں وہ اشتراکی رجحانات سے خاصے متاثر ہوئے اور اس تاثر نے کانگریس کی راہ عمل کو بھی متاثر کیا اور آخر عمر تک ان کے نظریات کا لازمی حصہ بنا رہا۔

5 اگست 1964ء

امریکہ ویت نام جنگ کا آغاز

دوسری جنگ عظیم کے دوران جاپان نے فرانس کو شرمناک شکستیں دے کر ہند چینی سے مار بھگایا۔ جنگ کے خاتمے پر جب جاپان کو شکست ہوئی تو فرانس نے افسوسناک ڈھٹائی سے کام لے کر ویت نام پر اپنا غاصبانہ قبضہ دوبارہ جما لیا۔ لیکن اسے چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہو سکا اور شمالی ویت نام کے موجودہ مشہور صدر ڈاکٹر ہو چی منہ کے زیر قیادت عوام نے اس شان کے ساتھ فرانسیسی سامراج کے خلاف علم آزادی بلند کیا کہ امریکہ سے پوری فوجی امداد حاصل کرنے کے بعد بھی فرانس کے لئے ویت نامی حریت پسندوں کا مقابلہ غیر ممکن ثابت ہوا اور وہ مقتولان و مجروحان جنگ کی شکل میں اپنے اڑھائی لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کی بھینٹ دیکر ہند چینی سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ 1949ء میں شکست خوردہ فرانس اور محبِّ وطن ہو چی منہ کی عوامی فوجوں میں صلح کرانے کے لئے جنیوا میں چودہ ملکوں کی جو کانفرنس ہوئی اس میں محض امریکی مداخلت کی وجہ سے ویت نام کو شمالی اور مغربی علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ شرط یہ تھی کہ ویت نام کے دونوں حصوں کے عوام کو نئے انتخابات کے ذریعہ متحد ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس اہم شرط کی خلاف ورزی کی گئی اور امریکہ کے سابق آنجہانی پٹھو نگو ڈینہ ڈیم جو انتخابات کے وقت تک کے لئے جنوبی ویت نام کی نگران حکومت کے سربراہ مقرر ہوئے تھے معاہدے کے صرف چند ماہ بعد انتخابات سے انکار کر کے جنوبی ویت نام کے مستقل صدر بن بیٹھے اور علاقے کو خود مختار جمہوریہ کی شکل دیدی۔ شمالی ویت نام کے بہت سے باشندے جو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امید کی بناء پر جنوبی علاقے میں مقیم تھے کہ عنقریب دونوں حصے ایک ہو جائیں گے۔ وہ امریکہ نواز نگوڈینہ ڈیم کی اس معاہدہ شکنی سے سخت مایوس ہوئے صرف یہی نہیں بلکہ خود جنوبی ویت نام کے باشندوں میں بھی بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔

جس پر ویت نام کے دونوں حصوں کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہو گیا اور معاہدہ غیر موثر ہو کر رہ گیا۔ چند مہینوں سے کشیدگی بڑھ رہی تھی۔ جس کے باعث امریکہ نے جنوبی ویت نام میں مقیم اپنی فوجی قوت میں زبردست اضافہ کر دیا اور اعلان کیا کہ جنوبی ویت نام کا ہر قیمت پر دفاع کیا جائے گا۔ اگر ضرورت پڑی تو کمیونسٹ گوریلوں کا قلع قمع کرنے کے لئے شمالی ویت نام پر حملے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ اس بیان سے دنیا میں تہلکہ مچ گیا اور اکثر ممالک نے پرامن حل کے لئے باہمی گفت وشنید کی تجویز پیش کی۔ صدر ایوب خان نے امریکہ کو مشورہ دیا کہ جنوب مشرقی ایشیا کے مسائل کا حل جنگ نہیں بلکہ باہمی گفت وشنید ہے۔ لہٰذا فریقین کو کشیدگی کو کم کرنا چاہئے تاکہ گفت وشنید کے لئے خوشگوار فضا پیدا ہو سکے۔

فرانس کے صدر ڈیگال نے اس علاقہ کے امن کے لئے اپنی تجویز میں اس امر کا اعادہ کیا۔ کہ معاہدہ جنیوا میں شریک ممالک کی کانفرنس بلائی جائے۔ اسی ہفتے ملائشیا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جنوب مشرقی ایشیا کے عوام دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم ہیں۔ کیونکہ ان کے سروں پر ہر وقت جنگ کا خطرہ منڈلاتا رہتا ہے۔ ابھی اس بیان کی سیاہی بھی نہ خشک ہونے پائی تھی کہ امریکہ نے شمالی ویت نام پر حملہ کر دیا اس حملہ کی فوری وجہ یہ تھی کہ 2 اگست 1964ء کو جنگی جہاز ''میڈوکس'' پر شمالی ویت نام کے قریب تارپیڈو سے حملہ کیا گیا۔ امریکہ کا کہنا تھا کہ جہاز پر اس وقت حملہ ہوا جب وہ کھلے سمندر میں تھا۔ مگر شمالی ویت نام کی حکومت کا دعویٰ ہے کہ جہاز بین الاقوامی سمندر کی بجائے ہمارے ملک کے سمندر کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

شمالی ویتنام کی یہ کارروائی امریکہ کو سخت ناگوار گزری اور اس نے کانگرس سے منظوری حاصل کر لی کہ شمالی ویت نام کو مزہ چکھایا جائے چنانچہ 5 اگست 1964ء کو امریکہ کے طیارہ بردار جنگی بحری بیڑے نے شمالی ویتنام کے پانچ مختلف ساحلی شہروں پر بیک وقت حملہ کر دیا اور یوں اس طویل جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا جو اگلے گیارہ برس تک جاری رہی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6اکتوبر1964

کلاشنکوف کی ایجاد

اگر آپ کی ملاقات کبھی میخائل کلاشنکوف سے ہوئی ہو تو یقین ہی نہیں آیا ہوگا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے دنیا بھر میں خانہ جنگی کا نقشہ پلٹ دیا ہے اب دہشت گردی کوئی نئی بات نہیں رہی میخائل کلاشنی کوف نے اے کے 47 رائفل بنا کر دنیا کو ایسا ہتھیار دیا ہے جس کی مقبولیت میں ڈھائی عشروں کے بعد بھی کمی واقع نہیں ہوئی ہے اس رائفل کو بیشتر ملکوں میں اب کلاشنکوف ہی کہا جاتا ہے ایک اندازے کے مطابق اس وقت دینا بھر میں 10 کروڑ سے زائد اے کے 47 رائفل استعمال میں ہیں دہشت گردی کی وارداتوں میں اس رائفل سے زیادہ موثر کوئی ہتھیار نہیں۔

AK.47 7.62,37 ملی میٹر کی رائفل ہے جس کی گولی عام مارکیٹ میں ایک روپے 50 پیسے میں میسر ہے جبکہ سات ایم ایک بور کی رائفل کی گولی 28 روپے میں دستیاب ہے۔ AK 47 کی مار 200 میٹر تک ہے اس کا مقابلہ اسرائیل کی ''اوزی'' سے کیا جاتا ہے، جو قدرے بھاری ہے کلاشنی کوف بہت ہلکا ہتھیار ہے جو بھاگتے ہوئے بھی بہترین نتائج دیتا ہے۔

آج بھی دنیا بھر میں جہاں کہیں اسلحے کی منڈی لگتی ہے ہتھیاروں کی نمائش ہوتی ہے وہاں اے کے 47 کا ذکر نمایاں طور پر ہوتا ہے میخائل کلاشنی کوف کی آنکھوں میں ہر اس موقع پر خوشی کی چمک نموار ہوتی رہی جب کسی نے ان کی رائفل کے ڈیزائن کی نقل کرتے ہوئے ایسی ہی کوئی رائفل بنانے کی کوشش کی اس رائفل کے بارے میں ایسی داستانیں سننے میں آتی ہیں جن پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا بہت سے معاملات تو نہایت بھیانک ہیں مثلاً اس حقیقت کو لیجئے کہ دو ایٹم بموں میں جتنی ہلاکتیں واقع ہوئیں ان سے کہیں زیادہ ہلاکتیں اے کے 47 رائفل سے ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے کیا جنرل میخائل کلاشنی کوف کو اس رائفل کے تیار کرنے کا کوئی دکھ ہے؟ ''بالکل نہیں'' 1997ء میں بھارت میں اسلحے کی ایک بین الاقوامی نمائش کے موقع پر کلاشنکوف نے کہا تھا میں نے کبھی اپنی اس ایجاد پر دکھ محسوس نہیں کیا اپنے آپ کو مجرم نہیں گردانا کیا ایٹمی قوت دریافت کرنے والوں کو کبھی اپنے آپ پر افسوس ہوا ہوگا؟ یقیناً نہیں تو پھر بھلا میں کیوں شرماؤں؟ بات یہ ہے کہ میں روس سے بے انتہا محبت کرتا ہوں میں نے اپنے وطن کے موثر دفاع کے بارے میں سوچا اور جرمنوں سے مقابلے کے لئے یہ رائفل تیار کی۔

کلاشنکوف آج دنیا کے ہر حصے میں خانہ جنگی کا موثر ترین ہتھیار ہے کراچی افغانستان مقبوضہ کشمیر ویتنام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سری لنکا کمبوڈیا کولمبیا پیرو کوریا شمالی آئر لینڈ مشرقی پنجاب برما تھائی لینڈ چیچنیا انڈونیشیا غرض وہ کون سا علاقہ کون سا ملک ہے جہاں یہ رائفل کارآمد نہیں بھارت کے طول وعرض میں باغیوں کا یہ پسندیدہ ہتھیار ہے اس ایک ہتھیار نے حکومتوں کو ہلا رکھا ہے بہت سے خطوں میں اپنے حقوق کی جنگ لڑنے والوں کو اس ہتھیار نے نیا حوصلہ دیا ہے۔اس حوالے سے میخائل کلاشنی کوف کو فخر تو محسوس ہوتا ہوگا؟''

1941 میں دوسری جنگ عظیم کے دوران میخائل کلاشنکوف نے جرمنی کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔تب وہ 20 سال کا تھا اور ریڈ آرمی میں ٹینک سارجنٹ تھا اس نے جب اپنے ملک کی بری حالت دیکھی تو ایسی کوئی چیز بنانے کے بارے میں سوچا جس کی مدد سے دشمن پر قابو پایا جا سکے اسی دوران وہ بری طرح زخمی ہو گیا بستر پر لیٹے لیٹے وہ ایسی رائفل بنانے کے بارے میں سوچتا رہا جو فوج میں نئی روح پھونکتی ہو پانچ سال تک غور خوص کے بعد اس نے ایک رائفل کا ڈیزائن تیار کیا اور اس کی دھوم مچ گئی یہیں سے اس کی عالمگیر شہرت کا آغاز ہوا اور پھر یہ ہوا کہ پوری دنیا اس کے بارے میں جان گئی۔

16 نومبر 1964ء

سولہ سال پرانی سازش کا انکشاف

مغربی پاکستان کو تین دریاروں سے محروم کرنے کی 16 سالہ سازش کا انکشاف ہوا۔13 دسمبر 1952ء میں حزب اختلاف نے صوبے کے غذائی بحران پر جو دولتانہ حکومت کی بدنظمی کی پیداوار تھا بحث کرنے کے لئے ایک تحریک التوا پیش کی تھی نواب افتخار حسین خاں ممدوٹ نے حزب اختلاف کے سربراہ کی حیثیت سے بحث کا آغاز کیا غذائی بحران کا بنیادی سبب اس معاہدہ کو بنایا جس کے تحت بھارت نے پاکستانی نہروں میں پانی کی فراہمی بند کر دی تھی یہ معاہدہ 14 مئی 1948ء کو کیا گیا تھا اس معاہدہ پر صوبائی حکومت کی جانب سے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ اور صوبائی وزیر خوراک سردار شوکت حیات نے دستخط کئے تھے۔

نواب ممدوٹ نے اس معاہدے بارے صوبائی اسمبلی میں جو کچھ کہا تھا اس تقریر کے چند حصے درج ذیل ہیں

(اقتباسات از پنجاب لیجس لیٹو اسمبلی ڈیبیٹ بابت مورخہ 13 دسمبر 1952ء)

نواب افتخار حسین ممدوٹ لیڈر حزب مخالف:۔نہری پانی کس طرح رکا کس معاہدے کے تحت روکا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا؟ معاہدہ 1948ء میں ہوا تھا جناب کے دو وزیر دہلی گئے تھے جنہوں نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہندوستان کے دریاؤں سے ہمیں جو پانی مل رہا ہے اس پر ہمارا قطعاً کوئی حق نہیں جتنا پانی ہم ان دریاؤں سے اپنی نہروں میں لیں گے اس کی قیمت ادا کریں گے ہندوستان والوں نے کہا ہمارے پاس خود پانی کی قلت ہے ہم آپ کو پانی نہیں دیں گے اس کے جواب میں کہا گیا کہ آپ اسے ضرور رو کئے لیکن بتدریج حتیٰ کہ ہم دوسرے وسائل وضع کر لیں ہمیں چھ سال کی مہلت دی جائے۔

میاں ممتاز دولتانہ نے اس معاہدے سے انکار کرتے ہوئے اسے جھوٹ قرار دیا انہوں نے کہا۔ یہ تینوں باتیں جو نواب ممدوٹ نے فرمائی ہیں ساری کی ساری غلط ہیں میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ یہ غلط بیانی ہے میں اسے دروغ گوئی کہوں گا جناب والا ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔

اس کے بعد نواب ممدوٹ نے میاں ممتاز دولتانہ سے براہ راست سوال کیا۔

نواب افتخار حسین ممدوٹ:۔ بھارت سے نکلنے والی نہروں سے جو پانی اس وقت پاکستان کو مل رہا ہے کیا ہم اس کی قیمت بھارت کو دے رہے ہیں یا نہیں۔

اس سوال کے جواب میں میاں ممتاز دولتانہ نے کہا:۔

میاں ممتاز دولتانہ وزیر اعلیٰ:۔ ہرگز نہیں 1947ء کے معاہدے کے مطابق ہم صرف ہیڈ ورکس کے اخراجات کا حصہ رسدی ادا کر رہے ہیں۔

میاں ممتاز دولتانہ کے اس جواب پر نوابصاحب تلملا اٹھے۔ عین اس وقت چوہدری محمد حسین چٹھہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے انہوں نے دونوں لیڈروں سے درخواست کی آپ کو اس ملک کا واسطہ خدا کا واسطہ اس بحث کو نہ چھیڑیئے۔ اس کے بعد جب اسپیکر نے نواب ممدوٹ سے اس مسئلہ پر مزید کچھ کہنے کے لئے کہا تو وہ یہ کہہ کر خاموش بیٹھ گئے کہ اب مجھے کچھ نہیں کہنا۔

1948ء کے اس خفیہ معاہدے پر اب تک پردہ پڑا ہوا تھا معاہدہ اب تک ایک راز ہی رہا۔ لیکن اس راز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محترمہ فاطمہ جناح نے مذکور تین دریاؤں کی بھارت کو منتقلی کے لئے صدر ایوب کو مورد الزام ٹھہرایا۔ بد قسمتی سے پاکستانی پریس میں 1948ء کے اس معاہدے کی تفصیلات شائع نہیں کی گئی تھیں بہر حال میاں ممتاز دولتانہ کے اس صاف انکار کے باوجود کہ بھارت کے ساتھ کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا یہ معاہدہ ہوا تھا اور اس معاہدہ پر خود ممتاز دولتانہ کے دستخط موجود ہیں ہم تاریخ کے طلباء کی سہولت کے لئے اس معاہدے کی اصل نقل ذیل میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کر رہے ہیں۔

معاہدۂ دہلی: مورخہ 4 مئی 1948ء مشرقی اور مغربی پنجاب کی حکومتوں کے درمیان باری دواب اور دیپال پور کی نہروں میں پانی کی فراہمی سے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا ہے حکومت مشرقی پنجاب کا استدلال یہ ہے کہ تقسیم پنجاب کے حکم اور ثالث کے ایوارڈ کے تحت مشرقی پنجاب کے تمام دریاؤں کے پانی کے حقوق مشرقی پنجاب کو ہی حاصل ہیں۔ لیکن مغربی پنجاب کی حکومت اس موقف کی مخالفت ہے اور اس کی رائے میں ثالث کے تحت اور بین الاقوامی قانون اور مساوات کے لحاظ سے ان دریاؤں کے پانی کو استعمال کرنے کا حق مغربی پاکستان کو بھی ملتا ہے۔

مشرقی پنجاب کی حکومت نے ان نہروں کے ذریعہ پانی کی فراہمی بعض شرائط پر پھر سے شروع کر دی ہے ان میں دو شرائط سے حکومت مغربی پنجاب کو اختلاف ہے ان میں سے ایک تو پیرہ گراف نمبر 1 کے مطابق پٹہ کی ادائیگی ہے اور دوسری شرط مادھو پور ہیڈ ورکس اور چھوٹی نہروں کی تعمیر کے خرچ سے متعلق ہے۔

مشرقی اور مغربی پنجاب کی حکومتیں اس جھگڑے کے سبب بے چین ہیں چنانچہ اس جھگڑے کا دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کے تحت تصفیہ کرنا چاہئے حکومت مشرقی پنجاب کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ وہ مشرقی پنجاب کے دریاؤں کا پانی اچانک نہیں بند کرے گی بلکہ جب تک مغربی پنجاب کی حکومت اس سلسلہ میں متبادل وسائل پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتی وہ اپنے دریاؤں کو نہیں روکے گی۔

حکومت مغربی پنجاب اپنی جانب سے مشرقی پنجاب کی حکومت کی اس تشویش کو تسلیم کرتی ہے جو اسے مغربی پنجاب کے مقابلے میں کم ترقی یافتہ اور کم پانی والے علاقوں کے متعلق لاحق ہے اس لئے قانونی سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے متعلقہ حکومتیں عملی طور پر اس مسئلہ کو اس بنیاد پر حل کرنے کی خواہاں ہیں کہ مشرقی پنجاب کی حکومت تدریجاً ان نہروں میں پانی کی سپلائی کم کرے تا کہ مغربی پنجاب کی حکومت کو متباول وسائل وضع کرنے کے لئے معقول وقت مل سکے۔

مغربی پنجاب کی حکومت اس پر رضا مند ہو گئی ہے کہ وہ فوراً بھارتی وزیر اعظم کی جانب سے مقرر کی ہوئی رقم ریزرو بنک آف انڈیا کے پاس جمع کر دے۔ حکومت ہند اس رقم میں سے غیر متنازعہ حصہ فوری طور پر مشرقی پنجاب کی حکومت کو منتقل لینے پر رضا مند ہے فریقین کی جانب سے مشرقی پنجاب کی جانب فراہم کردہ پانی کی قیمت کے اندازے پانی کے وسائل کے فنی سروے اور اسے ان نہروں میں استعمال کرنے کا جائزہ لینے کے بعد دونوں حکومتیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اپنے نمائندوں کے ذریعہ مزید مذاکرات پر بھی رضامند ہوگئی ہیں بھارت اور پاکستان کی حکومتیں مذکورہ بالا شرائط کو تسلیم کرتی ہیں اور دوستانہ حل کی متمنی ہیں۔

(دستخط) جواہر لال نہرو (دستخط) غلام محمد

(دستخط) این ڈی گیڈگل (دستخط) شوکت حیات خان

(دستخط) سورن سنگھ (دستخط) ممتاز دولتانہ

نئی دہلی 4 مئی 1948ء

اس جھوٹ کو مزید ثابت کرنے کے لئے کینگز کن ٹمپوری ریکارڈز کے (عصر حاضر کے (دستاویزات) ویکلی ڈائر آف ورلڈ ایونٹس جون 1948 کے شمار میں شائع شدہ اس معاہدے کا متن درج کرتے ہیں۔

پنجاب کا معاہدہ آبپاشی

نئی دہلی میں حکومت ہند حکومت پاکستان حکومت مشرقی پنجاب (بھارت) اور حکومت مغربی پنجاب (پاکستان) کے درمیان ایک مشترکہ سمجھوتہ پر دستخط ہوئے جس کے تحت مشرقی پنجاب کی حکومت نے مشرقی پنجاب کے دریاؤں پر اپنا حق ملکیت جتلایا اور دعویٰ کیا کہ مغربی پنجاب کی حکومت ان دریاؤں پر قانونی لحاظ سے کوئی حق نہیں رکھتی جبکہ مغربی پنجاب کی حکومت کا موقف یہ تھا کہ اسے بین الاقوامی قانون کے تحت ان دریاؤں کے پانی پر مساوی حق حاصل ہے اس معاہدے کے تحت مشرقی پنجاب کی حکومت نے تسلیم کیا کہ وہ مغربی پنجاب کو آبپاشی کے لئے برابر پانی کی فراہمی جاری رکھے گی تاوقتیکہ حکومت مغربی پنجاب متبادل وسائل کا انتظام نہیں کر لیتی نیز اس انتظام کے لئے مغربی پنجاب کی حکومت ریزرو بنک آف انڈیا میں اتنی رقم جمع کرے گی جتنی کہ بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو مقرر کریں اس رقم میں سے بھارتی حکومت مناسب رقم مشرقی پنجاب کی حکومت کو منتقل کرے گی۔

معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ مشرقی پنجاب کی حکومت نے مغربی پنجاب کی حکومت کو یقین دلایا کہ وہ تب تک پانی روکنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی جب تک مغربی پنجاب کی حکومت متبادل نظام کا انتظام نہیں کر لیتی۔

مذکورہ دو دستاویزات سے ثابت ہوگیا ہے کہ 13 دسمبر 1952 میں پنجاب کی قانون ساز اسمبلی میں نواب ممدوٹ نے ممتاز دولتانہ پر جو الزامات عائد کئے تھے وہ حقیقت پر مبنی تھے اور یہ کہ ان تینوں دریاؤں پر مشرقی پنجاب کی حکومت کا حق ملکیت سابق مغربی پنجاب کی حکومت نے اس حد تک تسلیم کر لیا تھا کہ اس معاہدے پر دستخط کرنے والوں نے اس شرط کو بھی مان لیا جو متنازعہ بھاری رقم سے متعلق تھی اس عرصے میں غلام محمد گورنر جنرل اور ممتاز دولتانہ مرکزی وزیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لیکن انہوں نے بین الاقوامی عدالت میں اس دھاندلی کے خلاف کبھی کوئی آواز نہیں اٹھائی اگر صدر ایوب جیسا کہ محترمہ فاطمہ جناح نے کہا ہے طاس سندھ کے معاہدے کے تحت ان تین دریاؤں کو بھارت کے ہاتھوں فروخت کر دیتے تو بھارتی حکومت سے عطیات میں جو وہ مختلف تعمیراتی کاموں کے لئے دیتی ہے اس رقم کو درج کیا جاتا۔

اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ متحدہ محاذ نے محترمہ فاطمہ جناح کی زبانی صدر ایوب پر جو بے بنیاد تہمت لگائی وہ دراصل عوام کو خطرناک طور پر گمراہ کرنے کے لئے تھی۔ اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہوگی کہ سردار شوکت حیات جواب متحدہ محاذ کے ایک سرکردہ رہنما تھے مذکورہ معاہدے میں شریک تھے۔ عالمی بنک نے بھی 1945ء میں پاکستان اور بھارت کو نہری پانی کے جھگڑے کے تصفیہ کے لئے مذکورہ معاہدہ پر عمل کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔

ان حالات کے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صدر ایوب جب برسر اقتدار آئے تو وہ پرانے سیاست دانوں کے ان معاہدوں کے سبب کس حد تک بے بس ہوں گے بہر حال انہوں نے عالمی سطح پر جتنا ممکن تھا اپنی طرف سے کیا۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس معاہدے کے تحت بھارتی حکومت کو متبادل نہری نظام کے لئے دوسرے دوست ممالک کے ساتھ مل کر پچاس کروڑ روپے کی رقم ادا کرنا تھی لیکن صدر ایوب کی مساعی سے اب بھارت 83 کروڑ روپے ادا کرنے پر مجبور ہوا۔ اسی طرح پرانی حکومتوں کی کمزوریوں کی وجہ سے دوست ملکوں کے کنسورشیم نے حکومت پاکستان کو متبادل نظام کے لئے سوا تین ارب روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا یہ رقم بھی صدر ایوب کی مضبوط خارجہ اور داخلی پالیسی کی بنا پر اب نوارب تک بڑھادی گئی ہے (واپڈا کی سالانہ رپورٹ 1962,63ء)

صدر ایوب کی مستحکم پالیسی نے پاکستان کو ترقی کی راہوں پر گامزن کیا متحدہ محاذ مس فاطمہ جناح کے ذریعہ تاریخ کو نہیں بدل سکتا اور نہ ہی وہ اس معاہدے سے انحراف کر کے دنیا کی آنکھوں پر دھول جھونک سکتا تھا جس کے تحت راوی ستلج اور بیاس پر جن کا ایک چوتھائی حصہ پاکستان میں بہتا ہے اور جس کے ذریعہ پاکستان کی ایک تہائی زمین کو سیراب کیا جاتا ہے بھارت کا حق ملکیت تسلیم کیا گیا تھا۔

(رپورٹ: جوشوا فضل الدین ، روزنامہ انجام)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

24 جنوری 1965ء

پہلی مرتبہ ہاتھ کی انگلیوں سے ''وی'' یعنی وکٹری بنانے والے سیاستدان

سر ونسٹن چرچل کی موت

24 جنوری 1965ء کو برطانیہ کے سابق وزیراعظم اور دوسری عالمگیر جنگ کے ہیرو سر ونسٹن چرچل کا نوے سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ وہ گزشتہ دس دن سے موت سے نبرد آزما تھے۔ انہوں نے اپنی قوت ارادی کی مدد سے مسلسل اس روز تک موت کو غالب آنے نہیں دیا۔ بالآخر آج موت نے اس عظیم انسان کو زیر کر دیا۔ جس نے اپنی زندگی میں بھی شکست تسلیم نہیں کی۔ مسٹر چرچل غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اس صدی میں اپنی مختلف صلاحیتوں کے ذریعے برطانوی قوم کی جتنی خدمت کی۔ اس کی وجہ سے برطانوی قوم کی تاریخ میں انہوں نے لازوال اور نمایاں حیثیت حاصل کر لی۔

دوسری عالمگیر جنگ میں جب اتحادیوں کو پے بہ پے شکستیں ہو رہی تھیں اور ساری دنیا کو یقین ہو چکا تھا کہ اس بار برطانیہ کی عظمت کا آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو جائے گا۔ اس آڑے وقت میں سر ونسٹن چرچل نے ملک کی زمام حکومت سنبھالی۔ اسی خطابت تجربے اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعے مایوس قوم کے حوصلے بلند کئے اور جلد ہی جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ ان کا نام ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے ان کا صرف یہی کارنامہ کافی ہے۔

سر ونسٹن چرچل 30 جون 1874ء کو پیدا ہوئے تعلیم ختم کرنے کے بعد انہوں نے پیدل فوج کی ایک رجمنٹ میں بھرتی کے لئے کوشش کی تھی لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن اس ناکامی سے بالکل بددل نہیں ہوئے اور فوج میں بھرتی ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں وہ گھڑ سوار فوج میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے کچھ عرصے ہندوستانی فوج میں ملازمت کی جہاں وہ پولو کے کھلاڑی کی حیثیت سے بہت مشہور ہوئے۔ موجودہ صدی کے شروع میں جب جنوبی افریقہ میں جنگ شروع ہوئی تو چرچل کا نام اخباری نمائندوں میں دیکھا گیا۔ وہ اس وقت مارننگ کوٹ کے نمائندے تھے۔ اور انہیں 25 پونڈ ماہانہ تنخواہ ملتی تھی جو اس زمانہ کے لحاظ سے بہت زیادہ تھی۔ اس وقت ان کی عمر بمشکل 25,24 سال ہوگی۔ لیکن اتنی کمسنی میں وہ کوئی اہم کردار ادا کر چکے تھے۔ لیکن بعد کے زمانے میں انہوں نے جو کارنامے سرانجام دیئے ان کی وجہ سے نہ صرف برطانیہ کی تاریخ میں بلکہ تاریخ عالم میں ان کا نام ہمیشہ اہم مقام حاصل کرے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس زمانے میں وہ جنوبی افریقہ میں مارننگ پوسٹ کے نمائندے کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ انہیں ایک ایسی ریل میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں برطانوی ہتھیار بھی لدے ہوئے تھے۔ بور سپاہیوں نے اس گاڑی پر حملہ کر کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور مسافروں کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہونے والے افراد میں مسٹر چرچل بھی تھے۔ چرچل کی آزاد طبیعت بھلا جیل کی چار دیواری میں کیسے مقید رہ سکتی تھی۔ لہٰذا انہوں نے جیل سے فرار ہونے کا منصوبہ تیار کیا اور دو افسروں کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گئے جب وہ بھاگ کر انگلستان پہنچے تو وہاں ان کا پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ یہ واقعہ چرچل کی زندگی میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کے بعد سے چرچل نے ملکی سیاست میں عملی حصہ لینا شروع کیا۔ وہ جلد ہی پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہو گئے۔

جہاں انہوں نے اپنی خطابت کے ایسے جوہر دکھائے کہ رہتی دنیا تک ان کا نام عظیم پارلیمانی خطیبوں میں روشن رہے گا۔ ان کی پارلیمانی زندگی اور خطابت کی وجہ سے ان کا نام برطانوی پارلیمنٹ سے اتنا ہم آہنگ ہو گیا کہ ان میں سے ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ناممکن تھا۔ چرچل کا نام سنتے ہی برطانوی پارلیمنٹ کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور برطانوی پارلیمنٹ کا تصور کرتے ہی چرچل کی شخصیت نگاہوں کے سامنے ابھر آتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پارلیمنٹ میں انہیں ہمیشہ کامیابی ہی حاصل ہوتی رہی ہے۔ جب وہ .... پہلی مرتبہ پارلیمنٹ میں قدامت پسند جماعت کے رکن کی حیثیت سے شامل ہوئے تو ان کی تقریر ایسی تھی کہ خود ان کی جماعت کے لوگوں نے ان کے خلاف نعرے لگائے تھے۔

چرچل نے تیس سال کی عمر میں پارلیمنٹ میں ایک ایسا ہنگامہ برپا کر دیا تھا جو برطانوی پارلیمنٹ کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ وہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو وزیر اعظم آرتھر بلیفور اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے تمام ساتھی بھی واک آؤٹ کر گئے۔ مسٹر چرچل کی ذہانت نے بھی ایسا بھرپور جواب دیا کہ بڑے بڑے سیاستدان دنگ رہ گئے۔ وہ بلا تامل حزب اختلاف کے لیڈر لائیڈ جارج کے برابر ایک نشست پر بیٹھ گئے۔ دوسرے انتخاب میں لبرل جماعت کو کامیابی ہوئی اور مسٹر چرچل بھی کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد انہیں لبرل وزارت میں وزیر داخلہ مقرر کیا گیا۔

1911ء میں انہیں بحریہ کا پہلا لارڈ مقرر کیا گیا۔ برطانیہ کی حکومت میں وہ پہلے شخص تھے جس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ پہلی جنگ عظیم زیادہ دور نہیں۔ کچھ عرصہ بعد بعض اختلافات کی بناء پر مسٹر چرچل نے استعفیٰ دیدیا اور فوج میں معمولی سپاہی کے طور پر بھرتی ہو گئے۔ ایک ماہ تک انہوں نے محاذ پر خندقوں میں جنگ لڑی۔ بعد میں انہیں کرنل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقرر کیا گیا۔

جب لائیڈ جارج نے نئی حکومت بنائی تو چرچل کو اس میں اسلحہ سے متعلق وزیر بنایا گیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بھی چرچل وزارت جنگ میں کام کرتے رہے اور 1922ء تک وزیر رہے۔ اس سال انتخابات میں لبرل پارٹی کو شکست ہوئی اور چرچل بھی اس بار منتخب نہ ہو سکے۔ جنگ کے دوران انہوں نے شوقیہ طور پر مصوری شروع کی۔ ان کی عمر 47ء سال ہو چکی تھی۔ انہیں فوج اور پارلیمنٹ کا کافی تجربہ ہو گیا تھا۔ اب انہوں نے جنگ کی تاریخ لکھنی شروع کی جو بعد میں چھ جلدوں میں شائع ہوئی۔

1923ء میں مسٹر چرچل نے دوبارہ پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہونے کی کوشش کی۔ مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

1924ء میں وہ ''آئین پسند'' کے طور پر پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہو گئے۔ اس سال وہ ٹوری حکومت میں وزیر خزانہ مقرر ہوئے۔ لیکن جلد ہی ان کے اسٹینلے بالڈون سے اختلافات ہو گئے اور انہوں نے ٹوری پارٹی کی حکمت عملیوں پر کڑی نکتہ چینی شروع کر دی۔ 1930ء ہی میں مسٹر چرچل نے محسوس کر لیا تھا کہ ہٹلر کی بڑھتی ہوئی طاقت دنیا کو دوسری عالمگیر جنگ کی طرف تیزی سے لئے جا رہی ہے۔ انہوں نے بار بار دنیا کو اس خطرے سے آگاہ بھی کیا۔ مگر اکثر لوگوں نے اس پر توجہ نہ دی۔

لیکن بالآخر چرچل کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی اور ان کے پیشرو مسٹر چیمبر لین کی امن پسندی اور ہٹلر کو رام کرنے کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئی اور جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کر کے دوسرے عالمگیر جنگ کا آغاز کر دیا۔ چرچل کو بحریہ کا وزیر بنا دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد ہی ڈنکہر سٹ کا واقعہ پیش آیا۔ کچھ دنوں بعد انہیں برطانیہ کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ انہوں نے اپنی فراست معاملہ فہمی اور وسائل رسی سے جلد ہی جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور جرمنی کی پیش قدمی کرنے والی فوجوں کو تقریباً ہر محاذ پر شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ دسمبر 1941ء کو برطانوی وزیر اعظم ونسٹن چرچل نے اپنی ایک تقریر میں جنگ کی فتح کا تذکرہ کرتے ہوئے ہاتھ سے ''V'' کا نشان بنایا۔ جو بعد میں دنیا بھر میں مقبول ہوا۔ بالآخر دوسری عالمگیر جنگ ختم ہو گئی اور چرچل کو اس جنگ کا سب سے بڑا ہیرو تسلیم کر لیا گیا۔ مگر جنگ کے خاتمے کے بعد برطانوی قوم نے قدامت پرست مسٹر چرچل کے بجائے لیبر پارٹی کے مسٹر اوٹلی کو وزیر اعظم بنا دیا۔ کچھ عرصے بعد چرچل عملی سیاست سے علیحدہ ہو گئے اور برطانوی حکومت نے ان کی قومی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں سر کے معزز خطاب سے نوازا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 ستمبر 1965ء

پاک بھارت جنگ ستمبر

جنگ ستمبر کی ابتداء معرکہ رن کچھ سے ہوئی۔ ایوب خان روس کے دورے کے دوران جب ماسکو میں تھے تو انہیں اسلام آباد سے فون کر کے اطلاع دی گئی کہ بھارتی فوج رن کچھ کے متنازعہ علاقے میں داخل ہوگئی ہے اور پاک فوج مناسب اقدام کر رہی ہے۔

جنگ کی ابتداء کے بارے میں میاں امیر الدین اپنی یادداشتوں پر مبنی کتاب ''یاد ایام'' میں لکھتے ہیں ''اگست کے اواخر میں محسوس ہوتا تھا کہ ہماری سرحدوں پر فوجیں بلا لی گئی ہیں اور افواہیں گشت کرنے لگیں کہ بھارت پاکستان پر حملہ کرنے والا ہے۔ ۴ ستمبر کو سول ڈیفنس والوں نے پولیس کی مدد سے بتیاں گل کرائیں۔ یعنی بلیک آوٹ کی مشق کی۔ مگر حکومت کا رویہ ایسا تھا گویا کچھ ہونے والا ہی نہیں، تقریباً سب ٹھیک ہے کا سا اسلوب تھا۔

۲ ستمبر سے کوئی پندرہ روز قبل میرے عزیز مرحوم جنرل ریاض نے ملٹری انٹیلی جینس کے سربراہ کی حیثیت سے ایوب خان سے ملاقات کی اور متنبہ کیا کہ حملہ ہونے والا ہے، مگر عزیز صاحب نے جو وزارت خارجہ کے سیکرٹری تھے بڑی شدت سے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ امریکہ نے ہمیں یقین دلا رکھا ہے کہ بھارت بین الاقوامی سرحد کو نہ چھیڑے گا۔ پھر ریاض صاحب نے یکم ستمبر کو ہیڈ کوارٹر رپورٹ بھیج دی کہ حملہ ہونے والا ہے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو وہ تین روز بعد جنرل موسیٰ سے ملے اور ان کو بتایا کہ حملہ ہونے والا ہے۔ پھر ۴ ستمبر کو ریاض صاحب نے پاکستان کے ہر محاذ کے کمانڈر کو اپنے طور پر اطلاع دی جس میں مفصل درج تھا کہ کس کمانڈر کے مقابل کون بھارتی کمانڈر ہے؟ یونٹ کون سی ہے؟ ساز و سامان کتنا ہے؟ بھارتی کمانڈر کی عقلی ذہنی اور بہادری کی صلاحیت کیا ہے؟ یہ سب ریاض صاحب نے فوجی ہیڈ کوارٹر سے بالا بالا کیا''۔

رن کچھ کا علاقہ پاکستان کے صوبہ سندھ اور سابق ریاست کچھ کے درمیان ایک خشک جھیل کا غیر آباد علاقہ ہے۔ جو تقسیم کے بعد بھارتی ریاست گجرات میں شامل کیا گیا تھا۔ اس متنازعہ علاقے میں شمال کی سمت 35,000 مربع میل پر پاکستان کا دعویٰ تھا۔ جبکہ بھارت کا دعویٰ تھا کہ ان کا 8400 مربع میل کا علاقہ اس کی ملکیت ہے۔ چونکہ اس متنازعہ علاقے کی ابھی تک حد بندی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے سرحد کے دونوں طرف بسنے والے دیہاتی اس علاقے میں واقع چراگاہوں میں اپنے مویشی چراتے تھے۔ جنوری 1965ء میں بھارت نے کنجر کوٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قریب پاکستانی فوج کے گشت میں مداخلت شروع کر دی اور پاکستانی چوکیوں کے مقابل اپنی نئی چوکیاں قائم کر لیں۔اس کے بعد بھارت کی بری فوج کے ایک پورے بریگیڈ کے علاوہ دو پلٹنیں اور بھی پہنچ چکی تھیں۔حکومت پاکستان نے بھارتی حکومت کو ان فوجی سرگرمیوں کی طرف متوجہ کیا۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارتی فوجوں نے پاکستانی فوجوں کے خلاف اندھا دھند فائرنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔کچھ کے علاقہ میں بھارتی فوجیں پاکستانی علاقہ میں گھس آئیں اور پاکستان کی دو فوجی چوکیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔24 اور 25 اپریل کی درمیانی شب پاک فوج نے بھارت کا ایک اور بڑا حملہ پسپا کر دیا اور پاکستانی فوج دس میل تک متنازعہ علاقے میں گھس گئی۔

وزیراعظم شاستری نے برطانوی وزیراعظم سے اصرار کیا کہ وہ پاکستان کو مجبور کریں کہ وہ جنگ بندی کے ساتھ ساتھ رن کچھ میں سابق صورتحال پر قائم رہے۔بھارت نے پاکستان کو دھمکی بھی دی کہ وہ رن کچھ کی جنگ کو وسیع پیمانے کی جنگ میں تبدیل کر دے گا۔حکومت پاکستان نے مفاہمت کے لئے جتنی بھی کوششیں کیں بھارت کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ناکام ہوگئیں۔آخر کار برطانوی ہائی کمشنر سر مورس جیمز کی کوششوں سے جنگ بندی کا ایک معاہدہ طے پا گیا۔لیکن پاکستان کے خلاف بھارتی رہنماؤں کے دلوں میں نفرت وعداوت کی آگ اسی طرح بھڑک رہی تھی۔جو آخر کار بڑی جنگ کی صورت میں نمودار ہوئی۔

6 ستمبر 1965ء کو بھارتی فوج نے رات کے اندھیرے میں پاکستان پر حملہ کر دیا۔پاکستان کو آزادی بھارتی لیڈروں کی مرضی کے خلاف حاصل ہوئی۔جس کے متعلق وقتاً فوقتاً اظہار کرتے رہتے ہیں۔ہزار سال سے زائد عرصے تک مسلمان برصغیر پر حکومت کرتے رہے۔یہ حقیقت بھارتی لیڈروں کے سینوں کا داغ بن گئی اور وہ ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہے کہ پاکستان کے وجود کو دنیا کے نقشے سے مٹا دیں۔

قیام پاکستان کے بعد حیدر آباد کے سقوط اور جونا گڑھ کی تباہی نے ان کے عزائم کو بے نقاب کیا کشمیر پر غاصبانہ قبضے نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے۔کشمیر کا مسئلہ دن بدن بگڑتا چلا گیا اور پنڈت نہرو سے لے کر ان کی بیٹی تک ہر بھارتی حکمران نے ان تمام بین الاقوامی وعدوں کو پس پشت ڈال دیا۔جن کی رو سے کشمیر کا مسئلہ آزادانہ استصواب رائے سے حل ہونا قرار پایا تھا۔مقبوضہ کشمیر میں ظلم واستبداد دن بدن بڑھتا چلا گیا۔جس نے بالآخر جنگ کی شکل اختیار کر لی۔اس وحشت گردی کے خلاف کشمیری عوام مصروف جدوجہد رہے۔اسی تحریک کے خاتمہ کے لئے بھارت نے ستمبر 65ء کو لاہور پر اچانک حملہ کر دیا۔اس سے پیشتر بھارتی وزیراعظم اور وزیر دفاع یہ دھمکیاں دے چکے تھے کہ اگر کشمیر کی جنگ ختم نہ ہوئی تو ہم اپنی مرضی کا نیا محاذ کھولیں گے۔اس سے پہلے بھارت اپنے ہمسایہ ملک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چین سے نبرد آزما ہو کر سخت خفت اٹھا چکا تھا چنانچہ اس حقارت آمیز شکست کا بدلہ اپنے سے چھوٹے ملک یعنی پاکستان سے چکانے کا اہتمام کیا گیا۔

بھارتی کمانڈر انچیف نے اپنے افسروں اور جوانوں کو حملہ سے پہلے یہ مژدہ سنایا تھا کہ ہم چھ گھنٹے بعد لاہور جمخانہ میں ایک دوسرے کا جام صحت تجویز کریں گے اور فتح کی خوشیاں منائیں گے۔ ستمبر 1965ء میں پاکستان اور بھارت کی عسکری قوت میں ایک اور چھ کی نسبت تھی مگر جنرل چوہدری اور اس کی بھارتی سینا کے توپ و تفنگ مجاہدین اسلام کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ پاکستانی ہوائی فوج نے چشم زدن میں بھارتی ہوائی اڈوں کا ستیاناس کر دیا اور انہیں اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ سر چھپا سکیں، بحریہ جو معمولی بیڑے پر مشتمل تھی۔ اس نے بھارتی بحری اڈے کو تہس نہس کر دیا۔ دوارکا ایسا بھسم ہوا کہ جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا اور محمود غزنوی کا مسمار کردہ سومنات کا مندر جسے بھارتی حکومت نے از سر نو سجایا تھا۔ شکست و ریخت کا ڈھیر بن گیا۔

مسلمانوں کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دشمن کی کثرت تعداد یا افراط اسلحہ نے انہیں کبھی مرعوب نہیں کیا۔ یہ معرکہ بدر و حنین ہو یا محمد بن قاسم کا سترہ برس کی عمر میں مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ سندھ میں وارد ہونا طارق کا اندلس کے کنارے اپنے سفینوں کو جلانا، ہر موقع پر مسلمانوں نے مادی طاقت اور طاغوتی قوتوں کے خلاف جذبہ جہاد سے سرشار داد شجاعت دی ہے۔ قریب قریب ہر ایسی جنگ میں یہ کلیہ کہ ایک مسلمان دس کافروں پر بھاری ہوتا ہے پورا ہوا۔ بعض اوقات تو ایک اور سو کی نسبت تھی۔

6 ستمبر کی صبح کو جس وقت شہر میں یہ خبر پھیلی کہ بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے۔ تو لاہور میں ایک خاص قسم کا جوش و خروش دیکھنے میں آیا۔ ہزار ہا شہری سرحد کی طرف دوڑے اور شوق شہادت میں اپنے فوجی بھائیوں کی صفوں میں شامل ہونے کی کوشش کی، بہت مشکل سے ان پر کنٹرول کیا گیا۔ پھر بھی سینکڑوں شہری فوجیوں کا سامان اٹھائے ان کے ساتھ ہو لئے اور بعض ان میں سے شہید بھی ہوئے۔

ایک اور بڑے محاذ جسے چونڈہ سیکٹر کا نام دیا گیا۔ دشمن نے ٹینکوں سے بھرپور حملہ کیا مگر پاکستانی شیروں نے اس بے جگری سے اس حملہ کو روکا اور دشمن کے دانت کھٹے کئے کہ اپنے تو اپنے بیرونی مبصرین بھی دنگ رہ گئے۔ بعض بیرونی اخباری نمائندوں کا کہنا تھا کہ پاکستانی فوج نے دوسری جنگ عظیم میں جرمنوں کی بہادری سے بھی بڑھ کر بہادری کا ثبوت دیا ہے۔

قصور سیکٹر میں بھی دشمن کا دباؤ کچھ کم نہ تھا۔ مگر پاکستانی جانبازوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور دشمن کو مارتے مارتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھیم کرن پر پاکستانی پرچم لہرا دیا۔

پاکستانی افواج کی کامیابیوں اور دشمن پر تابڑ توڑ حملوں کی تفصیل پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اور اس جنگ میں براہ راست شریک اہل قلم نے بہت کچھ لکھا بھی ہے۔ غرض سترہ دن کی مسلسل آتش فشانی کا جس طرح مقابلہ کیا گیا اس کی مثال دنیا کی جنگوں میں بہت کم ملتی ہے۔

بالآخر بھارت کے ان دنوں کے سرپرست امریکہ بہادر کی مداخلت پر فائر بندی ہوئی۔ اس جنگ میں کس کا کتنا نقصان ہوا یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ پاکستان اپنے محدود وسائل اور بہت کم فوجی طاقت کے باوجود سرخرو اور کامران نکلا اور دشمن کو اس کی امید سے زیادہ نقصان پہنچا۔

میدان جنگ کے شاندار کارناموں کے علاوہ پاکستانی عام شہری کے حوصلے کی الگ داستان ہے۔ لاہور ایسے شہر میں لوگ یا تو جنگی لائن کے پیچھے خدمات انجام دے رہے تھے یا معمول کے مطابق اپنے دفتروں' کارخانوں اور دکانوں پر کام کر رہے تھے۔ رات دشمن کے ہوائی حملوں کا خوف بھی انہیں نہیں ستاتا تھا' اگر دن کے وقت کوئی بھارتی طیارہ پاکستانی فضاؤں میں آنے کی جرأت کرتا تو جوں ہی پاکستانی ہوا باز اس کے ساتھ پلٹ جھپٹ میں مصروف ہوتے۔ لاہور کے لاکھوں باسی مکانوں کی چھتوں' بازاروں اور کھلے میدانوں میں اس کا تماشا کرنے نکل پڑتے۔ یہ حفاظت کے نقطہ نظر سے اچھی بات نہیں تھی مگر اس سے مسلمانوں کے بلند حوصلوں کی نشاندہی ہوتی تھی۔

دوسری طرف سیاسی اور سماجی جماعتوں نے ریلیف کا کام شروع کیا اور لوگوں نے دل کھول کر امدادی کیمپوں میں کھانے پینے کی اشیاء دوائیاں پارچات جوتے کوٹ وغیرہ پہنچانا شروع کئے۔ زنانہ مراکز سے خواتین اون لے کر آئیں اور اس کے سویٹر بن بن کر پہنچائے۔ سرکاری مراکز امداد کے علاوہ اس وقت کی حکمران جماعت کنونشن مسلم لیگ نے بھی بہت بڑا مرکز کھول رکھا تھا۔ تمام مخالف سیاسی جماعتوں نے اس سے بھرپور تعاون کیا اور محلّہ محلّہ پھر کر اشیاء جمع کیں۔ جنگ لائن کے عقب تک پہنچ کر تمام اشیاء فوجی افسروں کے حوالے کی جاتیں لوگ جب دشمن کے سامنے اپنے افسروں اور جوانوں کو لڑتے دیکھتے تو ایسے ناقابل بیان سرور اور جوش دلوں میں پیدا ہوتا کہ اے کاش ہم بھی اس وقت خاکی وردی میں ہوتے۔

شہر میں انتقال خون کے تمام مراکز پر وہ جم غفیر ہوتا کہ انتظار مشکل ہو جاتا۔ سینکڑوں جوانوں' عورتوں اور بچوں کو غمگین واپس جاتے دیکھتے تو دل پر بہت اثر ہوتا۔ مشکل یہ تھی کہ خون کشید کرنے کے لئے اس قدر عملہ بھی نہیں تھا اور بوتلیں بھی اتنی تعداد میں نہیں تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سول ڈیفنس کے محکمہ کی کارکردگی بھی بہت اچھی تھی ہر گلی کوچہ میں نوجوانوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ محلّہ کا سائرن بجتے ہی چلنا پھرنا معطل' رات کا وقت ہو تو بلیک آؤٹ پر مکمل عمل الغرض زندگی کے ہر شعبے کے نوجوان بچے' بوڑھے اور عورتیں اپنے اپنے طور پر اس جنگ میں شریک تھے۔

10 جنوری 1966ء

معاہدہ تاشقند

پاک بھارت جنگ کے دوران روس کے وزیر اعظم مسٹر الیکس کوسیجن نے پاکستان اور بھارت کے سربراہوں کو جنگ بندی کی تجویز پیش کرتے ہوئے دعوت دی کہ وہ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے روسی ترکستان کے شہر تاشقند میں مذاکرات کریں۔ انہوں نے یہ بھی پیشکش کی کہ اگر دونوں فریق چاہیں تو وہ خود بھی بات چیت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ ایوب خان نے کئی روز تک اپنے وزیروں اور مشیروں کے ساتھ اس پیشکش کے مضمرات پر تبادلہ خیال کیا۔ ایوب خان کی پریشانی یہ تھی کہ برصغیر روائتی طور پر مغرب کے زیر تسلط رہا ہے اس وقت امریکہ اور برطانیہ یہ میدان خالی کیوں چھوڑ رہے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بھارت کے روس کے ساتھ گہرے مراسم ہیں اور روس پاکستان پر ہی دباؤ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ صدر ایوب نے وزیر اعظم کوسیجن کو ایک خط میں لکھا کہ وہ مذاکرات کے بجائے سلامتی کونسل میں ایک ایسی بامقصد قرارداد منظور کرانے کی کوشش کریں جو مسئلہ کشمیر حل کرانے میں مدد کر سکے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے امریکہ اور برطانیہ کے دورے بھی کئے لیکن ان کی یہ کوششیں بارآور ثابت نہ ہو سکیں۔ کیونکہ انہیں امید تھی کہ وہ ان ملکوں کو مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ دباؤ ڈالنے پر آمادہ کر لیں گے لیکن امریکہ اور برطانیہ اس مسئلے کو روس کی گود میں ڈالنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

ایوب خان ۳ جنوری کو تاشقند پہنچے، پاکستانی وفد کے ممبروں میں وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو، سیکرٹری امور خارجہ عزیز احمد، وزیر اطلاعات ونشریات خواجہ شہاب الدین، وزیر تجارت غلام فاروق، سیکرٹری اطلاعات الطاف گوہر، روس میں پاکستانی سفیر اطہر اقبال، ائیر مارشل اصغر خان، میجر جنرل آغا محمد یحییٰ خان، بریگیڈیئر گل حسن اور بھارت میں پاکستانی ہائی کمشنر میاں ارشد حسین شامل تھے۔

سوویت یونین نے پاکستانی اور بھارتی وفود سے یکساں سلوک کے لئے غیر معمولی اہتمام کر رکھا تھا۔ تاشقند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچنے پر صدر ایوب کے استقبال کے لئے وزیر اعظم روس مسٹر کوسیجن اپنی کابینہ سمیت موجود تھے۔ خیر مقدمی بینروں پر

''صدر پاکستان خوش آمدید'' ''پاکستانی عوام کو دوستانہ سلام'' ''امن عالم زندہ باد''

کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ تاشقند کانفرنس کا انعقاد ایک عمارت ڈور مین ولا میں ہوا۔ ۴ جنوری کو دونوں ملکوں کے حکمران پہلی مرتبہ اپنے مسائل کے حل کے لئے اکٹھے ہوئے، اس عمارت میں سب سے پہلے روس کے وزیر اعظم الیکس کوسیجن، ان کے بعد پاکستان کے صدر محمد ایوب خان اور پھر بھارتی وزیر اعظم لال بہادر شاستری داخل ہوئے۔ کانفرنس میں سب سے پہلے مسٹر کوسیجن پھر صدر ایوب اور پھر لال بہادر شاستری نے خطاب کیا۔ لال بہادر شاستری نے ایوب خان سے علیحدگی میں بھی ملاقات کی لیکن انہوں نے اس دوران ایک ہی رٹ لگائے رکھی ''جنرل تم میرے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرو، میرے اپنے ملک میں مجھے بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ ایوب خان ان کا حوصلہ بڑھاتے رہے لیکن وہ یہی رونا روتے رہے کہ وہ بھارتی رائے عامہ کے سامنے بے بس ہیں۔

اعلان تاشقند کے مسودوں میں کافی ردوکد کے بعد اس معاہدے کو تسلیم کرلیا گیا۔ 10 جنوری 1966ء کو اس معاہدے پر دستخط ہوئے اس کے خاص نکات یہ ہیں۔

☆ صدر ایوب خان اور وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے مسئلہ کشمیر پر اپنے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔

☆ طے پایا کہ دونوں ملکوں کے ہائی کمشنر اپنے اپنے عہدوں کا ازسر نو چارج سنبھال لیں گے اور سفارتی مشن پھر سے معمول کے مطابق کام شروع کر دیں گے۔

☆ دونوں ملکوں نے اپنی فوجیں 25 فروری 1966 تک 5 اگست 1965 کی پوزیشن پر پیچھے ہٹانا منظور کرلی ہیں۔

☆ دونوں ممالک نے اقوام متحدہ کے منشور کا پابند رہنے کا عزم کیا ہے، جس کے تحت باہمی مسائل فوجی طاقت کی بجائے پرامن طریقے سے حل کئے جائیں گے۔

☆ پاکستان اور بھارت میں اقتصادی، تجارتی اور ثقافتی تعلقات بحال کرنے اور مواصلات کا سلسلہ بھی بحال کرنے پر اتفاق ہوا ہے۔

☆ جنگی قیدیوں کی واپسی کے سلسلے میں دونوں ممالک کے سربراہوں نے ہدایات جاری کرنے پر اتفاق کیا ہے اور طے ہوا ہے کہ اب تک ہونے والے تمام معاہدوں پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ دونوں ممالک اپنے ہاں سے لوگوں کے اخراج سے متعلق مسائل اور ان کی جائیدادوں کی واپسی کے معاملے پر باہمی غور و خوض جاری رکھیں گے۔

☆ دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈہ ختم کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

☆ دونوں سربراہوں نے طے کیا کہ براہ راست ایک دوسرے کے ملک کے ساتھ تعلق رکھنے والے معاملات کو اعلیٰ یا دوسری سطحوں پر اجلاس منعقد کر کے تصفیہ کریں گے۔

☆ دونوں ممالک ایسے ادارے قائم کریں گے جو باہمی تعلقات کے متعلق اپنی اپنی حکومتوں کو رپورٹ پیش کریں گے تاکہ رپورٹوں کی روشنی میں تعلقات کی بہتری کیلئے مزید اقدام کئے جا سکیں۔ طے ہوا کہ ایسے اقدامات کیے جائیں گے ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ ہو۔

اس معاہدے پر وزیراعظم کوسیجن نے گواہ کے طور پر دستخط کئے۔

10 جنوری کی اس رات کو لال بہادر شاستری دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے ائیر پورٹ پر کوسیجن اور ایوب خان نے شاستری کا تابوت جہاز میں رکھنے میں مدد دی۔ اس واقعہ کے چند گھنٹے بعد پاکستانی وفد واپس آنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

5 جون 1967ء

اسرائیل کے ہاتھوں عربوں کی شکست

مغربی قوتیں اگرچہ ''آزاد جہاز رانی'' کے نام پر خلیج عقبہ کو کھلا سمندر قرار دینا چاہتی تھیں مگر فی الحقیقت ان کا مقصد یہ تھا کہ افریقہ اور ایشیائی ممالک کو مال بھیج کر، ان ممالک سے خام اشیاء اور تیل حاصل کیا جائے جس کی اقتصادی اور فوجی ضروریات کی وجہ سے اسرائیل کو سخت ضرورت تھی۔ ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ ایلات کی بندرگاہ کو چوڑا کر دیا جائے تاکہ ان کے جنگی جہاز اور ان کی آبدوزیں یہاں اڈہ بنا سکیں اور اس طرح عربوں کے سر پر ایک مستقل خطرہ رہے۔ ان کا تیسرا مقصد یہ تھا کہ تیل کی پائپ لائنوں کو خلیج عقبہ سے توسیع دے کر مقبوضہ فلسطین کو بحر روم کی بندرگاہوں تک لے جایا جائے تاکہ متحدہ عرب جمہوریہ کو نہر سویز میں سے گزرنے والے تیل بردار جہازوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے محصول چنگی کی جو آمدنی ہوتی تھی اسے ختم کیا جا سکے

اسرائیل کے سابق وزیر اعظم بن گورین نے امریکی اخبار نویس کو دس سال پہلے بتایا تھا کہ خلیج عقبہ سے بحر روم تک تیل کی پائپ لائنیں بچھانے کے منصوبے کی غرض و غایت اسرائیل اور یورپی ممالک کی تیل کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔

یہی نہیں ایک مشہور صہیونی سیاح نے اپنی کتاب ''مساسدہ'' میں سینائی کی جغرافیائی' مذہبی' فوجی اور تجارتی اہمیت کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے۔'' سینائی ان افریقی اور ایشیائی ممالک کے درمیان بحیرہ روم بحیرہ قلزم کے دونوں کنارے آباد ہے۔ایک دیوار سے جس کا قبضہ سینائی پر ہوگا۔وہی ان ممالک اور ان سمندروں پر فرمانروا ہوگا۔ فلسطین میں صیہونی حکومت قائم کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ایشیا کے عرب ممالک کو افریقہ کے عرب ممالک سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ سامراجی اور نو آبادی قوتوں کے بل بوتے پر صیہونی فلسطین کے بیشتر حصہ پر پہلے ہی قابض ہو چکے تھے اور اس طرح انہوں نے ان دونوں براعظموں کے عربوں کے باہمی علاقائی تعلق کو پارہ پارہ کر دیا۔ اب وہ ان عرب ممالک کے درمیانی بحری اور فضائی تعلقات کو بھی منقطع کر دینا چاہتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں صیہونی حکومت سامراجی قوتوں کے ہاتھوں میں عربوں کے خلاف خون آشام خنجر بنی ہوئی تھی ۔ جسے یہ قوتیں جب چاہیں عربوں کے دل و جگر میں پیوست کر دیں۔

چنانچہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے 5 جون 1967ء کو اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا۔آگ اور خون کی جو خوفناک گھٹائیں مشرقِ وسطیٰ کی فضا میں منڈلا رہی تھیں۔آخر پوری شدت سے برس پڑیں۔عربوں اور اسرائیل کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔وہی اسرائیل جسے مغربی سامراجیوں نے ایک زہر آلود خنجر کی طرح عربوں کے پہلو میں بھونکا تھا۔ یہ مصیبت تنہا مشرقِ وسطیٰ کے لئے نہیں تنہا عربوں اور ان کی وجہ سے دنیائے اسلام کے لئے نہیں بلکہ روئے زمین کے ہر ملک اور ہر قوم کے لئے باعث صد تشویش و اضطراب ہونی چاہیے تھی۔ جسے عالمی امن و سلامتی اور فلاح انسانیت کا کچھ بھی احساس تھا۔

جنگ شروع ہونے سے دو چار دن ہی قبل ایک اور اہم انکشاف ایک نامہ نگار نے کیا۔اس نے لکھا کہ اگر جنگ مختصر ہوئی تو اسرائیل اپنی بہتر تنظیم و قیادت کی وجہ سے بالا دست رہے گا۔لیکن اگر جنگ طول پکڑ گئی۔تو عربوں کے وسیع تر وسائل کی بدولت ان کا پلہ بھاری ہوگا اور اس طرح اسرائیل نے اپنی حرب و ضرب کی بنیاد ہٹلر کے مسافیاتی اصول بلٹز کریگ (Blitz Krieg) یعنی برقی جارحانہ حملہ پر رکھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربوں کے ساتھ 6 روز کی مختصر مگر خونریز جنگ کے بعد اسرائیل نے بیت المقدس سمیت یروشلم اور دریائے اردن کے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا۔عرب ممالک کو ہر محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔5 جون کو اسرائیل نے مصر' اردن' شام اور عراق کے 25 ہوائی اڈوں پر حملہ کر کے 374ء جنگی جہاز تباہ کر دیئے۔دوسری طرف بری فوج صحرائے سینا میں پیش قدمی کرتے ہوئے نہر سویز تک پہنچ گئی۔شام کے علاقے میں بھی اسرائیلی فوج نے 30 میل کے رقبے پر قبضہ کرلیا جبکہ مشرقی محاذ پر اردن کو بھی شکست فاش سے دوچار کردیا۔

مصری فوج بے پناہ قوت مدافعت کی خصوصیات کے باوجود غلبے بہادری یا مدافعت کی کوئی بھی اسلامی روایت قائم نہ رکھ سکی تو اس کی وجہ صرف اور صرف عرب ممالک میں اتحاد کا فقدان تھا۔

26 اکتوبر 1967ء

شاہ ایران کی رسم تاجپوشی

26 اکتوبر 1967ء کو ایک شاندار اور تاریخی تقریب میں شہنشاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی اور شاہ بانو فرح پہلوی کی رسم تاجپوشی ادا ہوئی۔شہنشاہ کاخ مرمریں سے آٹھ گھوڑوں کی سنہری بگھی میں کاخ گلستان گئے۔جونہی ان کی سواری کاخ گلستان کے دروازہ پر پہنچی تو بگل بجا کر ان کی آمد کا اعلان کیا گیا۔معزز حاضرین احتراماً کھڑے ہو گئے اور قصر پر شاہ کا پرچم لہرایا گیا جیسے ہی شہنشاہ تخت طاؤس پر رونق افروز ہوئے' امام نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی اور اپنے بادشاہ کے لئے خیر و برکت کی دعا کی' اس کے بعد شہنشاہ نے قرآن مجید کو بوسہ دیا اور امام نے تاج ان کے سر پر رکھا' اس کے ساتھ ہی شاہ کو ایک سو ایک توپوں کی سلامی دی گئی' نقاروں پر چوب پڑی اور مساجد سے اذانوں کی آواز بلند ہوئی' ہوائی جہازوں نے آسمان سے پھول برسانے شروع کئے اور گھر گھر تاجپوشی کے جشن کا آغاز ہوا' شہنشاہ نے اپنی تاجپوشی کے بعد ملکہ کو تاج پہنایا' شاہ کو تمام دنیا کے سربراہوں کی جانب سے مبارکباد کے پیغامات موصول ہو رہے تھے۔

شہنشاہ 26 سال قبل تخت شاہی پر متمکن ہوئے تھے۔انقلاب سفید کی کامیابی کے بعد اب ان کی تاجپوشی ہوئی۔شہنشاہ ایران کی 48 ویں سالگرہ بھی تھی۔تاجپوشی کی رسم 1 بجکر 9 منٹ پر ادا کی گئی۔شہنشاہ کے چہرے پر سنجیدگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایران کی موجودہ تاریخ کے اس مبارک ترین دن کی تقریبات سے بہت متاثر ہیں۔شہنشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے 29 سالہ شاہ بانو فرح پہلوی کو تاج پہنایا۔شاہ بانو کا تاج پیرس میں تیار کیا گیا۔وہ ایران میں ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کی پہلی خاتون تھیں۔جنہیں تاجپوشی کی سعادت ملی۔

تاجپوشی کے لئے جب شاہ بانو شہنشاہ کے سامنے دوزانو ہوئیں۔ان کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے آنسوؤں پر قابو پا رہی تھی۔ وہ سفید لباس پہنے ہوئے تھیں۔جس میں ہیرے جواہرات لگے تھے۔شاہ بانو کی خدمت کے لئے ساتھ چھ کنیزیں تھیں جو کمخواب کے جوڑے زیب تن کئے ہوئے تھیں۔شاہ بانو کی تاجپوشی کے بعد انہوں نے شاہ بانو کو شاہی لباس پہنایا۔ یہ لباس مخمل کا تھا اور اس پر سونے کے تاروں کا کام بنا ہوا تھا۔ایران کے چھ سالہ ولی عہد سونے کی کرسی پر بیٹھے بڑے سکون سے یہ سب تماشا دیکھتے رہے اسی سکون سے شہنشاہ رضا شاہ پہلوی نے 1926ء میں اپنے والد کی تاج پوشی کا ماجرا دیکھا تھا۔

تاجپوشی کی رسم ادا کرنے کے بعد 45 منٹ تک شاہی جوڑا شہر کی سڑکوں سے گزرا۔ایرانی عوام سڑکوں کے دونوں کناروں پر کھڑے اپنے شاہ اور ملکہ کا تالیاں بجا بجا کر اور نعرے لگا لگا کر استقبال کر رہے تھے۔شاہ نے ایرانی فوجوں کے سپریم کمانڈر کی وردی پہن رکھی تھی اور ملکہ لمبے سفید لباس میں ملبوس تھیں۔شاہی جوڑا نیلے اور سنہرے رنگوں والی گھوڑا گاڑی میں سوار تھا۔

بیسویں صدی کے شروع کے بیس سال میں پورے ایران میں خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کا دور دورہ تھا جس کے نتیجہ میں آخری قاچار بادشاہ کی حکومت تہران اور اس کے گرد ونواح تک محدود تھی۔شمالی ایران بالشویک سرگرمیوں کا اڈہ بن چکا تھا۔جنوبی علاقوں میں برطانوی فوجوں کا اقتدار تھا۔مرکز میں غربت' فاقہ کشی' بدعنوانیوں بدنظمی اور افراتفری کا دور دورہ تھا۔ان عوامل کا تقاضا تھا کہ اوپر سے نیچے تک تبدیلی ہو۔

رشید اور نامی نام کے دو ایرانی سرداروں نے ایک انقلابی پروگرام بنایا۔جس پر 13 سفند 1299 یعنی 22 فروری 1921ء سے عمل شروع ہوا۔اعلیٰ حضرت مرحوم رضا شاہ پہلوی اعظم جو محض ایک فوجی افسر سے ترقی کر کے وزیر جنگ کے عہدہ تک پہنچ گئے تھے۔اپنی دور اندیشی کی بنا پر حکومت ایران کے وزیر اعظم بن گئے۔جس پر وہ 9 عیان 1304 یعنی 31 اکتوبر 1929ء تک فائز رہے۔انہوں نے اپنی مضبوط قوت ارادی اور نا قابل تسخیر عزم کی بدولت اپنی راہ میں حائل ہونے والی تمام مشکلات پر قابو پالیا۔انہوں نے ایک نئی فوج منظم کی اور تمام غیر پسندیدہ غیر ملکی عناصر کو ملک سے نکال دیا۔غدار اور نافرمان فوجی سرداروں کو کیفر کردار تک پہنچایا ملک کی مالی حالت کو مستحکم کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امن و امان بحال کیا۔ جس کی ایران کو برسوں سے ضرورت تھی۔

قاچار بادشاہوں نے جو قومی دولت کے بل بوتے پر یورپ میں طویل عرصے تک چھٹیاں گزارنے اور رنگ رلیاں منانے کے شوقین تھے۔ ملک کو بے رحم سرداروں اور خود غرض موقع پسندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ جنہیں کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی کہ موقع سے بے دریغ فائدہ اٹھائیں جس سے عوام میں بددلی اور بے چینی پھیل گئی۔

عوام کے لئے یہ ناخوشگوار صورت حال ناقابل برداشت تھی اور انہوں نے پورے زور وشور سے اختیارات کسی بہتر شخص کو سونپنے کا مطالبہ کیا۔ عوام کے پرزور مطالبہ پر قومی اسمبلی نے اپنے پانچویں اجلاس کے اختتام پر قاچار خاندان کے آخری بادشاہ احمد شاہ کو تخت سے محروم کر دیا اور آئین ساز اسمبلی سے اس کا جانشین نامزد کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ اس وقت کے لئے جب تک نئے بادشاہ کا تقرر ہو وزیر اعلیٰ حضرت رضا شاہ اعظم کو عبوری دور کے لئے ریاست کا سربراہ نامزد کر دیا گیا۔

اس کے بعد دستور ساز اسمبلی نے آئین کی دفعات نمبر 38,37,36 اور 40 میں ترمیم کر کے 9 عیان 1204 یعنی 31 اکتوبر 1929ء سے بادشاہت اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی اعظم اور ان کے مرد وارثوں کے نام منتقل کر دی۔ اس طرح پہلوی خاندان برسر اقتدار آ گیا۔

اعلیٰ حضرت کی اعلی قابلیت اور عام مقبولیت کے پیش نظر ان کے سربراہ مملکت کی حیثیت سے تقرر کو نہ صرف ایرانی قوم نے سراہا بلکہ غیر ملکی حکومتوں نے بھی نئی بادشاہت کو تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا اور شاہی دربار میں فوراً اپنے سفیر بھیجے۔ الغرض اعلیٰ حضرت رضا شاہ اعظم کے وقت سے جو پہلوی خاندان کے بانی تھے۔ ایران کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ اپنی تاجپوشی سے پہلے کے عبوری عرصہ میں جو 25 اپریل 1936ء کو ہونی تھی اعلیٰ حضرت رضا شاہ نے اس شاندار موقع کے لئے شایان شان تیاری کی۔

ایک نئے پہلوی تاج کی تیاری کا آرڈر دیا گیا جسے مشترکہ طور پر ملکی اور غیر ملکی ماہرین نے تیار کیا۔ جب 25 اپریل 1929ء کا دن آیا تو پورا ملک خوشی کے شادیانے بجا رہا تھا۔ تہران خاص طور پر خوشی کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ گلستان محل اور آرک میدان کی دوسری سرکاری عمارتیں رنگا رنگ طریقے پر سجائی گئی تھیں۔

اس طرح اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی اعظم سر پر شاہی پہلوی تاج پہن کر ایران کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے اور تہران اور دوسرے شہروں میں کئی روز تک شہنشاہ کی تاج پوشی کا جشن منایا گیا۔

اعلیٰ حضرت رضا شاہ اعظم نے 2 جولائی 1926ء کو قومی اسمبلی کے چھٹے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے قومی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسمبلی کے ارباب اختیار اور ارکان کو تلقین کی کہ وہ ملک کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے اپنی پرخلوص کوششوں سے کام کریں اور انہیں اپنی سرپرستی کا یقین دلایا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے جناب شادروان مستفیع الممالک کو وزیراعظم نامزد کیا۔ جنہوں نے اسمبلی میں اپنی کابینہ کا تعارف کرایا۔

اس کے پندرہ سال بعد اعلیٰ حضرت رضا شاہ اعظم مرحوم کے لائق فرزند اعلیٰ حضرت محمد رضا شاہ پہلوی آریہ مہر نے سال 1320ء کے ماہ عیان میں قومی اسمبلی کے تیرہویں اجلاس کا افتتاح کرنے کے بعد سامعین کو یقین دلایا کہ وہ ایران کی سلمیت اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرینگے۔

وہ اپنی 25 سالہ بادشاہت کے دوران نہ صرف دیانت داری سے اپنے الفاظ پر قائم رہے بلکہ جو کچھ کہا تھا حقیقت میں اس سے زیادہ کر دکھایا۔ ان کی شاندار کوششوں اور نیک ارادوں کو ناکام بنانے کی غرض سے بعض غدار عناصر نے ان کی ذات پر بزدلانہ حملے بھی کئے۔ لیکن شہنشاہ ناقابل تسخیر اور غیر متزلزل عزم کے ساتھ اپنے ملک کو اقوام کی برادری میں اعلیٰ مقام پر پہنچانے کے لئے اسے جدید اور صنعتی ملک بنانے کے منصوبوں پر عمل کرتے رہے۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے کہا ''میں اپنے ملک کی آزادی اور استحکام کے تحفظ کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کے لئے بھی خوشی سے تیار ہوں''

ان کے سامنے ایک بہت بڑا کام تھا لیکن انہوں نے اسے نہایت کامیابی سے پورا کیا۔ آذر بائجان کی بغاوت کو کچلنا تیل کی صنعت کو قومی ملکیت بنانا۔ شاہ اور عوام کا سفید انقلاب جس نے ایران کی دوتہائی آبادی کو آزادی سے ہمکنار کیا۔ آزادی نسواں کارخانوں کے منافع میں کارکنوں کی شرکت، تعلیمی، صحتی، ترقیاتی اور بحالیاتی دستوں کی تشکیل اور ایران کی قومی آزاد پالیسی کی ترتیب اور اعلان اور دنیا کے تمام ملکوں کے ساتھ مصالحت کی پالیسی، ناخواندگی کے خلاف عالمگیر مہم اور دوسری درجنوں دانشمندانہ اور دوررس اصلاحات نے شہنشاہ آریہ مہر کو بین الاقوامی شہرت کی حامل معزز شخصیت بنا دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 جنوری 1968ء

اگرتلہ سازش کا انکشاف

6 جنوری 1968ء کو پاکستان توڑنے کی ایک سازش کا انکشاف ہوا جس کے بعد 28 افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن میں دو سی ایس پی افسر۔ متعدد سابق فوجی افسر اور عوامی لیگ کے دو رہنما شامل ہیں۔ پریس نوٹ کے مطابق یہ باغی عناصر ڈھاکہ میں مقیم ایک بیرونی سفارت خانہ کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر اوجھا سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔ بعض مبینہ باغیوں نے بھارت کے سرحدی علاقہ اگرتلہ کا بھی دورہ کیا جہاں انہوں نے اپنے منصوبہ پر بھارتی فوج کے لیفٹیننٹ کرنل مصرا، میجر حسنین اور کچھ دوسرے افسروں سے صلاح مشورہ کیا۔ تحقیقات کے دوران ان میں سے بیشتر افراد نے سازش میں ادا کردہ اپنے کردار کا اعتراف کر لیا۔ کہ ان لوگوں کا مبینہ مقصد یہ تھا کہ اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے کافی مقدار میں اسلحہ اور گولا بارود اور رقوم فراہم کرنی چاہئے۔ ان لوگوں کو مبینہ طور پر کافی رقم مل بھی چکی تھی۔ جو مسٹر بھوشن چوہدری عرف مانک چوہدری خازن عوامی لیگ ضلع چٹا گانگ سمیت بعض گرفتار شدگان کے ذریعہ ان تک پہنچی۔ ان کے قبضہ سے بڑی تعداد میں دستاویزات حاصل ہوئی ہیں جن میں اگرتلہ کی ملاقات میں طے کردہ ہتھیاروں کی فہرست بھی شامل ہے۔ اس سازش کا آغاز اس طرح ہوا۔

15 اور 21 ستمبر 1964ء کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن کراچی میں مقیم تھے ان کو پاکستان نیوی کے لیفٹیننٹ کمانڈر معظم حسین نے ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے مدعو کیا تھا اس سے قبل انہوں نے 1964ء کے اوائل میں اپنی قیام گاہ کراچی میں اسٹیورڈ مجیب الرحمٰن میمن نور محمد اور لیفٹیننٹ مزمل حسین کی رضامندی سے ایک میٹنگ میں شیخ مجیب الرحمٰن سے مشرقی پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے انقلابی تنظیم کے قیام کے منصوبے پر مشورہ لینے کا فیصلہ کیا یہ میٹنگ کمال الدین احمد کے مکان کراچی میں ہوئی اور اس میں (1) شیخ مجیب الرحمٰن (2) احمد فضل الرحمٰن (3) اسٹیورڈ مجیب (4) سلطان (5) نور محمد (6) احمد فضل الرحمٰن سی ایس پی اور (7) مزمل نے شرکت کی۔

معظم نے کہا کہ نیوی میں ملازم مشرقی پاکستانیوں نے مشرقی پاکستان کو ایک آزاد مملکت بنانے کے لئے جنگجو فوج بنالی ہے اور اس جماعت میں بری اور فضائی فوج میں ملازم مشرقی پاکستانیوں کو بھی شریک کیا جائے گا انہوں نے وضاحتاً کہا کہ اس منصوبے کی کامیابی کے لئے مشرقی پاکستان کے سیاسی لیڈروں اور سرکاری حکام کا تعاون اور حمایت حاصل کرنا بہت ضروری ہوگا۔ مزید یہ کہ اس جماعت کی مالی ضرورت کے لئے رقومات درکار ہوں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ مجیب الرحمٰن نہ صرف یہ کہ اس منصوبے پر رضا مند ہو گئے بلکہ خود ان کا اپنا خیال بھی یہی تھا۔انہوں نے اپنی مکمل حمایت کا وعدہ کیا اور مطلوبہ رقم کی فراہمی کی ذمہ داری بھی لی۔ملزم اے۔ایف فضل الرحمٰن نے ملزم معظم سے اس بات پر اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے دونوں صوبوں میں موجود عدم مساوات کا واحد علاج مسلح بغاوت ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ ان کو یہ یقین نہیں کہ اس قسم کے اقدام پر بھارت کا کیا رویہ ہوگا۔مجیب الرحمٰن نے کہا کہ اس بات کا تعلق ان (شیخ مجیب الرحمان) سے ہے اور کہا کہ فی الوقت ان کو ست روی سے کام آگے بڑھانا چاہئے۔کیونکہ اگر اپوزیشن نے صدارتی انتخابات جیت لئے جو اس وقت ہونے والے تھے تو شاید اس اقدام کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

شیخ مجیب الرحمٰن صدارتی انتخابات کے بعد ایک مرتبہ پھر کراچی آئے اور یہاں وہ 15 سے 21 جنوری 1965ء تک رہے،انہیں تاریخوں کے درمیان ایک دن ملزم معظم کے مذکورہ مکان پر ایک میٹنگ ہوئی جس میں (1) شیخ مجیب الرحمٰن (2) معلم () نور محمد (3) اے ایف رحمٰن (4) فلائٹ سارجنٹ محافظ اللہ اور (5) لیفٹیننٹ مزمل حسین اور چند دیگر افراد نے جن کی شناخت نہ ہو سکی شرکت کی شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ مشرقی پاکستانیوں کے لئے باعزت طریقہ پر زندگی گذارنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ وہ مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو جائیں۔انہوں نے مکمل حمایت اور مالی امداد کا وعدہ کیا اور معظم پر زور دیا کہ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر کو مشرقی پاکستان منتقل کرے اور انقلابی گروپ کی سرگرمیاں تیز کردے محمد امیر حسین جو کراچی میں سنٹرل اسٹیٹکل آفس میں ملازم تھے اور جن کے اسٹیورڈ مجیب سلطان اور سابق کارپورل عبدالبشیر محمد عبدالصمد سے قریبی تعلقات تھے۔جنوری 1965ء میں کسی وقت اسٹیورڈ مجیب نے امیر حسین کا تعارف معظم سے کرایا اور امیر حسین اس خیال سے بہت متاثر ہوئے اور اس جماعت کے سرگرم رکن بن گئے۔

جنوری 1965ء اور اگست 1965ء کے درمیان ملزم معظم کی قیام گاہ پر ہونے والی متعدد میٹنگوں میں عام طور پر معظم اسٹیورارڈ مجیب،سلطان نور محمد،حوالدار دلیل الدین اور امیر حسین شرکت کرتے رہے یہ افراد اس تنظیم کے سرگرم اراکین تھے اور ان اجلاسوں میں اغراض و مقاصد اور ان کے حصول کے لئے اختیار کئے جانے والے طریقوں پر تبادلہ خیال ہوتا تھا۔

پاک بھارت جنگ چھڑ جانے کے سبب چھٹیوں پر یا عارضی تقرری پر مشرقی پاکستان گئے ہوئے فوجی ملازمین مغربی پاکستان میں اپنے مقام تعیناتی پر حاضر نہ ہو سکتے تھے لہٰذا ان کو واپس مشرقی پاکستان میں طلب کر لیا گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسٹیورڈ مجیب اور سلطان کو ستمبر 1965ء میں چٹا گانگ کے بحری اڈے پر متعین کر دیا گیا۔ اس دوران میں بھی انہوں نے سازش سے متعلقہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

دسمبر 1965ء میں اس گروپ کی ایک میٹنگ ملزم اے ایف رحمان کی رہائش گاہ فلیٹ نمبر 21 الاکو ہاؤس وکٹوریہ روڈ کراچی میں ہوئی جس میں معظم نور محمد اے ایف رحمان صمد اور امیر حسین نے شرکت کی۔

اس جلسہ میں گروپ کی کامیابیوں کی وضاحت اور اس میں شیخ مجیب الرحمٰن کے کردار کی تعریف کی گئی اے ایف رحمان نے برطانیہ سے ٹرانزسٹرائزڈ ٹرانسمیٹروں کی فراہمی کی ذمہ داری لی اور فیصلہ کیا گیا کہ معظم کے مشرقی پاکستان میں تبادلے کی کوشش کی جائے اس سلسلے میں کے جی احمد جو اس وقت اے ایف رحمان کے ہاں مقیم تھے کے ذریعہ کام نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اسی مہینے (دسمبر 1965ء) میں معظم کی قیام گاہ آفیسرز کوارٹر کارساز کراچی میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں معظم نے دعوی کیا کہ اس نے 3 ہزار رضا کاروں کو بھرتی کر لیا ہے اور دعوی کیا کہ اگر ان کو مسلح کر دیا جائے اور اگر مسلح افواج کے چند افسران ان کی قیادت کریں تو وہ بلا تاخیر مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستانیوں کو نکال دیں گے۔

2 فروری 1966 کو امیر حسین کی کراچی سے روانگی کے موقع پر معظم نے انہیں تین ٹیبل ڈائریاں دیں جن کے کچھ صفحات پر کچھ ہدایات اور کچھ یادداشتیں ان کی رہبری کے لئے لکھی تھی۔ معظم نے انہیں بتایا کہ اس نے یہ ہدایات اپنی نوٹ بک سے نقل کی ہیں ان ہی ڈائریوں میں سے ایک ڈائری میں اس سازش میں شریک سرکردہ افراد کے خفیہ نام بھی دیئے گئے معظم نے امیر حسین کو ایک نقشہ اور اسلحہ اور گولہ بارود کی ایک فہرست بھی دی جو شیخ مجیب الرحمٰن کی درخواست پر ان کو دیا جانا تھا۔

اسٹیورڈ مجیب سلطان باغیانہ خیالات کی تشہیر میں مصروف ہو گئے تا کہ اندازہ لگا سکیں کہ اس علاقے میں کامیابی کے امکانات کیا ہیں۔ مارچ 1966ء معظم کی ہدایات پر صمد کو اے ایف رحمان نے اپنی بیوی کے ایک پٹرول پمپ کا منیجر مقرر کر دیا جو بھارت کے ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ واقع ڈھاکہ کے قریب تھا اس پٹرول پمپ کا نام ''گرین ویو پٹرول پمپ'' تھا یہ انتظام اے ایف رحمان کے توسط سے بھارتی ہائی کمشنر کے افسران سے رابطہ پر پردہ پوشی کے لئے کیا گیا تھا جہاں بھارتی ہائی کمیشن کے ملازمین پٹرول پمپ پر بظاہر پٹرول کے لئے آتے تھے۔ 4 مارچ 1966ء کو معظم نے امیر حسین کے نام ایک خط میں لکھا کہ کے جی سے ملاقات کر کے ان لینڈ واٹر ٹرانسپورٹ اتھارٹی ڈھاکہ میں ان کی تقرری کی توثیق کرانے کی کوشش کرے ساتھ ہی انہوں نے امیر حسین کو یہ بھی ہدایت دی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ ایک ایسی جگہ کرائے پر لینے کی کوشش کریں جہاں بھارت سے ملنے والا اسلحہ اور گولہ بارود ذخیرہ کیا جا سکے۔

تمام شرکائے اجلاس اس بات پر متفق تھے کہ وہ گھڑی آن پہنچی ہے جب اس سازش کے تمام ممبروں کو اسلحہ فراہم کیا جائے اور اس کے استعمال کی تربیت دی جائے اس اجلاس میں چند نمائندوں کو بھارت بھیجنے اور بھارتی حکام سے اسلحہ کے حصول کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے پر بھی اتفاق رائے کیا گیا۔

جون 1966ء میں معظم نے رمیز کو اپنی رہائش گاہ (نصیر آباد ہاؤسنگ سوسائٹی چاٹگام) پر ایک ڈائری ایک نوٹ بک اور ایک فولڈر دے کر ان کا مطالعہ کرنے کے لئے کہا کہ ان میں مجوزہ آزاد ریاست کے مقاصد اور ساخت کی تشریح کی گئی تھی جس کی رو سے حکومت تمام ملکیتی اپنی تحویل میں لے لیتی صنعتوں کو قومیا لیا جاتا کرنسی کے لئے کوپنوں کا اجراء کیا جاتا معظم نے انہیں مجوزہ جھنڈا بھی دکھایا جو نیلے اور سنہری رنگ کا تھا۔

ایک دفعہ شمس العالم کی رہائش گاہ پر معظم نے کہا کہ شمس العالم کومیلا کے سیکٹر کمانڈر کی حیثیت سے کام کریں گے انہوں نے وضاحت کی کہ منصوبہ یہ ہے کہ انقلاب کے وقت فوجی یونٹوں کے اسلحہ خانوں پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ وہ لڑائی کے قابل نہ رہ سکیں۔ تعجب اور حیرت کی فضا افرادی طاقت کی کمی کو پورا کر دے گی۔ شمس العالم کو انہوں نے ہدایت کی کہ وہ افواج کے حالیہ اور سابق ممبران سے روابط بڑھائیں۔

جولائی میں سعید الرحمٰن نے چاٹگام میں معظم کی رہائش گاہ پر ان سے ملاقات کی معظم نے سعید الرحمٰن سے پوچھا کہ کیا وہ پی این اوجھا کو جانتے ہیں۔ سعید الرحمٰن سے اثبات میں جواب ملنے پر معظم نے انہیں ہدایت کی کہ اسلحہ فہرست پی این اوجھا تک پہنچا دیں سعید الرحمٰن نے اپنی نقل و حرکت پر نگرانی ہونے کی وجہ سے اس کام کو سرانجام دینے سے معذوری ظاہر کی کچھ دنوں بعد سعید الرحمٰن نے معظم سے مطلوبہ فہرست حاصل کر کے چاٹگام ریلوے اسٹیشن پر اسے پی این اوجھا کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد معظم نے سعید الرحمٰن کے ذریعے بھارتی ڈپٹی کمشنر کے سرکاری رہائش گاہ پر پی این اوجھا سے ملاقات طے کی پی این اوجھا نے معظم کو یقین دلایا کہ وہ بھارتی حکومت کی منظوری کے لئے اسلحہ کی فہرست بھیج دینگے البتہ سازشیوں کو رقم مہیا کرنے سے وقتی طور پر انہوں نے معذوری ظاہر کی اگست میں رمیز کے گھر اجلاس میں معظم نے سازشیوں کو انقلاب کے منصوبے کی ڈائری اور نوٹ بک دکھائی معظم نے دعوی کیا کہ اسلحہ اور بارود کی فراہمی کے لئے دو بھارتی حکام سے رابطہ قائم کر چکا تھا۔

ستمبر 1966ء میں معظم نے رمیز کی رہائش گاہ پر ایک اجلاس طلب کر کے سازشیوں کو مطلع کیا کہ بھارتی حکام مطلوبہ اسلحہ و بارود دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس نے بتایا کہ سابق فوجیوں کو کئی گروپوں میں منظم کیا جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورمختلف قسم کے ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت دی جائے معظم نے سیکٹر کمانڈروں کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کا کام اپنے سرلیا ملزم نجم الھدیٰ ملزم شمس العالم اور گواہ علیہم نے کارروائی میں مداخلت کر کے تجویز کیا کہ قیادت کسی سینئر فوجی افسر کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ملزم شمس الرحمٰن نے کرنل ایم اے جی عثمانی وریٹائرڈ سے اس سلسلے میں رابطہ پیدا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیکراس بات کو دبا دیا۔اس نے مزید کہا کہ بھارت اوراسکی حمایت کرنے والے بلاک فوری طور پرنئی خودمختار ریاست کوفوراتسلیم کرلیں گے۔اور بین الاقوامی مصلحتیں بھارت کونئی مملکت پر چڑھائی کرنے سے باز رکھیں گی معظم نے کہا کہ خودمختاری حاصل کرتے ہی ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا جائے گا اور حالات معمول پر آتے ہی عام انتخابات کروائے جائیں گے۔

ایک سازشی نے تجویز پیش کی کہ مشرقی پاکستان میں بغاوت کے دوران پکڑے جانے والے مغربی پاکستانیوں کامغربی پاکستان میں مشرقی پاکستانیوں سے تبادلہ کیا جائے۔

اسی ماہ سعیدالرحمٰن نے معظم اور پی این اوجھا کے درمیان ایک اور ملاقات کا انتظام کیا پی این اوجھا نے معظم کو بتایا کہ بھارت حکومت نے سازشیوں کے لئے اسلحہ کی فراہمی کی منظوری دے دی ہے اور یہ کہ وہ معظم کو بعد میں اس تاریخ سے مطلع کر دے گا جس روز اسلحہ و بارود کی فراہمی عمل میں آتی ہے۔اکتوبر 1966ء کے ایک اجلاس میں انکشاف کیا گیا کہ شریفانہ معاہدے کے تحت بھارت سے اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ وہ خودمختاری کے اعلان کے بعد مشرقی پاکستان کی موجودہ حدود کی خلاف ورزی نہیں کرے گا بلکہ وہ ہوائی اور بحری راستوں سے مغربی پاکستان کی مدافعت کو روک کر ہماری مدد کرے گا ایک اور اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ کل وقتی کارکنوں کو جگہ فراہم کرنے اور اجلاس منعقد کنے کے لئے کوئی اور مکان کرایہ پر لیا جائے۔اوران کی سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے کاروبار شروع کیا جائے۔اسی مہینے میں ایک اور اجلاس ہوا جس میں ٹرانسمیٹروں کی خریداری پر تبادلہ خیال ہوا۔

مئی 1967ء میں ملزم محافظ اللہ نے کراچی میں ملزم سارجنٹ جلیل کے گھر ایک اجلاس کیا جس میں اگرتلہ بھارت کومندوبین بھیجنے کے منصوبے کو آخری شکل دی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ ملزم رضا اور ملزم مجیب بھارتی افسران سے اس اجلاس میں گروپ کی نمائندگی کریں گے۔جون کے تیسرے یا چوتھے ہفتہ میں معظم نے مالک چوہدری کے توسط سے خفیہ تحریریں ایک خط پی این اوجھا کے پاس بھیجا اوراس طرح مندوبین کے نام اوراس مقام کا تعین ہوا جہاں سے ان کوسرحد پار کرنی تھی رات اڑھائی بجے کے قریب گواہ امیر اور گواہ انور پارٹی کو پی آئی اے اسٹاف کار کے ذریعہ پاک بھارت سرحد کے قریب مین روڈ پر چھوڑ آئے اور گواہ جلال کی نگرانی میں سرحد پار کی۔13 جولائی کو ملزمان رضا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسٹیوورڈ مجیب اگرتلہ سے واپس پہنچے اسی ماہ میں معظم اور مالک چوہدری اور سعید الرحمٰن نے پی این او جھا سے ملاقات کی اوجھا نے بتایا کہ بھارتی افسران مندوبین کی صلاحیتوں سے مطمئن نہیں۔ اکتوبر 1967ء میں رضا نے لاہور اور پشاور پہنچ کر روح القدوس اور کیپٹن مطلب کو بتایا کہ معظم گروپ کا فنڈ خرد برد کر رہا ہے نومبر 1967ء میں سابق اسکواڈرن لیڈر معظم حسین چوہدری کے مکان پر اجلاس ہوا اور فیصلہ کیا گیا کہ گروپ کو نئی روح دی جائے جو معظم کی خودغرضی کی بنا پر دم توڑ رہا ہے نومبر 1967ء میں ذاکر نے ونگ کمانڈر اشفاق میاں کو ایک اجلاس کی اطلاع دی اور اس میں شریک افراد کے نام بتائے اور کہا کہ یہ افراد مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی باتیں کر رہے تھے اس کے کچھ عرصہ کے بعد سازشیوں کی گرفتاری شروع ہوگئی دوران تفتیش اگرتلہ سازش کا جو ریکارڈ پکڑا گیا تھا اس میں مجوزہ بنگلہ دیش کے دستور کا طبع شدہ کتابچہ بھی موجود تھا۔ اس کے صفحہ اول پر جو بنگلہ دیش کا جھنڈا شائع کیا گیا تھا وہی اب بنگلہ دیش کا قومی جھنڈا ہے۔

لیفٹیننٹ جنرل غلام جنہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کیا تھا انہوں نے اس سازش کی رپورٹ تیار کی تھی اس میں لکھا کہ ”اگر شیخ مجیب الرحمٰن کو رہا کیا گیا تو یہ پاکستان توڑنے کے عمل کا آغاز ہوگا۔“

مقدمہ کی تفتیش کے بعد اس کی سماعت کے لئے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس مسٹر ایس اے رحمان کی سربراہی میں ایک ٹریبونل مقرر کیا جس نے جون 1968ء میں اس مقدمہ کی سماعت شروع کی۔ لیکن ایوب خان کو اپنے اقتدار کے آخری ایام میں اپوزیشن کے مطالبے پر سازش کیس واپس لیتے ہوئے مجیب الرحمان اور دیگر تمام ساتھیوں کو بھی رہا کرنا پڑا۔

21 ستمبر 1969ء

یحیٰی خان ہیرو بن گئے

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں یحیٰی خان کو جن رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑا ، ان سے پہلے یا بعد میں کسی اور حکمران کے حصے میں ایسی شہرت نہیں آئی۔ ان کی رسوائیوں کا ایک حوالہ پاکستان کے ایک بازو کا جدا ہونا ہے، لیکن اس سے قطع نظر ان کی شہرت ”رنگیلے بادشاہ“ کے طور پر زبان زد عام تھی۔ انہیں ”تھری ڈبلیو“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کی زندگی میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں جو لوگوں کو غیر متوقع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر حیران کر دیتے ہیں۔

ایسے ہی ایک واقعہ نے یحییٰ خان کو پوری اسلامی دنیا میں ہیرو کے طور پر متعارف کرا دیا خاص طور پر پاکستان میں ان کی حکومت میں یہ پہلا موقع تھا کہ ان کی شخصیت نیک نامی کی بلندیوں کو چھونے لگی۔ حکومتی ارکان اور عوام کے ساتھ ساتھ اپوزیشن لیڈروں نے بھی یحییٰ خان کے اس فیصلے کی تعریف کی۔ یہ واقعہ مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقد ہونے والی مسلمان ممالک کی سربراہ کانفرنس میں پیش آیا۔

یہ کانفرنس مسلم امہ کو درپیش مسائل اور ان کے حل کے بارے میں تجاویز منظور کرنے سے متعلق تھی۔ اس کانفرنس کے دوران پاکستان اچانک پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بن گیا جب یحییٰ خان نے اچانک کھڑے ہو کر کانفرنس میں موجود بھارتی مندوب کو باہر نکالنے کا مطالبہ کیا۔

ہوا یہ کہ پاکستان کانفرنس کے انتظامات اور دعوت نامے بھیجنے والی کمیٹی میں شامل تھا۔ اس سلسلے میں ایک اصول طے ہوا تھا کہ صرف ان ملکوں کو دعوت دی جائے گی جن ملکوں کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا یا پھر ان ممالک میں مسلمان آبادی کا تناسب کم از کم پچاس فیصد سے زیادہ ہو۔

ایک طرف بھارت کے سفارتی حلقے ہر اسلامی ملک میں بھارت کو کانفرنس کا دعوت نامہ دلانے کی کوششوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف جنرل یحییٰ خان اس کانفرنس میں مسئلہ کشمیر کے ساتھ ساتھ بھارت میں موجود مسلمانوں کو درپیش مسائل زیر بحث لانے کا پروگرام بنائے ہوئے تھے۔

کانفرنس میں بھارت کو محض ایک مبصر کی حیثیت سے دعوت دی گئی تھی۔ جب کہ بھارت کا مطالبہ تھا کہ اسے پورے ممبر کی حیثیت سے دعوت دی جائے۔ دراصل بھارت کانفرنس کی ممبرشپ حاصل کرنے کے ہر دو اصولوں پر پورا نہیں اترتا تھا۔ چنانچہ جب اسے ممبرشپ نہ ملی تو اس نے پاکستان کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔

صدر مملکت پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے رباط کانفرنس میں شرکت کے لئے جاتے وقت کراچی کے ہوائی اڈے پر قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مسجد اقصیٰ اور مشرق وسطی کے مسلمان ممالک کے متعلق پاکستانیوں کے جذبات سے آگاہ ہیں اور وہ کوشش کریں گے کہ رباط کانفرنس میں ان کے جذبات کا عکس پیش ہوتا رہے۔

کانفرنس کے پہلے دن کی کارروائی کی اطلاعات نے پاکستانی عوام کو چونکا دیا اور کانفرنس میں پہلے سے زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی خبر تھی کہ شاہ سعود اور شاہ حسن کی تجویز اور صدر یحییٰ خان کی تائید پر بھارتی مسلمانوں کے وفد کو بھی کانفرنس میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی اس سے قبل بھارت نے دعوت نامہ حاصل کرنے کے لئے بہت ہاتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر مارے تھے اور موقف اختیار کیا تھا کہ بھارت میں مسلمانوں کی تعداد 6 کروڑ سے تجاوز ہے اور یہ مسلم آبادی کے اعتبار سے دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے انہیں نمائندگی سے محروم کرنا بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی حق تلفی کے مترادف ہے۔

اس سے یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ بھارت سرکاری وفد کے لئے دعوت نامہ نہیں مانگ رہا تھا بلکہ بھارتی مسلمانوں کو عالمگیر اسلامی برادری کا رکن تسلیم کرانے کے لئے ان کے حق کا مطالبہ کر رہا تھا اس سے بھارت کا دوغلا پن صاف واضح تھا ایک طرف بھارت بھارتی مسلمانوں کے حق کی دہائی دے رہا تھا تو دوسری طرف بھارت سرکاری وفد کے ذریعہ مسلم سربراہوں کے مزاج اور ہیت کو بدل کر اس کے اثرات کو ضائع کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ یہ کام اس ہوشیاری کے ساتھ کیا جا رہا تھا کہ شاہ سعود جیسا زیرک سیاستدان اور انتہائی باخبر ڈپلومیٹ نہ جانے کس جھانسے میں آ گیا۔

یہ بڑی عجیب بات تھی کہ احمد آباد میں مسلمانوں کے سفاکانہ قتل عام کو بھارت کا داخلی مسئلہ سمجھ لیا جائے کشمیریوں کی غلامی کو بھارت اور پاکستان کا نزاعی مسئلہ قرار دیا جائے لیکن عرب علاقوں پر اسرائیل کے قبضے کو عالم اسلام کا مسئلہ سمجھا جائے اور اس کے لئے رباط کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا جائے۔ یہ سمجھنا ممکن نہ تھا کہ شاہ سعود اور شاہ حسن نے کس منطق کے تحت ان تضادات کو جمع کیا مسلمان نسلاً غیر عرب ہیں؟ پاکستان اس منطق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا تھا اور اسرائیل کا یہ رویہ قطعی درست اور صدفی صد منطقی قرار پاتا تھا کہ مسجد اقصیٰ کی آتش زنی کو غیر ضروری اہمیت دی جا رہی تھی اگر بھارت میں کعبہ کی کئی بیٹیوں کا جل جانا بھارت کا داخلی مسئلہ تھا تو کعبہ اول کی بے حرمتی اسرائیل کا داخلی مسئلہ کیوں نہیں تھا؟ یہ اور اسی قبیل کے کئی خیالات عوامی ذہن کو ہیجان میں مبتلا کئے رہے اس کا ایک پہلو کسی حد تک امید افزا تھا اس خبر کے ساتھ پاکستانی ترجمان کا یہ اعلان بھی پڑھنے میں آیا کہ کانفرنس میں بھارتی مسلمان پہلی بار منفرد حیثیت میں ایک بین الاسلامی کانفرنس میں شرکت کر رہے تھے دلچسپی اور توجہ کا سازا مرکز خبر یہی ٹکڑا تھا اگر بھارتی مسلمانوں کا وفد کانفرنس میں شرکت کرتا تو پاکستان اس وفد کے راستے میں آنکھیں بچھاتا۔

لیکن یہ تشویش بہرحال موجود تھی کہ کیا ایسا ہو سکے گا؟ اور اس سے کانفرنس کی ہیت ہی بدل جائے گی اور کانفرنس مسلمان ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کی بجائے مسلمانان عالم کی کانفرنس بن جائے گی یہ بات زیادہ پریشان کن نہ تھی یہ قربانی دی جا سکتی تھی اور روس چین کولمبو اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو بھی اس میں شریک کرنے میں پاکستان کو ایک لمحے کی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوتی۔ اصل سوال یہ تھا کہ بھارت مسلمانوں کے نمائندوں کو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانفرنس میں شریک ہونے اور اپنی برادری کے سامنے اپنی محرومیوں کی داستان پیش کرنے کی اجازت دے گا؟

اس سوال کا جواب اگلے دن بایں انداز سامنے آیا کہ سردار گوربچن سنگھ اپنی روایتی سفید پگڑی جس کو وہ کھلے بندوں سر سے نہیں اتارتے باندھے بھارتی مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کے لئے کانفرنس ہال میں آئے وفد کے دوسرے ارکان میں ایک ہندو اکمیونسٹ دو مسلمان تھے جو پہلے دن نہیں پہنچ سکے شاہ سعود اور دوسرے عرب مسلمان اسے بھی بھارت کا داخلی معاملہ سمجھتے رہے۔ پاکستانی وفد نے پاکستانی عوام کی صحیح نمائندگی کی اور کانفرنس میں شرکت کرنے سے مضبوطی اور پامردی کے ساتھ انکار کر دیا پاکستان کی کروڑوں آبادی صدر یحییٰ خان کی زبان سے بولی تھی کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ایک میز پر نہیں بیٹھ سکتے جن کے ہاتھوں نے کشمیر کو زنجیریں پہنائی اور بھارتی مسلمانوں کو ان کے خون میں ایک ہزار مرتبہ سے زیادہ غرق کر دیا ایک غیر مہذب اور خون آشام قوم کے نمائندے اس قابل نہ تھے کہ ان کے ساتھ بات بھی کی جائے۔

صدر یحییٰ خان اگر انہیں کانفرنس میں برداشت کرتے تو پاکستانی قوم کی توہین کے مرتکب ہوتے انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پاکستانی قوم کی آواز رباط میں بلند کر کے اس کے دل جیت لئے۔ صدر یحییٰ خان کے اس فیصلہ کی خبر پوری دنیا میں پھیل گئی کہ انہوں نے کانفرنس کا بائیکاٹ کر دیا ہے دوپہر کو کانفرنس کی ابتدائی نشست میں تمام وفود کے سربراہ شرکت کرنے والے تھے ملتوی کر دی گئی۔ جس میں مسجد اقصیٰ میں آتش زنی اور عربوں کے علاقوں پر اسرائیلی قبضے کے متعلق جو قرارداد پیش ہونے والی تھی اس پر بحث مباحثہ کا معاملہ پس منظر میں چلا گیا پہلے تو اسلامی ممالک کے سربراہوں نے کوشش کی کہ صدر یحییٰ خان اپنا فیصلہ واپس لے لیں مگر انہوں نے اپنے موقف سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا اور شاہ فیصل سے خصوصی طور پر کہا کہ وہ مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے کے لئے انکی مدد کریں اس موقع پر اردن ایران اور ترکی نے پاکستان کے موقف کی حمایت کی اور بھارتی وفد کو رباط کانفرنس سے خارج کر دیا گیا۔

شاہ فیصل اور یحییٰ خان نے مراکش حکومت سے مطالبہ کیا کہ بھارتی سفیر گوربچن سنگھ کو ناپسندیدہ شخص قرار دے کر ملک سے نکال دیا جائے مراکش حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا اور کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ جس طرح عربوں کیلئے اسرائیل کی شمولیت ناقابل برداشت ہے اسی طرح پاکستان کے لئے بھارت کی موجودگی پریشان کن ہے۔(1)

پاکستان واپس آنے کے بعد جنرل یحییٰ خان کا انتہائی شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا۔ انہیں مبارکباد دینے والوں میں وہ اپوزیشن لیڈر بھی شامل تھے جو انہیں اقتدار میں بمشکل برداشت کر رہے تھے۔

(1) روزنامہ نوائے وقت 25 ستمبر 1969ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21 جولائی 1969ء

انسان چاند پر پہنچ گیا

انسانی زندگی بذات خود ایک پیہم حرکت اور مسلسل سفر ہے۔ پوری انسانی تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ جو حیات انسانی میں ٹھہراؤ اور جمود کی نفی کرتے ہیں۔ انسان نے ہر دور میں اپنے لئے ایسی منزلیں منتخب کی ہیں جن کو سر کرنا صرف اسی کے بس اور حوصلہ کی بات تھی منزل اگر آسان ہو تو وہ منزل نہیں رہ جاتی بلکہ راہ بن جاتی ہے ایسی راہ جس پر انسان بے خطر آگے بڑھتا جائے۔ لیکن خدا کی اس اشرف المخلوق کو امتیاز ہی اس بات میں حاصل ہے کہ وہ ناممکن کو ممکن اور کٹھن کو سہل بنانے کا عزم لے کر آگے بڑھتا رہا ہے اور آخر کار مشکلات سے گزر کر ہمت و حوصلہ، جرأت و اعتماد کے چراغ راہ سے اپنے راستوں کو منور کرتا ہوا کٹھن منزلوں کو سر کرتا رہا ہے...... انسان نے لق و دق صحراؤں کو عبور کرنے کا عزم کیا اسے جانیں نذر کرنی پڑیں۔ لیکن وہ منزل کو جا پہنچا وہ خوفناک اور طوفانی بحری موجوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھا اور ''نئی دنیا'' کا کھوجی بن گیا۔ اس نے کوہ ہمالیہ کی تقریباً تیس ہزار فٹ بلند چوٹی اورسٹ کو سر کرنے کا ارادہ کیا تو اسے کتنی ہی جانوں کی بھینٹ دینی پڑی۔ لیکن برفانی طوفان اس کی راہ کو ہر بار نہ روک سکے اور انسان نے اپنی عظمت کا پرچم برف میں ڈھکی ہوئی اورسٹ پر لہرا دیا۔

یہ تمام منزلیں اور ان منزلوں کے مدارج انسان کے لئے کبھی بھی افسانہ یا خواب نہ تھے لیکن آج سے صرف پچاس سال پہلے کا انسان جب آسمان کی ٹھنڈی اور جگمگاتی ہوئی دنیا کو دیکھتا اور اس کے سفر کا ارادہ کرتا تو یہ سفر ایک دلچسپ کہانی یا معقول افسانہ بن کر معاشرہ میں مقبول ہو جاتا۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ چاند پر پہنچنے کا وہ خواب جو انسان نے تقریباً دو ہزار سال قبل دیکھا تھا اور جس سفر کی فرضی کہانیاں اس نے لکھی تھیں ایک دن حقیقت میں تبدیل ہو جائیں گی اور انسان چاند کی اس بے آب و گیاہ سرزمین پر اپنے انمٹ نقش قدم چھوڑ آئے گا جسے یونانی رات کی ملکہ کہا کرتے تھے اور جاہل انسانوں نے اسے دیوتا سمجھ کر ہمیشہ اس کی پرستش کی ہے۔

چاند تک پہنچنے کا خیال جس کی بنیاد شاعرانہ تخیل اور افسانوی طرز فکر سے بالکل ہٹ کر سائنسی اور فنی حقیقتوں میں مضمر تھی۔ انسان کو اس وقت آیا جب دوسری جنگ عظیم نے وی ٹو (V-2) راکٹوں کی صورت میں جو جرمنوں کی ایجاد تھے اور جن کا مقصد جرمنی سے براہ راست برطانیہ پر بمباری کرنا تھا۔ نوعِ انسانی کو ایک ایسی سواری دی جس سے نہایت طویل خلائی سفر بھی کیا جا سکتا تھا۔ اس جنگ کے گزر جانے کے بعد روس اور امریکہ دونوں ہی ملکوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت رازداری اور خاموشی سے راکٹوں کی ترقی اور جدید تر بنانے کا کام شروع کر دیا تاکہ راکٹ کو اتنا طاقتور بنایا جاسکے کہ یہ خلائی سفر اور بالآخر چاند اور چاند سے آگے کے سفر کے قابل ہو سکے۔

چونکہ بین السیارہ جاتی (Interplanet ary) سفر میں چاند کی تقریباً ڈھائی لاکھ میل کے فاصلہ پر واقع دنیا ہی ہماری قریب ترین منزل ہے۔ اس لئے امریکہ اور روس کی ساری تگ و دو انسان کو کم سے کم وقت میں چاند پر اتار دینے اور اس عظیم کام میں پہل کرنے کے محور کے گرد گھومنے لگی۔ چاند پر انسان کو اتارنا اور اسے بحفاظت زمین پر واپس لانا' بہت بڑی بات ہے فنی نکتہ نگاہ سے انسان کا زمین سے سو میل سے زیادہ بلندی پر شروع ہونے والی خلاء میں سفر کرنا کم مشکل بات نہیں کیونکہ انسان ہی نہیں بلکہ کائنات کی کوئی بھی مخلوق خلائی نہیں ہے۔ پھر خلا کے بے شمار خطرات اور اس کا ماحول کسی وقت بھی انسانی زندگی کے لئے خطرہ کی علامت ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس سے پہلے کہ انسان کو چاند کی جانب ایک پر خطر سفر پر روانہ کیا جاتا۔ خلائی سفر سے مکمل طور پر آشنا اور اس سفر کے زیر و بم سے واقف ہونا نہایت ضروری تھا۔

گزشتہ تمام مہمات اور منازل میں جو انسان سر کر چکا تھا۔ چاند کی منزل بلاشبہ کٹھن ترین منزل تھی۔ اس منزل کو سر کرنے کے لئے دنیا کی دو بڑی قوموں یعنی روسیوں اور امریکیوں نے حصہ لیا۔ خلائی سفر سے لیکر چاند کے سفر تک ان دونوں ہی قوموں نے نہایت پھونک پھونک کر قدم اٹھایا حتی کہ دو لاکھ اڑتیس ہزار میل کی بلندی پر واقع چاند پر انسانی عظمت کا پرچم لہراتے ہیں۔ اتنی جانیں تلف نہ ہوئیں جتنی کہ صرف انتیس ہزار دو سو فٹ اونچی کوورسٹ پر اپنا پرچم لہرانے سے انسانی جانیں ضائع ہوئی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ امریکیوں ہی نے 1969ء میں سب سے پہلے' تاریخ انسانی کے انسانوں کو چاند پر اتار دیا۔ لیکن اس پوری مہم میں روس کی بالادستی اور بہت سے معاملات میں اس کی پہل (Firsts) کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا خلائی سفر سے متعارف ہوتا ہوا انسان کس طرح چاند کی جانب بڑھا اور خلائی سفر سے چاند کے سفر تک اس نے کتنی مہمات سر کیں۔ یہ ایک دلچسپ داستان ہے۔

یہ آج سے چودہ سال پہلے کا واقعہ ہے جب 4 اکتوبر 1957ء کو لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے کہ انسان نے ایک مصنوعی چاند بنایا اور زمین کے گرد مدار پر اس طرح پہنچا دیا کہ چواسی پونڈ وزنی اور ایک فٹ بال سے دوگنی جسامت کا یہ مصنوعی چاند ہر ڈیڑھ گھنٹہ میں زمین کے گرد ایک چکر لگانے لگا۔ یہ کارنامہ جسے بلاشبہ تاریخ ساز حیثیت حاصل ہے۔ روسیوں نے انجام دیا۔ ان کے اس مصنوعی چاند کا نام ''زمین کا ساتھی'' یا اسپٹنک اول تھا۔ ایک عرصہ تک یہ اسپٹنک زمین کو خلاء کے حالات بتاتا رہا لیکن آخر کار مدار پر تدریجاً رفتار کم ہو جانے کی وجہ سے زمین کی جانب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھینچنے لگا اور فضائی کرہ میں داخل ہوتے ہوئے ایک شہاب ثاقب کی مانند ہوا کی رگڑ سے جل کر تباہ ہو گیا......لیکن ......لیکن نہ صرف یہ کہ اس مصنوعی سیارہ کی بدولت انسان فضائی دور سے نکل کر خلائی دور (Space age) میں داخل ہو گیا تھا بلکہ اس مصنوعی سیارہ کی کامیاب خلائی پرواز اور معینہ معلومات نے انسانی حوصلہ کو اتنا بلند کر دیا کہ اس نے اس چھوٹے سے قدم کو چاند کی جانب انسانی سفر کے خواب کی پہلی تعبیر قرار دیا۔

اب اس سے پہلے کہ کس انسان کو خلاء میں روانہ کیا جاتا روس ہی نے 1957ء میں اپنے ایک بڑے مصنوعی سیارہ اسپٹنک دوم کے ذریعہ ایک تربیت یافتہ کتیا کو جس کا نام لائکا (Laika) تھا۔ خلاء میں پہنچا دیا تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ اگر کوئی انسان ارضی حدود کو چھوڑ کر خلاء میں پہنچ جائے تو اس کے جسم اور اعصاب پر کیا ردعمل ہوتا ہے اس خلائی مسافرہ لائکا پر تجربات نے ثابت کر دیا کہ خلائی خول یا مخصوص خلائی لباس میں خلاء میں بے وزنی کی کیفیت کے باوجود کسی ذی روح کے دل اور جسم کے دوسرے حصوں کو جس طرح کام کرنا چاہیے عملی طور پر خلاء میں سفر کرتے ہوئے وہ اسی طرح کام کر سکتے ہیں۔

پھر 12 اپریل 1961ء کا وہ تاریخی دن بھی آ پہنچا جب روس نے ایک بڑے خلائی جہاز ووسٹک اول (Vostok1) کے ذریعہ تاریخ انسانی کے پہلے مسافر یورگاگارین کو خلاء میں پہنچا دیا۔ گاگارین نے زمینی مدار پر ڈیڑھ گھنٹہ کی مدت میں ایک چکر مکمل کیا اور اسے بحفاظت زمین پر واپس اتار لیا گیا۔ اس طرح انسانی تاریخ میں پہلی بار ایک انسان نے خلاء سے زمین کے حسن و جمال کا مشاہدہ کیا اور اس مقام پر پہنچا جہاں سے نیلگوں آسمان گہرا تاریک اجرام فلکی نہایت روشن نظر آتے ہیں۔

اس واقعہ کے صرف چار ماہ بعد روس نے دوسرے خلائی مسافر ٹی ٹاف کو خلاء میں پہنچا دیا۔ اس خلائی سفر کی یہ خوبی تھی کہ اس بار خلاء میں انسان کا سفر 24 گھنٹوں سے زیادہ رہا۔ زمین کے گرد ستر چکر مکمل کرتے ہوئے ٹی ٹاف نے اتنا سفر کر لیا جو چاند تک جانے کے لئے کافی تھا۔

دوسری طرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی 1958ء میں اپنے پہلے مصنوعی سیارہ ایکسپلورر کے ذریعہ خلائی مسافر گلن کو خلاء میں زمینی مدار پر روانہ کر کے بحفاظت واپس اتار لیا۔ پھر تین ماہ بعد 24 مئی کو دوسرے خلائی مسافر کارپینٹر کو خلاء میں روانہ کر دیا۔ جس نے خلاء میں سفر کے دوران پہلی بار خلاء سے زمین کے لئے ٹی وی پروگرام نشر کیا۔

1962ء ہی میں 11 اگست کو کچھ وقفوں کے ساتھ روس نے یکے بعد دیگرے دو خلائی مسفر نکولاف اور پاپا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وچ کو دو الگ الگ خلائی جہازوں ووسٹک سوم و چہارم کے ذریعہ خلاء میں روانہ کیا۔ بعد میں مدار پر پہنچ کر دونوں خلائی جہازوں کا فاصلہ صرف تین میل رہ گیا۔ چاروں کے طویل خلائی سفر کے بعد ان مسافروں کو زمین پر اتار لیا گیا۔ اس طرح پہلی بار دو خلائی مسافر الگ الگ جہازوں میں لیکن ایک ساتھ خلاء میں پہنچے اور انہوں نے لاسلکی (Wireless) کے ذریعہ باہم رابطہ قائم رکھا۔ حقیقتاً یہ کارنامہ چاند کی جانب انسان کے سفر کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔

1963ء میں خلائی سفر کی تاریخ میں دو اہم واقعات پیش آئے روس کے خلائی مسافر بائی کوف کائی نے خلاء میں سفر کرتے ہوئے زمین کے گرد مدار پر اکیاسی گردشوں کے دوران کوئی اکیس لاکھ میل کا سفر کیا۔ جبکہ چاند تک کا سفر کرنے اور زمین پر واپس آنے میں مجموعی طور پر پانچ لاکھ میل کا خلائی سفر کرنا ہوتا ہے۔ 16 جون کو روس نے انسانی تاریخ کی پہلی خلائی مسافر جوٹر شکووا نامی ایک خاتون تھیں خلائی سفر پر روانہ کیا۔ اس خلائی مسافرہ نے زمین کے گرد 48 چکر مکمل کئے اور کامیاب خلائی پرواز کے بعد 19 جون کو بحفاظت زمین پر واپس آ گئی۔

1964ء کا سال بغیر کسی خلائی مہم کے ختم ہونے ہی والا تھا کہ روس نے 12 اکتوبر کو پہلی مرتبہ تین خلائی مسافروں فیوک ٹسٹوف' کمارف اور بی گورف کو ایک دن کے خلائی سفر پر روانہ کر دیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جب تین خلاء باز ایک ساتھ خلاء میں گئے۔

ان کامیابیوں نے انسانی حوصلہ اور عزم کو اپنی معراج تک پہنچا دیا اور انسان کے خلاء میں سفر کی دوڑ تیز تر ہوتی گئی۔ تا کہ چاند کے سفر کا تاریخی دن قریب سے قریب تر ہوتا جائے۔

1965ء کا سال تسخیر ماہتاب پر نئے تجربات سے بھرپور رہا۔ مارچ کی 18 تاریخ کو جب روس کے خلائی مسافر نے اپنے خلائی جہاز سے باہر آ کر پانچ منٹ تک براہ راست خلاء میں چہل قدمی کی۔ اس وقت اس کا خلائی جہاز زمین کے روشن حصہ کی طرف سے گزر رہا تھا۔ اس خلائی چہلقدمی کے تجربہ نے ثابت کر دیا انسان اپنے مخصوص خلائی لباس کی بدولت خلاء میں تباہ کن نوری شعاعوں اور زبردست درجہ حرارت کو برداشت کر سکتا ہے۔ یہ تجربہ چاند پر انسان کو اتارنے میں نہایت اہمیت رکھتا تھا۔

دوسری طرف امریکہ چاند پر انسان کو اتار دینے کے سلسلہ میں دوسرے مرحلہ یعنی منصوبہ جمینی کا آغاز کر چکا تھا اس منصوبہ کے تحت ہر بار ایک خلائی جہاز میں دو انسانوں کو خلاء میں بھیجنا شامل تھا۔ اس منصوبہ کا ایک اہم خلائی سفر تین جون کو خلائی مسافروں جمس میک ڈوٹ اور اڈورڈ وائٹ نے کیا۔ اس خلائی سفر کے دوران وائٹ اپنے خلائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خول سے باہر نکل کر خلاء میں آ گئے اور انہوں نے 21 منٹ تک خلاء میں چہل قدمی کی۔ وہ اس وقت ایک آٹھ فٹ لمبے رسے کی مدد سے جس سے ان کو آکسیجن مل رہی تھی اپنے خلائی خول سے منسلک تھے۔

خلاء میں سفر کی مدت آہستہ آہستہ طویل تر ہوتی گئی کیونکہ چاند تک سفر کرنے میں سات آٹھ دن کی مدت درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ نومبر کی چار تاریخ کو امریکہ نے اپنے دو خلائی مسافروں بورمن اور توول کو طویل ترین خلائی سفر پر روانہ کر دیا۔ ان دونوں خلانوردوں نے زمین کے گرد دوسو چھ چکر مکمل کئے۔ سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتے ہوئے خلاء میں 56 لاکھ میل کا سفر طے کیا۔ یہ لوگ خلاء میں 12 دن تک رہے اور واپس آ گئے۔

1966ء میں خلائی تاریخ کے اہم واقعات میں خلاء میں سفر کرتے ہوئے دو خلائی جہازوں کا باہمی اتصال شامل ہے۔ دو خلائی جہازوں کو خلاء ہی میں آپس میں جوڑ دینا اس بنا پر اہمیت رکھتا ہے کہ چاند کے سفر کے دوران چاند کی سطح پر اترنے والی چاند گاڑی کو خلائی جہاز کے اتصال کے اصول پر ہی چاند کے مدار پر گردش کرنے والے خلائی جہاز سے جوڑا جا سکتا تھا۔ اسی سال امریکہ کے خلانورد وایلڈن نے جو آرم اسٹرانگ کے ساتھ چاند پر اترے۔ خلاء میں 129 منٹ تک طویل ترین چہل قدمی کی۔ یہ تمام تجربات اور کامیابیاں یہ ثابت کرتے گئے کہ چاند پر نہ صرف یہ کہ پہنچا جا سکتا ہے بلکہ زندہ بھی رہا جا سکتا ہے۔

1967ء کا سال اپنے جلو میں صرف ایک خلائی سفر رکھتا ہے ایک ایسا خلائی سفر جس کا اختتام پہلے خلائی حادثہ اور ایک خلانورد کی موت پر ہوا۔ روس نے 22 اپریل کو اپنے خلاپیما کماروف کو خلاء میں روانہ کیا تھا لیکن زمین پر واپس آتے ہوئے ان کا جہاز زمین سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ کماروف کی موت انسانی عزم و حوصلہ کی راہ کھوٹی نہ کر سکی۔ انسان اب اپنے آپ کو چاند کی دنیا سے نہایت قریب پا رہا تھا۔ وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ امریکہ نے اپنے خلائی تحقیق کے پروگرام کے تیسرے مرحلہ یعنی منصوبہ اپولو کا آغاز کر دیا۔ جس کا مقصد انسان کو چاند پر اتارنا اور بحفاظت زمین پر واپس لانا تھا۔ سب سے پہلے تجربہ کے طور پر اپولو ہفتم کا طاقت ور راکٹ تین خلا بازوں کو ایک ساتھ لے کر خلاء کی جانب روانہ ہوا اور زمین کے گرد کامیابی سے 163 چکر مکمل کر کے واپس آ گیا۔ 21 دسمبر 1968ء کو اپولو ہشتم کا تاریخی سفر شروع ہوا۔ تین خلاء باز بورمن، لوول اور اینڈرس اس سفر پر روانہ ہوئے۔ اس بار انسان کو چاند کے مدار میں جانا تھا۔ اس پر خطر سفر کی کامیابی ہی انسان میں وہ جرأت پیدا کر سکتی تھی جو اسے چاند پر لے جا سکے۔ زمین کے گرد دو گردشیں مکمل کرنے کے بعد خلائی جہاز اپولو 8 چاند کی جانب روانہ ہو گیا۔ خلائی جہاز نے چاند کے مدار پر پہنچ کر سطح ماہتاب سے ستر میل کی بلندی پر رہ کر دس چکر مکمل کئے۔ چاند کی قریب سے تصاویر اتاری گئیں اور تینوں مسافر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بڑی کامیابی کے بعد زمین پر واپس آ گئے انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب انسان اپنے مادر سیارہ زمین کے کشش سے آزاد ہوتا ہوا دوسرے سیارہ کی کشش کے دائرہ میں جا پہنچا۔

منصوبہ اپولو کا ایک نہایت اہم سفر اپولو دہم کا مشن تھا اپولو دس کو مئی کی 18 تاریخ کو تین خلانوردوں کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ ان لوگوں کو ایک نازک کام انجام دینا تھا۔ چاند کے مدار میں داخل ہو کر اصل خلائی جہاز یعنی (Module Commond) سے چاند گاڑی یعنی Lunar module الگ ہو گئے اور آہستہ آہستہ چاند کی سطح سے قریب ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ اس نے سطح ماہتاب سے صرف پچاس ہزار فٹ کی بلندی پر گردش کرنا شروع کر دیا۔ اس چاند گاڑی میں اس وقت دو خلائی مسافر مہرنن اور ینگ موجود تھے بعد میں چاند گاڑی اوپر کی جانب اٹھنا شروع ہوئی اور آخر کار کمان گاڑی کے ساتھ آ ملی۔ یہ تمام کام نہایت نازک اور فنی اعتبار سے پیچیدہ (Complicated) تھے لیکن بڑی خوبی سے انجام پائے۔

اپولو دس کی اس سو فی صد کامیاب پرواز نے چاند کے سفر کے دو ہزار سال قدیم خواب کو حقیقت سے بالکل قریب کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ تاریخی دن بھی آ پہنچا جب 16 جولائی 1969ء کی ایک صبح سیٹرن پانچ نامی نہایت طاقت ور راکٹ جو تین سو سڑسٹھ فٹ بلند اور تین ہزار ٹن وزنی تھا۔ اپولو گیارہ اور اس کے تین خلائی مسافروں نیل آرام اسٹرانگ الڈون! ور کولنس کو لیکر کیپ کینڈی سے پانچ لاکھ انسانوں کی نگاہوں کے سامنے بلند ہوا۔ جلد ہی یہ خلائی وسعتوں میں غائب ہو گیا۔ لیکن ساری دنیا کے انسانوں کی نگاہیں اس کے تعاقب میں تھیں .... 19 جولائی کو اپولو گیارہ چاند کے مدار میں داخل ہوا۔ 14 گھنٹوں بعد آرام اسٹرانگ اور الڈرن چاند گاڑی ''ابگل'' میں داخل ہو گئے۔ 20 جولائی کو ابگل اپنے خلائی جہاز کولمبیا'' سے الگ ہوئی اور ایک طویل قوس بناتی ہوئی۔ چاند کی سطح کی جانب بڑھنے لگی۔ ساری دنیا کے انسان یہ سننے کے لئے بے چین تھے کہ انسان چاند پر اتر گیا۔ آخر کار 21 جولائی 1969ء کو مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق رات ایک بج کر 14 منٹ پر چاند گاڑی ''ابگل'' آرم اسٹرانگ اور الڈرن کو لیکر چاند کی سطح پر اتر گئی۔ مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق انسانی تاریخ کے پہلے انسان آرم اسٹرانگ نے صبح سات بج کر چھپن منٹ پر ان الفاظ کے ساتھ چاند کی نرم اور قدرے ریتلی سرزمین پر قدم رکھا .... ''ایک انسان کا یہ چھوٹا سا قدم نوع انسانی کے لئے بہت بڑے قدم کی حیثیت رکھتا ہے''

(روزنامہ انجام اگست 1969)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 ستمبر 1970ء

ایک ہفتے میں پانچ طیارے اغوا ہو گئے

7 دسمبر 1970ء کو فلسطینی فدائیوں نے امریکین ایئر لائنز کے ایک مسافر بردار طیارے کو قاہرہ کے ہوائی اڈے پر بموں سے تباہ کر دیا۔ یہ طیارہ بیروت سے قاہرہ پہنچا ہی تھا کہ فدائیوں نے سارے مسافروں اور ہوابازوں کو طیارے سے باہر نکال دیا اور طیارے پر بموں کی بارش کر دی۔ جس کی وجہ سے سخت دھماکے ہوئے اور طیارہ تباہ ہو گیا۔ یہ طیارہ ان چار ہوائی جہازوں میں سے ایک تھا جنہیں فدائیوں نے مختلف مقامات سے بالجبر اتار لیا تھا۔

یہ بین الاقوامی پرواز کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا تحریک آزادی فلسطین نے اس واقع کی ذمہ داری قبول کر لی۔ دو طیارے 6 ستمبر 1970 کو اغوا کئے گئے یہ طیارے سوئس ایئر لائنز اور ٹرانس ورلڈ ایئر لائنز امریکہ کے تھے۔ اس کے بعد دو طیارے 9 ستمبر کو اغوا ہوئے، جن میں سے ایک اسرائیل اور دوسرا برطانوی فضائی کمپنی بی او اے سی کا تھا۔ اسرائیل کا طیارہ عمان سے پینتالیس میل دور اور شمال مشرق کی طرف واقع صحرا میں اتارا گیا۔

9 ستمبر کو چند حریت پسند بیروت کے ہوائی اڈے کے کنٹرول ٹاور میں داخل ہوئے اور بی او اے سی کے اس طیارے کو جو اس وقت بیروت کے ہوائی اڈے پر چکر کاٹ رہا تھا، ہدایات دیں کہ وہ کہاں اترے اور کہاں سے تیل حاصل کرے تیل حاصل کرنے کے بعد حریت پسند اس طیارے کو کسی نامعلوم منزل کی جانب لے گئے۔ برطانوی طیارے کے اغوا کا مقصد یہ تھا کہ لیلیٰ خالد کی رہائی کے لئے برطانیہ کو مجبور کیا جا سکے۔

فدائیوں کی طرف سے دھمکی دی گئی کہ اگر یورپ کے مختلف ملکوں میں گرفتار شدہ فدائیوں کو 8 ستمبر تک مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق ایک بجے بعد دوپہر تک رہا کر کے فدائیوں کے اعلان کردہ مقامات پر نہ پہنچا دیا گیا تو انہوں نے اردن میں ایک سو اسی مسافروں اور ہوابازوں سمیت امریکہ اور سوئٹزرلینڈ کے جن طیاروں کو روک رکھا ہے۔ اس سب کی دھجیاں اڑا دی جائیں گی اور اس کارروائی کی ساری ذمہ داری ان ملکوں پر عائد ہو گی جنہوں نے فدائیوں کو محبوس کر رکھا ہے۔

فدائیوں کے اس تازہ ترین اعلان کا مطلب یہ لیا جا رہا تھا کہ اس سے پہلے انہوں نے گرفتار شدہ فدائیوں کی رہائی کے لئے جو الٹی میٹم دیا تھا اس کی مدت میں چھ گھنٹے کی توسیع کر دی گئی۔ بی بی سی کے مطابق سوئٹزرلینڈ اور امریکہ کے مسافر بردار طیاروں کو جن مقامات پر رکھا گیا وہاں مسلح فدائیوں کا کڑا پہرہ تھا۔ اس مقام سے تھوڑے ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاصلے پر اردنی فوج کا ایک دستہ بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں سمیت متعین تھا۔ بین الاقوامی ریڈ کراس کا ایک وفد مغربی جرمنی امریکہ اور سوئیز رلینڈ کی درخواست پر جنیوا سے عمان پہنچ گیا تاکہ فدائیوں کی مرکزی کمیٹی سے دونوں طیاروں اور ان کے مسافروں کو رہا کرانے کے لئے گفت وشنید کر سکے۔

برن (سوئیز رلینڈ) کے اعلان کے مطابق امریکہ، اسرائیل، برطانیہ، مغربی جرمنی اور سوئیز رلینڈ پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی گئی تھی جو ریڈ کراس سے فدائیوں کی ہونے والی گفت وشنید کے نتیجے کی منتظر رہے گی اور اس کے بعد متعلقہ حکومتوں کو ضروری اقدامات کا مشورہ دے گی اس سے بیشتر برلن ریڈیو نے اعلان کیا تھا کہ سوئیز رلینڈ میں جن تین فدائیوں کو محبوس رکھا گیا ہے انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ سوئیز لینڈ اور امریکی طیاروں اور ان کے مسافروں کو عمان سے اپنا سفر جاری رکھنے کی اجازت دے دی جائے۔ حکومت مغربی جرمنی بھی اسی طرح کا اعلان کر چکی تھی لیکن فدائیوں کی مرکزی کمیٹی نے اعلان کیا کہ جب تک حکومت برطانیہ بھی کپتان مس لیلیٰ خالد کو رہا کرنے کا اعلان نہیں کر دیتی اس وقت تک سوئیز رلینڈ اور مغربی جرمنی کی پیشکش پر کوئی غور نہیں کیا جائے گا۔

یاد رہے مس لیلیٰ خالد کو لندن کے ہوائی اڈے پر اس وقت پستول کی گولی سے مجروح کر کے گرفتار کر لیا گیا تھا جب وہ اسرائیلی طیارے پر بم پھینکنے والی تھیں۔ ان کا ایک ساتھی لڑکا گولی لگنے سے وہیں شہید ہو گیا تھا ان دونوں نے اسرائیل کے اس طیارے کو امسٹرڈم سے کسی نامعلوم مقام کی طرف لے جانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس میں انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اور اسرائیلی طیارہ لندن کے ہوائی اڈے پر اترنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس موقع پر جو لڑائی ہوئی تھی اس میں طیارے کا ایک سٹیورڈ بھی زخمی ہو گیا تھا بعد میں طیارہ لندن سے نیویارک روانہ ہو گیا تھا۔

اگلے روز عرب فدائین نے بین الاقوامی ریڈ کراس کی درخواست پر اپنے اس الٹی میٹم کی مدت میں 72 گھنٹے کی مزید توسیع کر دی کہ اگر لیلیٰ خالد سمیت یورپ کے مختلف ممالک میں نظر بند عرب فدائین کو رہا نہ کیا گیا تو اغوا شدہ تینوں مسافر بردار طیاروں اور ان کے تین سو مسافروں اور ہوا بازوں کو ڈائنا میٹ سے اڑا دیا جائے گا فدائین نے اعلان کیا کہ عرب حریت پسندوں کو رہا نہ کرنے کی صورت میں یرغمال کے طور رکھے گئے تین سو مسافروں کا جو حشر ہوگا۔ اس کی تمام ذمہ داری امریکہ برطانیہ اور دوسرے متعلقہ ممالک پر ہوگی۔

تحریک آزادی فلسطین کے عوامی محاذ آزادی نے ایک بار پھر اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ اسرائیل اور اس کے حامی ممالک کے طیاروں کا فضا میں زمین پر جہاں اور جب بھی موقع ملا پیچھا کریں گے اور اسرائیل کو ہر طرح سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشان کرنے کی مہم جاری رکھیں گے۔

دوروز کے غور وفکر کے بعد سوئیزرلینڈ اور اسرائیل کے نمائندوں کی کانفرنس نے تینوں طیاروں اور تین سو سے زیادہ مسافروں کی رہائی سے متعلق فدائیوں کی شرطیں مسترد کر دیں اور اپنی متبادل شرائط ریڈ کراس کے وفد کی وساطت سے بھیج دیں تو فدائیوں کا غیظ وغضب انتہا تک پہنچ گیا اور انہوں نے صحرائی ہوائی اڈے پر بالجبر اتارے گئے تینوں طیاروں کے مسافروں کو اپنے اپنے طیارے میں بٹھا کر تینوں ہوائی جہازوں میں ڈائنامیٹ اور بارود رکھ دیا اور اس کے ساتھ فلیطہ لگا دیا گیا۔ قریب تھا کہ فلیطہ کو آگ لگا کر تینوں طیاروں اور ان کے تین سو کے لگ بھاگ مسافروں کے پرخچے اڑا دیئے جاتے لیکن عراقی افسر اطلاع ملنے پر جھٹ پہنچ گئے اور انھوں نے فدائیوں کو انسانیت کے نام پر ایسا سخت اقدام کرنے سے روک دیا۔

فدائیوں کی مرکزی کمیٹی نے کل رات اعلان کیا تھا کہ حکومت عراق کی مداخلت کی وجہ سے تینوں طیاروں اور ان کے مسافروں کو تباہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا گیا ہے اور فیصلہ کیا گیا ہے کہ طیاروں اور مسافروں کو عمان تک پہنچا دیا جائے۔ فدائیوں نے مغربی ملکوں میں محبوس فدائیوں کی رہائی کے الٹی میٹم میں مزید بہتّر گھنٹے کی جو توسیع کی تھی اس میں اب غیر معین عرصے کی توسیع کر دی گئی اور اب یہ اعلان کیا گیا کہ جب مغربی ممالک محبوس فدائیوں کو رہا کر دیں گے فدائیوں کی مرکزی کمیٹی اسرائیلیوں کے سوا سب مسافر اور ان کے طیارے رہا کر دے گی۔

فدائیوں کا متذکرہ اعلان ایسے وقت ہوا جب ترکیہ کے ادانہ نامی شہر کے ہوائی اڈے سے یہ اطلاع ملی تھی کہ امریکہ نے پچیس فینٹم جیٹ طیارے ادانہ پہنچا دیے ہیں۔ تاکہ ضرورت پڑنے پر بم باری کی جائے ادانہ کا ہوائی اڈہ اردن کی سرحد سے ایک سو میل سے زیادہ دور ہے۔ ان ایجنسیوں نے یہ بھی اطلاع دی تھی کہ امریکہ کے چار ٹرانسپورٹ طیارے بھی اس فینٹم جیٹ ہوائی جہازوں کے ساتھ ادانہ پہنچے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ادانہ پہنچنے والے امریکی ٹرانسپورٹ طیاروں کی مجموعی تعداد دس تک پہنچ گئی۔ کیونکہ چھ امریکی ٹرانسپورٹ طیارے چند دن پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔

12 ستمبر 1970ء کو فلسطینی حریت پسندوں نے مغربی ممالک کے اغوا شدہ طیاروں کو عمان کے قریب اپنے ریگستانی ہوائی اڈے میں ڈائنامیٹ سے تباہ کر دیا۔ طیارے تباہ کرنے سے قبل ان کے مسافروں کو نکال لیا گیا۔ فدائین نے یہ اقدام برطانیہ مغربی، جرمنی اور سوئیزرلینڈ کی طرف سے عوامی محاذ آزادی کے مطالبات مسترد کر دینے کے بعد کیا۔ اس سے قبل اطلاع ملی تھی کہ حریت پسندوں نے ان طیاروں کے 90 مسافروں کو جن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صرف عورتیں اور بچے شامل ہیں رہا کر دیا تھا۔

30 اگست 1971ء

راشد منہاس کی شہادت

پاک سرزمین کے عظیم فرزند راشد منہاس نے وطن کی عزت اور قوم کی آبرو کیلئے جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ لیکن پاک فضائیہ کا طیارہ بھارت لے جانے کی مذموم کوشش کو ناکام بنا دیا۔ انہوں نے طیارہ شاہ بندر کے قریب بھارتی سرحد سے تیس میل کے فاصلے پر گرایا۔ جس سے جائے حادثہ پر دور دور تک بڑے بڑے شگاف پڑ گئے۔

تفصیل کے مطابق شہید راشد منہاس ایک جیٹ طیارہ میں بیٹھ کر تربیتی پرواز پر روانہ ہو رہے تھے کہ ان کا انسٹرکٹر دوڑ کر طیارے کے عقبی کاک پٹ میں سوار ہو گیا اور کنٹرول پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس کے فوراً بعد طیارے کو فضا میں بلند کر کے اس کا رخ بھارت کی طرف موڑ دیا۔ جوان سال پائلٹ افسر نے فوراً اس وطن دشمن انسٹریکٹر کے ناپاک ارادے کو بھانپ لیا اور بھارتی سرحد سے چالیس میل کے فاصلہ پر اس سے کنٹرول چھیننے کی کوشش کی لیکن ان کے مقابلے میں انسٹرکٹر اعلیٰ فنی قابلیت کا ماہر تھا۔ اس نے کنٹرول اپنے ہاتھ سے نہ دیا۔ شہید راشد منہاس نے وقت کی نزاکت کا احساس کیا اور اسی وقت یہ فیصلہ کیا کہ طیارے کو بھارت کے حوالے کرنے کے بجائے اسے سرزمین پاکستان پر ہی تباہ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے پاکستان اور پاکستانی فضائیہ کے وقار کی خاطر جان کی بازی لگاتے ہوئے طیارے کا رخ زمین کی طرف موڑ دیا اور پوری قوت کے ساتھ طیارے کا رخ زمین کی طرف برقرار رکھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے طیارہ زمین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ وطن دشمن انسٹرکٹر کی امیدیں خاک میں مل گئیں اور راشد منہاس وطن کی خاطر شہید ہو گئے۔ صدر یحییٰ خان نے فوری طور پر راشد شہید کو پاکستان میں شجاعت کا اعلیٰ ترین اعزاز ''نشان حیدر'' دیا اس سے پہلے میجر طفیل، کیپٹن غلام سرور اور میجر عزیز بھٹی کو یہ اعزاز بعد از مرگ مل چکا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

24 اکتوبر 1971ء

پاکستانی ہاکی ٹیم کا خصوصی اعزاز

پاکستان کو اس وقت ہاکی کی دنیا میں ایک ممتاز منفرد اور اعلیٰ ترین مقام حاصل تھا یہ مقام آج تک کسی ملک کو حاصل نہیں ہوا۔ 24 اکتوبر 1971ء کو سرزمین ہسپانیہ پر میزبان ہسپانوی ٹیم کو ٹنڈ ہاکی کپ ٹورنامنٹ کے فائنل میں صفر کے مقابلہ میں ایک گول سے شکست دے کر پاکستان نے اپنی سابقہ کامیابیوں پر مہر ثبت کر دی۔ پاکستان نے ہاکی کے بین الاقوامی مقابلوں میں مسلسل تیسری کامیابی کا اعزاز جو ورلڈ کپ جیت کر حاصل کیا وہ واقعی عظیم تھا۔ اس سے قبل پاکستان 1968ء میں میکسیکو اولمپکس اور 1970ء میں بنکاک کے ایشیائی کھیلوں میں ہاکی چیمپئن شپ جیت کر اپنی ان دو کامیابیوں کے ذریعہ برتری کا لوہا منوا ہی چکا تھا۔ مسلسل تیسری مرتبہ کامیابی کو ''گرینڈ سکیم'' کہتے ہیں۔ یہ کارنامہ جو پاکستانی ٹیم نے طارق بن زیاد کی سرزمین پر انجام دیا۔ پوری قوم کے لئے فخر و مباہات کا موجب تھا۔ پاکستانی ٹیم کے ارکان طارق جیسے جذبہ سے کھیلنے اور فتح سے ہمکنار ہوئے۔ وہ فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر بدمست نہیں ہوئے بلکہ اظہار عجز و تشکر کرنے کے لئے کھیل کے میدان میں ہی قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

سپین کے خلاف فائنل میں میچ کا واحد اور فیصلہ کن گول اختر الاسلام نے کیا جو پاکستان کے قابل فخر رائٹ فل بیک تنویر ڈار کی جگہ کھیل رہا تھا۔ اختر الاسلام کی عمر 24 برس تھی۔ وہ 1965ء میں یورپ اور 1970ء ایسٹ افریقہ کی دورہ کرنے والی قومی ٹیم میں ریزرو فل بیک کی حیثیت سے شامل تھے۔ گزشتہ برس ایشیائی کھیلوں میں حصہ لینے والی ٹیم کے ساتھ وہ بنکاک بھی گئے تھے۔ وہ پی آئی اے کی طرف سے کھیلتے تھے۔ اختر الاسلام نے کھیل کے 27 ویں منٹ میں پینلٹی کارنر پر ایک زوردار ہٹ لگائی جو سیدھی نٹ میں گئی۔ ان کی یہ کارکردگی قابل ستائش تھی۔ سپین کے خلاف فائنل میچ میں پاکستانی ٹیم اپنے دو بہترین کھلاڑیوں تنویر ڈار اور اسد ملک کے بغیر کھیلی۔ لیکن اس کے باوجود ٹیم کے ارکان اتنی عمدگی سے کھیلے کہ انہوں نے ان دو کھلاڑیوں کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ اس سے پاکستانی ٹیم کے جواں حال اور جواں ہمت کھلاڑیوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ٹیم کے لئے کسی ایک کھلاڑی کا ہونا لازمی اور لابدی نہیں ہے۔ ہر کھلاڑی اپنی جگہ ارجمند ہے۔ ایبٹ آباد میں چھ ماہ کے تربیتی کیمپ کے دوران ٹیم کے ہر رکن نے اپنی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کیا اور منتخب ہونے کے بعد اپنے اندر اپنی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کیا۔

اس ٹورنامنٹ کا سب سے اہم اور معرکۃ الآرا میچ پاکستان اور بھارت کا سیمی فائنل تھا۔ اس میچ پر نہ صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ پاکستان اور بھارت کے عوام بلکہ پوری دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ پاکستان اور بھارت میں تو اس میچ کو ہی فائنل سمجھا جا رہا تھا۔ بالخصوص ایسے حالات میں جب کہ بھارت نے پاکستان کے خلاف اپنی معاندانہ سرگرمیاں انتہا پر پہنچا رکھی تھیں۔ لوگوں کے نزدیک یہ بھی ایک جنگ تھی جو تراسا کے میدان میں لڑی جا رہی تھی۔ ''عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھوں میں ہے بڑا زوردار میچ تھا اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو عزت دی اور بھارت ذلیل ورسوا ہوا۔ اس میچ کی روئداد بھی بڑی دلچسپ ہے۔ مبصرین اس سیمی فائنل میں دونوں ٹیموں کو برابر کی سمجھتے تھے اور ان کے خیال میں کوئی ٹیم بھی جیت سکتی تھی۔

اعداد و شمار کے اعتبار سے پوزیشن بھارت کی مضبوط تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ بھارت کو پول اے'' میں جن ٹیموں کا مقابلہ کرنا تھا وہ پول ''بی'' کی ٹیموں کی نسبت جس میں پاکستان شامل تھا کمزور تھیں .... بہر کیف پوزیشن یہ تھی کہ پول اے میں بھارت نے چار میچ کھیلے اور چاروں جیتے۔ بھارت کا کسی ٹیم سے کوئی میچ برابر نہیں رہا تھا اور نہ ہی اس نے کسی ٹیم سے شکست کھائی تھی بھارت نے ان میچوں میں پانچ گول کیے۔ جبکہ اس کے خلاف کوئی گول نہیں ہوا تھا۔ بھارت نے اپنے پول میں سب سے زیادہ یعنی 8 پوائنٹ حاصل کیے تھے۔ اس کے برعکس پول ''بی'' میں پاکستان کی پوزیشن یہ تھی کہ اس نے چار میچ کھیلے۔ جن میں سے دو جیتے۔ ایک میچ برابر رہا اور ایک میں اسے شکست ہوئی۔ پاکستان نے ان میچوں میں گیارہ گول کیے اور آٹھ گول اس کے خلاف ہوئے۔ اس پول میں پاکستان اور سپین دونوں کے پانچ پانچ پوائنٹ تھے۔

ٹورنامنٹ کے پول ''بی'' کے ابتدائی چار میچوں میں جو لیگ سسٹم پر کھیلے گئے۔ پاکستانی ٹیم کی کارکردگی کوئی خاص تسلی بخش نہ تھی۔ پاکستان کا پہلا میچ آسٹریلیا کے خلاف ہوا۔ جس میں پاکستان نے پانچ اور آسٹریلیا نے دو گول کیے۔ دوسرا جاپان کے ساتھ کھیلا گیا جو پاکستان نے صفر کے مقابلہ میں ایک گول سے جیتا۔ تیسرا میچ ہالینڈ کے ساتھ ہوا جو برابر رہا۔ دونوں ٹیموں نے تین تین گول کیے۔ چوتھے میچ میں جو سپین کے ساتھ ہوا۔ پاکستان ایک گول سے ہار گیا۔ اس میچ میں پاکستان نے دو اور سپین نے تین گول کیے۔ ان میچوں کے نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے جو بات سامنے آتی تھی وہ یہ تھی کہ ہمارے دفاع میں کہیں کوئی کمزوری ہے کیوں کہ عالمی چمپیئن ٹیم کے خلاف آٹھ گول ہو جانا ایک ایسی بات نکلتی ہے آسانی کے ساتھ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات اپنی جگہ درست کہ پول ''بی'' میں پول اے کی نسبت مضبوط ٹیمیں تھیں۔ مگر اس کے باوجود سیمی فائنل میں پہنچنے سے پہلے تک ہماری ٹیم کی کارکردگی ایک عالمی چمپیئن ٹیم کے شایان شان نہ تھی۔ اس سلسلہ میں ہمیں اپنا محاسبہ اور تجزیہ کرنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپین سے ابتدائی راؤنڈ میں شکست کھانے کے بعد پاکستان کا سیمی فائنل میں آنا تک مشکوک ہو گیا تھا۔ اس ٹورنامنٹ کی کہانی نشیب و فراز کی ایک دل چسپ کہانی ہے۔ سپین کی ٹیم جو ابتدائی راؤنڈ میں پاکستان کو ہرانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ آسٹریلیا کی ٹیم کو نیچا نہ دکھا سکی تھی اور اس سے اس کا میچ برابر رہا تھا۔ اسی آسٹریلیا کو پاکستان اپنے پہلے میچ میں تین گول سے ہرا چکا تھا۔ ٹورنامنٹ میں ایک عجوبہ اور ہوا۔ وہ یہ کہ جاپان نے اپنے سے بہتر ہالینڈ کی ٹیم کو پول "بی" کے آخری میچ میں صفر کے مقابلہ میں ایک گول سے ہرا دیا۔ اس طرح پاکستان کے لئے سیمی فائنل میں آنے کی راہ ہموار ہو گئی۔ اگر یہ میچ ہالینڈ جیت لیتا تو پھر سپین اور ہالینڈ کی ٹیمیں سیمی فائنل میں آ جاتیں۔

پاکستان کی ٹیم نے بھارت کے ساتھ سیمی فائنل میں اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے نہایت مشکل حالات میں بھی دل نہ چھوڑا۔ بھارت کے خلاف کھیلتے ہوئے ہماری ٹیم فی الواقع عالمی چمپیئن ٹیم معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا ہر کھلاڑی ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے بڑی دلجمعی اور توانائی سے کھیل رہا تھا۔ یہ میچ بڑا سخت تھا۔ بھارت کی ٹیم بھی پورے جارحانہ انداز سے کھیل رہی تھی۔ کھیل کے تیسویں منٹ میں بھارت کے سنٹر فارورڈ راجندر سنگھ نے گول کر دیا۔

وقفہ کے وقت پوزیشن یہ تھی کہ پاکستان ایک گول سے ہار رہا تھا۔ دوسرا ہاف باقی تھا۔ وقفہ کے بعد کھیل دوبارہ شروع ہوا تو پاکستانی ٹیم نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ برسر پیکار ہوئی۔ ابھی چھ منٹ گزرے تھے کہ سنٹر فارورڈ عبدالرشید نے گول کر کے حساب برابر کر دیا۔ اس کے صرف ایک منٹ بعد رائیٹ فل بیک تنویر ڈار کے گھٹنے پر چوٹ آ گئی۔ انہیں کھیل کے میدان سے باہر جانا پڑا۔ ان کی جگہ ارشد علی کو لایا گیا۔ جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو خوبی سے نبھایا۔ اب کھیل میں مزید سرگرمی پیدا ہو چکی تھی۔ پاکستانی ٹیم کے کھلاڑی بڑے جذبہ سے کھیل رہے تھے۔ پاکستان کی ٹیم بالآخر بھارتی ٹیم پر زبردست دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہو گئی۔ کھیل ختم ہونے سے گیارہ منٹ پہلے پاکستان کو بھارت کے خلاف ایک پینلٹی کارنر ملا۔ یہ پنلٹی کارنر منور الزماں نے لگایا اور نشانہ بالکل ٹھیک بیٹھا۔ پاکستان نے یہ گول کر کے بھارت کو اس کے انجام سے دو چار کر دیا۔ اس میچ میں گول کرنے والے دو کھلاڑیوں عبدالرشید اور منور الزمان نے بلاشبہ ایک تاریخی کام کیا۔ لیکن اس کامیابی کا کریڈٹ پوری ٹیم کو جاتا ہے۔ جو جنگ ستمبر کے جذبہ سے لڑی اور کامران ہوئی ایک اطلاع کے مطابق ہاکی ٹیم کی اس کامیابی کے اثرات سرحدوں پر حفاظت وطن کے لئے مامور سپاہیوں پر بھی مرتب ہوئے۔ رمضان المبارک کے پہلے روزہ کے افطار کے ساتھ جب ہمارے شیروں فوجیوں کو اپنی ٹیم کی کامیابی کی خبر ملی تو انہوں نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھارت کے خلاف گول کرنے والے دو کھلاڑیوں کو ان کے حوصلہ' ہمت اور مشکل وقت میں صحیح کارکردگی دکھانے پر داد دینا پڑتی ہے۔ پاکستان کے سنٹر فارورڈ عبدالرشید جنہوں نے بھارت کے خلاف شاندار کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے گول برابر کر کے کامیابی کا راستہ ہموار کیا۔ پاکستانی ٹیم کے سابق کپتان لیفٹیننٹ کرنل حمیدی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ وہ پی آئی اے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی عمر 23 برس ہے۔ اس سے پہلے وہ 1971ء میں بنکاک کے ایشیائی کھیلوں میں بھارت کے خلاف فیصلہ کن گول کرنے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اس کارکردگی پر انہیں صدر کا تمغہ حسن کارکردگی بھی مل چکا ہے۔ وہ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ابھی کئی سنہرے کارنامے سرانجام دیں گے۔ کراچی کے منور الزماں جنہوں نے بھارت کے خلاف دوسرا اور فیصلہ کن گول کیا عمر بیس برس ہے۔ وہ بھارت کے خلاف صف آراء ہونے والی ٹیم کے سب سے کم عمر رکن تھے۔ انہیں اس ٹورنامنٹ میں دوسری مرتبہ کھیلنے کا موقع دیا گیا۔ وہ پوری جاں سوزی اور محنت کے ساتھ کھیلے اور اپنی قوم کی فتح کا مژدہ سنانے میں کامیاب ہو گئے۔ بھارت کے خلاف ہمارے جواں سال کھلاڑی نہایت جذبہ اور ولولہ سے کھیلے۔

کھیل کے آخری پچیس منٹ میں انہوں نے ہر پہلو اور ہر جہت بھارت کے مقابلہ میں اعلیٰ کارکردگی دکھائی اور میدان پر مکمل طور پر چھا گئے۔ بھارت کے خلاف سیمی فائنل میں ہماری کامیابی عظیم تھی لیکن منزل مقصود ورلڈ کپ تھا اور اس کے لئے فائنل میں سپین سے مقابلہ تھا سپین جس سے پہلے پاکستانی ٹیم ہار چکی تھی۔ فائنل میں پاکستانی ٹیم نے پھر اپنی اعلیٰ کارکردگی کو دہرایا اور ورلڈ کپ جیت لیا۔ آخری دونوں میچوں میں ہماری ٹیم ایک چمپئن کا کھیل کھیلی۔ قوم کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں۔ جن کی بدولت اسے تائید ایزدی حاصل ہوتی وہ گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ سرزمین ہسپانیہ پر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں اور پاکستانی پرچم سربلند ہوا۔

حالیہ ورلڈ کپ ہاکی ٹورنامنٹ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دیگر ممالک کی یہ ٹیمیں بھی اپنے کھیل کے معیار کو بلند کرنے میں خاصی حد تک کامیاب ہوئی ہیں۔ اس لئے ہمیں ایک مضبوط ہاکی ٹیم کی تیاری کے لئے مربوط مساعی کرنی چاہیے۔ اس کے لئے ایک جامع منصوبہ کے تحت کام کا آغاز کرنے میں قطعاً کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔

اس ٹورنامنٹ کے سیمی فائنل میچوں کے سوا تمام مقابلے سلونا میں ہوئے۔ سیمی فائنل کے دونوں میچ 22 اکتوبر تراسا میں کھیلے گئے۔ تراسا صنعت پارچہ بانی کا مرکز ہے اور بارسلولا کے شمال میں بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ٹورنامنٹ صرف ایک دن کے لئے تراسا کے اس خوبصورت شہر میں منتقل ہوا تھا جہاں پاکستان کی ٹیم نے بھارتی ٹیم کو روئی کے گالوں کی طرح دھنک کر رکھ دیا۔ 23 اکتوبر کو ٹورنامنٹ پھر سے بارسلونا میں منتقل ہو گیا۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

24 اکتوبر کو ورلڈ کپ کے لئے سپین (میزبانوں) پاکستان (مہمانوں) کے درمیان زور آزمائی ہوئی پاکستان ظفر مند ہوا۔ پاکستانی کھلاڑی کامیابی کے بعد جب نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے قبلہ رو ہو کر گراؤنڈ پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ ہسپانیہ کی فضاؤں میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا اسی سرزمین پر مسلمانوں نے سوا سات سو سال پہلے طارق بن زیاد کی زیر قیادت فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے تھے۔

26 اکتوبر 1971ء

چین اقوام متحدہ کا رکن بن گیا

عوامی جمہوریہ چین بائیس سال کی سیاسی تگ و دو کے بعد اقوام متحدہ کا رکن بننے میں کامیاب ہو گیا اور سلامتی کونسل میں اسے ویٹو کے اختیارات کی حامل مستقل نشست دیدی گئی۔ آج پیکنگ میں عوامی جمہوریہ چین کے قائم مقام وزیر خارجہ نے اقوام عالم کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا اور اعلان کیا کہ چین اقوام متحدہ میں اپنی نشست سنبھالنے کے لئے فوری طور پر ایک وفد بھیجنے پر غور کر رہا ہے۔

جنرل اسمبلی نے گزشتہ روز رائے شماری کے ذریعہ عوامی جمہوریہ چین کو عالمی ادارے کا رکن بنانے اور تائیوان کو اقوام متحدہ سے خارج کرنے کا فیصلہ دے دیا۔ تائیوان کے اخراج اور اس کی جگہ چین کو دینے کی قرارداد جو البانیہ اور پاکستان سمیت بائیس ممالک نے پیش کی تھی۔ پینتیس کے مقابلے میں چھہتر ووٹوں سے منظور کی گئی۔ سترہ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ قرارداد پر فیصلہ سادہ اکثریت سے کیا گیا۔ کیونکہ جنرل اسمبلی نے اس سے پہلے امریکہ اور اس کے حامیوں کی یہ قرارداد مسترد کر دی کہ تائیوان کے اخراج کے سوال کو اہم سوال سمجھا جائے اور اس پر فیصلہ دو تہائی اکثریت سے کیا جائے تاہم قرارداد پچپن کے مقابلے میں صرف انسٹھ ووٹوں سے مسترد کی گئی۔

پندرہ ملکوں نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ سیکرٹری جنرل اوتھان نے جیسے ہی چین کے اقوام متحدہ کا رکن بننے اور تائیوان کے اخراج کے فیصلہ کا اعلان کیا۔ اسمبلی ہال تالیوں اور پرمسرت نعروں کے فلک شگاف شور سے گونج اٹھا۔ شرکاء اجلاس جوش و مسرت میں کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور متعدد ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے بعض نے خوشی میں ایک دوسرے کی طرف کاغذ کی گولیاں پھینکیں۔ اس سے پہلے الیکٹرانک بورڈ پر رائے شماری کا نتیجہ ظاہر ہونے اور امریکہ کی تائیوان کے سلسلے میں ''اہم سوال'' کی قرارداد مسترد ہوتے ہی ایوان نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالیاں بجائیں اور خوشی کے نعرے لگائے۔

جنرل اسمبلی کے اجلاس میں چین کی رکنیت کے سوال پر بحث کے آغاز سے ہی شرکاء اجلاس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ امریکہ کی دو چین پالیسی ناکام ہو جائے گی اور تائیوان کی جگہ چین کو دے دی جائے گی۔ اس لئے رائے شماری کے فیصلہ کے اعلان سے قبل ہی تائیوان کے نمائندے اپنی نشستیں چھوڑ کر جا چکے تھے اور انہیں اپنی حکومت کی طرف سے ٹیلیفون پر ایسا کرنے کی منظوری دے دی گئی تھی۔

امریکہ اور اس کے ساتھیوں کو بھی ابتداء کی بحث سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے۔ چنانچہ اس شکست سے بچنے کے لئے امریکہ کے حامیوں نے ایک آخری کوشش کی کہ ایک قرارداد کے ذریعے یہ مطالبہ کیا کہ چین کی رکنیت کے مسئلہ پر رائے شماری کو 48 گھنٹوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے لیکن یہ قرارداد مسترد ہو گئی۔ بعد ازاں امریکہ کی اس قرارداد پر رائے شماری ہوئی کہ تائیوان کو رکنیت سے خارج کرنے کے مسئلے کو دو تہائی اکثریت کی تائید حمایت سے طے کیا جائے۔ امریکہ کی یہ قرارداد بھی جنرل اسمبلی نے رائے شماری کے ذریعے رد کر دی۔

اس قرارداد کے مسترد ہوتے ہی البانیہ الجزائر پاکستان اور دیگر ملکوں کی قرارداد پر رائے شماری کا راستہ صاف ہو گیا۔ جس میں جمہوریہ عوامی چین کو رکن بنانے اور تائیوان کو رکنیت سے خارج کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جب جنرل سیکرٹری نے البانیہ کی قرارداد پر ایوان کی رائے طلب کی۔ اس پر امریکی مندوب مسٹر جارن بش کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ قرارداد کے دونوں حصوں پر الگ الگ ووٹ لئے جائیں۔ قرارداد کے محرکوں نے اعلان کیا کہ قرارداد پر بحیثیت مجموعی ووٹ لئے جائیں گے۔ اس پر گرما گرم بحث شروع ہو گئی تائیوان کے وزیر خارجہ مسٹر چوشوکافی اٹھ کر شہ نشیں آئے اور انہوں نے اعلان کر دیا۔ کہ وہ اور ان کے رفقاء کار جنرل اسمبلی کے اجلاس سے اٹھ کر جا رہے ہیں۔ چنانچہ ووٹ شمار کرنے کے بعد جب سیکرٹری جنرل نتیجہ کا اعلان کر رہے تھے تو تائیوان کے مندوبین کی وہ تمام کرسیاں خالی تھیں جن پر وہ گزشتہ 22 سالوں سے قابض تھے۔ ڈاکٹر آدم ملک صدر جنرل اسمبلی نے اس کے بعد اعلان کیا کہ وہ اس فیصلے سے تائیوان کے مندوبین کو مطلع کر دیں گے۔

جس وقت عوامی جمہوریہ چین کو اقوام متحدہ کا رکن بنانے اور تائیوان کو رکنیت سے خارج کرنے کے فیصلے کا اعلان کیا گیا۔ تو تمام ارکان جنرل اسمبلی خوشی و مسرت سے جھوم اٹھے۔ کئی ممبروں نے اپنے ڈیسکوں کو تالیوں سے پیٹنا شروع کر دیا۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ بغلگیر ہوئے گلے ملے اور سارا ایوان خوشی و مسرت سے نعروں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالیوں سے گونجنے لگا اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اوتھان نے جنرل اسمبلی میں منظور کی جانے والی قرارداد کا متن عوامی جمہوریہ چین کی حکومت کو بذریعہ تار بھجوادیا۔

سب سے زیادہ شرمندگی امریکی مندوبین کو اٹھانا پڑی کیونکہ وہ رائے شماری سے چند منٹ پہلے اپنے ساتھیوں اور حمایتوں کو یہ یقین دلا رہے تھے کہ وہ تائیوان کو اقوام متحدہ کی رکنیت سے خارج نہ ہونے دیں گے۔ مسٹر بش اور امریکہ کے وزیر خارجہ مسٹر ولیم راجرز کو اپنی کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ وہ صدر نکلسن کو بھی یہ یقین دلا آئے تھے کہ سلامتی کونسل میں اگر البانیہ کی قرار پر رائے شماری ہوئی تو وہ اصل قرارداد کو دو حصوں میں بانٹ کر الگ الگ حصہ پر رائے شماری کرائیں گے اور اس طرح تائیوان کو اقوام متحدہ سے خارج ہونے سے بچالیں گے۔ چنانچہ جب جنرل اسمبلی نے یہ فیصلہ دیا کہ البانوی قرارداد ساری کی ساری ایک متصور ہوگی اور اس پر ایک مرتبہ رائے شماری ہوگی تو امریکی مندوب اور ان کے ساتھی ششدر رہ گئے۔

البانوی قرارداد منظور ہونے کے بعد امریکہ کی وہ قرارداد از خود ختم ہوگئی۔ جس میں چین کو رکن بنانے کے ساتھ ساتھ تائیوان کی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے کہا گیا تھا البانیہ کے نائب وزیر خارجہ وائس میل اور پاکستان کے سفیر آغا شاہی دوسرے ارکان سے مبارک وصول کرتے رہے اور انہوں نے اس کامیابی کو دنیا کے عوام اور رکن ممالک کی فتح اور امریکہ کی عظیم شکست قرار دیا۔

16 دسمبر 1971ء

سانحہ مشرقی پاکستان

7 دسمبر 1970ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات سے لے کر اگلے برس 16 دسمبر 1971ء تک کے زمانے میں پاکستان کی سیاسی صورتحال نے بڑی تیزی کے ساتھ سفر کیا۔

ان انتخابات کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے تقریباً سو فیصد نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ جبکہ مغربی پاکستان کی 138ء نشستوں میں سے 81 پر پاکستان پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی۔ اس صورتحال میں صدر یحییٰ خان نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے قومی اسمبلی کے اجلاس کو بار بار موخر کیا۔ جس سے مشرقی پاکستان کے عوام میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ مغربی پاکستان کے سیاستدان اقتدار کو مشرقی پاکستان کے سیاستدانوں کے حوالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے گریزاں ہیں۔اس فضا نے مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی کی صورتحال پیدا کر دی۔جب 19 فروری کو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔جس پر رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا ''ہم التواء کے فیصلہ کو چیلنج کئے بغیر نہیں رہ سکتے'' انہوں نے 2 مارچ کو ڈھاکہ اور 3 مارچ کو ملک بھر میں ہڑتال کرنے کی اپیل کی۔

مشرقی پاکستان میں امن وامان کی صورتحال پہلے ہی خراب تھی۔ ہڑتال کے دوران جلسے جلوس کے علاوہ آتش زنی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ ڈھاکہ میں کرفیو لگائے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ شیخ مجیب الرحمان نے یکم مارچ ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ میں ایک جلسہء عام میں تحریک عدم تعاون کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ ٹیکس نہ دیں۔سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں ہڑتال کی جائے۔تعلیمی ادارے بند رکھے جائیں۔ بنکوں یا دیگر ذرائع سے رقوم مغربی پاکستان نہ بھیجی جائیں اور بنکوں کو بھی ہدائت کی کہ وہ صرف بنگلہ دیش کے اندر لین دین کریں۔تنخواہیں ادا کرنے کے لئے دوپہر کے بعد دفاتر کھولے جائیں۔اس کے بعد ڈھاکہ میں خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔فوج پر حملے ہو رہے تھے اور غیر بنگالیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جا رہا تھا۔16 مارچ کو جب یحییٰ خان شیخ مجیب الرحمان سے مذاکرات کے لئے ڈھاکہ گئے تو شیخ مجیب الرحمان نے تاثر دینے کی کوشش کی کہ جیسے وہ صدر مملکت کے بجائے کسی مہمان سے گفتگو کر رہے ہیں۔ڈھائی گھنٹے جاری رہنے والی یہ ملاقات بے نتیجہ رہی۔مجیب کا کہنا تھا کہ ہمارے مطالبات کو تسلیم کرنا ہوگا۔بنگلہ دیش کے عوام اب کسی قوت کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔

چاٹگام کی بندرگاہ سے چھاؤنی کی طرف جانے والے راستے میں فوج کی نقل وحمل روکنے کے لئے سڑکوں پر بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔کوڑے اینٹوں اور ڈرموں کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ جب فوج کے سپاہی ہٹانے کے لئے آئے تو لیگ کے کارکنوں نے مزاحمت کا استہ اختیار کرتے ہوئے فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ چنانچہ لیگ کے کارکنوں کی مزاحمت ایک بہت بڑے تصادم کی شکل اختیار کر گئی۔فوج کو فائرنگ کرنی پڑی۔جس کے نتیجے میں بھاری جانی نقصان ہوا۔

مشرقی پاکستان کے گورنر احسن یکم مارچ 1971ء کی رات اپنے عہدے سے فارغ کر دیئے گئے۔ان کی جگہ صاحبزادہ یعقوب خان نے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں اور فوری طور پر جنرل ٹکا خان کو فون کر کے سفارش کی کہ قومی اسمبلی کے اجلاس کی نئی تاریخ کا اعلان کیا جائے۔ یحییٰ خان بھٹو سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔کیونکہ ان کے ساتھی انہیں یہ باور کرا چکے تھے کہ مجیب الرحمٰن وزیر اعظم بنتے ہی جی ایچ کیو ڈھاکہ منتقل کر دے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنرل ٹکا خان جنرل یحییٰ خان کو یقین دلا چکے تھے کہ اگر انہیں گورنر نامزد کر دیا جائے تو وہ مشرقی پاکستان کے حالات معمول پر لا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے یعقوب خان کی جگہ جنرل ٹکا خان کو گورنر نامزد کر دیا گیا۔

پاکستانی فوج کے ایک ریٹائرڈ کرنل عثمانی نے مشرقی پاکستان کے تعلیمی ادارے مکتی باہنی کے مراکز میں تبدیل کر دیئے۔ جہاں بھارتی کمانڈوز بنگالی نوجوانوں کو ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت دیا کرتے تھے۔ یکم مارچ 1971ء کو تمام تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے' لیکن مکتی باہنی نے پھر بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ بنگالی نوجوانوں پر مشتمل فوج تیار ہو رہی تھی جو بالآخر پاکستانی فوج سے مقابلے کے لئے سامنے لائی جا سکتی تھی۔

22 مارچ کو مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کی منظوری دے دی گئی جس میں شیخ مجیب الرحمان کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بھی شامل تھا۔ اس سے پہلے بھارتی سفارتکار کلکتہ میں قائم کئے گئے عارضی ریڈیو اسٹیشن سے آزادی کے ترانے نشر کر رہے تھے۔ شیخ مجیب الرحمان کی ایک ریکارڈ شدہ تقریر بھی بھارت پہنچائی جا چکی تھی جس میں آزاد بنگلہ دیش کے قیام کا اعلان بھی کیا گیا تھا اور نوجوانوں سے مخاطب کر کے کہا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں۔ جب تک مغربی پاکستانیوں کو قید یا قتل نہیں کر دیا جاتا۔

اصغر خان اپنی کتاب ''جرنیل سیاست میں'' میں لکھتے ہیں۔

''ڈھاکہ سے کراچی جاتے ہوئے جب پی آئی اے کا جہاز چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر سری لنکا سے گزر رہا تھا تو یحییٰ خان وہسکی کا گلاس اٹھائے ہوئے چسکیاں لے رہا تھا۔ اس وقت جہاز کے کپتان نے اسے پیغام دیا کہ ''آپریشن سرچ لائٹ'' شروع ہو چکا ہے جوں ہی یہ المیہ شروع ہوا ٹینک اور فوجی گاڑیاں ڈھاکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں آ پہنچیں''۔

چنانچہ شیخ مجیب الرحمان کو اس کی رہائش گاہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ فوج نے صوبے بھر میں ہر اس مقام پر حملہ کیا جہاں مکتی باہنی نے اپنے اڈے قائم کر رکھے تھے۔ شیخ مجیب کو مغربی پاکستان بھیج دیا گیا۔ لاکھوں شر پسند عناصر بھاگ کر بھارت کے سرحدی علاقوں میں قائم کئے گئے کیمپوں میں چلے گئے۔

مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کے بعد حالات بظاہر معمول پر آ گئے تھے۔ لیکن راکھ میں دبی ہوئی چنگاریاں کسی وقت بھی شعلوں کی شکل اختیار کر سکتی تھیں۔ بھارت نے اس اپریشن کی آڑ لے کر 22 نومبر کو مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا اور مشرقی پاکستان میں تمام محاذوں پر جنگ شروع ہو گئی۔ ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ پاکستانی فوج کو ایک طرف بھارتی افواج کا سامنا تھا تو دوسری طرف تربیت یافتہ بنگالی ان کی پیٹھ میں چھرا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھونپنے میں مصروف تھے۔ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے 6 دسمبر کو مغربی پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان پہلے ہی ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھے۔ مشرقی پاکستان کے دفاع پر مامور پاکستانی فوج کو سامان رسد اور اسلحہ کی ترسیل رک گئی۔ 16 دسمبر کو ڈھاکہ بھارت کے قبضے میں آ گیا۔ 17 دسمبر کو اقوام متحدہ اور امریکہ کی مداخلت پر جنگ بند ہو گئی۔

16 دسمبر 1971ء کی صبح نو بجے ڈھاکہ شہر کے ریس کورس میدان میں پاکستان کی ایسٹرن کمانڈ کے کمانڈر اور زون بی کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی نے مفتوح کی حیثیت سے ہتھیار ڈالنے کی تقریب میں سقوط ڈھاکہ کی دستاویز پر دستخط کئے جس کے بعد سقوط ڈھاکہ کا اعلان کر دیا گیا۔ اس جنگ میں پاکستان کی فوج کے نوے ہزار جوان جنگی قیدی بنا لئے گئے یہ پاکستان کی سیاسی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔

17 جون 1972ء

واٹر گیٹ سکینڈل

17 جون 1972ء کو علی الصبح امریکا کی ڈیموکریٹک پارٹی کے صدر دفتر واٹر گیٹ کمپلیکس میں نقب زنی کی ایک معمولی واردات نے صرف چند ماہ میں ملکی تاریخ کا اتنا بڑا اسکینڈل کھڑا کر دیا تھا کہ اس کی وجہ سے دنیا کے سب سے طاقتور ملک کے صدر کو انتہائی خفت اور ذلت کے ساتھ اپنے عہدے سے علیحدہ ہونا پڑا۔

واٹر گیٹ اسکینڈل نے جہاں ایک جانب امریکا کی سیاسی جماعتوں اور اعلیٰ عہدے داروں کی جانب سے اپنے مخالفین کے خلاف انتہائی اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے کا بھانڈا پھوڑ دیا وہیں اعلیٰ صحافتی روایات کی ایک نئی تاریخ بھی رقم ہوئی۔

واٹر گیٹ آفس میں نقب زنی کے ملزمان نے دفتر سے کوئی قیمتی شے چوری کرنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے ہیڈ کوارٹر کے وہ فون ٹیپ کرنے کے لئے وہاں آلات نصب کرنے کی کوشش کی تھی جن کا تعلق صدر نکسن کو دوبارہ صدر کی حیثیت سے منتخب کرنے کے لئے قائم کی جانیوالی کمیٹی سے تھا۔

نکسن انتظامیہ واٹر گیٹ اسکینڈل سے بھی بہت پہلے عوام میں اپنے بارے میں قائم غلط تاثرات کے حوالے سے کافی محتاط تھی اور انتظامیہ کی پوری کوشش تھی کہ حکومت کے خلاف کسی بھی معاملے کی غیر ضروری پبلسٹی نہ کی جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر نکسن انتہائی وہمی انسان تھے اور ان کی اس خصوصیت کا ان کے قریب لوگوں کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کو علم تھا۔

ویت نام کی جنگ کے حوالے سے صدر نکسن پر کافی نکتہ چینی کی جارہی تھی ''پینٹا گون پیپرز'' کے منظر عام پر آنے کے بعد وہائٹ ہاؤس کے وہمات اور وسوسوں میں مزید اضافہ ہوا تھا ان کاغذات کا تعلق ویت نام کی جنگ میں امریکی محکمہ دفاع کے ملوث ہونے سے تھا۔ ان کاغذات کا انکشاف اخبار نیویارک ٹائمز کے رپورٹر ڈینئیل ایلس برگ نے 1971 میں کیا تھا۔ صدر نکسن کو جب اس خفیہ رپورٹ کے افشاء ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے ان تمام دستاویزات کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا مگر فیصلہ 3-6 کے تناسب سے ان کے خلاف ہوا۔

پینٹا گون پیپرز کی اشاعت کے بعد صدر نکسن نے وہائٹ ہاؤس میں ایک خصوصی تحقیقاتی یونٹ قائم کر دیا جس کا کام سرکاری دستاویزات کے مزید افشاء کے سلسلے کو روکنا تھا۔ جی گورڈن اور ای ہاورڈ نامی دو افراد اس یونٹ سے منسلک تھے ان دونوں افراد نے بظاہر قومی سلامتی کے نام پر صحافی ایلس برگ کے نجی دفتر تک کی تلاشی لی تا کہ اس کے بارے میں ایسی معلومات جمع کی جا سکیں کہ جن کے ذریعے اسے بدنام کیا جا سکے۔ درحقیقت یہ یونٹ قومی سلامتی کے تحفظ کے لئے نہیں بلکہ صدر نکسن کا امیج بہتر بنانے کے لئے کام کر رہا تھا۔

وہم اور وسوسوں کے شکار صدر نکسن نے اپنے سیاسی دشمنوں کی جو فہرست تیار کرائی اس میں ڈیموکریٹس اخبارات وجرائد کے ناقدین اور انتظامیہ کے افراد بھی شامل تھے یہ فہرست خاصی طویل تھی اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا اس فہرست میں ٹیڈ کینیڈی سے جین فونڈا تک کے نام شامل تھے۔

1971ء میں صدر کے دوبارہ انتخاب کے سلسلے میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جسے CREEP کا نام دیا گیا جب اسٹیور میگ روڈر نے اس کمیٹی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالیں بعد میں اسٹیورز کمیٹی کے ڈپٹی ڈائریکٹر اور جان مچلز ڈائریکٹر منتخب ہوئے جنہوں نے اٹارنی جنرل کی حیثیت سے اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر صدر نکسن کی انتخابی مہم کے نگراں کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ اس کمیٹی نے صدر نکسن کے نام پر خوب کھل کھیلا اور صدر اور ڈیموکریٹک پارٹی کی ساکھ کو بہتر بنانے کی بجائے اسے بری طرح نقصان پہنچایا۔ ایک موقع پر نکسن کے سیاسی حریف ایڈن مسکی اور ان کی بیوی پر انتہائی گھناؤنے الزامات لگائے گئے۔

CREEP کی جانب سے جو بھی سیاسی حربے استعمال کئے جا رہے تھے اور جو غیر قانونی سرگرمیاں جاری تھیں ان کے پس پردہ جی گورڈن کا ذہن کارفرما تھا۔ ان ہی غیر قانونی سرگرمیوں میں ایک کارروائی ڈیموکریٹک پارٹی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صدر دفتر میں ہونے والی نقب زنی کی واردات بھی تھی یہ دفاتر واشنگٹن میں واٹر گیٹ کمپلکس میں واقع تھے۔

رائے عامہ کے بعض جائزوں کے مطابق نکسن کے سیاسی حریف ایڈمنڈ مسکی کئی مقامات پر ان سے سبقت لے جا رہے تھے۔CREEP پر رائے عامہ کے ان جائزوں کے بعد بہت زیادہ دباؤ تھا اور جی گورڈن نے اس موقع پر واٹر گیٹ میں ایک ''معمولی سی'' نقب زنی کی تجویز پیش کی تھی میگروڈر نے رہزنی کی اس واردات کی زبانی طور پر منظوری دی تھی اور بظاہر صدر نکسن کا اس سارے معاملے سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا۔

17 جون 1972ء کو ڈیموکریٹک پارٹی کے صدر دفتر میں کی جانے والی نقب زنی یہاں اپنی نوعیت کی پہلی نقب زنی نہیں تھی اس سے قبل 28 مئی 1972ء کو یہاں ایسی ہی ایک واردات ہو چکی تھی۔ جب نقب زن جی گورڈن لڈی کا تیار کردہ ایک منصوبہ چوری کر کے لے گئے تھے اور انہوں نے ٹیلی فون ٹیپ کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔

صدر نکسن کے دوبارہ انتخاب کی مہم ہی کے دوران ایک مرحلے پر پانچ نقب زن ڈیموکریٹک پارٹی کے صدر دفتر میں داخل ہونے کی کوشش کر چکے تھے۔اس دوران عمارت کے چوکیدار فرینک ولڑ نے ان نقب زنوں کو پکڑ لیا تھا نقب زنوں کی گرفتاری کے بعد جی گورڈن اور ایچ ہاورڈ کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔گرفتار کئے جانے والے نقب زنوں میں سے ایک میک کررڈ CREEP کا سیکورٹی ڈائریکٹر نکلا جب کہ دیگر نقب زنوں کا تعلق فیڈل کاسترو کے ایک مخالف گروپ سے تھا نقب زنوں کے قبضے سے 14 ہزار ڈالر کی رقم بھی برآمد ہوئی۔رقم برآمد ہونے اور نقب زنوں کے نکسن انتظامیہ سے براہ راست تعلق کے باوجود وہائٹ ہاؤس کے پریس سیکرٹری اون زیگلر نے اسے محض ایک ''گھٹیا نقب زنی کی واردات'' قرار دے کر اس واقعے پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔

واٹر گیٹ اسکینڈل کے اصل حقائق کو بے نقاب کرنے میں واشنگٹن پوسٹ کے دو نوجوان رپورٹرز باب وڈورڈ اور کارل برنسٹین نے اہم ترین کردار ادا کیا۔انہوں نے سب سے پہلے اپنی رپورٹس میں عوام کو بتایا کہ وہائٹ ہاؤس اس اسکینڈل میں پوری طرح ملوث ہے۔اس اسکینڈل میں CREEP کے ملوث ہونے کے امکانات ابتدا میں اس لئے کم ہو گئے کہ ابتدائی انتخابی نتائج کیمطابق آزاد امیدوار جارج میک گورن کے مقابلے میں صدر نکسن کی کامیابی کا تناسب بڑھ گیا تھا۔اس کے ساتھ ہی نائب صدر اسپیرو اگنیو نے 50 ریاستوں میں سے 49 میں زبردست کامیابی حاصل کر لی تھی۔اس طرح نکسن اور اسپیرو ایک بار پھر امریکا کے صدر اور نائب صدر منتخب ہو گئے تھے۔

نکسن کی کامیابی کے باوجود واٹر گیٹ اسکینڈل کو ذرائع ابلاغ نے بھلایا نہیں تھا انتخابات کے فوری بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکینڈل کی ایک بار پھر وسیع پیمانے پر اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا اس بار واٹر گیٹ اسکینڈل کا آغاز گرفتار شدہ ملزمان کے ابتدائی بیانات سے کیا گیا۔

10 جنوری 1973ء کو جج جان جے سریکا نے مقدمے کی سماعت کا آغاز کیا جس کے بعد پوری امریکی قوم کی توجہ ایک بار پھر واٹر گیٹ اسکینڈل کی جانب مرکوز ہو گئی گرفتار شدہ سات افراد ہار کر گنز یلز ماٹیز اسٹر جر میکارڈ لڈی اور نیٹ پر سازش، نقب زنی، غیر قانونی طور پر وائر ٹیپنگ اور غیر قانونی آلات رکھنے کے سنگین الزامات تھے۔ مقدمے کی ابتدائی سماعت کے دوران واقعے کا وہائٹ ہاؤس سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا تھا۔ CREEP کے دونوں ڈائریکٹرز میگ روڈر ہربرٹ پورٹر اور دیگر گواہوں نے واقعہ کی تمام تر ذمہ داری گورڈن لڈی پر ڈال دی۔

جج نے لڈی کو کچھ معاملات میں اور میگ گورڈ کو آٹھ معاملات میں ملزم قرار دیا مقدمے کے اختتام پر جج سریکا نے اپنے فیصلے میں کہا میں اب بھی مقدمے کے سلسلے میں پیش کئے جانے والے حقائق سے مطمئن نہیں ہوں۔ اس وقت تک کسی شخص کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ جج کی بات میں کس حد تک حقیقت ہے اور اس معاملے میں وہائٹ ہاؤس کے کردار کی کس حد تک پردہ پوشی کی گئی ہے۔

مارچ 1973ء میں ملزمان کو سزائیں سنائے جانے کے فوری بعد جج سریکا کو جیمز میگ گورڈ کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ مقدمے میں وہائٹ ہاؤس کو کور فراہم کیا گیا ہے۔ خط کے مندرجات کے مطابق مقدمے میں وکلائے صفائی پر بہت زیادہ سیاسی دباؤ تھا میگ گورڈ نے خط میں یہ الزام بھی لگایا کہ صدر کے وکیل جان ڈین اور سابق اٹارنی جنرل جان مچل نے وکلائے صفائی کو ہدایت کی تھی کہ وہ تحفظات کو پیش نظر رکھیں۔ انصاف کی راہ میں رکاوٹ اور وہائٹ ہاؤس کے اعلیٰ حکام کو جان بوجھ کر مقدمے سے دور رکھنے کی اس کوشش کی وجہ سے یہ اسکینڈل پوری طرح قوم کی نظر میں آ گیا۔

صدر نکسن نے اس پورے معاملے میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ انہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں انہوں نے اپنے گرد گویا ایک دیوار سی چن لی تھی۔ وہائٹ ہاؤس کے اعلیٰ حکام کو جن میں صدارتی معاونین بھی شامل تھے صدر نکسن نے ہدایت دی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سارے معاملے سے لاتعلقی ظاہر کر دیں دیگر افراد کو پانچویں ترمیم کی وکالت کرنے دیں مگر اس معاملے پر پردہ ڈالیں یا تحفظ دیں جس سے ہم پر حرف آتا ہو اور وہ اپنے پورے منصوبے کو مکمل تحفظ دیں۔

ان کوششوں کے باوجود صدر نکسن اس اسکینڈل کے حوالے سے اپنے گرد کوئی آہنی دیوار نہیں کھینچ سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اس اسکینڈل کو وہائٹ ہاؤس سے دور رکھنے کی جتنی کوشش کی اسکینڈل اتنا ہی وہائٹ ہاؤس کے قریب تر ہوتا چلا گیا۔

صدر نکسن نے صورتحال کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو اپنے کئی اعلیٰ حکام کو برطرف کر دیا یا ان سے استعفیٰ طلب کر لئے ان میں اٹارنی جنرل کلائن ڈسٹ بھی شامل تھا۔

فروری 1973ء میں سینٹ کی ایک کمیٹی کے قیام سے اس اسکینڈل کے حقائق کو مزید تقویت ملی۔ 17 مئی 1973ء کو کمیٹی نے تحقیقات کا آغاز کیا تحقیقات کی بنیاد ان حقائق پر تھی کہ واٹر گیٹ اسکینڈل کے مقدمے کی سماعت کے دوران وہائٹ ہاؤس کو اس اسکینڈل سے بچانے کی کس حد کوشش کی گئی۔

سماعت کے دوران جیب اسٹیورٹ اور میگ روڈر نے بیان دیا کہ ڈیموکریٹک پارٹی کے صدر دفتر میں نقب زنی کے سلسلے میں انہیں سابق اٹارنی جنرل جان مچل نے براہ راست احکامات دیئے تھے کمیٹی کے سامنے بیان میں یہ انکشاف بھی ہوا کہ صدر نکسن نہ صرف صورتحال سے پوری طرح واقف تھے بلکہ انہوں نے وہائٹ ہاؤس کو اس اسکینڈل کی زد میں آنے سے بچانے کے لئے تمام معاملات کی خودنگرانی بھی کی تھی۔ تاہم کمیٹی کے سامنے صدر کے ایک نائب معاون الیزنڈر ہز قیمتہ کے بیان نے پوری صورتحال ہی تبدیل کر کے رکھ دی۔

16 جولائی 1973 کو الیگزنڈر نے اپنے بیان میں اوول آفس میں ایسے آلات کی موجودگی کا انکشاف کیا کہ جن کے ذریعے وہاں ہونے والی گفتگو باہر سنی جا سکتی تھی۔ 23 جولائی کو کمیٹی کے ایک وکیل نے وہائٹ ہاؤس بھیجے جانے والے بعض ٹیپس کا انکشاف کیا صدر نکسن نے یہ ٹیپ واپس دینے سے انکار کر دیا تھا بعد میں زبردست دباؤ کی وجہ سے صدر نکسن نے کچھ ٹیپ سینٹ کی کمیٹی کے حوالے کئے۔

صدر نکسن نے 24 جولائی کو بعض ٹیپس کے ایڈٹ شدہ تحریری حصے کمیٹی کو فراہم کئے 30 جولائی کو ایوان نمائندگان کی جوڈیشری کمیٹی نے 11 کے مقابلے میں 27 ووٹوں سے صدر نکسن کے مواخذے کی منظوری دی ان پر تین جرائم کے ارتکاب کا الزام تھا احتساب کی دفعات پر ووٹنگ سے قبل ہی صدر نکسن نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اس طرح وہ صدر کی حیثیت سے استعفیٰ دینے والے امریکہ کے پہلے صدر تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

20جولائی1972ء

شملہ معاہدہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں حکمرانی کے انداز بدل گئے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ کرتا جم کر لڑائی ہوتی جو ملک ہار جاتا وہ غلام بن جاتا اور فاتح ملک کو وہاں اپنی فوجیں رکھنا پڑتیں تھیں صدیوں سے حکمرانی کا یہی طریقہ رائج تھا۔ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کے وزیر خارجہ جارج مارشل نے حکمرانی کا اسلوب رائج کیا اور ترقی پذیر ممالک کو غلام بنانے کے لئے نئے طریقے اختیار کئے یعنی ترقی پذیر ممالک کو امداد اور قرضے دے کر ان سے مراسم اور تعلقات پیدا کئے جائیں اور فوج رکھے بغیر ان ممالک کو زیر اثر لایا جائے چنانچہ کمیونسٹ ممالک کے سوا تقریباً تمام ممالک اس کے دام میں پھنس گئے اور دنیا میں امریکہ کا طوطی بولنے لگا۔

ایشیا میں بھارت کے غور وفکر اور سوچ کا انداز بھی ایسا ہی تھا وہ برما' لنکا' سکم بھوٹان اور افغانستان پر فوج کشی کئے بغیر تعلقات اور امداد کے ذریعہ اپنا اثر ورسوخ قائم کرنا چاہتا تھا لیکن پاکستان کے معاملے میں اسے مسلسل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستانی عوام کے جذبات شدید اور حقیقت پسندانہ رہے ہیں۔

ستمبر1965ء کی جنگ کے بعد اعلان تاشقند میں بھی فوجیں واپس ہوگئی تھیں اور مسائل باہمی افہام وتفہیم سے طے کرنے کا عزم کیا گیا تھا۔ لیکن1971ء میں حالات نے ایسا پلٹا کھایا اور پاکستان میں سیاسی صورتحال اس تیزی کے ساتھ تبدیلی ہونے لگی کہ بھارت کو اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا اور اس نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ پاکستانی قیادت کی ناقص حکمت عملی کے نتیجے میں پاکستان کا مشرقی بازو پاکستان سے الگ ہوکر بنگلہ دیش بن گیا اور پاکستان کی نوے ہزار فوج جنگی قیدی بنالی گئی۔

اس کے بعد جب مسٹر بھٹو صدر بن گئے تو انہوں نے بھارت کے ساتھ مذاکرات کے لئے راہ ہموار کی جس کے نتیجے میں28جون سے2جولائی 1972ء تک بھارت کے شہر شملہ میں مذاکرات ہوئے۔2جولائی1972ء کی رات ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جسے شملہ سمجھوتے کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے کے تحت کشمیر میں جنگ بندی لائن کے ساتھ ساتھ اور تمام مغربی سرحدوں پر دونوں ملک ایک دوسرے کے مقبوضہ علاقے خالی کر دیں گے اور آئندہ اپنے باہمی مسائل حل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال نہیں کریں گے اور اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق اپنے تنازعے طے کریں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ میں یہ بھی طے پایا کہ کشمیر میں اس وقت تک موجودہ حالت جوں کی توں برقرار رکھی جائے گی جب تک دونوں ملکوں میں افسروں کی سطح پر صورتحال کے بارے میں طریقہ کار متعین نہ کرلیا جائے۔

یہ سمجھوتہ مسٹر بھٹو اور مسز اندرا گاندھی کی آخری ملاقات میں طے پایا۔ معاہدے کے نکات پر 15 منٹ کی بات چیت میں ہی سمجھوتہ ہو گیا۔ بعدازاں مسز گاندھی نے اپنے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ' وزیر دفاع جگ جیون رام اور دیگر اعلیٰ مشیروں سے مشورہ کیا اور ان کی منظوری کے بعد معاہدہ پر دستخط کر دیئے گئے۔

اس معاہدے کے تحت اگرچہ بھارتی فوجیں پاکستانی علاقوں سے پیچھے ہٹ گئیں مگر مواصلات' تجارت' تہذیب و ثقافت' سیاسی تعلقات' سفارتی روابط اور آمدورفت کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ ایک بڑا ملک اپنے سے نسبتاً کم آبادی والے ملک سے زیادہ سے زیادہ یہی مراعات حاصل کر سکتا تھا۔

بھارت کو ان مراعات پر قناعت کرنے میں صدر بھٹو کی حکمت عملی کو بڑا دخل تھا۔ معاہدہ شملہ پر ارشاد احمد حقانی نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ

> جب 1972ء میں شملہ معاہدہ ہوا تھا تو پاکستان کی انتہائی کمزور پوزیشن کے باوجود اس میں لائن آف کنٹرول کے تقدس کا کوئی اشارہ بھی موجود نہ تھا۔ اس کے برعکس جب بھارت نے ''سیز فائر لائن'' کو ''لائن آف کنٹرول'' کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ لائن کا L اور کنٹرول کا C کیپیٹل ہو گا۔ تو مسٹر بھٹو نے اسے تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ کیوں کہ L اور C کو کیپیٹل حروف میں لکھنے سے لائن کو قدرے زیادہ تقدس ملتا تھا۔ بڑی ردوکد کے بعد مسٹر بھٹو اسے سیز فائر لائن کی بجائے لائن آف کنٹرول ماننے پر آمادہ ہوئے لیکن L اور C کو انہوں نے کیپیٹل حرفوں میں لکھنے کی اجازت نہ دی۔ سب جانتے ہیں کہ معاہدہ شملہ کے وقت تمام کارڈ مسز اندرا گاندھی کے ہاتھ میں تھے اور مسٹر بھٹو ایک شکست خوردہ ملک کے نمائندے تھے جب شملہ معاہدے میں ''لائن آف کنٹرول'' کی اصطلاح استعمال کرنے پر پاکستان کو آمادہ ہونا پڑا۔ تو اس نے اس معاہدہ کے متن میں ان الفاظ کا بھی اضافہ کرایا۔
>
> Whithout prejudice to the recognized position of either country.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان کسی بھی وقت لائن آف کنٹرول کی حیثیت کو چیلنج کر سکتا تھا۔ یہ ایک بہت بڑی رعایت تھی جو بھارت سے چھینی گئی تھی۔

5 ستمبر 1972ء

عربوں نے اسرائیلی کھلاڑی ہلاک کر دیئے

5 ستمبر 1972ء میں اسرائیل کے کوارٹروں پر ایک مسلح عرب حریت پسند کے حملے کے نتیجہ میں اولمپک کے مقابلے 24 گھنٹے کے لئے ملتوی کر دیئے گئے ایک حریت پسند مشین گن سے مسلح اسرائیلی اتھیلٹوں کے ہیڈ کوارٹر میں گھس آیا اور فائرنگ شروع کر دی جس سے دو کھلاڑی ہلاک ہو گئے باقی کو یرغمال بنا لیا گیا۔ کھیلوں کی تنظیمی کمیٹی نے کئی گھنٹہ کے غور وفکر کے بعد کھیل ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس روز جو کھیل ہونے والے تھے منسوخ کر دیئے گئے تاہم اب تک جو کھلیں ہوئی ہیں انہیں جوں کا توں سمجھا جائے گا حریت پسند کی فائرنگ سے مرنے والے کھلاڑیوں میں ٹیم کا ٹریز موشے مبنرگ بھی شامل تھا۔

عرب حریت پسندوں نے مطالبہ کیا کہ اسرائیل میں قید دوسو عرب حریت پسندوں کو مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق رات نو 9 بجے تک رہا کیا جائے ورنہ یرغمال کے طور پر اغوا کئے گئے اسرائیلی کھلاڑیوں میں سے ہر دو گھنٹہ کے بعد ایک کو ہلاک کر دیا جائے گا۔

حریت پسند ٹیم کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ میونخ میں جس عرب حریت پسند نے اسرائیلی کھلاڑی پر حملہ کیا ہے اسے بھی بحفاظت جرمنی سے نکلنے کی سہولت دی جائے مغربی جرمنی کی حکومت اس غیر متوقع اور اچانک صورت حال پر بے حد پریشان تھی۔ جرمنی کابینہ کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا گیا حکومت جرمنی نے حریت پسندوں کو پیش کش کی کہ وہ جتنی چاہیں بے حساب رقم لے لیں اور اسرائیلی کھلاڑیوں کو رہا کر دیں۔ مگر حریت پسندوں نے پیش کش ٹھکرا دی اغوا شدہ اسرائیلی کھلاڑیوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی پاکستان پریس انٹرنیشنل نے کھلاڑیوں کی تعداد تیرہ بتائی۔

پولیس کی بھاری جمعیت نے ان اغوا شدہ اسرائیلی کھلاڑیوں کے کواٹروں کا محاصرہ کر لیا تھا جو عرب حریت پسندوں کی اس دھمکی پر ختم کر دیا گیا کہ وہ تمام اسرائیلی کھلاڑیوں کو ہلاک کر دے گا تاہم میونخ کا پورا گاؤں پولیس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاصرہ میں تھا۔ مشرق وسطی خبر رساں ایجنسی نے بون سے حریت پسندوں کی تنظیم بلیک ستمبر کا ایک بیان جاری کیا جس میں حریت پسندوں نے پانچ مطالبات پیش کیئے اور اعلان کیا کہ ان مطالبات پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا اگر اسرائیل نے مطالبات تسلیم نہ کیئے تو الٹی میٹم کی میعاد ختم ہونے پر اسرائیلی کھلاڑیوں کو ختم کر دیا جائے گا اور تمام تر ذمہ داری اسرائیل پر ہوگی۔

حریت پسندوں کے مطالبات یہ تھے اسرائیل تمام حریت پسند قیدیوں کو رہا کرے انہیں کسی غیر اسرائیلی طیارہ پر بیروت اور عمان کے سوا کسی بھی عرب دارالحکومت میں جانے دیا جائے۔ جب یرغمال اسرائیلی وہاں پہنچ جائیں تو جرمنی سے حریت پسندوں کی بحفاظت روانگی پر براہ راست یا بالواسطہ مذاکرات ہوں گے۔ حکومت جرمن نے کوئی گڑ بڑ کی تو تمام اسرائیلی کھلاڑیوں کو فوراً ختم کر دیا جائے گا اور آئندہ جرمنی کے مفادات کو بھی نشانہ بنایا جائیگا۔

فدائین نے اولمپک گاؤں میں داخل ہوکر اسرائیلی کھلاڑیوں کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کیا اور دو اسرائیلی اتھلیٹوں کو مار کر باقی کھلاڑیوں کو یرغمال بنالیا تو مطالبہ کیا تھا کہ ان دوسو عرب فدائیوں کو جو اسرائیل میں قید ہیں رہا کیا جائے اور انہیں یرغمال اسرائیلی کھلاڑیوں کو لے کر جرمن سے بذریعہ طیارہ بحفاظت کسی عرب دارالحکومت تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے جہاں وہ یرغمالیوں کو رہا کر دیں گے۔

مغربی جرمنی نے فدائیوں کے ساتھ مذاکرات ناکام ہونے کے بعد انہیں اجازت دے دی تھی کہ وہ یرغمالی اسرائیلیوں کو لے کر نکل جائیں۔ چنانچہ فدائیوں اور ان کے شکار کھلاڑیوں کو بسوں میں بٹھا کر ہیلی کاپٹروں تک لایا گیا تین ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ انہیں ہوائی اڈے پر لایا گیا جو میونخ سے 25 میل دور ہے اور جہاں ایک طیارہ پہلے سے موجود تھا ہوائی اڈہ پر پہنچ کر فدائیوں نے اپنے دو ساتھیوں کو طیارہ کا معائنہ کرنے کے لئے بھیجا کہ گرفتاری کے لئے کوئی جال نہ بچھایا گیا ہو۔ جب دونوں فدائی باہر نکل رہے تھے تو جرمن پولیس نے انہیں نشانہ بنا دیا اس پر باقی فدائیوں نے اپنی مشین گنوں کے دہانے کھول دیئے تمام اسرائیلی کھلاڑیوں کو ہلاک کر دیا۔ ایک فدائی نے دستی بم مار کر طیارہ تباہ کر دیا جس سے پائلٹ ہلاک اور شریک پائلٹ زخمی ہوگیا۔

جھڑپ میں ایک پولیس افسر اور پانچ فدائی مارے گئے۔ اس طرح اس تمام واقعہ میں کل اٹھارہ افراد ہلاک ہوئے گیارہ اسرائیلی کھلاڑی ایک پولیس افسر، ایک افسر، ایک پائلٹ اور پانچ فدائیں۔

اسرائیل کے نائب وزیر اعظم مسٹر ایلین نے کہا کہ اس المیہ کی ذمہ داری صرف چھاپہ ماروں پر عائد نہیں ہوتی بلکہ عرب حکومتیں اور اخبارات بھی اس کے برابر کے ذمہ دار ہیں جو چھاپہ ماروں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ انہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دنیا بھر سے اپیل کی کہ وہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کی تجویز پر غور کریں۔
انہوں نے حکومت مغربی جرمنی پر الزام عائد کیا کہ اس نے غیر ٹیکنیکل طریقے سے چھاپہ ماروں کو پکڑنے کی کوشش کی اور غیر محتاط رویہ اختیار کیا جس کی وجہ سے متعدد یہودی کھلاڑی ہلاک ہو گئے۔ فلسطین کی تحریک مزاحمت نے جرمن پولیس کو خبردار کیا کہ اس نے جس طرح عرب حریت پسندوں کا قتل عام کیا ہے اس کا انتقام لیا جائے گا تحریک نے تمام دنیا کو بھی خبردار کیا کہ اگر مسئلہ فلسطین کا منصفانہ حل تلاش نہ کیا گیا تو تشدد کے ایسے المیئے رونما ہوتے رہیں گے۔

6 اکتوبر 1973ء

عربوں نے شکست کا بدلہ لے لیا

6 اکتوبر 1973ء کو مصر شام اور لبنان نے اسرائیل پر حملہ کر دیا یہ 1967 کے بعد سب سے بڑی جنگ تھی جس میں امریکہ نے اسرائیل کا بھرپور ساتھ دیا صرف دو دن میں مصر نے اسرائیل کے 60 ٹینک تباہ اور 85 طیارے مار گرائے۔ مصری فوجوں نے نہر سویز عبور کر کے نہر کے مشرقی کنارے پر کنٹرول حاصل کر لیا۔
8 اکتوبر کو الجزائر نے بھی جنگ میں شریک ہونے کا اعلان کر دیا عراقی افواج مصر اور شام کی کمان میں دے دی گئی شاہ فیصل نے بھی اپنی مسلح افواج کو 24 گھنٹے تیار رہنے کا حکم دے دیا 14 اکتوبر کو سعودی عرب سوڈان اور کویت نے بھی اسرائیل کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔
1967ء کی شکست فاش کے بعد عربوں کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اور اسرائیل کی برتری کو چیلنج کرنا موجودہ دور کا ایک انوکھا واقعہ تھا گزشتہ چھ سال کے دوران مشرق وسطی کے حالات میں بظاہر کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی اگر عربوں نے جنگ کی خفیہ تیاری کی تو یہ ان کی بیداری اور عزم واستقلال کا قابل تعریف ثبوت ہے۔
عربوں نے جنگ کا چیلنج ناقابل یقین مستعدی اور مہارت سے قبول کیا مصریوں نے نہر سویز کو آناً فاناً عبور کر لیا۔ شامیوں نے جولان کی پہاڑیوں پر کامیاب حملہ کیا اسرائیل کی مضبوط دفاعی لائن کو دو مقامات پر توڑا اور دور تک اندر چلے گئے۔ سوال یہ ہے کہ جنگ کیوں شروع ہوئی اس کی تین وجوہ تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1 ۔عرب اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ ان کی عملی کارروائی ہی مشرق وسطی کے تعطل اور جمود کو ختم کر سکتی ہے۔مصر نے روسی فنی ماہرین کو ملک سے نکال دیا مگر امریکہ کی طرف سے کوئی مناسب ردعمل نہ ہوا شام نے فلسطینی حریت پسندوں کی سرگرمیوں کو کچل دیا لیکن بیرونی دنیا میں اس کا بھی کوئی نوٹس نہ لیا گیا اقوام متحدہ میں جتنی قراردادیں پاس کی گئیں ان میں ایک پر بھی عمل نہ ہوا عربوں کے نزدیک ان کی حیثیت ایک دفتر بے معنی سے زیادہ نہ تھی۔

2 ۔صدر صادات اور صدر حافظ الاسد بخوبی جانتے تھے کہ روسی ماہرین کے تعاون سے انہوں نے افواج کی جونئی تنظیم کی ہے وہ آگے بڑھنے اور دشمن پر کاری ضرب لگانے کی صلاحیت رکھتی ہے شامی اپنی سرحدوں کے اندر جو دفاعی نظام قائم کر رہے تھے اسرائیلیوں نے اس کا کھوج لگانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے اسرائیلی طیارے جیسے ہی شام کی فضائی حدود میں داخل ہوئے شامی طیارے ان کے مقابلے میں آ گئے جن میں آٹھ پہلی ہی جھڑپ میں ضائع ہو گئے شامی چاہتے تو میزائلوں کے ذریعے اسرائیلی طیاروں کو ڈھیر کر سکتے تھے مگر اس طرح ان کا ایک اہم دفاعی راز فاش ہو جاتا انہوں نے طیاروں کی تباہی گوارا کر لی لیکن اپنی فوجی تنصیبات کا پردہ چاک نہ ہونے دیا۔

3 ۔ مصر اور شام کے میدان جنگ میں آنے کی سب سے بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ ان پر اندرونی دباؤ بہت بڑھ گیا تھا وہ جانتے تھے کہ اگر اس وقت اسرائیل کو منہ توڑ جواب نہ دیا گیا تو آئندہ کبھی ممکن نہ ہو گا چند سال قبل مصری طالب علموں نے بڑے پیمانے پر مظاہرے کئے جس کا اثر فوج پر بھی پڑا صدر سادات نے ان مظاہروں کو سختی سے دبا تو دیا لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ طرز عمل مستقلاً اپنایا نہیں جا سکتا شام میں بھی بالکل یہی صورت حال تھی صدر اسد کو اپنے دو شہروں میں خونریز ہنگاموں کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ گزشتہ مارچ میں صدر سادات اور صدر اسد نے اسرائیل سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کیا۔اور اس کے لئے چھ ماہ کی مدت مقرر کی اس اثناء میں صدر سادات نے جو عرب دنیا کے مسلمہ رہنما ہیں تمام عربوں کو متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔انہوں نے یہ بات راز میں رکھی اور جنگ سے پہلے تک کسی کو علم نہ ہو سکا کہ وہ اس سلسلہ میں کیا کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

ان کی مخلصانہ کوششیں کامیاب ہوئیں اور عرب رہنما جو بالعموم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ ایکا کرنے پر آمادہ ہو گئے لیبیا سے اوغام کا مسئلہ طے ہوا شاہ حسین نے دفاق فلسطین کا منصوبہ پیش کیا منصور کیمطابق دریائے اردن کے مشرق اور مغرب میں واقع علاقوں پر مشتمل الگ الگ حکومتیں قائم ہوئی تھیں اور پھر انہیں ایک دفاق کے تحت یکجا ہونا تھا۔

صدر سادات کے لئے سب سے اہم شخصیت شاہ فیصل تھے انہوں نے شاہ کو آمادہ کرنا تھا کہ وہ مصر کی امداد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اضافہ کریں اور جنگ کی صورت میں اخراجات کا زیادہ سے زیادہ بار اٹھائیں اس کے علاوہ یہ ضمانت بھی حاصل کر لی تھی کہ شاہ نے تیل کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ اس پر قائم رہیں گے لیکن شاہ فیصل جو تیل کے بارے میں حقائق اور واقعات کو صدر سادات سے بہتر جانتے تھے اس مسئلہ پر کوئی حتمی فیصلہ نہ دے سکے۔ تا ہم سعودی عرب اور تیل پیدا کرنے والے دوسرے ملکوں نے صدر سادات کی حوصلہ افزائی کی اور امداد تعاون کا یقین دلایا چنانچہ ایک طرف جب صدر سادات امریکی انجینئروں کو آسوان بند کے بعد مصر کا سب سے بڑا ٹھیکہ دے رہے تھے تو دوسری طرف صدر اسد جنگی حکمت عمل طے کر رہے تھے۔ یہ عرب دنیا کا ایسا راز تھا جس کی نہایت عمدہ طریقے سے حفاظت کی گئی۔

جنگ کا آغاز ہوا تو عربوں نے ثابت کر دیا کہ وہ پچھلی جنگ کا سبق بھولے نہیں انہوں نے اپنی فضائیہ سے حملہ آور ہونے کی بجائے اسرائیلی طیاروں کو سام میزائلوں کا نشانہ بنانا بہتر تصور کیا یہ نظام روسیوں نے شام اور مصر میں قائم کیا تھا مصری فوج میزائلوں کے سائے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی چلی گئی شامی فوج نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اسرائیل کی جنگ کی حکمت عملی یہ تھی کہ پہلے جولان کی پہاڑیوں پر شام کی طاقت توڑ دی جائے اور پھر مصر سے صحرائے سینائی میں نپٹا جائے مگر اس مقصد میں بری طرح ناکامی ہوئی مصریوں نے اسرائیلیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اس کے ساتھ سلسلہ دار طے شدہ جنگ کریں انہوں نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ جنگی مہارت میں اپنے دشمنوں سے کسی طرح کم نہیں شامیوں نے اسرائیل کی طاقت کے سامنے پاش پاش ہونے سے صاف انکار کر دیا۔

جنگ کے آغاز میں عربوں نے جو مقصد اپنے سامنے رکھا وہ بہت سادہ اور واضح تھا ان کا کہنا تھا کہ ہم صرف اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینا چاہتے ہیں مصری افواج محاذ جنگ پر نمایاں کامیابی حاصل کر رہی تھی اس کے باوجود سادات بہت محتاط تھے وہ دراصل ایک طویل جنگ کا منصوبہ رکھتے تھے جو اسرائیل کے بس کی بات نہیں وہ جانتے تھے کہ اسرائیل کے پاس افرادی قوت کم تھی اسلحہ اور سامان جنگ جس کا بدل نہیں ہو سکتا اسرائیل اپنی تمام آبادی کو زیادہ عرصے تک حالت جنگ نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس طرح نظم و نسق چلانا مشکل ہو جائے گا اور ملک کی اقتصادی حالت تباہ ہو جائے گی۔ لڑائی طول کھینچ گئی تو اسرائیل تھک جائے گا اور ایسے معاہدے پر رضامند ہو جائے گا جو عربوں کو پسند ہوگا۔

اگر چہ عربوں کو اپنے کھوئے ہوئے علاقے تو حاصل نہ ہو سکے لیکن اس جنگ کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ وہ سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہو گئے۔ 1967 کی جنگ میں عربوں کو جس شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اس لئے نہیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے بزدلی دکھائی تھی بلکہ اس لئے کہ ان راہنماؤں نے انہیں اندھیرے میں رکھا تھا اور قیادت کے تقاضے پورے نہیں کئے تھے لیکن حالیہ جنگ میں انہوں نے جو زبردست کامیابیاں حاصل کی ہیں ان پر وہ بجاطور پر فخر کر سکتے ہیں نہر سویز کو عبور کرنا اور اچانک ہی بڑی تعداد میں فوجوں کو دشمن کے سر پر لے جا کھڑا کرنا جنگی تاریخ کا بے مثال کارنامہ ہے وہ اس بات پر بھی فخر کر سکتے ہیں کہ ان کے راہنماؤں نے اس کے سامنے حقائق پیش کئے ہیں۔ انہوں نے نہ تو کوئی بلند بانگ دعوے کئے اور نہ ہی کامیابی کو مبالغہ آمیز رنگ میں پیش کیا اس کے برعکس انہوں نے سنجیدگی اختیار کی اور پیش آمدہ خطروں اور مشکلوں کو صحیح تناسب سے دیکھا۔

جنگ کے دوران عربوں نے بے مثال اتحاد کا مظاہرہ کیا لیبیا اور سعودی عرب نے امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کردی جولان کی پہاڑیوں میں سب سے زیادہ گھمسان کی لڑائی جاری تھی کہ اقوام متحدہ نے جنگ بندی کی اپیل کی جسے اسرائیل نے مسترد کر دیا کیوں کہ اسرائیل کے پاس بھاری امریکی امداد پہنچ چکی تھی بالآخر 22 اکتوبر 1973 کو مصر اور اسرائیل نے جنگ بندی کیلئے سلامتی کونسل کی قرارداد منظور کرلی۔

22 فروری 1974ء

اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد

عالم اسلام کی سب سے بڑی اور تاریخی کانفرنس 22 جون 1974 کو لاہور میں منعقد ہوئی۔ صدر مملکت فضل الٰہی چوہدری نے شام چھ بج کر بیس منٹ پر عالم اسلام کے اتحاد کی اپیل کے ساتھ کانفرنس کے آغاز کا اعلان کیا پنجاب اسمبلی میں مسلم سربراہان مملکت کا اکھٹے ہو کر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے کا نظارہ دیدنی تھا۔ یہ وفود چار قطاروں میں نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے کانفرنس میں 36 ممالک کے سربراہ اور نمائندوں نے شرکت کی مختلف ممالک کے سربراہوں کی تعداد 24 تھی۔

لاہور میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس ہر لحاظ سے ایک عہد ساز تاریخی اجتماع تھا یہ اس خواب کی عملی تعمیر تھی جو اس ملت کے عظیم فرزندوں حضرت جمال الدین افغانی اور حضرت علامہ اقبال نے دیکھا اور جس کی تکمیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے قائداعظم نے قیام پاکستان کی صورت میں پہلا قدم اٹھایا۔

اس کانفرنس کے آغاز میں پہلے 21 فروری کو اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں صومالیہ نے ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ بنگلہ دیش کی کانفرنس میں شرکت یقینی بنانے کے لئے ایک سات رکنی وفد بنگلہ دیش بھیجا جائے یہ وفد اس یقین دہانی کے ساتھ بنگلہ دیش پہنچا کہ اگر مجیب 195 جنگی قیدیوں پر مقدمے نہ چلانے کا اعلان کردے تو پاکستان بھی عین اس وقت بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کردے گا۔

چنانچہ 22 فروری کو سہ پہر چار بجکر 47 منٹ پر وزیراعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔

اسلامی سربراہی کانفرنس نے درج ذیل فیصلے کئے۔

1: اسرائیل کے قبضے سے عرب علاقوں کو آزاد کرایا جائے۔

2: اسلامی ممالک کے مابین زیادہ سے زیادہ اقتصادی سیاسی اور ثقافتی تعاون کی ضرورت۔

3: ترقی پذیر ممالک کی مالی امداد واعانت کے لئے ایک اسلامی بنک قائم کیا جائے گا جس کا انتظام وانصرام مسلمان کے نمائندوں کے پاس ہوگا۔

4: بیت المقدس کی آزادی اور مقامات مقدسہ کے تحفظ کی جدوجہد جاری رہے گی۔

5: کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ رکن ممالک اسرائیل سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کریں۔

اس کے علاوہ مسلم ممالک کی اقتصادی بہتری کے لئے اقدامات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی جوان امور پر غور کرے گی۔

1: رکن ممالک سے غربت کا خاتمہ

2: ترقی یافتہ ممالک کے ہاتھوں ترقی پذیر ممالک کا استحصال ختم کرنا

3: ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان تجارت سپلائی اور قیمتوں کو مستحکم رکھنے کے لئے موثر اقدامات

4: ترقی پذیر ممالک کا قدرتی وسائل پر کنٹرول کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اقوام متحدہ اور دوسرے عالمی اداروں میں اپنے اپنے مندوبین کو ہدایت کی جائے کہ وہ کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے آپس میں صلاح مشورہ کریں۔اس کے علاوہ کانفرنس میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی حالت زار پر غور کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ فلپائن کے مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کی جائے گی۔

25 فروری کو کانفرنس کے فیصلوں پر مشتمل اعلان لاہور جاری کیا گیا مشترکہ اعلان سات حصوں پر مشتمل تھا پہلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ میں کانفرنس میں شرکت کرنے والے ممالک اور نمائندوں کا ذکر تھا دوسرے حصہ میں ان اصولی نکات کی تفصیل تھی جن پر کانفرنس نے کامل اتفاق کیا تیسرے حصہ میں عرب مقبوضہ علاقوں فلسطین عوام کے حقوق اور بیت المقدس کے بارے میں کانفرنس میں مطالبات اور فیصلے کئے گئے چوتھے حصہ میں اسلامی ملکوں میں اقتصادی تعاون کو فروغ دینے کے فیصلہ کا اعلان کیا گیا اور اقتصادی تعاون کے لئے آٹھ ممالک کی کمیٹی قائم کی گئی پانچویں حصہ میں کانفرنس کی قراردادوں کی منظوری دی گئی یہ قراردادیں بیت المقدس مشرق وسطیٰ اور فلسطینی نصب العین اسلامی یکجہتی فنڈ ترقی اور بین الاقوامی تعلقات اور دیگر امور کے بارے میں تھے۔ چھٹے حصہ میں اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں میں مسلم ممالک کے نمائندوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ کانفرنس کے مشترکہ فیصلوں پر عملدرآمد کے لئے باہمی صلاح مشورہ کریں ساتواں حصہ کانفرنس کی قراردادوں پر مبنی تھا۔

تمام شرکاء کانفرنس نے مشترکہ اعلان کے دوسرے حصہ میں بیک آواز قرار دیا کہ تمام اسلامی ممالک کے عوام میں مشترک مذہب واعتقاد ایک ناقابل زوال رشتہ ہے مگر دنیائے اسلام کی یکجہتی انسانی برادری کے کسی طبقہ کے خلاف جارحیت یا رنگ ونسل کے امتیاز کے خلاف آزادی اور ناانصافی وظلم کے خلاف جدوجہد پر مبنی ہے کانفرنس نے دنیا کی تمام قوموں کی اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے ایشیاء افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کی جدوجہد کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تمام مذاہب کے ساتھ اسلام کے دائرہ کار میں رہ کر انصاف وآزادی کی جدوجہد میں تعاون کا یقین دلایا گیا۔

18 مئی 1974ء

بھارت کا پہلا ایٹمی دھماکہ

18 مئی 1974ء کو پہلا ایٹمی دھماکہ کرکے بھارت دنیا کے ایٹمی کلب میں شامل ہو گیا پاکستان کی سرحد کے قریب راجستھان میں زیر زمین ایٹمی دھماکہ کے بعد بھارت دنیا کا چھٹا ایسا ملک بن گیا جو ایٹمی قوت کو انسان کی ہلاکت وتباہی کے لئے استعمال کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔ پانچ دیگر ملکوں میں امریکہ سویت یونین عوامی جمہوریہ چین فرانس اور برطانیہ شامل ہیں بھارتی نیتاؤں نے اگر چہ یہ اعلان کیا کہ وہ اپنی ایٹمی قوت کو فوجی مقاصد کے لئے استعمال نہیں کریں گے اور اسے کانکنی اور مٹی ہٹانے جیسے پرامن مقاصد کے لئے بروئے کار لایا جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا لیکن بھارت کے ماضی اس کے توسیع پسندانہ عزائم اور بھارت کے جنگ پسندوں کی جانب سے ایٹمی طاقت بننے کے مسلسل مطالبہ کے پیش نظر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ بھارت اپنی اس نئی طاقت کو سیاسی بلیک میل اپنی دھونس جمانے اور کائنات ارضی کے اس خطہ میں برطانوی سامراج کا جانشین بننے کے لئے ہی استعمال کرے گا۔ اس لئے بھارت کے ایٹمی دھماکہ پر دنیا کے اکثر و بیشتر ملکوں بالخصوص پاکستان کی طرف سے تشویش و اضطراب کا اظہار نا قابل فہم نہیں۔

برصغیر جب آزاد ہوا تو اس کے سامنے دو راستے تھے پہلا راستہ تو یہ تھا کہ آزاد ہونے والے ملک اپنے مفلس و نادار عوام کی خوشحالی و آسودگی کو شعار بنائیں دوسرا راستہ یہ تھا کہ برطانیہ کے انخلاء سے دنیا کے اس خطے میں جو سیاسی خلاء پیدا ہو گیا تھا اسے پر کر کے برطانیہ کی طرح سیاسی بالادستی حاصل کریں۔ دوسرے لفظوں میں اس نو آزاد خطہ کے سامنے روٹی اور گولی میں سے اپنے لئے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ پاکستان نے اپنے لئے اول الذکر (روٹی یا اقتصادی خوشحالی) اور بھارت نے موخرالذکر (گولی یا برطانوی سامراج) کا انتخاب کیا۔ بھارتی لیڈروں نے غربت افلاس فاقہ زدگی جہالت ناخواندگی اور بھوک اور بیماری کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اپنے تمام تر وسائل و ذرائع ایک خوفناک فوجی طاقت بننے کے لئے وقف کر دیئے جس طرح کچھ عرصہ پیشتر تک سویت یونین نے اپنے عوام کی غربت پر ہتھیاروں کو ترجیح دی تھی لوگوں کو پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور کیا تھا اور اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی تھی کہ عوام کو جوتے کپڑے چینی روٹی تک ملتی ہے یا نہیں وہ امریکہ کے ساتھ ایٹمی ہتھیاروں اور مصنوعی سیاروں کی دوڑ پر اپنے تمام وسائل صرف کرتا رہا اور بالآخر اس نے بعض شعبوں میں برتری بھی حاصل کر لی۔ اس طرح بھارت بظاہر غربت و افلاس پر اپنی عسکری طاقت سائنس اور ٹیکنالوجی کو ترجیح دی اور اس علاقہ کی زبردست فوجی طاقت بننے کے بعد اب ایٹمی کلب میں بھی داخل ہو گیا تھا۔

بھارت نے زیر زمین 330 فٹ گہرائی میں ایٹمی دھماکہ کیا یہ دھماکہ 10 سے پندرہ کلوٹن طاقت کا تھا اور اس میں جو مواد استعمال کیا گیا وہ پولٹونیم کا بنا ہوا تھا بھارت نے یہ دھماکہ ایک ایسے وقت پر کیا جب بھارت زبردست اقتصادی بحران میں مبتلا تھا اور پورے ملک میں ریلوے کی ہڑتال کئی روز سے جاری تھی۔

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی سے ایٹمی دھماکہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ دھماکہ بھارت میں سائنسی ترقی کی طرف ''اہم قدم'' ہے انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ دھماکہ بھارت کی ایٹمی تحقیق کا معمول کا حصہ ہے اور سائنسی تحقیق کے پروگرام پر عملدرآمد کا عملی مظاہرہ ہے اس لئے اس کے بارے میں زیادہ جذباتی ہونے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں وزیراعظم اندرا گاندھی نے یہ بھی کہا کہ مجھے اس دھماکہ پر دنیا کے کسی ردعمل کی پرواہ نہیں۔

بھارت نے کینیڈا اور دوسرے ملکوں سے ایٹمی ری ایکٹر اس شرط پر حاصل کیے تھے کہ وہ ایٹم بم نہیں بنائے گا لیکن وہ اس عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایٹمی قوت بننے کی تگ ودو میں لگا رہا پھر جب دو بڑی طاقتوں کی تحریک پر دنیا بھر کے ملکوں سے اس عہد پر دستخط لئے گئے تو بھارت نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

ستمبر 1974ء

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا

7 ستمبر کا تاریخی دن اس حیثیت سے قیامت تک یادگار رہے گا کہ پاکستان کے مسلمانوں نے عظمتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لئے تمام مکاتب فکر نے سیاسی وابستگیوں اور دنیاوی مفادات سے بالاتر ہو کر متحدہ جدوجہد کی اور آخرکار پاکستانی قوم کامیاب ہوگئی اور اس کا اسلامی تشخص ایسا اجاگر ہوا کہ آئین پاکستان میں ایک ترمیم کا اضافہ ہوا اور قومی اسمبلی نے ایک آئینی بل منظور کیا جس کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت کرنے والا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے یا اس کو مصلح یا مجدد سمجھنے والے جسد اسلامیہ سے الگ ہوئے اور قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے قادیانیوں کو عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، سکھوں کی طرح اقلیتوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا یہ تاریخی دن مسلمانوں کو کس طرح نصیب ہوا اور یہ کامیابی کیسے حاصل ہوئی اس کی ایک طویل داستان ہے جو گزشتہ 90 سالوں پر محیط ہے۔ انگریزی دور حکومت میں مسلمانوں کو دبانے اور ان کا دین اور مذہب ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے مختلف حربے اختیار کئے سب سے پہلے کلیسا نے فیصلہ کیا کہ تبلیغی طریقہ اختیار کیا جائے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مہم شروع کی جائے اس سلسلے میں پادریوں کے غول کے غول ہندوستان پر ٹوٹ پڑے اور گلی گلی قریہ قریہ پادریوں نے اسلام اور حضور ﷺ کی شان کے خلاف تقاریروں کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمانوں کے علمائے کرام نے ان کا بھرپور مقابلہ کیا، بڑے بڑے مناظر ہوئے۔ ایک عرصہ تک عیسائیت کی تبلیغ کی گئی لیکن الحمدللہ علماء کرام کی کوششوں سے یہ کوششیں ناکام ہوگئیں اور مسلمانوں کو اپنے مذہب اور عقیدہ سے نہیں ہٹایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا سکا۔اس کے بعد علمائے کرام کے درمیان فرقہ وارانہ لڑائی کی کوشش کی گئی لیکن اسلام اور حضورﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے انگریزوں کو اس میں ناکامی ہوئی اور یہ اختلافات فروعی اختلافات سے آگے نہ بڑھ سکے۔اس کے بعد انگریز مفکرین جمع ہوئے اور بہت غور وخوض کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد اور اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ اور حضورﷺ اور نبی آخر الزماںﷺ سے ان کا رشتہ اور محبت وعقیدت کو ختم کیا جائے تب اس قوم کو شکست بھی دی جا سکتی ہے اور ان کو دین سے بھی ہٹایا جا سکتا ہے کیونکہ بے عمل فاسق وفاجر شرابی اور زانی مسلمان بھی جب حضورﷺ کی ذات یا اسلام کی بات آتی ہے تو جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اس سلسلے میں انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت پر زور لگانے اور اسلام اور بزرگی کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا جس کے بقول اس کا خاندان پشتی طور پر انگریزوں کا وفادار تھا۔ایک جگہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔

میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریز کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ 1857ء میں پچاس گھوڑے اپنے گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگ جو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔(تحفہ قیصریہ 16 روحانی خزائن ص270 ج12)

اس خاندانی پس منظر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلے اپنے آپ کو مشہور کرنے' مسلمانوں میں اپنی حیثیت منوانے اور اعتماد پیدا کرنے کے لئے انگریزوں اور ہندوؤں سے مناظروں کا سلسلہ شروع کیا۔عیسائیت اور ہندوؤں کے خلاف مہم شروع کی۔ان کے مقابلے میں اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ایک بڑی اور مستند کتاب شائع کرنے کا اعلان کیا۔انگریز دشمنی اور اسلام کی محبت میں مسلمان اور علمائے کرام مرزا غلام قادیانی کے ارد گرد جمع ہو گئے اور مناظروں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں آتھم پادری سے مناظرہ بہت مشہور ہوا اور مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش گوئی کی آتھم 5 ستمبر 1884ء تک مر جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے اس عیسائی پادری کے بارے میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی کو جھٹلا دیا اور آتھم نہ مرا۔بہر حال ان مناظروں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مشہور کر دیا تو اس نے مختلف دعوے شروع کر دیئے۔پہلے ولایت کا دعویٰ اس انداز میں کیا ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہﷺ کے قائل ہیں اور آنحضرتﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجنابﷺ اولیا اللہ کو ملتی ہے ہم اس کے قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے غرض نبوت کا دعویٰ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔

اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ 20 شعبان 1314ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد 6 ص 3,2)

دوسرے مرحلے میں اس سے مزید ترقی کی طرف گامزن ہوئے اور لکھا۔

میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تاکہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں (آئینہ کمالات اسلام ص 383 روحانی خزائن ص 383 ج 5)

اس کے بعد مثیل مسیح موعود کا دعویٰ ان الفاظ میں کیا' یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے میں اسی الہام کی بناء پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا ہو۔

(مجموعہ اشتہارات ص 207 جلد نمبر 1 مورخہ 11 فروری 1891)

اس کے بعد براہ راست مسیح موعود اور حضرت عیسیٰ ؑ ہونے کا دعویٰ ان الفاظ میں کیا۔

مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص 6 روحانی خزائن ص 210 جلد 18)

مسیح موعود سے گزرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو امتی نبی کے درجے پر فائز کرتا ہے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپ (ﷺ) پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے سے امتی ہو پس اس بنا پر امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ (تجلیات الٰہیہ ص 24' روحانی خزائن ص 411 ج 20)

1908ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ان الفاظ میں واضح طور پر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

جس بنا پر اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خداتعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کا اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور ان ہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام "نبی" رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میں کیوں کر انکار کرسکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اس دنیا سے گزر جاؤں (مرزا کا خط مورخہ 23 مئی 1908 بنام اخبار عام لاہور حقیقۃ النبوت ص 271)
دوسری جگہ اس کی تشریح میں لکھتا ہے۔

''اور خدا تعالیٰ نے اس بات (دعویٰ نبوی) کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے............لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے'' (چشمہ معرفت ص 317 روحانی خزائن 332)

جس وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور ملہم من اللہ کا دعویٰ کیا تو اسی وقت علماء لدھیانہ نے اس کی تحریروں کی روشنی میں کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس کی بعد میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر علماء دیو بند نے تصدیق کی اور مسلمانوں نے اس فتویٰ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروں کاروں سے اجتناب شروع کیا اور مختلف مقامات پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظروں کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلا مناظرہ لدھیانہ کے عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانوی نے کیا اس کے بعد جو علمائے کرام عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظروں اور مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ تھے۔ انہوں نے خط و کتابت کے ذریعہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ان عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب وہ اپنے غلط عقائد سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوا تو اہل حدیث علماء میں سے مولانا عبدالحق غزنوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظروں اور تحریری مقابلوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا عبدالحق غزنوی کا مباہلہ تو بہت مشہور رہا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا عبدالحق غزنوی کی موت کا بھی اعلان کر دیا کہ وہ میری زندگی میں ذلیل ہو کر موت کا شکار ہو گا لیکن مرزا غلام احمد قادیانی 1908ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور مولانا عبدالحق غزنوی اس کے بعد کئی سال تک زندہ رہ کر 17ء میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ ادھر حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ سکونت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک باطل فتنہ کی سرکوبی کا کام تم سے لے گا تم برصغیر واپس جاؤ۔ وہ واپس تشریف لائے ادھر مرزا غلام احمد قادیانی نے عقیدۂ ختم نبوت سے ہٹانے کی مہم شروع کی ہوئی تھی۔ پیر مہر علی شاہ نے سیف چشتیائی لکھ کر مسلمانوں کو اس ارتدادی فتنہ سے بچایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ بھی کیا۔ غرض تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے مشترکہ جدوجہد شروع کی۔ 1928ء میں ایک لڑکی کا نکاح ایک قادیانی لڑکے سے ہو گیا۔ لڑکی نے حضور ﷺ کی عظمت پر اس نکاح کو قربان کر دیا۔ بہاولپور میں مقدمہ درج ہوا 1934ء میں بہاولپور کی عدالت نے فیصلہ دیا کہ قادیانیوں کے عقائد مسلمانوں کے خلاف ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے یہ نکاح نہیں ہوسکتا اور لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح 1928ء میں ماریشیش کی ایک مسجد کے سلسلے میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ قادیانیوں نے چندہ دیا تھا جس کی وجہ سے وہ اس مسجد پر اپنا حق ثابت کرنا چاہتے تھے' عدالت نے فیصلہ دیا کہ قادیانیوں کے عقائد اسلام سے میل نہیں کھاتے اس لئے مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد پر ان کا کوئی حق نہیں۔ ادھر 1930ء میں قادیانیوں کی سرگرمیاں بہت زیادہ ہو گئیں۔ قادیان میں مسلمانوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی ہر علاقے میں قادیانیوں نے مختلف حربوں اور ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا اس صورتحال نے علماء کو تشویش میں مبتلا کیا۔ محدث العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورت محسوس کی کہ اس باطل فرقے کا راستہ روکنے اور مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچانے کے لئے مربوط تحریک کا آغاز کیا جائے اس سلسلے میں انہوں نے برصغیر کے پانچ سو چیدہ چیدہ علماء کرام کو جمع کیا اور ان کے سامنے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لئے منظم تحریک چلانے کی ضرورت سے آگاہ کیا۔ تمام علماء کرام نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی۔ آپ نے ضعف اور پیرانہ سالی کا عذر کرتے ہوئے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور ان کو امیر شریعت کا لقب دینے کا اعلان کیا۔ سب سے پہلے حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی۔ بعد ازاں پانچ سو علمائے کرام نے بیعت کی اور مجلس احرار اسلام کا شعبہ ختم نبوت قائم کر کے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیوں سے بچانے کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ جلسوں اور تبلیغی پروگراموں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ قادیان میں جہاں مسلمانوں کو رہنے کی اجازت نہیں تھی وہاں جلسہ کی اجازت مانگی حکومت نے اجازت نہیں دی قادیان سے باہر جلسہ کیا۔ ہر جگہ قادیانیوں نے رکاوٹیں ڈالیں۔ انگریز حکومت کے ذریعے مقدمات بنائے تمام بزرگوں کو جیلوں میں بند کر دیا۔ ایک طرف تحریک آزادی جاری تھی۔ دوسری طرف علمائے کرام نے یہ مہم بھی شروع کر دی۔ قادیانیوں نے انگریزوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے جہاد کو حرام قرار دے دیا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

میں نے مخالفت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب ص 27 مندرجہ روحانی خزائن) بہر حال شعبہ ختم نبوت نے ان تمام مشکلات اور تکالیف کے باوجود عقیدۂ ختم نبوت کے لئے جدوجہد جاری رکھی تا آنکہ پاکستان قائم ہو گیا۔ اندازہ تھا کہ اسلام کے نام سے قائم ہونے والے اس ملک میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ کی عظمت کے لئے اسلامی قوانین بنائے جائیں گے لیکن پہلے ہی مرحلے میں جس کابینہ کا اعلان ہوا اس کے وزیر خارجہ کے طور پر ظفر اللہ قادیانی کا نام آیا اور اس نے اس عہدہ کا چارج سنبھالا۔ مجلس احرار اسلام نے اس پر احتجاج کیا ادھر قادیانیوں نے چک ڈھڈیاں کا علاقہ کوڑیوں کے مول خرید کر ربوہ کے نام سے پاکستان میں اپنا مرکز بنا لیا اور پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں 18,17 مئی 52ء کو کراچی میں قادیانیوں نے ایک جلسہ کیا اور وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی نے اسلام کو مردہ مذہب اور احمدیت کو زندہ اسلام کہہ دیا جس پر جلسے میں ہنگامہ ہو گیا۔ پولیس نے عوام پر لاٹھی چارج کر دیا مسلمانوں نے اس کے باوجود بھی جلسہ درہم برہم کر دیا۔ 2 جون 52ء کو مولانا لال حسین اختر نے علمائے کرام کو جمع کیا اور تھیوسیوفیکل ہال کراچی میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی اس کے دعوت نامے پر مولانا لال حسین اختر' مولانا احتشام الحق تھانوی' مولانا عبدالحامد بدایونی' مولانا مفتی جعفر حسین مجتہد' مولانا محمد یوسف (اہل حدیث) کے نام درج تھے۔ اس آل پارٹیز کانفرنس میں مستقل کام کرنے کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا جن کے ممبران میں سید سلیمان ندوی مفتی محمد شفیع' مولانا عبدالحمید بدایونی' مولانا مفتی محمد یوسف کلکتوی' مفتی صاحب داد' مولانا سلطان احمد' علامہ احمد نورانی' مولانا لال حسین اختر' مفتی جعفر حسین مجتہد' مولانا احتشام الحق تھانوی شامل تھے۔ اس میں جمعیت علماء اسلام' جمعیت علماء پاکستان' مجلس تحفظ ختم نبوت' مجلس احرار اسلام' تنظیم اہلسنت والجماعت' جمعیت اہل حدیث' جماعت اسلامی حزب اللہ مشرقی پاکستان' ادارہ تحفظ حقوق شیعہ جماعتیں شامل تھیں۔ 11 دسمبر 52ء کو ایک دعوت نامہ جاری کیا گیا جس کے تحت 18,17,16 جنوری 53ء کو کراچی میں آل پارٹیز کنونشن کے انعقاد کی اطلاع دی گئی۔

کراچی کنونشن میں درج ذیل افراد نے شرکت کی۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری' مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری' مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا مفتی محمد شفیع' مولانا احتشام الحق تھانوی' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی' مولانا عبدالحامد بدایونی' مولانا سلطان احمد' حاجی محمد امین' خلیفہ حاجی ترنگ زئی' پیر سرسینہ شریف' مولانا راغب حسن' مولانا عزیز الرحمٰن ڈھاکہ' مولانا سخاوت الانبیاء' مولانا سید محمد یوسف بنوری' مولانا شمس الحق افغانی' مولانا ابراہیم میر' شیخ التفسیر' مولانا احمد علی لاہوری' مولانا محمد ادریس کاندھلوی' مولانا مفتی محمد حسن امرتسری' مولانا ظفر احمد عثمانی' مفتی صاحب داد خان' مولانا محمد یوسف کلکتوی' مولانا سید محمد داؤد غزنوی' مولانا محمد اسماعیل' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا محمد متین نے شرکت کی اور درج ذیل مطالبات رکھے گئے۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے' ظفر اللہ خان کو وزارت سے الگ کیا جائے۔ کلیدی اسامیوں پر فائز قادیانیوں کے اعداد و شمار شائع کئے جائیں' ربوہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اراضی مرزائیوں سے واپس لی جائے‘ حکومت نے ان مطالبات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ پورے پاکستان میں تحریک عروج پر پہنچ گئی۔ لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ مسلمانوں پر گولیاں چلائی گئیں۔ کئی ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ ایک لاکھ سے زائد افراد پورے ملک میں گرفتار ہوئے۔ تمام علمائے کرام کو پس دیوار زندان کر دیا گیا۔ معاملہ اس طرح چلتا رہا۔ تحریک ان گرفتاریوں اور شہادتوں کے بعد ایک طرح سے ماند پڑ گئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت گرفتار شدگان کی رہائی اور اپنے دفاتر کی بحالی میں لگ گئی یہ سلسلہ آہستہ آہستہ چلتا رہا اور مجلس تحفظ ختم نبوت نے تحریک کو دوبارہ منظم کرنا شروع کیا۔ 1974ء میں ایک دفعہ پھر قادیانیوں کا کلیدی اسامیوں پر قبضہ ہو گیا۔ فوج کے کئی جرنیل قادیانی متعین ہو گئے۔ ائیر فورس کا سربراہ قادیانی بن گیا۔ مرزا ناصر اور مرزا طاہر کو ایک دفعہ پھر پاکستان پر قبضہ کا خواب نظر آنے لگا۔ ربوہ میں الفرقان فورس کے نام سے ایک مسلح فورس قائم کی گئی۔ اندرون خانہ مسلح انقلاب یا فوجی انقلاب کی سازشیں تیار ہونے لگیں۔ ربوہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایئر فورس کے طیاروں نے مرزا ناصر کو سلامی دی جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتجاج کیا لیکن اس احتجاج کو دبا دیا گیا۔ اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ اس دوران بھی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ پاکستان نے تو یہ تسلیم نہیں کیا البتہ سعودی عرب نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے حرمین شریفین میں قادیانیوں کا داخلہ بند کر دیا۔ 26 اپریل 73ء کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کے ایک سو سے زائد اسلامی تنظیموں کے نمائندوں نے ایک قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور تمام ممالک اسلامیہ سے اپیل کی کہ وہ اپنے اپنے ملک میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کریں۔ 21 اپریل 1973ء کو آزاد کشمیر کے رکن اسمبلی میجر محمد ایوب نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی جو بالاتفاق منظور ہو گئی۔ قادیانیوں کے لئے یہ چیزیں انوکھی تھیں۔ کلیدی عہدوں پر فائز افراد نے بھٹو حکومت پر دباؤ ڈالا کہ کشمیر اسمبلی سے قرارداد واپس کرائی جائے لیکن کامیابی نہ ہو سکی اس دوران 29 مئی 74 کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ایک ایسا سانحہ پیش آیا جو بالآخر 7 ستمبر کے تاریخی فیصلے کا موجب ثابت ہوا۔ نشتر میڈیکل کالج کے طلباء 22 مئی کو ملتان سے سوات کے لئے چناب ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہوئے۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر کچھ طلباء خریداری وغیرہ کے لئے اترے ایک شخص نے ان کو قادیانیت کی تبلیغ کی جس پر طلباء مشتعل ہو گئے اور لڑائی کا اندیشہ ہو گیا۔ بہر حال بیچ بچاؤ کرا کر الگ کر دیا گیا اور طلباء سوات کے لئے روانہ ہو گئے۔ 28 مئی کو یہ طلباء واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں کی تنظیم الفرقان فورس کے ایک ہزار کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب نوجوانوں نے ان کو مارا پیٹا اور مارنے پر تل گئے اور ساتھ ساتھ نعرے لگاتے رہے کہ ختم نبوت زندہ باد نعروں کا مزہ چکھ لیا۔ یہ اطلاع فیصل آباد پہنچی تو وہاں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام جمع ہو گئے۔ فوری طور پر ان کو اسپتال پہنچایا گیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علمائے کرام اور مولانا سید محمد یوسف بنوری کو مطلع کیا گیا جس پر فوری طور پر تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کا اجلاس بلایا گیا اور تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی اس کے سربراہ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری اور سیکرٹری جنرل رفیق باجوہ مقرر ہوئے اس میں جمعیت علمائے اسلام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' جمعیت علمائے پاکستان' جماعت اسلامی' پاکستان نیشنل پارٹی تحریک استقلال' خاکسار پارٹی' جمعیت اہلحدیث' ادارہ تحفظ حقوق شیعہ' جمہوری پارٹی وغیرہ شامل تھیں۔ جبکہ نوابزادہ نصر اللہ خان' مولانا شاہ احمد نورانی' مولانا مفتی محمود خان عبدالولی خان' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا معین الدین لکھنوی' مولانا عبدالستار خان نیازی' مولانا مودودی' میاں طفیل احمد' پروفیسر غفور احمد' اصغر خان' خان اشرف وغیرہ شامل تھے۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے ایک طرف عوامی سطح پر تحریک ختم نبوت 74ء کا آغاز کیا سب سے پہلے اس سانحہ پر ہڑتال کی گئی جو تاریخی طور پر کامیاب رہی۔

اس کے بعد جلسے اور جلوسوں اور عوامی دباؤ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا قادیانیوں سے اقتصادی بائیکاٹ کا فیصلہ ہوا تو پوری قوم نے لبیک کہا۔ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے قرارداد پیش کی گئی۔ حکومت کی جانب سے قائم ٹربیونل کی کارروائی کی مکمل پیروی کی گئی۔ بھٹو حکومت نے ابتدائی طور پر اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی جس پر وزیراعظم پاکستان نے قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کا درجہ دیا اور اس نے اس مسئلہ پر بحث شروع کی۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی میں بلایا گیا۔ ان کا بیان ہوا' مولانا مفتی محمود نے قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار کے ذریعہ جرح کی۔ مرزا ناصر نے واضح طور پر اعلان کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لاہوری گروہ کے مرزا صدر الدین کو بلایا گیا ان دونوں پر تقریباً 13 دن جرح ہوئی بالآخر قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کر لی۔ اس طرح 7 ستمبر 74ء وہ تاریخی دن قرار پایا جب نوے سالہ پرانا مسئلہ حل ہوا۔ امت مسلمہ نے سکون کا سانس لیا اور عقیدۂ ختم نبوت کو فتح و بلندی عطا ہوئی۔

اپوزیشن کی جانب سے پیش ہونے والی قرارداد

جناب اسپیکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومی اسمبلی پاکستان

محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

ہرگاہ کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا' نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان' بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کو اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار' چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں' دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے۔ مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر انتظام 6 اور 10 اپریل 1974ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے 140 مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی' متفقہ طور پر رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے۔ جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے۔ مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔ 7 ستمبر 74ء کو منظور ہونے والی تاریخی ترمیم قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔ کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ، ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

(اول) دفعہ 106(3) میں قادیانی جماعت اور لاہور جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ 260 میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ 260 کی شق (3) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ 1973ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد 1974ء میں منتجہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(ہ) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا (قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے)

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کیلئے ایک بل

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازاں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

(1)......مختلف عنوان اور آغاز نفاذ (1) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ 1973ء کہلائے گا۔(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(2)......آئین کی دفعہ 106 کی شق (3) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کئے جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(3) آئین کی دفعہ 260 میں ترمیم' آئین کی دفعہ 260 میں شق (2) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی ''جو شخص محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے''

1984ء میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مطالعہ پر جنرل ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانیوں کو شعائر اسلام استعمال کرنے سے روکا گیا۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء

قادیانی گروپ' لاہوری گروپ' اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بناء پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب 5 جولائی 1977ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول ابتدائیہ
مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

1-یہ آرڈیننس قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تعزیر آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہو گا۔ 2-یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

2-- آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہو گا

اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصہ دوم
مجموعہ تعزیرات پاکستان
(ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی ترمیم

3-ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء میں نئی دفعات 298 ب اور 298 ج کا اضافہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 1860,45 میں باب 15 میں' دفعہ 298 الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا یعنی

298-ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1- قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب۔ حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج۔ حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے یا

د۔ اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

2- قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری' یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح کے مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298- قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کریا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

4-ا یکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی دفعہ 99 الف کی ترمیم

مجموعی ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے دفعہ 99ء الف میں ذیلی دفعہ (1) میں

الف۔ الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' کے بعد الفاظ ہندسے قوسین حرف اور سکتے اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے شامل کردیئے جائیں گے اور

ب۔ ہندسہ اور حرف ''298 الف کے بعد الفاظ ہندسے ورحرف'' یا دفعہ 298 ب یا دفعہ 298 ج'' شامل کردیئے جائیں گے۔

ا یکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ 298 الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل اندراجات شامل کردیئے

جائیں گے یعنی بعض مقدس اس طرح مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام سیاسی جماعتوں کی شراکت عام مسلمانوں کی قربانیوں سے اللہ تعالی نے اس مسئلہ کو حل کیا۔ اس کا تمام تر سہرا اور کریڈٹ عام مسلمانوں کو جاتا ہے جو آج بھی عقیدۂ ختم نبوت پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

سلام ہے ختم نبوت کے ان پروانوں پر 7 ستمبر کا تاریخی دن ان کو خراج عقیدت پیش کرتا رہے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3فروری 1975ء

اُمِّ کلثوم انتقال کر گئیں

امِ کلثوم 80 سال کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ ان کے انتقال پر پوری دنیا میں سوگ منایا گیا۔ ام کلثوم اپنی پردرد پرسوز آواز کی بدولت اس عیسوی صدی کے تیسرے عشرے میں مشہور ہوئیں۔1960ء تک ان کی شہرت انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ انہیں بلبل نیل اور صوت العربیہ کے القابات سے نوازا گیا۔ ام کلثوم نے اپنی زندگی میں مشرقی ثقافت کو چار چاند لگادیئے۔ عرب اسے بے مثال مغنیہ تسلیم کرتے تھے۔

ان کے دور میں نابینا موسیقار عبدالوہاب بھی شہرت کے اعتبار سے کم نہیں تھے۔ چنانچہ ام کلثوم کے لئے انہوں نے ہی بیشتر طرزیں بنائیں۔ اس لئے وہ ایک لحاظ سے ان کے استاد تھے ام کلثوم کے عبدالواہاب ہی کے کمپوز کئے ہوئے گانے زیادہ تر مقبول ہوئے۔ انہیں ''ستارہ مشرق'' کا لقب بھی حاصل تھا۔

ام کلثوم بالائی مصر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئیں ان کا سن تولید 1898ء تھا۔ ام کلثوم نے بچپن ہی میں تلاوت قرآن میں ملکہ حاصل کرلیا تھا اور وہ کہا کرتی تھیں کہ ان کا تلفظ اور لحن قرآن ہی کی برکت سے صحیح ہوئے۔

جب 67ء کی عرب اسرائیل جنگ میں متحدہ عرب جمہوریہ کو شکست ہوئی۔ تو ان دنوں گرمی دل کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ تھی ام کلثوم کی آواز جو قاہرہ کے گلی کوچوں میں گونجتی اور چلتے ہوئے لوگ رک جاتے۔ عرب بھائی کہتے ہیں کہ جب کلثوم گاتی تو وقت کی رفتار کے پاؤں زنجیروں میں جکڑ جاتے۔

سرزمین مصر نے کئی انقلاب دیکھے ہیں۔ مگر ام کلثوم کی آواز میں کوئی انقلاب نہ آسکا۔ نہ وہ بدل سکی اور نہ اس کی سحر طراز آواز ڈوب سکی۔

ایک بار دریائے نیل کے کنارے جشن سیمیں منایا جارہا تھا اور اس کے ساتھ ایک ولولہ انگیز غنائیہ بھی ترتیب دیا گیا تھا (یہ شاہ فاروق کا دور تھا) تماشائیوں میں مادام مشور (اس وقت کے مصر کی سب سے بڑی سوشل خاتون) اور شاہ فاروق مرحوم کے علاوہ مصر کے کئی پاشا اور حکام عالی مقام بھی موجود تھے۔ روایت ہے کہ پردہ اٹھا تو ناگہاں ناظرین کی عقل پر پردہ پڑ گیا مگر کان کے پردے کھلے تھے نگاہیں سب کی سٹیج پر مرکوز ہوگئیں۔ جونہی اس مہ لقا نے حجاب اٹھایا۔ دیکھنے والوں کے حجاب دور ہوگئے۔ اب وہ گلعذار بے نقاب ہوئی تو اس مجمع میں موجود بیگمات کو حجاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے لگا۔ تاہم ایک عالم ہاد ہو پا تھا۔ س منظر میں آتش نفس طلسم آواز مطربہ ام کلثوم کی جذبات انگیز آواز اس پر مستزاد سمعیہ جمال کا شعلہ تابناک حسن رعنائی وکمال کا ایسا منظر لاثانی کہ سنگ مرمر کی اپسرا میں جان پڑنے کا گمان ہونے لگا جس کا ہر جلوہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھا۔ جسے ہر کوئی پڑھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

پھر 1956ء میں فاروق کو اپنا بوریا بستر مصر سے لپیٹنا پڑا۔ سمعیہ جمال تو ہالی ووڈ کے پلے پڑ گئی مگر ام کلثوم کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ عرب عوام کے دل کی آواز بن گئی اور یہ آواز پون صدی تک بلند ہوتی رہی۔

1940ء میں سابق شاہ فاروق نے جب اسے سب سے بڑا تمغہ ''الکمال'' دیا تو لوگوں نے کہا فاروق نے غالباً سب سے پہلا اچھا کام کیا ہے۔ ام کلثوم کے فن کی قدر و منزلت شاہ و گدا کے نزدیک مسلمہ تھی۔ کیسا بلانکا سے لیکر بغداد تک اس کی آواز نے لوگوں کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ اس کے نغمے میں الفاظ بہت کم ہوتے ہیں بس سارا آواز کا جادو ہے وہ ایک لفظ کو بارہ چودہ مختلف لہجوں میں پلٹتی رہتی ہے۔ یہ تکرار گھنٹہ بھر جاری رکھتی ہے وہ حسن قرأت کی بھی ماہر تھی سابق صدر ناصر کی حکومت نے اس کی آواز کے ساتھ قرآن حکیم کے ریکارڈ تیار کرائے تھے۔ جنہیں پاکستان میں سب سے پہلی بار 1962ء میں لاہور کے کلچرل سنٹر (ان دنوں تھا) میں سنوائے گئے تھے۔

پہلے پہل عرب عوام ام کلثوم کی شادی کے سخت مخالف تھے کیونکہ جب اس کی شادی کی بات چلتی تو عرب عوام میں ہنگامہ آرائی شروع ہو جاتی کیونکہ وہ کہتے تھے کہ شمع تنہا کسی ایک کی بن کر نہیں رہ سکتی۔ وہ عربوں کی ہے اور ان کی مشترکہ میراث ہے' ایک بار جب کہ اس کی شادی نہیں ہوئی تھی' یہ خبر اڑ گئی کہ کلثوم نے شادی کر لی ہے' اخبارات میں خبر چھپنے کی دیر تھی کہ مصر کا ذرہ ذرہ ابوالہول کے نخلستانوں سے لے کر ابو ردہوڈیس کے صحراؤں تک آتش زیر پا ہو گیا۔ جب یہ ہنگامہ بڑھا تو شاہ فاروق کی حکومت کو جھوٹ بولنا پڑا کہ کلثوم کی شادی کی خبر غلط ہے اور خود ام کلثوم کو بھی اپنی شادی کو کئی برس تک خفیہ رکھنا پڑا۔

25 مارچ 1975ء

شاہ فیصل قتل کر دیئے گئے

25 مارچ 1975ء کو پاسبان حرم اور سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل بن عبدالعزیز قاتلانہ حملہ میں جان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحق ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمانروائے حجاز پر ان کے ایک بھتیجے شہزادہ فیصل ابن مساعد ابن عبدالعزیز نے بہت قریب سے ریوالور سے متعدد گولیاں چلائیں شاہ کو انتہائی زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں وہ خالق حقیقی سے جا ملے' شاہ فیصل پر جس وقت قاتانہ حملہ ہوا وہ اپنے محل میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کے سلسلے میں موجود تھے۔ شہزادہ فیصل ابن مساعد مبارکباد دینے کے لئے اجازت طلب کر کے حاضر ہوا۔ قریب پہنچتے ہی اس نے اچانک پستول نکالا اور اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

شاہ فیصل کے چھوٹے بھائی ولی عہد شہزادہ خالد بن عبدالعزیز کو شاہ فیصل کی جگہ بادشاہ بنا دیا گیا۔ سعودی ریڈیو پر نشر کئے جانے والے سرکاری اعلان کے مطابق شہزادہ خالد کو بادشاہ مقرر کرنے کا فیصلہ شاہی خاندان نے متفقہ طور پر کیا' 26 سالہ شہزادہ خالد بن عبدالعزیز کو 1965ء میں ولی عہد مقرر کیا گیا۔

شاہ فیصل کے انتقال کی خبر پر پوری دنیا میں بالعموم اور عالم اسلام میں بالخصوص غم و افسوس کی لہر دوڑ گئی اسلامی سربراہان مملکت اور دیگر بین الاقوامی لیڈروں نے اپنے تعزیتی پیغامات میں شاہ فیصل کے قتل پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ کسنجر مشن کی ناکامی کے بعد مشرق وسطے کے نازک حالات میں شاہ فیصل کی موت کو عالم اسلام کا بہت بڑا سانحہ قرار دیا گیا۔ ان کی موت سے عالم اسلام ایک بہت بڑے مدبر ملت اسلامی کے مربی اور عظیم لیڈر سے محروم ہو گیا۔

سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل بن عبدالعزیز جدید سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ وہ 1906 میں پیدا ہوئے اس وقت ابھی سعودی عرب میں تیل دریافت نہ ہوا تھا اور نہ ہی اسرائیل کا وجود تھا۔ انہیں 1926 میں حجاز کا وائسرائے مقرر کیا گیا' شاہ فیصل جو بادشاہ بننے سے قبل امیر فیصل کہلاتے تھے اپنے والد کی زندگی میں سعودی عرب کے وزیر خارجہ مقرر ہوئے انہیں 1928ء میں علماء کی کونسل کا چیئرمین نامزد کیا گیا۔ 1929ء میں انہوں نے سعودی وزیر کی حیثیت سے مختلف ممالک کا سفارتی دورہ کیا' 1934ء میں یمن کی جنگ میں انہوں نے سپہ سالار کے طور پر فرائض ادا کئے 1945ء میں انہوں نے انجمن اقوام متحدہ کی تشکیل میں حصہ لیا۔ 1953ء میں ان کے والد شاہ عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بھائی شاہ سعود بن عبدالعزیز تخت نشین ہوئے شاہ سعود نے اپنے چھوٹے بھائی امیر فیصل کو اپنی حکومت میں نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ مقرر کیا' 1958ء میں سعودی عرب اقتصادی بحران کا شکار ہوا تو امیر فیصل کو زیادہ اختیارات دے دیئے گئے اور وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ انہوں نے زبردست اصلاحات نافذ کر کے ملک کو بحران سے نکالا اسی دوران شاہی اخراجات کے سلسلے میں کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلافات پیدا ہو گئے اور 1960ء میں امیر فیصل نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تاہم 1962ء میں انہیں دوبارہ وزارتی کونسل کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ 1962ء ہی میں جب یمن میں خانہ جنگی ہوئی تب امیر فیصل نے معاملے کو ختم کرایا' اور دو سال بعد 1964ء میں شاہ سعود کی معزولی کے بعد امیر فیصل کو شاہ فیصل بنا دیا گیا۔

شاہ فیصل مرحوم 1964ء میں برسر اقتدار آئے جب سعودی عرب کے وزراء کی کونسل نے ان کے بڑے بھائی شاہ سعود کو معزول کر دیا۔ شاہ فیصل مرحوم 1958ء میں سعودی عرب کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ لیکن 1960ء میں انہوں نے صحت کی خرابی کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا اور 1962ء میں دوبارہ وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھال لیا۔ شاہ سعود مرحوم کا 1969ء میں یونان میں انتقال ہو گیا تھا۔

شاہ فیصل کی موت سے عالمی سیاست میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ ایک عرصہ تک پر نہیں ہو سکے گا۔ شاہ کی سوجھ بوجھ فہم و فراست تدبر اور حکمت کا ایک بھی رہنما اس خطہ عالم میں نہیں جو بحرانوں اور سازشوں سے دوچار مغربی ایشیا کے ان ممالک کی قیادت کے فرائض سرانجام دے سکے جہاں اس نے اپنے ملک کو سیاسی امن اور اقتصادی خوش حالی کے ذریعہ داخلی استحکام دیا وہاں خارجہ حکمت عملی میں شاہ نے عالم عرب کو اسرائیل کے خلاف متحد کیا۔ شاہ فیصل تمام عربوں کا مقتدر اور قابل احترام قائد تھے۔

1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جو قابل فخر کامیابی عربوں کو نصیب ہوئی اس میں شاہ کی ذہنی قیادت اور مالی اعانت کا بہت بڑا دخل تھا۔ بیت المقدس کی بازیابی اور آزاد فلسطینی مملکت کا قیام شاہ کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین تھا۔ یروشلم کی مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنا ان کی زندگی کی عزیز ترین تمنا تھی۔ یمن کی خانہ جنگی کا خاتمہ مصر کے ساتھ لازوال دوستی کا رشتہ شاہ حسین اور فلسطینی حریت پسندوں کے درمیان مفاہمت خلیج فارس کی امارات اور بحر ہند کی تیل برآمد کرنے والی مسلم ریاستوں کا اتحاد و اشتراک یہ سب ایک عظیم عرب اتحاد کی کڑیاں تھیں جن کو ایک رشتہ میں منضبط کرنا صرف شاہ فیصل کی شخصیت کا اعجاز تھا۔

امریکہ اور مغربی یورپ کو شاہ فیصل کی طاقت کا اس وقت صحیح اندازہ ہوا جب شاہ کے مشورہ سے مصر اور دیگر عرب ممالک نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

عربوں کے اس اقدام نے امریکہ اور مغرب کو پوری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ آج تمام دنیا خصوصاً مغرب اور امریکہ عربوں کے موقف کی حمایت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اسرائیل نے اپنی سابقہ روش میں مجبوری کے تحت لچک پیدا کر لی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم اسلام کے اس عظیم رہنما کی موت سیاسی دنیا کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جس سے عالمی حالات اور مشرق وسطیٰ کی سیاست متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے خصوصاً مصر کے انورالسادات کے لئے یہ صدمہ بہت بھاری ہے۔ سادات کی سیاسی اور فوجی قوت اور اس کے فیصلوں کا بہت زیادہ انحصار شاہ فیصل کی پختہ دوستی اور تعمیری حکمت عملی پر تھا۔

21 اپریل 1975ء

ویت نام میں امریکہ کی بدترین شکست

اگرچہ ویت نام کی جنگ دنیا کے ایک کونے تک محدود رہی لیکن اس جنگ نے نوع انسانی کو اتنا عظیم تجربہ دیا جو دو عالمی جنگوں سے حاصل نہ ہوسکا۔ یعنی نظریہ اور ایمان کی طاقت ایٹم کے اس تباہ کن دور میں بھی سب سے بڑی طاقت ہے اور انسان کو اب تک ایسا کوئی اسلحہ نہیں مل سکا جو اس قوت کا مقابلہ کرسکے۔ اسلحہ کی طاقت اور عددی اکثریت کا حساب کتاب صرف وہ قومیں لگاتی ہیں۔ جن کے سینے ایمان اور نظریے کی حرارت سے محروم ہوتے ہیں اور جن کے ہاتھوں کو تباہ کن ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جن قوموں کا کوئی نظریہ اور روئے زمین پر باقی رہنے کا کوئی مقصد ہوتا ہے وہ اسلحہ اور تعداد کی کمی اپنی قوت ایمانی سے پوری کرتی ہیں۔ تاریخ میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ کتنے ہی کم تعداد والے لوگ بڑی تعداد والوں پر غالب آ گئے۔

ویت نام کی طویل جنگ میں ایک مرتبہ پھر نظریئے اور ایمان نے اپنا لوہا منوایا اور امریکہ کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ دنیا کی دو سپر پاور روس اور امریکہ براہ راست یا بالواسطہ اس جنگ میں ملوث رہیں۔ ایشیا کی سب سے بڑی طاقت چین نے بھی بالواسطہ جنگ میں حصہ لیا۔

1073ء میں امریکہ نے جنوبی ویت نام سے فوجیں واپس بلانے کا اعلان کیا اس کے بعد شمالی ویت نام اور جنوبی ویت نام کی باہمی جنگ بغیر کسی بیرونی امداد کے جاری رہی۔

مارچ 1975ء میں شمالی ویت نام کی فوجوں نے ہیو اور دانا نگ کے شہر تسخیر کر لئے۔ 21 اپریل 1975ء کو اشتراکی فوجیں جنوبی ویت نام کے صدر مقام سائیگاں میں داخل ہوگئیں اور 30 اپریل 1975ء کو شمالی اور جنوبی ویت نام نے متحد ہونے کا اعلان کردیا۔ اس نئی مملکت کا نام سوشلسٹ ریپبلک آف ویت نام رکھا گیا اور سائیگاں کا نام بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل کر ہو چی منہ سٹی رکھ دیا گیا۔

شمالی ویت نام کی فتح بیسوی صدی کے چند اہم ترین واقعات میں سے ایک تھا اس واقع نے ثابت کر دیا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی سچ کی طاقت کو دبانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

12 جون 1975ء

وزیر اعظم اندرا گاندھی چھ سال کے لئے نااہل ہو گئیں

رائے بریلی کا شہر (یہ بانسوں کے سلسلہ میں مشہور بریلی نہیں ہے) الہ آباد کے قریب واقع ہے اور اندرا گاندھی نے یہاں سے ہی لوک سبھا کی ایک نشست کے لئے انتخاب لڑا تھا جو 1971ء کے اوائل میں ہوا تھا۔ ان کے مدمقابل مسٹر راج زائن تھے جنہوں نے الہ آباد ہائی کورٹ میں مسز اندرا گاندھی کے انتخاب کالعدم قرار دینے دی درخواست دی تھی اور وزیر اعظم پر سرکاری افسروں کو اپنے انتخاب میں استعمال کرنے سرکاری فنڈز کو استعمال میں لانے اور دوسری بے شمار بدعنوانیوں کے ارتکاب کے الزامات لگائے تھے۔

یہ مقدمہ کئی سال تک چلتا رہا اور آخر کار چند روز قبل جسٹس جگ موہن لال سنہا نے دو الزامات کو درست تسلیم کر کے مسز گاندھی کے انتخاب کو کالعدم قرار دے دیا۔ یہ دو الزامات تھے سرکاری افسروں کو انتخابی مہم میں براہ راست ملوث کرنا سرکاری وسائل اور سامان کو انتخابی مہموں کے دوران سرکاری مشینری کے ذریعہ کام میں لانا۔ یہ الزامات ایسے ثابت ہو گئے کہ مقدمہ کی کارروائی کی رپورٹ اور فیصلہ پڑھنے والا کوئی شخص بھی اس شبہ میں نہیں رہ سکتا کہ اندرا گاندھی نے نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ حکومتی ذرائع وسائل اور طاقت کو کام میں لا کر راج نرائن کو چاروں شانے گرایا تھا۔

جسٹس سہنا کا نام بھارت کی عدلیہ کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا وہ ریٹائرمنٹ کے قریب ہیں (جب آدمی کو کسی دوسرے عہدہ یا سپریم کورٹ میں داخلہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ عام طور سے حکومت کو ناراض نہیں کرنا چاہتا) جہاں جسٹس سہنا نے اندرا گاندھی کو تمام ضروری سہولتیں انصاف کے تقاضوں کے مطابق مہیا کیں وہاں انہوں نے مقدمہ کے دوران میں کسی کو بھی اندرا گاندھی کے عہدے سے مرعوب نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندرا گاندھی عدالت میں حاضر ہونے والی تھی تو جسٹس سہنا نے تنبیہہ کی تھی کہ کوئی بھی شخص کسی شخص کی آمد پر اپنی نشست سے نہ اٹھے چاہے آنے والا کتنے ہی بڑے سرکاری عہدے پر کیوں نہ ہو کیونکہ اس طرح اٹھنا توہین عدالت کے مترادف ہوگا انہوں نے بتایا کہ عدالت میں اس طرح اٹھ کر احترام صرف عدالت کے لئے مخصوص ہے فریق مقدمہ یا گواہ کے لئے نہیں چاہے اس کی حیثیت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔

عدالت میں حاضر ہونے سے قبل مسز اندرا گاندھی نے مسٹر جسٹس سنہا کو لکھا کہ وہ ایک اہم اور بہت مصروف شخصیت ہونے کے باعث اس کی مستحق ہیں کہ انہیں عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ کر دیا جائے اور ان کا بیان عدالت کا مقرر کردہ ایک عدالتی کمیشن ان کے گھر پر لے لے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ عدالت اس کمیشن کو یہ اختیار بھی تفویض کر دے کہ اگر فریق ثانی کا وکیل ان سے غیر ضروری سوالات کرے تو وہ انہیں غیر ضروری قرار دے کر مسترد کر سکے۔ مسٹر جسٹس سہنا نے مسز اندرا گاندھی کو مطلع کیا کہ ان کا بیان ریکارڈ کرنے کے لئے کمیشن کا تقرر کیا جا سکتا ہے لیکن آئین یا ہائی کورٹ کے قواعد میں کوئی ایسی دفعہ موجود نہیں جس کے تحت عدالت سوالات کو غیر ضروری قرار دے کر مسترد کر دینے کا اختیار کسی دوسرے کو تفویض کر سکتی ہے لہٰذا وہ یہ شرط پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ اندرا گاندھی مبینہ طور پر غیر ضروری اور تکلیف دہ سوالات سے بچنے کے لئے خود عدالت میں حاضر ہوگئیں جہاں مسٹر جسٹس سنہا نے تقریباً چھ گھنٹے کی شہادت کے دوران میں ان پر کئے جانے والے بیشمار سوالات کو غیر ضروری قرار دے کر مسترد کر دیا پھر بھی وہ قانون کے شکنجہ سے نہ بچ سکیں اور ان کیخلاف جرم ثابت ہوگیا۔

بھارت کے انتخابی قوانین کے تحت سرکاری افسروں کی خدمات اور سرکاری ساز و سامان وغیرہ کا انتخابی مہم میں استعمال انتخاب کو کالعدم قرار دیئے جانے کا موجب بن سکتا ہے مسز اندرا گاندھی کی انتخابی مہم کے زمانہ میں رائے بریلی میں مسٹر ای لارنس ڈپٹی ڈسٹرکٹ الیکشن آفیسر تھے۔ اور انہیں اندرا گاندھی کی طرف سے ایک گواہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا لیکن وہ بیچارے مسٹر راج نرائن کے وکیل مسٹر شانتی بھوشن (سابق ایڈووکیٹ جنرل اتر پردیش) کی جرح کے سامنے لاجواب ہو کر کئی ایسے بھید کھول گئے جن سے اندرا گاندھی کا سارا کیس تہس نہس ہوگیا۔

مسٹر شانتی بھوشن کی ایک گھنٹہ تک طویل جرح کے دوران میں مسٹر لارنس نے سرکاری افسروں کا وہ تمام کردار بیان کر دیا جو وہ مسز اندرا گاندھی کی انتخابی مہم کے دوران ادا کرتے رہے تھے انہوں نے اعتراف کیا کہ یہ کردار صرف افسروں ہی کا نہ تھا بلکہ اسے کئی سرکاری محکمے بحیثیت محکموں کے ادا کرتے رہے تھے انہوں نے بتایا کہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ جلسوں جلوسوں کا اس طرح انتظام کرے کہ وہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسٹر لارنس نے کہا کہ وہ عام طور سے تو کانگریس پارٹی سے فرنیچر کے انتظام کے لئے کہا کرتے تھے لیکن اگر کانگریس ایسا کرنے سے انکار کر دیتی تو پھر سب ڈویژنل مجسٹریٹ کو فرنیچر وغیرہ مہیا کرنا پڑتا تھا۔

مسٹر لارنس نے عدالت کو بتایا کہ اگرچہ انتخابی مہم میں لوگوں کو آرام سے جلسوں میں بٹھانے کا انتظام کرنے کی ذمہ داری سب ڈویژنل مجسٹریٹ کی تھی۔ لیکن لاؤڈ سپیکر کا انتظام کرنا سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ذمہ تھا جب مسٹر لارن سے دریافت کیا گیا کہ تقریر کرنے کی جگہ چبوترہ وغیرہ بنانے چار دیواری کھڑی کرنے یا کانٹے دار تار کھینچنے کا کام کون کیا کرتا تھا تو مسٹر لارنس نے بے دھڑک جواب دیا کہ حضور! اس کے لئے تو پی ڈبلیو ڈی کا ایک ایگزیکٹو انجینئر تعینات ہوتا تھا۔ "جو اپنے محکمے سے متعلق ٹھیکیداروں کو پکڑ کر یہ کام دیکھتے ہی دیکھتے کرا دیتا تھا۔ کہیں غلطی سے مسز اندرا گاندھی کے وکیل مسٹر کھولے مسٹر لارنس سے یہ سوال کر بیٹھے کہ کیا تمہیں ان سب باتوں کا ذاتی طور پر علم تھا؟ تو مسٹر لارنس نے جواب دیا:۔ ہاں یہ سب کچھ تو میں خود ہی دیکھتا رہتا تھا۔"

مسٹر راج نرائن کی طرف سے کئی گواہ ایسے بھی پیش ہوئے جنہوں نے بتایا کہ جب ٹیلی کمیونیکیشن کے وزیر مسٹر شیر سنگھ رائے بریلی کے ایک گاؤں میں ایک نئے ٹیلیفون ایکسچینج کا افتتاح کرنے آئے تو انہوں نے اس سرکاری تقریب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سامعین کو یہ ترغیب دی کہ وہ آئندہ انتخاب میں مسز اندرا گاندھی کو ووٹ دیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس تقریب میں مسز اندرا گاندھی کی کابینہ کے سیکرٹریٹ کے ایڈیشنل سیکرٹری مسٹر یاشپال کپور بھی موجود تھے اور وہ بھی خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہے

آلہ آباد ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس جگ موہن لال نے 12 جون 1975ء کو وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کیخلاف انتخابی بدعنوانیوں کے مقدمے کا تاریخ ساز فیصلہ سنایا اور مسز گاندھی کو انتخابی دھاندلیوں کا مجرم ٹھہراتے ہوئے 1971ء میں لوک سبھا کی رکنیت کے لئے ان کے انتخاب کو غیر قانونی اور کالعدم قرار دے دیا اس طرح مسز اندرا گاندھی کا وزیر اعظم ہونا بھی غیر قانونی قرار پایا اور وہ متعلقہ قوانین کے تحت آئندہ چھ برس تک کسی انتخاب میں بھی حصہ نہیں لے سکتیں۔ فاضل عدالت نے مسز اندرا گاندھی کو حکم دیا کہ وہ مقدمے کے تمام اخراجات ذاتی طور پر ادا کریں۔

فیصلہ سنائے جانے کے فوراً بعد مسز گاندھی کے وکیل نے حکم امتناعی کی درخواست دائر کر دی اور سپریم کورٹ میں اپیل کی اجازت چاہی جس پر فاضل عدالت نے سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے کے خلاف اپیل دائر ہونے تک یا زیادہ سے زیادہ بیس روز تک کے لئے فیصلے پر عملدرآمد کے خلاف حکم امتناعی جاری کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسٹر جسٹس سنہا صبح دس بجے کے قریب مسز گاندھی کو انتخابی دھاندلیوں کا مجرم قرار دینے اوران کے خلاف فیصلہ سنانے کے فوراً بعد کمرہ عدالت سے اٹھ کر اپنے چیمبر میں چلے گئے تھے جاتے وقت انہوں نے مسز گاندھی کے وکیل سے آنکھ تک نہ ملائی اور وہ اپیل کی درخواست دینے کی سوچتے ہی رہ گئے مگر پھر وہ فوراً جج صاحب کے چیمبر میں گئے۔ چنانچہ مسٹر سنہا دوبارہ اپنی نشست پر آئے اور اپیل کی اجازت دیتے ہوئے بیس دن کے لئے حکم امتناعی جاری کر دیا انہوں نے لکھا کہ اپیل کے لئے کئی جواز موجود ہیں اس لئے مسز گاندھی سپریم کورٹ میں اپیل دائر ہونے تک بطور وزیر اعظم کام کر سکتی ہیں فیصلے کا اعلان ہوتے ہی مسز گاندھی نے اپنی جماعت اور کابینہ کے اعلیٰ ارکان کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ اجلاس کے بعد اعلان کیا گیا کہ حکم امتناعی کے اجراء کی روشنی میں مسز گاندھی فی الحال وزیر اعظم کے عہدے پر کام کرتی رہیں گی۔ اعلان پر کانگرس کے صدر سمیت ممتاز لیڈروں اور وزراء کے دستخط تھے جنہوں نے مسز گاندھی کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور کہا ملک کی سالمیت استحکام اور ترقی کے لئے مسز گاندھی کا وزیر اعظم رہنا ضروری ہے اور فوری طور پر ان کے استعفیٰ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دستخط کرنے والوں میں کانگریس کے صدر مڑ ڈی بروا کے علاوہ وزیر خارجہ یشونت راؤ چوان وزیر خوراک جگ جیون رام اور وزیر ٹرانسپورٹ مسٹر ادماشنکر ڈکشت بھی شامل تھے۔

اعلان میں کہا گیا کہ مسز گاندھی بہت جلد ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دیں گی۔ ہائی کورٹ میں مسز گاندھی کے وکیل نے اپیل کی اجازت طلب کرنے اور عبوری حکم امتناعی کی استدعا کرتے ہوئے موقف اختیار کیا تھا کہ وزارت عظمیٰ سے مسز گاندھی کی فوری برطرفی بھارتی حکومت کا کاروبار معطل کر دے گی اور بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ مسٹر جسٹس سنہا نے اتفاق کیا تاہم کہا کہ زیادہ سے زیادہ بیس دن تک یا جونہی اپیل سپریم کورٹ میں داخل ہوگی فیصلے کے خلاف حکم امتناعی ختم ہو جائے گا۔

فیصلے میں لکھا ہے مسز اندرا گاندھی نے 1971 میں اپنی انتخابی مہم کے دوران ایک اعلیٰ سرکاری ملازم کو جو کہ اس وقت حکومت ہندوستان کا گزیٹڈ افسر تھا اپنا الیکشن ایجنٹ مقرر کیا اس کے علاوہ اندرا کے حلقہ انتخاب رائے بریلی میں جو انتخابی جلسہ ہوا۔ اس میں اندرا گاندھی کے لئے اتر پردیش کی صوبائی حکومت نے سرکاری سطح پر انتظامات کئے اور پولیس کو بھی استعمال کیا۔

اندرا گاندھی کے خلاف انتخابی بدعنوانیوں کے الزام میں گزشتہ 4 برس سے مقدمہ چل رہا تھا۔ اس مقدمے کے دوران کل 97 گواہوں کے بیانات قلمبند ہوئے آخری گواہ خود وزیر اعظم تھیں انہوں نے اس سال مارچ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہائیکورٹ میں ساڑھے پانچ گھنٹے تک اپنا بیان قلمبند کرایا اندرا کے خلاف یہ مقدمہ ان کے مقابلے میں الیکشن ہار جانے والے امیدوار راج نرائن نے دائر کیا تھا۔ جو بھارت کی سوشنسٹ پارٹی کے رہنما ہیں دونوں کے ووٹوں کا تناسب دو اور ایک کا تھا۔

بہ الفاظ دیگر اندرا نے راج نرائن سے دوگنا ووٹ لئے تھے مسٹر راج نرائن نے ہائی کورٹ کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر جسٹس سنہا نے عدالت کی اعلیٰ روایات کو قائم رکھا ہے اور ملک میں عدلیہ کا نام اور وقار بلند کر دیا ہے۔ مسز گاندھی کیخلاف جو الزامات لگائے گئے ہیں۔ وہ عوام کی عرضداشت میں موجود ہیں اور قانون اور انتخابی قواعد و ضوابط کے تحت یہ الزام ثابت ہونے پر کسی بھی امیدوار کو کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس ایکٹ میں سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔

15 اگست 1975ء

شیخ مجیب الرحمٰن قتل ہو گئے

شیخ مجیب الرحمان پاکستان کے تصور اور نظریہ کے ساتھ تو روز اول سے ہی مخلص نہ تھے لیکن بنگالی قوم کو انہوں نے دھوکا دیا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اس نے صوبائی خود مختاری کے اور مغربی پاکستان کے نام نہاد اقتصادی اور سیاسی تسلط سے نجات حاصل کرنے کا جھانسہ دے کر بنگالی مسلمانوں سے ووٹ حاصل کئے اور اس کے بعد انہیں بھارتی توسیع پسندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے بنگلہ دیش کے عوام کو اقتصادی خوشحالی کے جو خواب دکھا رکھے تھے وہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے جون 1977ء میں ڈھاکہ میں چاول کے نرخ 250 ٹکہ فی من سے تجاوز کر چکے تھے جبکہ بناسپتی گھی 25 ٹکے سیر فروخت ہو رہا تھا۔ جبکہ مجیب نے 1970 کی انتخابی مہم کے دوران بنگالی عوام سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ برسر اقتدار آئیں گے تو سونار بنگلہ دیش میں چاول 40 ٹکہ فی من کے بجائے 20 ٹکہ فی من فروخت ہوں گے دوسری طرف صنعتی پیداواری بھی بھارت کی استحصالی پالیسوں اور بدعنوان مجیب حکومت کی غیر منصفانہ پالیسیوں کی نذر ہو گئی اس پر روز افزوں بڑھتی ہوئی سمگلنگ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ سمگلنگ بدعنوانی چور بازاری اور دیگر اقتصادی جرائم کے خلاف فوج کی مہم کے نتیجے میں شیخ مجیب الرحمان برسر اقتدار پارٹی عوامی لیگ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسیوں اعلیٰ راہنما بے نقاب ہو گئے تھے اور ان راہنماؤں کی مزاحمت کے نتیجے میں عوامی لیگیوں اور فوج کے مابین زبردست کش مکش شروع ہوگئی جو بالآخر مجیب کی حکومت کا تختہ الٹنے کا باعث بن گئی۔

15 اگست کو بنگلہ دیش میں فوج نے حکومت کا تختہ الٹ کر شیخ مجیب الرحمان کی جگہ لیگی راہنما کھنڈ کر مشتاق احمد کو سربراہ مملکت نامزد کر دیا فوج نے شیخ مجیب الرحمان کی رہائش گاہ کو صبح تین بجے محاصرہ میں لینے کے بعد اس علاقے میں دستی بم پھینکے۔ جس سے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ شیخ مجیب نے اپنے محافظوں کو احکام جاری کئے اس کے بعد مسلح افواج کے سربراہ کو فون کیا جس نے شیخ کو جواب دیا کہ معاف کیجئے میں مجبور ہوں جب شیخ مجیب نے حالات کا رخ پوری طرح پہچان لیا تو انہوں نے انقلابیوں کے ساتھ چلنے کی حامی بھر لی لیکن فوجی متفق نہ تھے اور ایک فوجی نے اپنی برین گن سے شیخ مجیب پر گولیاں چلائیں۔ گولیاں شیخ مجیب کے سینے پر لگیں اور وہ اپنے گھر کی دہلیز پر گر پڑے۔ شیخ مجیب کی موت کے بعد فوجیوں نے ان کی بیگم اور بچوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ شیخ مجیب کے تین بیٹے اس عمارت میں موجود تھے۔ جو دوسرے کمروں میں بھاگ گئے لیکن فوجیوں نے ان کا تعاقب کر کے گولی ماردی اس فائرنگ میں شیخ مجیب کے جو اہل خانہ رشتے دار اور دوست ہلاک ہوئے ان کی مجموعی تعداد اکیس تھی۔

9 ستمبر 1976ء

ماؤزے تنگ انتقال کر گئے

جدید چین کے بانی عظیم راہنما بیسوی صدی کے انقلابی قائد اور چینی کمیونسٹ پارٹی کے چیئرمین ماؤزے تنگ 9 ستمبر 1976ء کو پیکنگ میں انتقال کر گئے ان کی عمر تقریباً 83 سال تھی۔

ماؤزے تنگ نے کافی عرصے سے تمام انتظامی اور سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کر رکھا تھا اور غیر ملکی سربراہوں سے بھی نہیں ملتے تھے۔ تاہم اس سال مئی میں جب وزیراعظم بھٹو چین کے دورے پر گئے تو طبیعت انتہائی ناساز ہونے کے باوجود انہوں نے وزیراعظم بھٹو کو شرف ملاقات بخشا وزیراعظم پاکستان آخری غیر ملکی شخصیت تھے جنہوں نے 27 مئی کو چیئرمین ماؤزے تنگ سے ملاقات کی ان کے بعد پھر کسی دوسرے غیر ملکی سربراہ کو یہ اعزاز حاصل نہ ہوسکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریڈیو پیکنگ اور نیو چائنا نیوز ایجنسی نے اپنے عظیم رہنما کے انتقال کی خبر چینی کیمونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی، نیشنل پیپلز کانگریس کی سٹینڈنگ کمیٹی، سٹیٹ کونسل اور سنٹرل کمیٹی کے ملٹری کمشن کے اعلامیہ کی صورت نشر کی۔ یہ اعلامیہ پارٹی، فوج اور عوام کے نام نشر کیا گیا۔ بیان میں کہا گیا کہ "ہماری پارٹی فوج اور چین میں آباد تمام قوموں کے عظیم اور جلیل القدر رہنما بین الاقوامی پرولتاریت کے عظیم مبلغ مظلوم عوام اور اقوام کے سچے ہمدرد، کیمونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی، سنٹرل کمیٹی کے ملٹری کمیشن کے چیئرمین اور چینی عوام کی سیاسی مشاورتی کانفرنس کی قومی کمیٹی کے اعزازی چیئرمین آج 9 ستمبر 1976ء کو 10 بجے انتقال کر گئے۔

ماؤزے تنگ جنہیں چینی زبان کے لہجے کے لحاظ سے ماؤزے دونگ کہا جاتا ہے 26 دسمبر 1893ء کو چین کے ایک صوبہ ہونان کے ایک گاؤں شاؤ شان میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوئے۔

ان کے والد ایک محنتی کاشتکار تھے۔ چنانچہ وہ اپنی محنت اور کوشش سے اپنے علاقے کے کھاتے پیتے کاشتکار اور اناج کے تاجر بن گئے۔ ماؤزے تنگ ایسے دور میں پیدا ہوئے جس میں تعلیم کو محض ریکارڈ اور حساب کتاب رکھنے کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا اس لئے ماؤ کو اپنی عمر کے آٹھویں سال میں اپنے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں انہوں نے عام تعلیم کے ساتھ ساتھ کنفیوژن کے تصورات سے بھی استفادہ کیا لیکن جب وہ تیرہ سال کے ہوئے تو انہیں تعلیم ترک کر کے اپنے کنبے کی پرورش کے لئے تمام وقت کھیتی باڑی کے لئے وقف کر دینا پڑا۔ مگر ماؤ کی طبع قدرتی طور پر انقلابی واقع ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے کنبے کو چھوڑ دیا اور ماں باپ کی مرضی کے خلاف ملحقہ صوبہ چانگشا میں ایک ہائر پرائمری سکول میں داخل ہو گئے یہاں سے فارغ ہونے کے بعد چین کے سب سے اہم ترین دانشور ادارے پیکنگ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے وہ چھ ماہ تک پیکنگ یونیورسٹی میں لائبریرین بھی رہے اسی دوران 4 مئی 1919ء کو چین میں وہ عظیم تحریک شروع ہوئی جس نے آدھی صدی میں چین کی کایا پلٹ دی 1915ء میں چین میں سیاسی اور ثقافتی انقلاب شروع ہو چکا تھا چنانچہ چین میں مغربی دنیا کے اعتدال پسند تصورات کی جگہ مارکسزم اور لینن ازم نے لے لی اور 1921ء میں چینی کیمونسٹ پارٹی معرض وجود میں آئی۔

1919ء کی عظیم تحریک کے دوران چین کے نوجوان اور طالب علم طبقے میں یہ احساس پیدا ہوا کہ چین کے اس نئے تاریخی ڈرامے کے اصل کردار وہی ہیں چنانچہ ماؤزے تنگ نے اپنے 1919ء کے ایک مضمون میں لکھا کہ "یہ دنیا ہماری ہے یہ قوم ہماری ہے یہ معاشرہ ہمارا معاشرہ ہے اگر ہم نہیں بولیں گے تو اور کون بولے گا اگر ہم عمل پیرا نہیں ہوں گے تو اور کون میدان عمل میں کودے گا"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک ماؤزے تنگ کے اس قول کو موجودہ چینی نسل نے ایک لمحہ کے لئے بھی فراموش نہیں کیا کہ قوم اور وطن کی تقدیر کے مالک موجودہ نسل ہی ہے اور خواہ پیکنگ ہو یا تائی چیہہ ہو موجودہ چینی قوم ہی کے ورثے ہیں اور وہی ان کے حقیقی مالک ہیں۔

10 ستمبر 1976ء

کشمیری حریت پسندوں نے

بھارتی بوئنگ طیارہ اغواء کرلیا

کشمیر یونیورسٹی سرینگر سے اسلامیات میں ایم اے کرنے والا یہ جوشیلا نوجوان ابتداء ہی سے محسوس کر رہا تھا کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ مسلح جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں اور جب وہ ڈوگرا فوج اور بھارتی سورماؤں کو اپنے ہم وطنوں پر ظلم کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو اس کا یہ احساس اور بھی شدید ہو جاتا۔ اس کے نزدیک کشمیری رہنماؤں کا رویہ مایوس کن تھا۔ خاص طور پر شیخ عبداللہ کی قیادت مشکوک نظر آتی تھی اور دوسرے لیڈر بھی اقتدار کی جنگ میں شریک تھے۔ وہ زمانہ طالب علمی میں شیخ عبداللہ اور مولوی فاروق کے پاس طلباء کے وفود لے کر گیا اور ان سے کہا کہ غلامی کی رات طویل تر ہوگئی ہے ان اندھیروں کو پاٹنے کے لئے خون کی شمعیں جلانی ضروری ہیں مگر لیڈروں نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔

سیاسی رہنماؤں کے رویہ سے مایوس ہو کر عبدالحمید دیوانی نے اپنے جیسی سوچ رکھنے والے چند نوجوانوں سے رابطہ کیا اور ایک خفیہ تنظیم قائم کر لی۔ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر وادی کے ایک گاؤں باندی پور کے قریب تھا۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب کشمیر کی سرزمین اس کے بیٹوں کے خون سے ہی لالہ زار نہیں ہو رہی تھی بلکہ اس کی بیٹیوں کو بھی بے آبرو کیا جا رہا تھا۔ ان واقعات سے عبدالحمید اور ان کے ساتھیوں کی آتش انتقام اور بھڑک اٹھی تھی۔

چنانچہ عبدالحمید اور ان کے دو ساتھیوں نے بڑگام پولیس چوکی پر شب خون مارا اور اسلحہ لوٹ کر لے گئے، مگر 27 جون 1965ء کو گرفتار ہو گئے اور انہیں باغ مہتاب (رام باغ) سرینگر کے انٹروگیشن ہیڈ کوارٹرز میں قید کر دیا گیا۔ یہ عقوبت خانہ حال ہی میں قائم ہوا تھا اور اس کے پہلے اسیر عبدالحمید اور ان کے ساتھی تھے۔ چار ماہ تک ان پر بے پناہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشدد ہوا اور بعد میں جموں جیل کے اندر قید تنہائی میں ڈال دیا گیا' وہاں سے انہیں 18 ماہ بعد رہائی نصیب ہوئی۔

1968ء کا ذکر ہے کہ عبدالحمید نے بھارتی فوج کے ایک افسر کیپٹن شیر سنگھ کو اغوا کر کے ایک خفیہ مقام پر پہنچا دیا اور اس کی وردی پہن کر خود شیر سنگھ کا بہروپ بھر کر دو سال تک اس یونٹ میں رہا اور اس دوران متعدد تخریبی کارروائیاں کیں۔ کبھی کسی کیمپ پر گرنیڈ پھینک کر اسے اڑایا اور کبھی کسی کانوائے میں لدے ہوئے بارود کو بھک سے اڑا دیا۔

وہ گاندھی نگر جموں میں مقیم کیپٹن شیر سنگھ کی بیوی کو ہر ماہ 400 روپے بھی بھجواتا رہا۔ دو سال بعد یہ راز کھلا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور چار سال تک سنٹرل جیل سرینگر میں زیر حراست رہا۔

1969ء میں کشمیری حریت پسندوں کی خفیہ تنظیم ''الفتح'' کے چرچے ہوئے تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت اس میں شامل ہو گیا۔ الفتح کا ہیڈ کوارٹر سرینگر سے چند میل دور باروسا کے علاقے میں زمین دوز سیلوں پر مشتمل تھا۔ اس کے اوپر بظاہر پولٹری فارم قائم کیا گیا تھا۔ الفتح کے کارکنوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو وہ روپوش ہو گیا۔ مگر دو ماہ بعد پکڑا گیا اور گیارہ ماہ پابند سلاسل رہا۔ جیل میں اس کی ملاقات پاکستانی قیدیوں سے بھی ہوتی تھی۔ جن میں بہتر سالہ قیدی صوبیدار کالے خان' جمیس خان' مجید خان اور گل زمان کا نام قابل ذکر ہے۔ کشمیری حریت پسند مقبول بٹ کا سرینگر سے فرار ان ہی دنوں ہوا تھا۔

عبدالحمید دیوانی نے اقوام عالم کو چونکانے کے لئے طیارہ اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا اور ایک رات اپنے دو کمسن بچوں اور بیوی کو خدا کے حوالے کر کے گھر سے نکل آیا۔ وہ نو ماہ تک روپوش رہا اور اس دوران جان پر کھیل جانے والے ان نوجوانوں کو ڈھونڈتا رہا جو مادر وطن کی آزادی کی خاطر بڑے سے بڑا خطرہ مول لے سکتے تھے۔ سب سے پہلے اس کی ایک کم گو نوجوان عبدالرشید ملک سے ہوئی۔ عبدالرشید شوپیان کا رہنے والا تھا اس نے نہ صرف ساتھ دینے کا وعدہ کیا بلکہ وہ بھی اپنا گھر چھوڑ کر روپوش ہو گیا۔ عبدالرشید نے اسے محمد رفیق' غلام رسول اور محمد احسن سے ملوایا۔ ساتھی جمع ہو گئے تو اسلحہ کے حصول کا مسئلہ درپیش ہوا۔ عبدالحمید دیوانی گوریلا تربیت حاصل کر چکا تھا اور اسے خود ساختہ بم بنانے کا تجربہ تھا۔ اس نے ایک خفیہ تربیت گاہ میں جہاز کا کنٹرول سنبھالنے کی مشق بھی کر رکھی تھی۔ ان جانبازوں نے کسی طرح ایک بندوق حاصل کی جسے کاٹ کر ایسا پستول بنایا گیا جو بیک وقت بارہ بور کارتوس 303 کی گولی اور پستول کا راؤنڈ فائر کر سکتا تھا خودکار ہتھیار میسر آ گیا تو انہوں نے کئی روز کی کوشش کے بعد دستی بم تیار کر لئے اور یوں مشن کے ایک اہم مرحلے کی تکمیل ہو گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتداء میں ان کا پروگرام پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے سے طیارہ اغوا کرنا تھا۔ اور اس منصوبے پر عمل نہ ہو سکا۔ کشمیری نوجوانوں کے سینے میں آگ بھڑک رہی تھی اور وہ کسی تاخیر کے بغیر بھارتی استبداد کو چیلنج کرنے کے لئے بے چین تھے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ دہلی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پالم پور پر قسمت آزمائی کی جائے گھر سے بھی ان کا رابطہ نہیں تھا اور دہشت پسند تنظیم کا ہیڈ کوارٹر بھی ان کے ارادوں سے بے خبر تھا مگر وطن کی مٹی ان کے دل کی دھڑکن سن رہی تھی۔ عبدالحمید کے ذہن میں تھا کہ اگر اس کا منصوبہ کامیاب ہو گیا تو وہ اسے ''جمنا اپریشن'' کا نام دے گا۔

ایک صبح یہ چھ آزادی پسند سرینگر سے بذریعہ بس جموں اور پھر پٹھان کوٹ پہنچے۔ راستے میں سوچا کہ چندی گڑھ رکیں گے لیکن یہاں کا ہوائی اڈہ چھوٹا تھا اور بات بگڑنے کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے اپنے نام بدل لیئے تھے۔ عبدالحمید نے اپنا نام غلام محمد اور غلام نبی اور غلام رسول نے سریندر ناتھ اور بشن لعل رکھ لئے تھے۔ دہلی پہنچ کر انہوں نے تاج ہوٹل میں قیام کیا اور سفر کی تھکن اتارنے کے بعد ریہرسل شروع کر دی۔ ریہرسل کا مقصد یہ دیکھنا تھا کہ ایئر پورٹ پر حفاظت اور نگرانی کے انتظامات کیسے ہیں اور ان انتظامات کی موجودگی میں اسلحہ لے کر جہاز تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟

یہ جاننے کے لئے عبدالحمید اپنے ایک ساتھی محمد رفیق کے ہمراہ دہلی سے بذریعہ طیارہ آگرہ گیا اور وہاں سے بس کے ذریعے واپس دہلی آ گیا۔ اس دوران اس نے جان لیا کہ تلاشی کہاں کہاں اور کیسے ہوتی ہے۔ دوسری صبح انہوں نے اللہ کا نام لیا اور جے پور کے چھ ٹکٹ بنوائے اور اسلحہ سمیت جہاز کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ جب تک ایئر ہوسٹس نے جہاز کی روانگی کا اعلان نہ کیا وہ خطرہ محسوس کرتے رہے۔ مگر جونہی جہاز نے رن وے پر دوڑنا شروع کیا تو ان کے دلوں کی دھڑکن معمول پر آ گئی۔

جہاز فضا میں پہنچا ایئر ہوسٹس نے مسافروں میں سویٹس تقسیم کیں اور ابھی وہ کاک پٹ میں داخل ہوئی تھی کہ عبدالحمید دیوانی نے اپنے ساتھیوں کو آنکھ سے اشارہ کیا اور خود پستول سنبھال کر پائلٹ کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ اس نے پستول کی نالی پائلٹ کی کنپٹی پر رکھ دی اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ طیارے پر کشمیری مجاہدین کا قبضہ ہے۔ جہاز کا رخ لیبیا کی طرف موڑ دو۔ کپتان اس اچانک صورتحال سے خوفزدہ ہو گیا اور اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے اس کے ساتھی پائلٹ کی بھی یہی حالت تھی۔ ادھر عبدالحمید کے ساتھیوں نے دستی بم سنبھال لئے تھے اور جہاز کے مختلف حصوں پر پوزیشن لے کر کھڑے تھے۔ انہوں نے مسافروں کو انتباہ کیا کہ ان کی معمولی سی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکت یا مقابلے کی کوشش جہاز کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ وہ اپنے ہاتھ اوپر کر لیں اور اپنی سیٹوں پر خاموش بیٹھے رہیں۔ سہمے ڈرے مسافروں نے ہائی جیکروں کو یقین دلایا کہ وہ ''جان بخشی'' کے صلے میں ان سے پورا تعاون کریں گے۔ اس وقت جہاز میں عملے سمیت 83 مسافر تھے جن میں چار سیاسی شخصیتیں بھی شامل تھیں۔

جہاز کے کپتان کو لیبیا جانے کا حکم ملا تو اس نے عبدالحمید کو بتایا کہ لیبیا تک پہنچنے کے لئے تیل کافی نہیں۔ اسے ایران جانے کے لئے کہا گیا لیکن تیل ایران جانے کے لئے بھی کم تھا۔ عبدالحمید نہیں چاہتا تھا کہ وہ پاکستان کی سرزمین کو اس مقصد کے لئے استعمال کرے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ جہاز کو پاکستان لے جائے گا تو بھارت دنیا کو یہ تاثر دے گا کہ یہ کام کشمیری حریت پسندوں کا نہیں پاکستانی ایجنٹوں کا ہے۔ اس کے ذہن میں تھا کہ لیبیا آزادی کی جدوجہد کرنے والوں کا ساتھی ہے اور وہاں ان کو تحفظ مل جائے گا اور پھر جب دنیا تک طیارے کے اغواء کی خبر پہنچے گی تو پاکستان عالمی رائے عامہ کو اپنا ہمنوا کر سکے گا اور اس کا موقف تسلیم کیا جائے گا۔ مگر تیل کی مجبوری کی وجہ سے اس کے کپتان کو حکم دیا کہ طیارے کا رخ کراچی کی طرف موڑ دو۔ پھر جواب ملا کہ تیل کم ہے۔

عبدالحمید کو شبہ ہوا کہ بھارتی کپتان اس سے دھوکہ کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاز کو بھارت کے کسی ہوائی اڈے پر اتار دے۔ اس نے پائلٹ کو تنبیہ کی کہ اگر وہ طیارے کو بھارت میں اتارنے کی کوشش میں ہے تو اسے مرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔ تب کپتان نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا کہ لاہور قریب ہے اگر وہ اجازت دے تو جہاز کو لاہور ائیر پورٹ اتارنے کی کوشش کی جائے۔ عبدالحمید نے بادل نخواستہ اسے کنٹرول ٹاور سے رابطہ کرنے کی اجازت دے دی اور یوں بھارت بوئنگ طیارے 737 کے اغوا کا یہ مرحلہ بھی کامیابی سے طے پا گیا۔

اغوا شدہ بھارتی طیارے کے اترتے ہی ہوائی اڈے کے حکام پریشان ہو گئے اور انہوں نے اس وقت کی حکومت کی ہدایت پر بظاہر طیارے اور مسافروں کی جان بچانے مگر درپردہ ہائی جیکروں پر قابو پانے کے لئے ایک منصوبہ تیار کر لیا۔ اس منصوبے کو ''اپریشن دوبئ'' کا نام دیا گیا اور اس مقصد کے لئے فوج کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ''اپریشن دوبئ'' کے تحت کشمیری حریت پسندوں کو اعتماد میں لے کر اور انہیں اپنی دوستی کا یقین دلا کر چائے میں نشہ آور دوا پلا دی گئی اور بھٹو سے ملاقات کرانے کے بہانے گرفتار کر لیا گیا۔ بقول عبدالحمید دیوانی اگر ان کے میزبان پاکستانی نہ ہوتے اور ان کا طیارہ پاک سرزمین پر کھڑا نہ ہوتا تو وہ کبھی دھوکے میں نہ آتے انہیں دراصل نشے نے نہیں اعتماد نے مارا۔

پریشن دوبئ کی کامیابی کے بعد عبدالحمید اور ان کے ساتھیوں کو شاہی قلعہ لے جایا گیا۔ پھر چلاس کے قلعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں سے کوٹ لکھپت اور پھر ملتان جیل لے جایا گیا۔ اسیری کے دوران ان پر جولرزہ خیز تشدد ہوا اور جس طرح انہیں غیر انسانی سزائیں دی گئیں وہ پاکستان کے رہنے والوں سے سوال کرتے ہیں کیا وہ اسی سلوک کے مستحق تھے۔

5 جولائی 1977ء

پاکستان میں تیسرا مارشل لاء

1977 کے انتخابات کے بعد قومی اتحاد نے نتائج قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ 8 مارچ کو لاہور میں قومی اتحاد کی مرکزی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں انتخابات سے قبل کی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا گیا راہنماؤں نے بتایا کہ الیکشن سے قبل ہی اتحاد کے عہدے داروں کی گرفتاریاں شروع ہو چکی تھی اور انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں 28 افرد جاں بحق اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے تجویز پیش کی کہ وزیراعظم وزرائے اعلیٰ کو ہدایات کریں گے کہ صوبائی اسمبلیاں توڑ دیں تاکہ نئے سرے سے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے جاسکیں۔ اگر اتحاد صوبائی اسمبلیوں میں اکثریت حاصل کرے تو قومی اسمبلی بھی توڑ دی جائے گی اور نئے انتخابات کرائے جائیں گے لیکن قومی اتحاد کی مرکزی کونسل نے تجویز مسترد کر دی۔

14 مارچ کو پاکستان قومی اتحاد نے یوم احتجاج کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔ اعلان میں کہا گیا کہ ملک میں نظام شریعت کے نفاذ بحالی جمہوریت کے حق میں اور 9 اپریل کو ہونے والے تشدد کے خلاف ملک بھر میں یوم احتجاج منایا گیا۔

لاہور میں پہلا احتجاجی جلوس 15 مارچ 1977ء کو دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتا ہوا نیلا گنبد سے روانہ ہوا اسی دوران نئی انارکلی سے آنے والا ایک جلوس بھی اس میں شامل ہو گیا یہ جلوس جب شاہراہ قائداعظم پر پہنچا تو چیمبر لین روڈ کی طرف سے آنے والا ایک اور جلوس اس میں شامل ہو گیا مختلف سمتوں سے آنے والے دیگر چار جلوس بھی اس میں شامل ہو گئے یہ جلوس مسجد شہدا تک پہنچا جہاں قائدین نے خطاب کیا قائدین کا خطاب ابھی جاری تھا کہ کسی نے افواہ پھیلا دی کہ شاد باغ میں پی این اے کے ورکروں پر حملہ کیا گیا ہے جس کے بعد جلوس ٹولیوں کی شکل میں تقسیم ہو کر لکشمی چوک اور دوسری اطراف کو نکل گیا جلوس کا ایک بہت بڑا حصہ جب رتن سینما کے سامنے پہنچا تو بعض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد نے رتن سینما پر پتھراؤ کیا جس کے جواب میں رتن سینما کی بالائی چھت سے جوابی پتھراؤ کیا گیا جس سے مظاہرین مشتعل ہو گئے۔ رتن سینما اور مظاہرین کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا جس کے بعد سینما کو آگ لگا دی گئی۔

17 اپریل کو ملک میں جاری سیاسی بحران کو ختم کرنے کے لئے حکومت نے بعض اہم اقدامات کا اعلان کیا اس ضمن میں شراب کے استعمال، ہر قسم کی قمار بازی اور نائٹ کلبوں پر پابندی عائد کر دی گئی وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی نظریاتی کونسل کی از سر نو تشکیل کی پیشکش کی اور مولانا مودودی سمیت اسلام کے تمام مکاتب فکر کے نمائندوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دی وزیر اعظم نے یقین دہانی کرائی کہ نظریاتی کونسل کی سفارشات چھ ماہ کے اندر قومی اسمبلی سے منظور کرائی جائیں گی۔

پاکستان قومی اتحاد نے وزیر اعظم بھٹو کا پیش کردہ سیاسی فارمولا مسترد کر دیا اور کہا کہ قومی اتحاد کا واضح موقف یہ ہے کہ حالیہ انتخابات کے نتیجے میں وجود میں آنے والی اسمبلیاں غیر قانونی ہیں کیوں کہ انہوں نے دھاندلی کی کوکھ سے جنم لیا ہے، اس طرح پاکستان قومی اتحاد مسٹر بھٹو کو وزیر اعظم تسلیم نہیں کرتا، وزیر اعظم کا استعفی اور دوبارہ انتخابات کا موقف اٹل ہے۔ اپریل کے آخری دنوں میں احتجاجی تحریک پورے عروج پر تھی اور پولیس تحریک کو روکنے میں ناکام ہو چکی تھی آخر کار ایک اجلاس میں حکومت کی طرف سے بعض شہروں میں جزوی مارشل لاء کا فیصلہ کیا گیا۔

ادھر اتحاد اور حکومت کے درمیان مذاکرات کے لئے فضا تیار ہو رہی تھی کہ ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خان نے پاکستان کی مسلح افواج کے سربراہوں اور افسروں کے نام یکم مئی 1977 کو ایک خط لکھا جس میں اس بات پر زور دیا کہ جہاں ان کا یہ فرض ہے کہ وہ پاکستان کی علاقائی سلامتی کی حفاظت کریں وہاں انہیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ انہیں جو احکام دیئے جا رہے ہیں اس میں سے کون سا حکم قانونی اور کون سا غیر قانونی ہے اور مسلح افواج کو موجودہ غیر قانونی حکومت کا حکم تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔ اصغر خان نے اپنے خط میں یہاں تک کہا کہ انتخابات میں اس طرح دھاندلی کی گئی کہ اس سے عوام ووٹ کے ذریعے حکومت کو ہٹانے اور اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کے اصولی حق سے محروم ہو گئے لہٰذا اس طرح فوج کی کارروائی ایک شخص مسٹر بھٹو کی حمایت کرنے اور ان کو تحفظ دینے کے مترادف ہے انہوں نے فوج کے افسروں سے اپیل کی کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز سنیں اور فرائض کی بجا آوری میں اخلاقی قوت کو بروئے کار لائیں اصغر خان کے اس خط کے انکشاف کے بعد سرکاری اور سیاسی حلقوں میں اس پر زبردست تنقید کی گئی۔

اپوزیشن نے مفاہمت کے لئے حکومت کو بتیس نکات کی ایک فہرست پیش کی۔ حکومت کا موقف تھا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپوزیشن کو صرف بنیادی نکات ہی پیش کرنے چاہئیں تھے اس طرح صورت حال مزید پیچیدہ ہو سکتی ہے۔ حکومت کی طرف سے کوئی پیش رفت نہ دیکھ کر اتحاد کے راہنماؤں نے بتیس نکات کی فہرست شائع کر دی جس کے بعد مفاہمت کی کوششوں میں تعطل پیدا ہو گیا۔ جس کے بعد مولانا مفتی محمود نے مسٹر بھٹو کے نام ایک خط لکھا۔

13 مئی کو مسٹر بھٹو نے قومی اسمبلی کے اجلاس کرتے ہوئے وزیراعظم کے استعفیٰ کے سوال پر ریفرنڈم کرانے کی تجویز پیش کی انہوں نے کہا میں محبّ وطن پاکستانی ہوں اور جذبہ حب الوطنی کے تحت پیش کش کرتا ہوں کہ آئین میں عارضی طور پر ترمیم کر کے ریفرنڈم کرالیا جائے اور عوام سے رائے لے لی جائے کہ وہ مجھے چاہتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر عوام نے ریفرنڈم میں میرے خلاف فیصلہ دے دیا تو میں کوئی توہین یا بے عزتی محسوس نہیں کروں گا کیوں کہ عوام کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے۔

قومی اتحاد کے راہنماؤں نے وزیراعظم کی طرف سے ریفرنڈم کرانے کی تجویز مسترد کر دی جس پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کے اخبار ٹائمز نے اپنے اداریے میں لکھا کہ پاکستان کی حزب اختلاف کو جس سب سے بڑی کمزوری کا سامنا ہے وہ اسکے پاس متبادل قومی راہنما کی عدم موجودگی ہے آخر کار سردار عبدالقیوم کی سفارتی کوششوں اور سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب کے مذاکرات کے نتیجے ایک مرتبہ پھر مذاکرات کے لئے راہ ہموار ہوئی۔ 3 جون کو مذاکرات کا آغاز ہوا جس میں اتحاد کی طرف سے قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود اتحاد کے سیکرٹری جنرل پروفیسر غفور احمد اور اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصراللہ خان شریک ہوئے۔ جبکہ حکومت کی طرف سے مذاکراتی ٹیم میں وزیراعظم بھٹو وزیر خزانہ عبدالحفیظ پیرزادہ اور وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی نے شرکت کی۔

حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان طویل مذاکرات کے بعد دوبارہ انتخابات کے بنیادی مسئلے پر تصفیہ ہونے کے باوجود اتحاد کے بعض لیڈروں نے اپنے انداز میں اشتعال انگیز بیانات کا سلسلہ جاری رکھا۔ فریقین نے واضح طور پر اعلان کیا کہ تمام بنیادی مسائل پر تصفیہ ہو گیا ہے۔ حکومت اور اتحاد کے درمیان جو سمجھوتہ طے پایا تھا اتحاد کی مرکزی کونسل نے مسترد کر دیا اور اتحاد کے ترجمان کے طور پر پہلی مرتبہ پروفیسر غفور کے بجائے اصغر خان سامنے آئے جو وزیراعظم بھٹو کے خلاف چلائی جانے والی مہم کے انچارج تھے اور بھٹو کی ذات پر شدید حملے کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ بیگم نسیم ولی خان نے بعض متفقہ علیہ شقوں پر اعتراض کیا اور معاہدے پر دستخط کرنے سے پہلے دس عدد ترامیم تجویز کر دیں چنانچہ بنتا ہوا کھیل بگڑ کر رہ گیا۔

3 جولائی 1977ء کو مسٹر بھٹو نے جنرل شریف کو فون کر کے مطلع کیا کہ ساری کوششوں کے باوجود مذاکرات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکام ہو گئے ہیں اسی روز وزیراعظم بھٹو نے رات ڈیڑھ بجے ایک ہنگامی پریس کانفرنس بلائی اور بتایا کہ حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان سمجھوتہ طے پا چکا تھا اور صرف دستخط ہونا باقی تھے۔ لیکن اتحاد کی مذاکراتی ٹیم کے ارکان دس نکات اور لے کر آ گئے ہیں۔ مسٹر بھٹو نے کہا حکومت طے شدہ سیاسی سمجھوتہ پر آج دستخط کرنے کے لئے تیار ہے۔ میں نے مسٹر حفیظ پیرزادہ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ پروفیسر غفور کے ساتھ ذیلی کمیٹی کی سطح پر روابط قائم کریں۔ بعد میں ضروری ہوا تو بات مذاکراتی کمیٹی کی سطح پر بھی ہو سکتی ہے۔

حکومت سے سیاسی سمجھوتہ کی توثیق کے سوال پر اتحاد کی سنٹرل کونسل میں زبردست اختلافات پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے کونسل کے ارکان دو گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔ مذاکراتی ٹیم کا کہنا تھا کہ سمجھوتہ کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر ہوا ہے اصولوں کا تقاضہ یہی ہے کہ مذاکراتی کمیٹی جو کچھ کر کے آئی ہے اس کی توثیق کر دی جائے، اگر سمجھوتہ کی توثیق نہ کی گئی تو کمیٹی کے ارکان کا وقار مجروح ہوگا۔ بحث کے دوران ایسا مرحلہ بھی آیا جب مولانا مفتی محمود نے اتحاد کی صدارت سے مستعفی ہونے کی دھمکی دے دی۔ پروفیسر غفور سے کہا گیا کہ وہ ترجمان کے فرائض ادا کریں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ جس کے بعد اصغر خان نے ترجمان کے فرائض ادا کئے اور عوام کے غضب سے بچنے کے لئے اخباری نمائندوں کو یقین دلاتے رہے کہ اتحاد کے لیڈروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

جنرل ضیاالحق جو کرسی اقتدار پر نظریں جمائے ہوئے تھے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 4 اور 5 جولائی کی درمیانی شب اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ کر آئین معطل کر دیا گیا اور ملک بھر میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا حالانکہ صرف چند گھنٹے قبل ہی جنرل ضیاالحق نے مسٹر بھٹو کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا۔

19 ستمبر 1978ء

کیمپ ڈیوڈ معاہدہ

1973ء میں صدر سادات نے یہ محسوس کیا کہ دنیا مشرق وسطیٰ کے بارے میں سوئی ہوئی ہے اور نہ جنگ نہ امن کی صورت حال مصر کو ہر لحاظ سے تباہ کر رہی ہے اس نے اکتوبر 1973ء میں محدود پیمانے پر نہر سویز کو عبور کر کے دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کا فیصلہ کیا۔ مصری افواج نے نہر سویز کو عبور کرنے کے بعد بارلیو لائن کو تہس نہس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے امریکی افواج کے ناقابل تسخیر ہونے کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔

شام کی افواج نے گولان کی پہاڑیوں کے علاقے میں حملہ کیا شروع میں تو شامیوں کو کچھ کامیابی ہوئی۔لیکن پھر اسرائیلیوں نے انہیں دبانا شروع کر دیا۔صدر اسد نے صدر سادات سے حملے تیز کرنے کو کہا تا کہ اس کی افواج پر اسرائیلی دباؤ کم ہو جائے۔مصریوں نے شامیوں پر دباؤ کم کرانے کے لئے اپنے سینکڑوں ٹینک تباہ کروا کر جنرل شیرون کے لئے نہر سویز کو پار کر کے مغربی کنارے تک پہنچنے کا راستہ صاف کیا۔اس دوران امریکہ اسرائیل کو بچانیکے لئے براہ راست میدان میں کود پڑا۔مجبوراً سادات کو کہنا پڑا کہ وہ اسرائیل کے خلاف تو لڑ سکتے تھے لیکن امریکہ سے جنگ کرنا ان کے لئے ممکن نہیں۔

شام' لیبیا اور الجیریا نے جنگ جاری رکھنے کے لئے کہا لیکن صدر سادات نے فائر بندی قبول کر لی۔اس جنگ سے عربوں کا وقار بہت بلند ہو گیا اور اسرائیل کی ساکھ بہت زیادہ مجروح ہوئی۔عربوں نے تیل کے ہتھیار کو استعمال کر کے مغربی دنیا اور جاپان کی کمزوری کو عیاں کر دیا۔ان ممالک کو اپنے مفاد کی خاطر عربوں کے آگے جھکنا پڑا ۔اس حقیقت کا انکشاف اس جنگ کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔مصریوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ تنازع طاقت کے بل پر حل نہیں ہو سکتا اور اس کی کنجی امریکہ کے پاس ہے۔

قرن افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں بڑھتے ہوئے روسی اثر کو زائل کرنے کے لئے امریکہ کو مصر کی ضرورت تھی اور صدر سادات کو مصر کو اقتصادی تباہی سے بچانے کی ضرورت کے علاوہ روسی خطرہ بھی تھا۔اس لئے جب نومبر 1967ء میں صدر سادات اور کسنجر کی ملاقات ہوئی تو دونوں گہرے دوست بن گئے اور دونوں کے مابین سینائی کا پہلا معاہدہ 1974ء میں ہوا۔اس معاہدے نے روس کو سخت ناراض کر دیا۔چنانچہ روس نے مصر کا گھیراؤ کرنے کے لئے سرگرمیاں تیز کر دیں لیکن صدر سادات ذرہ برابر نہ گھبرائے اور انہوں نے 1975ء میں نہر سویز کھول کر سینائی کے دوسرے معاہدے کے لئے راستہ صاف کر دیا۔

1975ء کے سینائی کے دوسرے سمجھوتے کے بعد سادات نے محسوس کیا کہ امریکی یہودیوں کی طاقت کی وجہ سے فورڈ ان کے لئے مزید کچھ کرنے سے قاصر تھے۔اس لئے انہوں نے 1976ء کے امریکی انتخابات تک صبر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جب نومبر 1976ء میں یہود نواز جمی کارٹر صدر منتخب ہوئے تو صدر سادات کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔جنوری 1977ء میں روس نے قاہرہ اور اسکندریہ میں صدر سادات کے خلاف فسادات کروا کر اس کی حکومت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تختہ الٹنے کی کوشش کی لیکن شاہ خالد نے بروقت مالی امداد دے کر اور مصری افواج نے سخت کارروائی کر کے انہیں بچالیا۔صدر سادات نے مصیبت کی اس گھڑی میں جمی کارٹر سے رابطہ کیا۔امریکی صدر نے جب فلسطینیوں کے لئے ان کی ہوم لینڈ کی ضرورت کا ذکر کرنے کی علاوہ عربوں کے مقبوضہ علاقوں کے خالی کرنے کی حمایت کی تو صدر سادات کو پھر امید کی کرن نظر آنے لگی۔اس کے بعد مارچ 1977ء میں روس نے جمی کارٹر کے انسانی حقوق کے نعرے کے جواب میں زائرے پر انگولا کی جانب سے حملہ کروادیا۔جمی کارٹر کو اس حملے نے بے بس کر دیا۔لیکن مراکش کے سولہ سوفوجیوں نے صورت حال کو خراب ہونے سے بچالیا مصر بھی زائرے کی مدد کیلئے پہنچ گیا صدر سادات کا کہنا تھا کہ روس جنوب کی جانب سے اس کا گھیراؤ کرنے کے لئے زائرے پر قابض ہونا چاہتا تھا۔چنانچہ جمی کارٹر نے مشرق وسطیٰ میں امن قائم کرنے کے لئے اپنی توجہ مرکوز کر دی۔اس سلسلے میں اسرائیل کے وزیراعظم کے ساتھ ان کی سخت تلخ کلامی ہوئی اور انہوں نے سادات کو واشنگٹن بلا کر اپنا دوست بنالیا۔

روس نے صدر سادات کو دبانے کے لئے لیبیا میں انتہائی جدید خبر رسانی آلات لگا دیئے مصری فضائیہ نے ان کو تباہ کرنے کے لئے 1977ء میں فضائی حملہ کیا تو دونوں ملکوں کے مابین جنگ چھڑ گئی۔دوسرے عرب ممالک نے اس جنگ کو بند کروادیا۔

اسی دوران صدر سادات کیوبا کاسٹرو کی سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ تھے جو صومالیہ' ایتھوپیا اور جنوبی یمن کی کنفیڈریشن بنوانے کی کوشش کر رہے تھے۔اس لئے وہ مشرق وسطیٰ کے تنازع کو جلد از جلد حل کرنا چاہتے تھے۔ روس نے مزید دباؤ بڑھانے کے لئے ایتھوپیا کو دھڑا دھڑ اسلحہ دینا شروع کر دیا۔روس کی اس حرکت سے صومالیہ ناراض ہو گیا اور وہ سادات کی جانب جھک گیا۔

صدر سادات جلد از جلد مشرق وسطیٰ کے تنازع کو حل کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے جنیوا کانفرنس کیلئے زور دینا شروع کر دیا۔امریکہ نے روس کے ساتھ مل کر یہ اعلان کیا کہ وہ سلامتی کونسل کی قرارداد 24 کی تائید کرتے ہیں اور وہ فلسطینیوں کے جائز حقوق کو بھی مانتے ہیں۔اس مشترکہ اعلان نے اسرائیل اور امریکہ میں طوفان برپا کر دیا ۔موشے دایان اور امریکی یہودیوں نے جمی کارٹر کو مجبور کیا کہ وہ اعلان کرے کہ یہ اعلان جنیوا کانفرنس کی بنیاد نہیں ہوگا۔صدر سادات سمجھ گئے کہ ان کے دوست جمی کارٹر جو امریکی مفادات کی وجہ سے عربوں کے نزدیک آنا چاہتے ہیں سینٹ اور کانگریس کے سامنے بالکل بے بس ہیں۔چنانچہ انہوں نے جمی کارٹر کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ایک ایسا اقدام کرنے کا فیصلہ کیا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ان کو معلوم تھا کہ جنیوا کانفرنس صرف اسی صورت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ جب جمی کارٹر اسرائیل پر دباؤ ڈال کر ان سے رعائتیں لینے کے قابل ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے جنیوا کانفرنس کے بجائے اسرائیل جانے کا ارادہ کیا۔ تمام دنیا نے اسے مذاق سمجھا۔ بیگن نے بھی اسے مذاق تصور کرتے ہوئے صدر سادات سے کہا کہ وہ اسرائیل کا دورہ کریں۔

نومبر 1977ء میں صدر سادات کا ہوائی جہاز جب اسرائیل کی فضائی حدود میں داخل ہوا تو اس وقت بھی یہودیوں کو یقین تھا کہ اس میں سے مصری کمانڈوز نکل کر بیگن اور ان کی کابینہ کو ہوائی اڈے پر قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مصریوں کی اس متوقع کارروائی کے خلاف اسرائیلیوں نے پورا بندوبست کر رکھا تھا۔ اسرائیل چیف آف سٹاف نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اسرائیل آنے کی آڑ میں مصری افواج اسرائیل پر حملہ کر دیں گی۔ اسی لئے جب طیارے میں سے صدر سادات نمودار ہوئے تو اسرائیلی لیڈر حواس باختہ ہو گئے' یہودی صدر سادات کے جال میں پھنس چکے تھے۔ اس کے بعد یہودیوں کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ یا تو وہ عربوں کے ساتھ امن قائم کرتے یا پھر دنیا سے بالکل کٹ جاتے۔

امن کی تلاش میں دشمن کے گھر جا کر عظیم رہنما نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ عرب صلح پسند تھے اور ان کا رویہ لچکدار تھا۔ صدر سادات کے ایک ہی دلیرانہ اقدام نے یہودیوں کے اس سال ہا سال سے اس مذموم پراپیگنڈے کو ختم کر دیا کہ عرب وحشی اور ہٹ دھرم ہیں اس غیر معمولی اقدام کے بعد صدر سادات تمام دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے اور انہیں موقع ملا کہ وہ دنیا کو عرب موقف سے آگاہ کر سکیں۔ جمی کارٹر نے صدر سادات کے اس اقدام کی بہت تعریف کی۔ اسی طرح مغربی ممالک نے بھی اس دورے کا خیر مقدم کیا۔ لیکن روس اور اس کے حامی عرب ممالک نے اس دورے پر سخت تنقید کی۔ لیبیا اور شام میں مصر کے خلاف مظاہرے ہوئے بعض ممالک نے مصر کے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا۔ اردن اور سعودی عرب جیسے اعتدال پسند ممالک نے پہلے تو اس دورے کو شکوک کی نگاہ سے دیکھا لیکن بعد میں وہ سادات کے حامی بن گئے۔ مصری عوام نے صدر سادات کا ایک ہیرو کی طرح استقبال کیا۔ لیکن مصر کے وزیر خارجہ نے استعفیٰ دے دیا۔

درحقیقت اسرائیل اس دورے کے مضمرات کو سمجھ نہ سکے۔ اب اس دورے کی بنا پر ہی جمی کارٹر امریکہ کی رائے عامہ کو عربوں کے حق میں ہموار کر سکتے تھے۔ یہ حقیقت سمجھنے کے بجائے اسرائیلی لیڈروں نے یہ خیال کیا کہ صدر سادات کے دورہ اسرائیل سے عرب دنیا بٹ گئی ہے۔ اب جس وقت چاہیں گے وہ اسے باتوں سے ٹرخا دیں گے اور مصری عوام بھی ان کے خلاف ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب بیگن مصر گئے اور اسرائیلی وزیروں کے درمیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاکرات ہوئے تو اسرائیلیوں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ امریکہ اس وقت مصالحت کنندہ کے طور پر کام کر رہا تھا۔ صدر سادات اسرائیلی لیڈروں کی چالوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس لئے جنوری 1978ء میں انہوں نے مذاکرات ختم کر دیئے اور امریکہ سے کہا کہ وہ مصالحت کنندہ کے بجائے ایک مکمل فریق کے طور پر مذاکرات میں شریک ہو۔

ادھر مقبوضہ علاقوں میں یہودیوں کی بستیاں بسانے پر جمی کارٹر اور بیگن میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ امریکی رائے عامہ جو کہ صدر سادات کی دلیرانہ ڈپلومیسی کی وجہ سے فلسطینیوں کے حقوق اور عربوں کے موقف سے پوری طرح آگاہ ہو چکی تھی۔ نے بھی جمی کارٹر کے خیالات سے اتفاق کیا۔ جمی کارٹر نے یہودی بستیوں کو غیر قانونی کہا اور پھر اسے ایک چھڑی کے طور پر استعمال کر کے کانگریس اور سینٹ میں یہودی لابی کو سخت نقصان پہنچایا۔

مارچ 1978ء تک جمی کارٹر اس قابل ہو گئے کہ وہ یہ اعلان کر سکیں کہ مصر سعودی عرب اور اسرائیل کو لڑاکا جہاز دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد اسرائیلی لیڈروں اور امریکی یہودیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ ایف 15 لڑاکا طیارے سعودی عربیہ کو اور ایف 15 ای طیارے مصر کو نہ ملیں لیکن حالات ان کے خلاف ہو چکے تھے۔

مئی 1978ء میں روس کے حامیوں نے۔ خونی انقلاب برپا کر کے جنوبی یمن پر پورا کنٹرول حاصل کر لیا۔ امریکہ مغربی ممالک اور جاپان اس سے سخت پریشان تھے۔ افریقہ کے جنوب میں بھی روسی کاروائیاں زور پکڑ گئیں۔ قوس افریقہ میں بحیرہ احمر پر پورا تسلط قائم کرنے کے لئے اریٹریا بھی روسی حملوں کی زد میں آ گیا۔ جمی کارٹر نے محسوس کیا کہ عرب اسرائیل تنازع تمام امریکی حکمت عملی کو تباہ کر رہا ہے اس لئے انہوں نے اسے ختم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ پہلے تو انہوں نے مصر اور اسرائیل کو آخری موقع دینے کے لئے کہا کہ وہ لندن میں ملاقات کر کے سمجھوتہ کریں لیکن جب کوئی نتیجہ نہ ملا تو اس نے بیگن اور سادات کو 6 ستمبر 1978ء کو امریکہ بلوا کر کیمپ ڈیوڈ میں بند کر دیا۔ 13 روز تک بیگن اور سادات کے ساتھ انہوں نے مذاکرات کئے۔ ان مذاکرات میں صدر سادات کی خواہش کے مطابق جمی کارٹر ایک مکمل فریق کے طور پر پیش ہوئے۔ 13 روز کے مذاکرات کے بعد فریقین نے 19 ستمبر 1978ء کو معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ دنیا جسے کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے نام سے جانتی ہے۔ اگرچہ عرب ممالک نے اس معاہدے کے بعد ملے جلے ردعمل کا اظہار کیا لیکن اس سمجھوتے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کی بنیاد پر جمی کارٹر نے مصر اور سعودی عرب کے لئے ہوائی جہازوں کی منظوری حاصل کی اور آئندہ کے لئے بھی کافی مقدار میں جدید ترین ہتھیاروں کی فراہمی کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

26 نومبر 1978ء

909 افراد نے اجتماعی خودکشی کرلی

26 نومبر 1978ء کو امریکہ کی ریاست گیانا جونز ٹاؤن میں 909 افراد نے اجتماعی خودکشی کر لی۔ صحافی جب پہلی مرتبہ موقعہ پر پہنچے تو یہ سرسبز وشاداب پہاڑی بستی مرگ انبوہ کا بڑا دلدوز منظر پیش کر رہی تھی۔ پہاڑی بستی کے تمام مکان خالی پڑے تھے۔ اب پوری بستی میں کوئی ذی نفس باقی نہ رہا تھا اور بستی کے درمیان جہاں کبھی ناؤ نوش اور قص سرور کی محفلیں گرم ہوا کرتی تھیں۔

ہر طرف عورتوں بچوں اور بڑوں کی نعشیں بکھری پڑی تھیں تین سو سے زیادہ نعشیں عورتوں اور معصوم بچوں کی تھیں۔ کئی روز گزر جانے کی وجہ سے ان کے جسم اکڑ چکے تھے اور نعشوں میں تعفن پیدا ہو گیا تھا۔ ایک جگہ ایک بڑا ٹب رکھا تھا جس میں شراب اور دنیا کا خطرناک ترین زہر سائنائیڈ گھول کر باری باری پیا گیا تھا۔ یہ ڈرم تقریباً خالی ہو چکا تھا امریکی فضائیہ کا ایک عظیم الہیت فوج بردار ہیلی کاپٹر بستی کے درمیان اترتا اور نعشوں کو ہیلی کاپٹر میں ٹھونس دیا جاتا۔ بستی والوں نے مرتے وقت ہاتھوں میں ہاتھ ڈال رکھے تھے۔ نعشیں ایک دوسرے کے اوپر اور ساتھ ساتھ اس طرح پڑی تھیں کہ نیچے کی زمین نظر آنی مشکل تھی۔ ان سب لوگوں نے کچھ عرصہ پہلے اپنے فرقہ کے سربراہ کی ہدایت پر شکتی اور نجات کے حصول کے لئے اکھٹے مر جانے کی قسم کھائی تھی۔

سب سے المناک بات یہ تھی کہ عورتوں اور معصوم بچوں کے ہونٹ زہر سے پھٹ گئے تھے اور ان پر خون جما ہوا تھا۔ ان لوگوں نے زہر پینے کے بعد نصف گھنٹے تک کرب و اذیت میں تڑپتے رہنے کے بعد جانیں دے دی تھیں۔ بستی کے وسط میں 390 نعشیں پڑی تھیں جب کہ نواحی جنگل سے 5 سو کے قریب نعشیں بکھری ہوئی ملیں یہ وہ لوگ تھے جن پر زہر نے دیر میں اثر کیا اور وہ تکلیف اور پریشانی میں کچھ فاصلہ طے کر کے جنگل کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور بالآخر وہاں جا کر مر گئے۔

بستی میں زندہ بچ جانے والے ایک شخص آڈیل رہوڈز نے بتایا کہ خودکشی کے روز اس جنونی فرقے کے سربراہ جمیں جونز نے اپنے پیروکاروں کو اکٹھا کیا اور انہیں کہا کہ آج ہم سب زہر پی کر مر جائیں گے، اس کا وقت آ گیا ہے انہوں نے پہلے کئی مرتبہ اس کی ریہرسل بھی کی تھی، پہلے انہوں نے مشروب کول ایڈ میں سائنائیڈ ملایا اور پھر سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے بچوں کو زہر پلایا گیا۔ یہ سب لوگ قربان گاہ کے گرد جمع تھے، یہ وہی جگہ ہے جہاں سے بعد میں جمیں جونز کی نعش ملی۔ رہوڈز نے بتایا کہ زہر ملا مشروب پیش کرنے کا کام ایک ڈاکٹر اور کچھ نرسیں انجام دے رہی تھیں۔ کچھ لوگ تو ہنسی خوشی زہر پی لیتے اور کچھ تامل کرتے ماؤں نے پہلے اپنے بچوں کو زہر پلایا اور پھر خود پی لیا۔

جس جگہ یہ رسم ادا ہو رہی تھی اس کے گرد مسلح افراد کا پہرہ تھا جو لوگ بھاگ نکلنے کی کوشش کرتے یہ مسلح افراد انہیں پکڑ کر لے آتے اور زہر پینے پر مجبور کر دیا جاتا۔ تھوڑی ہی دیر کے اندر ہر طرف شور و بکا شروع ہو گیا، عورتیں بچے اور مرد کرب سے چلا رہے تھے اور زمین پر تڑپ رہے تھے کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور کیوں ہو رہا ہے زہریلا پانی پینے کے پانچ منٹ کے اندر اس کا اثر شروع ہو جاتا تھا زہر پی لینے کے بعد ہر خاندان کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی کمر میں بانہیں ڈال کر مرگ انبوہ کا انتظار کرنے لگتے۔ بچوں کے جسم فوراً ہی پھولنا شروع ہو جاتے ایسے لگتا تھا جیسے جسم پھٹ جائیں گے زہر پی لینے کے بعد آنکھیں چکرا جاتیں اور پتلی کا رخ اوپر کی طرف ہو جاتا سانس لینا مشکل ہو جاتا لوگ آخری سانس بدقت لیتے اور پھر دھڑام سے زمین پر گر جاتے۔

اس تمام کارروائی کے دوران فرقہ کا سربراہ جونز مسلسل باتیں کرتا رہا، وہ لوگوں کو زہر پینے پر آمادہ کرتا اور کہتا ''پی لو اس کے بعد ہم ایک دوسری جگہ پر اکھٹے ملیں گے'' اجتماعی خودکشی کے اختتام پر جونز اور دو دیگر افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا انہوں نے زہر نہیں پیا تھا۔

عینی گواہ ہوڈز نے بتایا کہ مجھے ڈاکٹر نے اسٹیتھوکوپ لانے کے لئے کہا اور میں اس بہانے فرار ہو گیا اس وقت میرے ساتھ ایک نرس بھی تھی میں نے ایک بلڈنگ کے نیچے پناہ لی جبکہ نرس اسٹیتھوسکوپ لے کر واپس چلی گئی۔ شام کو 7 بجے میں نے محسوس کیا کہ سب مر چکے ہیں ایسے میں میں باہر نکلا اور پانچ میل دور واقع ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہوا۔ یہ وہی رہوڈز ہے جس نے سب سے پہلے گیانا کے حکام کو اس عظیم المیے کی اطلاع دی۔

رہوڈز نے مزید بتایا کہ اجتماعی خودکشی کا حکم ملنے پر ایک عورت نے احتجاج کیا لیکن ہجوم نے اسے زبردستی چپ کرا دیا۔ دو تین روز گزر جانے کے باوجود ان کی نعشیں وہیں پڑی تھیں جہاں وہ گرے تھے قربان گاہ کے نزدیک زہریلے مشروب کی نصف بوتل اس وقت بھی ایک میز پر رکھی تھی، مرنے والوں کے چہرے مرتے وقت ہونے والے شدید کرب کے غماز تھے۔ بستی کے کتنے تک زہر کے اثر سے مرے پڑے تھے یا انہیں زہر پلایا گیا تھا فرقے کے سربراہ جونز کے گھر سے بھی دس افراد کی نعشیں ملیں۔ مقامی باشندوں نے سات غیر امریکی بچوں کو لے پالک بنا رکھا تھا، انہیں بھی زہر پلا کر ہلاک کر دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی امدادی جماعتوں کو اس بستی سے آٹھ سو پاسپورٹ چیک بکیں اور بھاری کرنسی بھی ملی، اس کے علاوہ سونا اور زیورات بھی پائے گئے۔ جیمی جونز نے خودکشی کرتے وقت اعلان کیا تھا کہ اس کا مذہب ختم ہو چکا ہے اور وہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کو خفیہ زبان میں پیغام بھیج رہا ہے کہ وہ بھی اجتماعی خودکشی کے لئے تیار رہیں اس کے لئے کوڈ لفظ ''وائٹ نائٹ'' تجویز کیا گیا تھا، اس جنونی فرقہ کا پیشوا جیمیں جونز اکثر امریکہ کی ممتاز شخصیتوں اور وائٹ ہاؤس کے اعلیٰ حکام سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا اور ان کی طرف سے اس کی تائید و حمایت کے خط بھی آتے رہتے تھے۔

16 جنوری 1979ء

شاہ ایران ملک چھوڑ گئے

کئی ماہ کے طویل خون خرابے کے بعد 16 جنوری 1979ء کو شہنشاہ ملک چھوڑ گئے۔ ایران اپنی ملکہ فرخ دو بچوں اور دیگر کے ہمراہ اچانک ایران چھوڑ کر چلے گئے شاہ کی روانگی کو خفیہ رکھا گیا تھا۔

شہنشاہ ایران 16 جنوری کو تہران سے اسوان روانہ ہوئے یہ ایک سرد دن تھا۔ فضا پر خاموشی طاری تھی۔ دوپہر ایک بجے ایرانی ائیر فورس کے پانچ ہیلی کاپٹر تہران کے مہر آباد ہوائی اڈے پر یکے بعد دیگرے اترے۔ تیسرے ہیلی کاپٹر میں ایران کے شاہ اور ان کی ملکہ سوار تھے، دوسرے ہیلی کوپٹروں میں وزیراعظم شاپور بختیار، وزیر دربار اردلان، چیف آف سٹاف، قرآنی مجلس کے صدر جواد سعید اور سینٹ کے سپیکر سجادی سوار تھے۔ سامنے شاہ کا 727 بوئنگ طیارہ شاہین کھڑا تھا۔ شاہ نے ہوائی اڈے پر موجود تیں افراد سے ہاتھ ملایا اور انتہائی مغموم انداز سے ریڈیو ٹی وی نمائندے سے بات کی۔ انہوں نے کہا میں آرام کرنے اسوان جا رہا ہوں میری صحت خراب ہے۔ میں صحت یاب ہو کر واپس آ جاؤں گا۔ میں فی الحال واپسی کی تاریخ نہیں بتا سکتا۔ شہنشاہ نے یہ بھی کہا کہ وہ ملک کی اقتصادی ترقی کے بارے میں بہت فکر مند ہیں اور شاپور بختیار کی حکومت کی کامیابی کے آرزو مند ہیں۔ ملکہ نے بھی ملکی سلامتی کی دعا کی اور پھر شاہ ہوائی جہاز کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

ایران پر 28 سال حکومت کے دوران دوسری بار بادشاہ اس طرح غمگین ملک سے جا رہے تھے۔ پہلی بار وہ 16 اگست 1853ء کو تہران سے روانہ ہوئے تھے اور اس وقت انہیں کسی نے بھی خدا حافظ نہیں کہا تھا۔ یہ اس وقت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات ہے جب ڈاکٹر مصدق نے شاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ پورے 25 سال 5 ماہ بعد شاہ دوبارہ روانہ ہو رہے تھے۔ اگرچہ اس باران کو خدا حافظ کہنے کے لئے چند اہم لوگ موجود تھے۔ پہلے وہ ملکہ ثریا کے ہمراہ ملک سے گئے تھے اور اس بار فرح ان کے ہمراہ تھیں۔ ان کے اہل خاندان پہلے ہی ملک سے روانہ ہو چکے تھے۔

جب شاہ سیڑھیوں کی طرف بڑھے تو ایک فوجی جوان نے آگے بڑھ کر ان کو ایرانی آداب کے مطابق جھک کر سلام کیا اور شاہ نے بھی ایرانی آداب سے جواب دیا۔ یہ فوجی فوراً شاہ کے قدموں سے لپٹ گیا اور زار و قطار رونے لگا یہ منظر انتہائی رقت انگیز تھا۔ شاپور بختیار اور قرہ باغی نے فوراً جیبوں سے رومال نکال لئے، جبکہ ملکہ فرح مسکرانے کی نا کام کوشش کرتے ہوئے اپنی آنکھوں میں پھیلے ہوئے کاجل سے شکست کھا گئیں۔ شاہ زندگی میں پہلی بار جھکے اس سپاہی کو اٹھایا اور اسے تھپک کر بولے جاگتے رہنا ملک کا خیال رکھنا پھر وہ دوبارہ سیڑھیوں کی طرف بڑھے وہ بہت ہی آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔ جب سیڑھی آئی تو انہوں نے ہر قدم آہستہ آہستہ اٹھایا اور پورے 35 سیکنڈ میں 14 سیڑھیاں چڑھ سکے۔

عام طور پر شاہ سیڑھیاں چڑھ کر جہاز کے دروازے میں کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر پیچھے مڑ کر ہاتھ ہلاتے تھے مگر انہوں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی اور 38 سالہ سلطنت کا خود ہی ریکارڈ توڑ دیا اور سیدھے جہاز کے اندر چلے گئے۔ ظاہر ہے وہ گرم آنسو جوان کی جاہ و جلال والی آنکھوں سے چھلک کر رخساروں کی طرف بہہ نکلے تھے۔ ان کا اپنا سرمایہ تھے اور وہ اس عظیم سرمائے میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چند سیکنڈ میں ان کا سات رکنی ذاتی سٹاف اور ملکہ بھی جہاز میں آ گئیں ساتھ ہی شاہ کاک پٹ میں نظر آئے اور ایک منٹ سے کم کی مدت میں شاہ رن وے پر تھے وہ اپنا جہاز خود چلا رہے تھے۔ جب 727 شاہین کے پہیے مہر آباد سے بلند ہوئے تو ایک بج کر آٹھ منٹ اور پاکستانی وقت کے مطابق دو بجکر 28 منٹ ہوئے تھے اور اس طرح شاہ کو صرف 8 منٹ میں تہران سے رخصت کر دیا گیا شاہ کی روانگی کی خبر شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔

پورے دو بجے ریڈیو سے خبروں میں شاہ کی روانگی کی تصدیق ہوتے ہی ملک میں جشن کا سماں بندھ گیا تہران کے ایک ایک گلی کوچے اور میدان میں لوگ رقص کرتے ہوئے نکل آئے سڑکوں پر کاروں کا ہجوم ہو گیا۔ کار سوار خوشی سے ہارن بجائے جا رہے تھے۔ رقص کرتی ہوئی خوبصورت ایرانی لڑکیاں ہر اس جوان کا منہ خوشی سے چوم لیتی تھیں جوان کو پھول پیش کرتا۔ تین بجے تک شہر میں پھولوں کی 270 دوکانیں خالی ہو چکی تھی اور مٹھائی کی تین ہزار رجسٹرڈ دکانوں میں ''تمام شد'' کے بورڈ لگا دیئے گئے تھے۔ جگہ جگہ بگل بجائے جا رہے تھے۔ پھول مٹھائی اور ٹافیاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نقسیم کی جارہی تھیں۔ دو ماہ سے لٹکے ہوئے سیاہ جھنڈے اتار لئے گئے تھے اور پٹاخے چھوڑے جارہے تھے کئی جگہ ہوا میں غبارے اور کبوتر چھوڑے گئے پورے تین بجے ایرانی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ ہوا میدان سپاہ میں 45 سال پرانا مجسمہ جس میں رضا شاہ کبیر گھوڑے پر سوار تھے۔ گلے میں پھندا ڈال کر گرا دیا گیا۔ شام چار بجے تک شہر میں بادشاہ اور ان کے والد کے تمام مجسمے گرائے جا چکے تھے۔

رات کو شہر میں چراغاں ہوا اور گیارہ بجے شروع ہونے والا کرفیو رات گئے تک سڑکوں پر رقص کرتی ہوئی لڑکیوں کے باعث عملی طور سے نافذ نہیں کیا جا سکا۔ تاہم تہران میں شاہ کی روانگی کے بعد قانون کی بالادستی ختم ہوتی نظر آرہی تھی۔ تہران میں تمام غیر ملکی ایئر لائنوں کے دفاتر تباہ کر دیئے گئے تھے مگر پی آئی اے محفوظ رہا تھا۔ شاہ کی روانگی کے فوراً بعد پی آئی اے کا کارگو آفس شرپسندوں کے حملے کا نشانہ بنا اور وہاں رکھا ہوا آدھے سے زائد سامان غائب کر دیا گیا۔ اسی طرح پی آئی اے کا ایئر پورٹ آفس بھی توڑ پھوڑ دیا گیا اور پی آئی اے کے عملے کو فون پر دھمکیاں دینی شروع کر دی گئیں۔ شہر میں پہلی بار چند پاکستانیوں پر بھی حملے ہوئے۔

شہنشاہ اپنے ہمراہ دو صندقوں میں ایران کی مٹی بھر کر لے گئے ان کی روانگی کے وقت ان کے آنسو اور ملکہ فرح کا پھیلتا ہوا کاجل ان کی غریب الوطن ہونے کا راز کہہ رہے تھے ہیں۔

17 جنوری 1979ء

کشتی کا ایک تاریخی مقابلہ

قذافی سٹیڈیم لاہور میں امام بخش رستم ہند مرحوم کے پوتے زبیر عرف جھارا پہلوان اور شہرہ آفاق جاپانی پہلوان انوکی کے درمیان پانچ راؤنڈ کا مقابلہ کسی واضح نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہو گیا۔ مقابلے کے بعد پاکستانی پہلوان کی جانب سے جیت کا دعویٰ کیا گیا، جب کہ انوکی اور اس کے ساتھیوں نے اس مقابلہ کو برابر قرار دیا۔ یہ تنازعہ اس لئے پیدا ہوا کہ انوکی نے پانچ راؤنڈ مکمل ہونے کے بعد رنگ سے باہر جاتے ہوئے جھارا کا ہاتھ بلند کر دیا تھا۔ اگرچہ پورے مقابلے میں زبیر جاپانی پہلوان پر حاوی رہا تھا مگر مقابلے میں کوئی پوائنٹ حاصل نہ کر سکا۔ اس طرح تکنیکی طور پر مقابلہ برابر رہا۔ پاکستان ٹیلی ویژن کے نمائندے کے مطابق انوکی نے اپنے ڈریسنگ روم میں یہ بات تسلیم نہیں کی کہ اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے اور کہا کہ ہاتھ بلند کرنے کا مقصد محض جھارا کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا تھا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی۔

مقابلے کے لئے جھارا کے مقرر کردہ جج نے زبیر جھارا کو کامیاب قرار دیا جبکہ انوکی کے مقرر کردہ جج مسٹر شیما نے مقابلے کو برابر قرار دیا۔ انوکی کے جج کا دعویٰ تھا کہ مقابلہ طے شدہ شرائط کے مطابق برابر رہا ہے۔

کیونکہ چھٹے رؤانڈ میں مقابلہ جاری رکھنے کے لئے دونوں کھلاڑیوں کا متفق ہونا ضروری ہے لیکن انوکی اس کے لئے تیار نہیں ہوا اور اس نے رنگ چھوڑ دیا۔ ادھر زبیر جھارا کی طرف سے مقررہ جج خواجہ اسلم حیات نے زبیر جھارا کو کامیاب پہلوان قرار دیا اور انوکی کے رنگ چھوڑنے کو اس کی جانب سے شکست تسلیم کرنے کے مترادف قرار دیا مقابلے کے ریفری نے جن کا تعلق پولینڈ سے تھا اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ انوکی جس طرح رنگ چھوڑ کر نکل گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ اس نے جھارا سے مزید مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی شکست تسلیم کر لی۔

لیکن اس سلسلے میں حتمی فیصلہ ججوں کا ہوگا جن کو مقابلے کی تمام شرائط معلوم ہیں۔

انوکی کے رنگ سے باہر نکلتے ہی جھارا رنگ میں دونوں ہاتھ بلند کر کے کئی فٹ اوپر اچھلا اور پورے اسٹیڈیم میں نعرہ تکبیر اللہ اکبر، جیوے جیوے جھارا جیوے اور زبیر جھارا زندہ باد کے نعروں کا شور بلند ہوگیا۔

تماشائیوں کی بہت بڑی تعداد اپنی نشستوں سے اٹھ کر سٹیڈیم میں داخل ہوگئی اور انہوں نے جھارا کو چومنا شروع کر دیا لیکن بہت وزنی ہونے کی وجہ سے کئی تماشائی کوشش کے باوجود اسے کندھوں پر نہ اٹھا سکے۔ لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں یہ مقابلہ دیکھنے کے لئے 30 ہزار سے زائد تماشائی موجود تھے جن میں بڑی تعداد یہ مقابلہ دیکھنے کے لئے دور دراز کے شہروں سے یہاں پہنچی تھی۔

آج کی کشتی کے دوران زبیر جھارا شروع سے آخر تک اپنے حریف انوکی پر چھایا رہا اور اس نے انوکی کو مسلسل دبائے رکھا۔ انوکی اس کے مقابلے میں اپنا مارشل آرٹ جیسے بھول ہی گیا تھا اس نے پوری کشتی میں اس کا کوئی موثر داؤ استعمال نہ کیا۔ پانچویں راؤنڈ کے اختتام پر جب انوکی نے مزید راؤنڈ کی بجائے جھارا کا ہاتھ پکڑ کر مقابلہ ختم ہونے کا اشارہ دیا تو تماشائیوں کو خاصی حیرت ہوئی یہ گویا جھارا کی بہترین صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔ جس کا بعد میں اس نے الفاظ کے ذریعے اظہار بھی کیا۔ تماشائیوں کا کہنا تھا کہ مقابلے کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے کے باوجود جھارا نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر کے اپنے اباؤ اجداد کا نام روشن کیا اور بھولو خاندان کی عزت بحال رکھی۔

پہلا راؤنڈ شروع ہونے سے قبل زبیر جھارا پہلوان سرخ شنیل کا گاؤن پہنے ہوئے رنگ میں رقص کرتا رہا جبکہ انوکی اپنے ساتھی پہلوانوں کے ساتھ دائیں کونے میں ہلکی مسکراہٹ لئے زبیر جھارا کو اچھلتے کودتے دیکھتا رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پولینڈ کے پہلوان برنارڈ بین وجودسکی سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ آٹھ بجکر 55 منٹ پر پہلا راؤنڈ شروع ہوا دونوں نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر پنجہ آزمائی کا آغاز کیا پنتالیسویں سیکنڈ میں زبیر نے ایک ہاتھ سے انوکی کا بازو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن میں جھٹکا دے کر رنگ کے رسوں کی جانب دھکیل دیا۔ انوکی کے سنبھلتے ہی جھارا نے دوبارہ اس کا ہاتھ کھینچ کر فرش پر دھکیل دیا اور اس کی گردن کے گرد قینچی کی صورت میں پھنسا کر مزاحمت کی یہ گرفت 1 منٹ 13 سیکنڈ تک رہی اور انوکی نے خود کو آزاد کروالیا۔ دوسرے منٹ میں زبیر نے ایک ہاتھ انوکی کی کمر کے گرد حمائل کیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر زور آزمائی کرنے لگا انوکی نے کوئی قابل ذکر مزاحمت نہیں کی۔

پہلے راؤنڈ کے ختم ہوتے ہی عوام نے جوشیلے انداز میں رنگ کی طرف آنا چاہا لیکن پولیس کے جوانوں نے ان کی سخت پٹائی کی اور ناصر بھولو کو بھی پولیس نے روکا لیکن وہ انسپکٹر کا ہاتھ جھٹک کر جھارا کو داد دینے رنگ کی طرف چلا گیا۔

انوکی نے جھارا کو کہنی ماری لیکن یہ بازو کے مسل والے حصے کا وار تھا جس سے زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ تیسرے منٹ میں انوکی کو جھارا نے ایک معمولی دھکا مارا اور وہ رنگ میں پھسل کر گر گیا۔ یہاں دوبارہ جھارا نے اسے گرفت میں لے کر دونوں شانے چت کرنے کی کوشش کی لیکن انوکی نے ایک کندھا زمین سے اٹھائے رکھا انوکی نے دوبارہ دونوں ٹانگوں سے قینچی ڈالنے کی کوشش کی لیکن جھارا نے انوکی کو ٹانگ مروڑ کر اس کوشش سے باز رکھا۔ اس کے فوری بعد جھارا نے فرش پر جھک کر انوکی کے اوپر گھٹنا ٹیک کر اس کا بازو مروڑنا شروع کیا لیکن انوکی پھسل کر اس داؤ سے آزاد ہو گیا۔ انسٹھویں منٹ کے 13 سیکنڈ میں جھارا نے انوکی کو قوت استعمال کرتے ہوئے رنگ سے باہر دھکیلنے کی کوشش کی تو انوکی ڈھگمگاتا ہوا رسے کی جانب جھکا اور اس کی ایک ٹانگ رنگ سے باہر آئی لیکن انوکی دوبارہ سنبھل کر حملہ آور ہوا اور آگے آکر جھارا کی ٹانگ پر کک ماری لیکن جھارا جھکائی دے کر نکل گیا۔ انیسویں منٹ کے آخر میں انوکی نے پھرتی سے آگے بڑھ کر جھارا کو جا دبوچا اور جوڈو کی ایک تکنیک اچی مانا استعمال کرنے کی ناکام کوشش کی، اس کے ساتھ ہی دونوں نے ایک دوسرے کو گردن سے پکڑا اور جھارا نے دیسی کشتی کا داؤ بیٹھی مار کر انوکی کو رنگ میں دے پٹخا اور اس کی ٹانگیں مروڑ کر اوپر چڑھ بیٹھا ابھی وہ انوکی کی کمر میں دائیں ہاتھ سے گھونسہ مارنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ 9 بج کر 26 سیکنڈ پر راؤنڈ ختم ہو گیا۔

دوسرے راؤنڈ میں دونوں پہلوانوں نے پنجہ ڈالا اور زور آزمائی کرتے رہے نصف منٹ تک کوئی داؤ استعمال نہ ہو سکا چونتیسویں سیکنڈ میں جھارا نے دیسی کشتی کا خوب صورت داؤ بیٹھی دوبارہ مار کر انوکی کو ایک مرتبہ پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنگ کی مٹی چاٹنے پر مجبور کر دیا لیکن انو کی پھرتی سے دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا دوسرے منٹ کے شروع ہوتے ہی جھارا نے حملوں میں تیزی پیدا کی اور ایک ہاتھ سے انو کی کے شانوں کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے بازو مروڑنا شروع کیا لیکن چند لمحوں کے بعد خود ہی چھوڑ دیا۔ دوسرے منٹ کے چونتیسویں سیکنڈ میں جھارا نے بھی کک ماری اور آگے بڑھ کر اس کی کمر پکڑ لی اس حملے کے دوران انو کی مشتبہ انداز میں لڑکھڑا کر زمین پر گرا بظاہر اس لڑکھڑاہٹ کا جواز کوئی نہ تھا انو کی کے گرتے ہی دوسرے لمحے جھارا اس کے اوپر تھا اور اس کے دونوں شانے زمین پر لگانے کی کوشش کرنے لگا انو کی نے جھارا کے عقب سے ایک ٹانگ نکال کر اپنا پاؤں جھارا کی ران کے گرد پھنسایا اس طرح جھارا نے یہاں بھی انو کی کو خود ہی چھوڑ دیا تیسرے منٹ میں انو کی نے جھارا کو گرفت میں لینے کی جھکائی دی اور دھکا مار گرا دیا لیکن انو کی کے پہنچنے سے قبل ہی جھارا انتہائی پھرتی سے دوبارہ کھڑا ہو کر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا تھا انو کی نے آگے بڑھ کر جھارا کو گردن اور ہاتھ سے پکڑا اور دونوں پہلوان پہلے کی طرح وقت ضائع کرنے لگے جس پر 10 سیکنڈ کے بعد ریفری نے انہیں جدا کر دیا یا دونوں پہلوانوں کے وقت ضائع کرنے پر یہ راؤنڈ بھی ختم ہو گیا۔

تیسرے راؤنڈ کے آغاز میں جھارا نے جارحانہ انداز اختیار کیا اور انو کی کو مختلف ضربات کا نشانہ بنایا عوام کا جوش اس راؤنڈ میں کچھ زیادہ نہ تھا دوسرے منٹ میں جھارا نے انو کی کے چہرے پر کہنی ماری اور بازو سے دھکیل کر رنگ سے باہر پھینکنے کی کوشش کی لیکن انو کی پھسل کر رسے کو پھلانگتا ہوا اندر آ گیا انو کی کے رنگ میں آتے ہی جھارا نے اس کا استقبال پانچ پنجابی ٹکروں سے کیا پانچویں ٹکر سے انو کی ادھ موا ہو کر رنگ سے باہر جا گرا۔ ریفری کے چھ تک گنتی گننے کے بعد انو کی واپس رنگ میں آ گیا اور دونوں ایک دوسرے کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر مروڑنے لگے اس راؤنڈ میں جھارا نے انو کی کو منہ پر گھونسا مارا۔ جسے روک کر انو کی نے دو مرتبہ جھارا کے چہرے پر کہنی سے وار کیا جھارا نے انو کی کے پیٹ میں ہاتھ کی کلائی سے ضرب لگائی اور پھر دونوں ہاتھ کمر کے گرد ڈال کر انو کی کی کمر پر دباؤ ڈالا اور نیچے کی جانب جھٹکا دے کر بیڑھی کی ہڈی توڑنے والا داؤ کڑا استعمال کرنا چاہا لیکن انو کی نے پاؤں آگے بڑھا کر جھارا کی ٹانگ پکڑ لی اسی کشمکش میں دونوں زمین پر گرے انو کی نے جھارا کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں اسکی اپنی ٹانگ جھارا کے قابو میں آ گئی جسے مروڑتے ہوئے جھارا نے انو کی کے دوسرے پاؤں میں اڑا کر اس کے ٹخنے گھٹنے اور رانوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔

اس موقع پر بھولو پہلوان نے توڑ، دے اور گٹا کڈھ دے کی آوازیں دیں انو کی اس موقع پر اوندھے منہ گرا ہوا اور اپنی ٹانگ چھڑانے کی فکر میں تھا۔ لیکن یہاں بھی اس نے کسی داؤ کے بجائے پھسل کر نکل جانے میں عافیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھی۔ جھارا دوبارہ گھونسے بازی کرتا ہوا انوکی کو رنگ سے باہر دھکیل دینے کے لئے آگے بڑھا لیکن ریفری نے مداخلت کر کے دونوں پہلوانوں کو جدا کر دیا اس پر جھارے نے انوکی کے پیٹ کو ایک مرتبہ پھر تختہ مشق بنانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا راؤنڈ ختم ہونے سے تین سیکنڈ قبل دونوں پہلوان ایک دوسرے کو پٹخنے کی کوشش میں زمین پر گرے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنے لگے۔

یہاں جھارا نے انوکی کے بازو کو کہنی کے جوڑ سے مروڑتے ہوئے اوپر اٹھانا شروع کیا اس کوشش میں انوکی کا کندھا اتر سکتا تھا لیکن جھارا نے بازو چھوڑ کر گردن دبوچ لی اور انوکی کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے اس کے جسم پر اور پیٹ پر مسلسل دباؤ ڈالنا شروع کر دیا انوکی نے اس تکلیف دہ عمل سے نجات پانے کے لئے دونوں ہاتھوں سے جھارا کے چہرے کو تھام کر اس کی گردن مروڑنی شروع کی اس کے ساتھ ہی تیسرا راؤنڈ ختم ہو گیا یہ راؤنڈ بھی دلچسپ رہا۔

بھولو پہلوان اور ان کا بیٹا ناصر بھولو پریس کی نشستوں کے عقب میں بیٹھے ہوئے تھے تیسرا راؤنڈ ختم ہوتے ہی ناصر بھولو رنگ کی جانب بھاگے لیکن پولیس کے چند اہلکاروں نے روک لیا اس پر ناصر نے شدید مزاحمت کی اور آگے آنے والے انسپکٹر کو دو چار ہاتھ جا دیئے جس پر مشتعل ہو کر پولیس نے ناصر کی پٹائی کرنا چاہی لیکن عملے کے افسروں اور بھولو کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

تیسرا راؤنڈ ختم ہونے سے پیشتر اکی پہلوان رنگ میں آ کر جھارا کو داؤ بتاتے رہے راؤنڈ شروع ہوتے ہی جھارا نے انوکی کے مددگار پہلوان کو دھکا دے کر رنگ سے باہر نکال دیا۔ انوکی نے جھارا کو ایک کک ماری اور جھارا کو گردن سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے رنگ کے رسوں کے نزدیک گرا دیا انوکی کا جھارا کو دھکیل کر باہر نکال دینے کا ارادہ ریفری نے ناکام بنا دیا اور مداخلت کر کے جھارا کو چھڑوا دیا اس راؤنڈ کے دوسرے منٹ میں جھارا نے ایک کک مارنے کی کوشش کی جو انوکی کو نہ لگ سکی اس پر انہوں نے انوکی کو ایک دھول رسید کی تب دونوں پہلوانوں نے پہلے کی طرح ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر زور آزمائی کی البتہ تیسرے منٹ میں جھارا نے انوکی کو گردن سے کھینچ کر نیچے گرایا اور اس کے دونوں پاؤں مروڑ کر اسے اٹھنے کی کوشش سے باز رکھا انوکی نے پلٹ کر اوپر آنے کی کوشش کی لیکن زبیر نے ایک ٹکر مار کر اسے پھر گرا دیا جھارا کی اس مرحلے پر کوشش تھی کہ انوکی کے دونوں کندھے زمین پر رکھ 3 سیکنڈ کے لئے مس کر کے پوائنٹ حاصل کرے لیکن انوکی نے ایک کندھا زمین سے اٹھا رکھا تھا زبیر نے اس مرحلے پر انوکی کی دائیں پسلیوں میں دایاں گھونسا بھی مارا لیکن انوکی پھسلتے ہوئے اٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ انوکی نے دونوں ہاتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور گھٹنے زمین پر ٹکا رکھے تھے اور جھارا عقب سے اس کی کمر تھامے اس کی پسلیوں پر دباؤ ڈال رہا تھا۔

انوکی نے اپنا جسم چھڑانے کے لئے عقب میں جھارا کے چہرے پر کہنی ماری اس کے جواب میں جھارا نے انوکی کے پیٹ میں دو گھونسے رسید کئے اور اسے کھینچ کر نیچے گرا لیا۔ جھارا انوکی کی ٹانگ اپنی بائیں بغل میں دبائے ہوئے اوپر آیا اور اس کی ٹانگ پوری قوت سے مروڑنے لگا لیکن 9 بج کر 51 سیکنڈ پر یہ راؤنڈ ختم ہو گیا۔

پانچواں راؤنڈ جھارا اس راؤنڈ میں بھی رنگ سے باہر جاتے ہوئے ہروکا کو دھکا دینے کے لئے لپکا لیکن ہروکا اچک کر رنگ سے باہر آ گیا۔ انوکی نے ٹھیک ایک منٹ بعد تیزی اختیار کر لی اور ایک گھٹنے سے بظاہر زوردار کک جھارا کو ماری 17 سیکنڈ بعد آگے بڑھنے کی کوشش کی تو جھارا نے اس کا حملہ گھٹنے پر روکنے کی کوشش کی۔ دوسرے منٹ میں جھارا نے انوکی کے چہرے پر بازو کا باہر والا حصہ مارا اور گھٹنے سے ایک وار کرنے کی بے کار کوشش کی لیکن تیسرے منٹ میں جھارا نے انوکی کو تھپڑ مار کر گرا دیا۔ انوکی کے اٹھنے پر ایک دھول اور ٹھوکر مار کر دوبارہ گرایا اور اوپر سے آ کر اسکے کاندھوں کو پکڑا اور دیسی کشتی کی جڑ بندی کو استعمال کیا اس طرح انوکی کو قدرے اٹھا کر پہلے اسے اوندھا کئے ہوئے نیچے دبایا جس سے انوکی کی ٹھوڑی مسلسل جھٹکوں کے باعث زمین پر رگڑ کھاتی رہی لیکن انوکی نے پلٹ کر خود کو آزاد کرا لیا۔ پانچویں منٹ میں جھارا نے انوکی کو دوبارہ زمین پر گرا لیا اور اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اسکی قلابازی لگوا دی 9 بج کر چوبیس منٹ اور 25 سیکنڈ پر یہ راؤنڈ ختم ہو گیا۔

جب پروموٹر سلیم صادق نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ مقابلہ برابر رہا ہے تو جھارا پہلوان اور اس کے تایا بھولو پہلوان نے قریب ہی کھڑے ہوئے تھے غصے میں آ کر کہا کہ وہ فیصلہ تسلیم نہیں کریں گے بلکہ فن پہلوانی کو خیر باد کہہ دیں گے۔ متنازعہ ہونے کے باوجود جھارا کے حامی اس پر پھول نچھاور کرتے رہے گلے لگاتے اور چومتے رہے جھارا کے سینکڑوں حامی میدان میں گھس آئے اور ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالتے رہے۔ سٹیڈیم چالیس ہزار تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا وہ آج کی گرم رات یہ مقابلہ دیکھنے کے بعد بھی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ اس کشتی کا کیا نتیجہ نکلا وہ اخبار نویسوں سے یہ معلوم کرنے کے لئے بھاگتے رہے کہ آخری فیصلہ کیا ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18 جنوری 1979ء

کشتی کا ایک یادگار مقابلہ

18 جنوری 1979ء کو ہاکی سٹیڈیم کراچی میں عالمی شہرت یافتہ پہلوان انتوانوکی اور اجیت سنگھ ٹائیگر کے درمیان مقابلہ کسی فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔ دونوں پہلوانوں کو شدید زخمی ہونے کے باعث مقابلہ روک دیا گیا۔ یہ مقابلہ بیس منٹ سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ چوبیس سالہ کینیڈین نژاد اجیت سنگھ اور انوکی کے درمیان مقابلہ رات پونے دس بجے شروع ہوا مقابلے میں شروع ہی سے بے حد جوش و خروش تھا۔ معاہدے سے قبل یہ طے کر لیا گیا تھا کہ اس میں کوئی راؤنڈ نہیں ہوگا اور کشتی تسلسل سے جاری رہے گی۔ جب کوئی پہلوان چت ہو جائے گا تو مقابلہ ختم ہو جائے گا۔ کھیل کے دوران دونوں پہلوانوں نے ایک دوسرے کو وحشیانہ انداز سے ضربات لگائیں انہوں نے مقابلے کے جوش میں ریفری کی ہدایات کو نظر انداز کیا اور متعدد مواقع پر ریفری بھی بے بس نظر آیا۔ کشتی کے ایک ماہر کے مطابق دونوں پہلوان ''ڈبل لاکر'' کے استعمال کی وجہ سے لہولہان ہوئے دونوں کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک موقع پر دونوں پہلوان ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے رنگ سے باہر گر پڑے۔ اجیت سنگھ نے ایک بار ریفری کو دھکا دے دیا اور انوکی کا گلا دبانے کی کوشش کی۔ اجیت سنگھ پر مسلسل جنون کی کیفیت طاری رہی اس نے رنگ سے باہر گرنے کے بعد کرسی اٹھا کر رنگ میں انوکی کو مارنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ انوکی کے ایک ساتھی ہروکا نے مقابلے کے دوران رنگ سے باہر گرنے پر اجیت سنگھ کے تھپڑ رسید کیا۔

مقابلے کے اکیسویں منٹ پر دونوں پہلوان اس قدر تھک چکے تھے کہ ان میں مقابلے کی سکت باقی نہیں رہی تھی اور وہ بے بسی کے عالم میں رنگ میں گرے پڑے تھے۔ اس پر دونوں پہلوانوں کے ساتھی رنگ میں اتر پڑے اور اپنے پہلوانوں کو باہر لانے کی کوشش کرنے لگے۔ مقابلے کے ریفری پولینڈ کیمسٹر برنارڈ نے اعلان کیا کہ دونوں پہلوانوں کی درماندگی اور زخمی حالت کے باعث مقابلہ ختم کیا جاتا ہے تاہم انوکی سر پر پٹی باندھ کر دوبارہ رنگ میں اتر آئے اور چیلنج کرنے کے انداز میں اجیت سنگھ کو للکارتے رہے۔

فری سٹائل کشتی کا یہ مقابلہ ریسلنگ کی دنیا میں ہمیشہ یاد رہے گا بائیس منٹ کے مقابلے کے بعد منتظمین کا ایک ہجوم رنگ میں اتر آیا انوکی نے اس وقت چلا کر کہا کہ وہ اپنے مخالف کو چت کرنے کا ایک اور موقع حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس ... چھوڑنے سے انکار کیا لیکن اس وقت اجیت سنگھ کے حامی اسے ڈریسنگ روم میں لے جا چکے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے کے دوران دونوں پہلوانوں نے ایک دوسرے کو شکست دینے کا ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کیا اور جلد ہی دونوں کے چہرے خون سے سرخ نظر آرہے تھے اس کے بعد وہ نڈھال ہوکر زمین پر گر پڑے ریفری نے دس تک گننے کے بعد ڈبل ناک آؤٹ قرار دے کر کشتی بند کر دی۔

ابھی تک یہ معمہ حل نہیں ہوسکا کہ دونوں پہلوانوں کے سر پر ضربات کس طرح آئیں۔ بعض تماشائیوں کے مطابق انوکی کے ایک ساتھی ہروکا نے اجیت سنگھ کے سر پر بلیڈ یا اسی نوعیت کی کوئی نوک دار چیز دے ماری تھی کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب اجیت نے انوکی کو رنگ سے باہر پھینک دیا تھا اجیت نے اس کا پیچھا کیا اور انوکی کو زمین پر گرا کر اس کا سر ایک میز سے دے مارا یہ میز ریڈیو پاکستان کے کمنٹیٹر استعمال کر رہے تھے۔

بعد ازاں جب اجیت اور انوکی دونوں رنگ سے باہر گرے تو انوکی نے اپنے ہاتھوں سے اجیت کا سر پکڑ کر اسے ایک بنچ پر پٹخ دیا۔ ہروکا نے اس وقت اپنے وطن ساتھی کی مدد کی اور اس نے بھی اجیت کے سر پر ضرب لگائی دونوں موقعوں پر تماشائیوں نے صحافیوں کو کچھ دیکھنے کا وقت نہیں دیا اور اس طرح اس افسوسناک واقعہ کے بارے میں کوئی صحیح رپورٹ نہ مل سکی دونوں پہلوانوں کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹر نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ کسی بھی طرف سے بلیڈ کے استعمال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو اس سے زیادہ گہرے زخم آتے انوکی اور اجیت سنگھ ڈریسنگ روم کے قریب بھی ایک دوسرے سے الجھ پڑے اور انہیں بڑی مشکل سے علیحدہ کیا گیا اجیت سنگھ نے بعد ازاں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ انوکی اور ہروکا نے کسی تیز دھار والے ہتھیار سے اس کے سر پر ضربیں لگائیں اگرچہ مقابلہ بغیر کسی فیصلے کے ختم ہوگیا تھا لیکن اسے فری سٹائل کشتیوں کی میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

11 فروری 1979ء

ایران میں کامیاب انقلاب

رضا شاہ پہلوی کے محبّ وطن ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کمال اتاترک مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی اتاترک مرحوم کی طرح ان کی زندگی کا مشن بھی یہ تھا کہ ایران میں جدید طرز زندگی رائج کیا جائے اور اسے غیر ملکی مداخلت سے نجات دلائی جائے۔ انہوں نے ایران کی اقتصادی حالت سدھارنے کے لئے بساط بھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی۔انہوں نے ملک کی اس وقت کی آمدنی کے پیش نظر فوج کو مسلح کیا اور صوبوں کو اختیارات منتقل کرنے کے بجائے مرکزی حکومت کے اختیارات میں توسیع کر دی۔

انہوں نے بیرونی تیل کمپنیوں کی متعدد مراعات منسوخ کر دیں۔ملک میں مغربی تعلیم رائج کی عورتوں کا پردہ ختم کر دیا اور عوام پر متعدد سیاسی پابندیاں عائد کیں۔ان کے طور پر طریقے آمرانہ بلکہ ظالمانہ تھے۔لہٰذا جاگیرداروں اور سرداروں نے ان کے خلاف بغاوت کی لیکن فوج نے یہ بغاوت کچل دی۔علامہ آیت اللہ خمینی کے والد نے بھی اس بغاوت میں حصہ لیا تھا اور وہ جان بحق ہو گئے تھے۔

دوسری عالم گیر جنگ کے زمانے میں ایک طرف سے روس اور دوسری طرف سے برطانیہ کی فوجیں ایران میں داخل ہو گئی تھیں۔اس زمانے میں ایران کی فوج بالکل معمولی سی تھی۔لہٰذا اس کے لئے روس اور برطانیہ کی فوجوں کا مقابلہ ناممکن تھا۔بہر حال ایران کی بحری اور بری فوج نے ایران کو حملہ آوروں کی زد سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن روس اور برطانیہ کی شاطرانہ چالوں نے رضا شاہ پہلوی کا ناطقہ بند کر دیا اور دل برداشتہ ہو کر ملک سے بھاگ جانے مجبور ہو گئے۔انہوں نے بقیہ زندگی جلاوطنی ہی میں گزار دی۔

رضا شاہ پہلوی کے بھاگ جانے کے بعد ان کے صاحبزادے محمد رضا پہلوی ستمبر 1943ء میں برسر اقتدار آئے اس وقت ان کی عمر چوبیس سال تھی انہیں ابتداء ہی میں نا مساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ملک میں ان کے دوست چند تھے۔مگر مخالفوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔انہوں نے طالب علمی کا زمانہ سوئیزرلینڈ میں گزارا اور ہوا بازی کی تعلیم برطانیہ میں حاصل کی۔ برطانیہ اور روس نے ان کی ناتجربہ کاری سے بڑا فائدہ اٹھایا اور ان کے لئے سخت مشکلات پیدا کیں اور ان کے سر پر ایران کے سرداروں اور جاگیرداروں نے یکے بعد دیگرے کئی بغاوتیں کیں۔1970 میں ان پر دو قاتلانہ حملے بھی ہوئے لیکن شاہ بال بال بچ گئے۔یہ حملے کمیونسٹ پارٹی (تودے پارٹی) نے کرائے۔لہٰذا شاہ نے کمیونسٹ پارٹی کو ممنوع قرار دے دیا۔روس نے صوبہ آذربائیجان کو ایران سے کاٹ دینے کی کوشش کی اور وہاں روس کی شہ پر بغاوت ہو گئی۔کئی سال تک صوبہ آذربائجان ایران سے منقطع رہا لیکن محمد رضا شاہ پہلوی حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے اور آخر کار صوبہ آذربائیجان پھر ایران کا جزو بن گیا۔

1947ء میں وزیراعظم ڈاکٹر مصدق نے شاہ کے خلاف بغاوت کی انہوں نے شاہ کو اختیارات سے قریب قریب محروم کر دیا اور ان کی زندگی اجیرن کر دی۔شاہ نے ڈاکٹر مصدق کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔بہر حال شاہ اور ڈاکٹر مصدق کئی سال تک ایک دوسرے کو اقتدار سے گرانے کی کوشش میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصروف رہے ڈاکٹر مصدق کا پلڑا بھاری تھا اور انہوں نے 1953 میں شاہ کو ملکہ ثریا کی معیت میں ملک سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا مگر شاہ اور اس وقت کی ملکہ ثریا صرف تین دن ملک سے باہر رہنے کے بعد دوبارہ تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے لئے تہران پہنچ گئے کیونکہ امریکہ کی خفیہ پولیس سی آئے اے نے فوج کی مدد سے ڈاکٹر مصدق کو گرفتار کر لیا۔شاہ کو دوبارہ برسر اقتدار لانے کی کوشش اس لئے کی گئی تھی کہ امریکہ یہ خدشہ محسوس کر رہا تھا کہ شاہ محمد رضا پہلوی کی عدم موجودگی میں ایران روس کا حلقہ بگوش بن جائے گا۔

اس واقعہ کے بعد ایک طرف شاہ ہمیشہ کے لئے امریکہ کے حامی بن گئے دوسری طرف امریکہ نے یہ تصور کر کے ایرانی فوج کو زیادہ سے زیادہ طاقتور بنانے کا بیڑا اٹھایا کہ یہ فوج کمیونسٹوں کی یلغار کو روکنے میں موثر ثابت ہوگی چنانچہ امریکہ گزشتہ بیس سال میں ایران کو بیس ارب ڈالر کا جدید ترین فوجی سامان دے چکا تھا۔

محمد رضا پہلوی نے 1961 میں فرح دیبا سے شادی کی اس سے پہلے انہوں نے ملکہ ثریا کو اس لئے طلاق دے دی تھی کہ وہ بانجھ تھیں ملکہ فرح ولی عہد شہزادہ رضا کی والدہ ہیں اس وقت ولی عہد کی عمر 18 سال تھی۔

شاہ محمد رضا پہلوی نے عورتوں کو مغربی ملکوں کی عورتوں کی سی آزادی دی انہوں نے صنعتوں کی آمدنی میں مزدوروں کو شریک کیا انہوں نے اصلاحات اراضی نافذ کیں مذہبی لیڈروں نے ان کے اس پروگرام کی سخت مخالفت کی اس مخالفت میں آیت اللہ خمینی کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔جس کی وجہ سے ایران میں فسادات شروع ہو گئے جن سے نجات پانے کے لئے شاہ نے آیت اللہ خمینی کو ملک بدر کر دیا۔

محمد رضا شاہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ایران کو ان کے عہد حکومت میں تیل سے بے تحاشا آمدنی حاصل ہوئی۔جس کی وجہ سے شاہ کا وقار بڑھ گیا۔شاہ نے خرچ کے لئے ہر طرح کے ہتھیار خریدے۔ملک میں بڑی بڑی صنعتیں قائم کیں روزگار کے مواقع پیدا کئے عوام کو طبی اور تعلیمی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ان کا پروگرام یہ تھا کہ ایران کو یورپی ملکوں کی سی ترقی دیں اور رہن سہن کے حالات بالکل بدل دیں انہیں اس معاملہ میں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی لیکن اسی کامیابی نے خود شاہ کا مزاج بگاڑ دیا ان کا طریق کار متکبرانہ ہو گیا۔ان میں تنقید برداشت کرنے کی تاب ہی باقی نہ رہی جس کے نتیجے میں ایک طرف مذہبی رہنما ان کے مخالف ہو گئے۔اور دوسری طرف سیاسی لیڈر ان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ان کی خفیہ پولیس ان تمام واقعات کی اطلاع شاہ کو دیتی رہی لیکن شاہ نے نرمی برتنے کی بجائے مخالفوں سے سخت سلوک کیا۔

1970ء میں شاہ نے بی بی سی کو انگریزی زبان میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا فوج مجھ پر جان نچھاور کرتی ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام مجھ پر پورا اعتماد کرتی ہے اگر میں نے بہت سے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں تو اس کا فائدہ بھی عوام کو حاصل ہو رہا ہے۔

آج سے کوئی ایک سال پیشتر ''کیہان'' میں آیت اللہ خمینی کے خلاف ایک زہر آلود خط شائع ہوا۔ عوام کا خیال یہ تھا کہ یہ خط حکومت نے خود شائع کرایا ہے جس کی وجہ سے شاہ کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے فوج اور پولیس نے مظاہرین پر فائرنگ کی لیکن عوام کا غم وغصہ بڑھتا چلا گیا جس کے نتیجہ پر شاہ کو ملک سے بھاگ جانا پڑا۔

ایران کی اسلامی انقلابی تحریک کے قائد آیت اللہ خمینی پندرہ برس کی طویل جلاوطنی کے بعد یکم فروری 79ء کو تہران کے ہوائی اڈے پر پہنچے انہوں نے ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ تین دن میں ایران کو باضابطہ طور پر اسلامی جمہوریہ قرار دے دیا جائے گا۔ انہوں نے بختیار حکومت کو تین کا دن کا الٹی میٹم دے دیا کہ اگر وہ تین دن میں اقتدار سے الگ نہ ہوئے تو عوام کی مرضی اور منشاء کے مطابق اسلامی انقلابی کونسل ملک کا نظم و نسق سنبھال لے گی۔

انہوں نے مسلح افواج کے جوانوں افسروں خصوصاً شاہ پسند جرنیلوں کو واشگاف الفاظ میں انتباہ کیا کہ وہ غیر ملکوں سے احکام لینے کا سلسلہ فی الفور بند کر دیں اگلے روز وزیر اعظم شاہ پور نے خمینی کا الٹی میٹم مسترد کر دیا اور خمینی کے نامزد کردہ نمائندوں کو حکومت میں شامل کرنے کی پیش کش کی لیکن خمینی نے شاہ پسندوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پیپلز آرمی قائم کر دی جس کے بعد خمینی کے حامیوں اور فوج میں مسلح جھڑپیں شروع ہوئیں۔ بالآخر 11 فروری کو آیت خمینی نے حکومت کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا جس کے بعد حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ایران میں نئی کابینہ کا اعلان کر دیا گیا۔

4 اپریل 1979ء

ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی

''7 مارچ 1975ء کے انتخابات کے بعد بھٹو کے اقتدار کا سورج غروب ہونا شروع ہو گیا۔ مسٹر بھٹو پاکستان کے لئے ایٹمی طاقت کے حصول کے لئے دیوانہ وار کوششیں کر رہے تھے۔ دوئم یہ کہ وہ اپنی ذہانت اور منصوبہ بندی سے اسلامی اور تیسری دنیا کے متعدد ملکوں کی پالیسیوں پر نہ صرف اثر انداز ہو رہے تھے بلکہ ان کی کوشش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ تیسری دنیا ایک قوت بن کر ابھرے اور روس اور امریکہ کے مقابلے میں اپنے مفادات کی حفاظت کر سکے۔ جو یقینی طور پر عالمی قبضے کے لئے امریکی خواب کی تعبیر کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی''

لاہور میں ایک ملاقات کے بعد ڈاکٹر ہنری کسنجر نے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے بھٹو سے کہا:

''مسٹر بھٹو ہم تمہیں ایک عبرتناک مثال بنا دیں گے اپنی اس بات کی مزید وضاحت کیلئے انہوں نے ایک اور مثال دی کہ ''مسٹر بھٹو جب سامنے سے ریل گاڑی آتی دکھائی دے تو عقلمند پٹڑی سے ہٹ جاتا ہے۔

چنانچہ انتخابات کے بعد جب اپوزیشن کی طرف سے سیاسی تحریک شروع ہوئی تو امریکہ نے اس کی دل کھول کر امداد کی۔ حکومت اور اپوزیشن کی جانب سے متعدد مرتبہ مذاکرات ہوئے۔ یہ مذاکرات جب بھی کامیابی سے ہمکنار ہوتے امریکہ کے مخصوص مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آلہ کار سیاست دان مذاکرات کو سبوتاژ کر دیتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 4 اور 5 جولائی 1977ء کی درمیانی شب جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء لگا کر ملک کی پہلی منتخب حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے امریکہ کے ایماء پر پیپلز پارٹی کا احتساب شروع کر دیا اور نواب محمد احمد خان کے قتل کے ایک پرانے مقدمے کو از سر نو زندہ کیا۔

ابتداء میں ایف ایس ایف کے تین افسران کے علاوہ دیگر افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ جس سے وزیر اعظم بھٹو کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا۔ آخر انہیں 3 ستمبر 1977ء کو گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس نے سحری کے وقت مسٹر بھٹو کی رہائش گاہ کو گھیرے میں لے لیا اور انہیں وارنٹ دکھا کر گرفتار کر لیا اور نا معلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے اس سے قبل بھٹو کا ٹیلی فون کنکشن کاٹ دیا گیا تھا۔

واقعہ اس طرح ہے کہ 10 اور 11 نومبر 1974ء کی رات ایف ایس ایف کی ایک پارٹی نے جو خود کار ہتھیاروں سے مسلح تھی احمد رضا قصوری کے والد نواب محمد احمد خان کو ہلاک کر دیا دراصل یہ حملہ احمد رضا قصوری پر کیا گیا تھا۔ جب وہ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے بعد اپنے والد اور والدہ کے ہمراہ کار میں سوار ہو کر واپس گھر جا رہے تھے۔ جب وہ گول چکر شادمان لاہور کے نزدیک پہنچے تو ان پر حملہ ہو گیا۔ اس حملہ میں احمد رضا قصوری بچ گئے لیکن ان کے والد شدید زخمی ہو گئے۔ انہیں یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال پہنچایا گیا لیکن وہ دم توڑ گئے۔

مارشل لاء کے نفاذ کے بعد 30 جولائی کو ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر جنرل اقبال ندیم کی عدالت میں مسٹر احمد رضا قصوری نے اپنے والد کے قتل کے الزام میں ذوالفقار علی بھٹو، مسعود محمود (سابق ڈائریکٹر جنرل ایف ایس ایف)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید احمد خان (سابق وزیر اعظم کے چیف سیکورٹی افسر) اور راؤ عبدالرشید (سابق آئی جی پولیس) کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر جنرل نے استغاثہ ابتدائی سماعت کے لئے مقامی مجسٹریٹ مسٹر لال محمد چوہان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے گواہوں کی فہرست اور دستاویزات کے ہمراہ اس مقدمہ کو سیشن سپرد کر دیا۔ ایڈیشنل سیشن جج لاہور شیخ مظفر حسین نے 30 جولائی 1977ء استغاثہ کی ابتدائی سماعت کی اور مستغیث احمد رضا قصوری اور ان کی والدہ بیگم نواب محمد احمد خان کا بیان قلمبند کیا۔ احمد رضا قصوری کی طرف سے مسٹر اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ اور راجہ افراسیاب ایڈووکیٹ پیش ہوئے اور استغاثہ کی طرف سے گواہوں کی جو فہرست پیش کی گئی۔ ان میں بیگم نواب محمد احمد خان، بیگم آغا مہدی خان، مولانا مفتی محمود، خان عبدالوالی خان، پروفیسر غفور احمد، نواب اکبر بگتی اور مولانا شاہ احمد نورانی کے نام شامل تھے۔

مسٹر بھٹو کی گرفتاری کئی لحاظ سے قابل غور تھی۔ پاکستان میں پہلا موقع تھا کہ سابق وزیر اعظم کسی مقدمے میں ملوث ہوئے تھے اور وہ بھی مارشل لاء کے تحت یہ بھی پہلا موقع تھا کہ ایک سابق حکمران کے خلاف اس قسم کے الزامات لگائے گئے۔ اس طرح مسٹر بھٹو پہلے باقاعدہ منتخب وزیر اعظم تھے جو نہ صرف قتل کے اس مقدمے میں مطلوب ہوئے بلکہ سزا کے مستحق بھی قرار دیئے گئے۔ (1)

عدالت نے مسٹر بھٹو کو موت کی سزا دی جس کے بعد اپریل 1978ء میں سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی جس میں 6 فروری 1979ء اکثریتی فیصلے کے مطابق بھٹو کی سزائے موت بحال رکھی گئی اس کے بعد نظر ثانی کی درخواست دائر کی گئی وہ بھی مسترد کر دی گئی۔

3 اپریل کی رات جیل حکام نے مسٹر بھٹو کو بتایا کہ آج علی الصبح انہیں پھانسی دے دی جائے گی بھٹو کو وصیت لکھنے کے لئے کاغذ اور قلم دیا گیا لیکن انہوں نے اپنی وصیت نہیں لکھی کیونکہ وہ اپنی وصیت جیل حکام کے حوالے نہیں کرنا چاہتے تھے رات انہوں نے شیو بنا کر غسل کیا پھر کھانا کھایا۔

چنانچہ اگلے روز 4 اپریل 1979ء کو پاکستان کے پہلے منتخب وزیر اعظم کو پھانسی دے دی گئی۔

(1) ہفت روزہ زندگی اپریل 1978

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18 جون 1979ء

معاہدہ سالٹ ٹو

امریکہ اور روس کے سربراہوں نے 18 جون 1979ء کو مہلک ہتھیاروں کو محدود کرنے کے دوسرے سمجھوتے (سالٹ 2) پر دستخط کئے اس سے قریباً دو گھنٹے قبل امریکہ کے صدر جمی کارٹر اور روس کے سربراہ مسٹر برزنیف نے امریکی سفارتخانے میں ڈیڑھ گھنٹے تک بات چیت کی اور وہ امریکہ کی موجودہ سربراہ کانفرنس کے دوران یہ دونوں لیڈروں کی واحد غیر سرکاری ملاقات تھی۔ اس ملاقات کے بعد روسی سفارتخانے میں دونوں ملکوں کے وفود کا مشترکہ اجلاس ہوا جو تقریباً آٹھ گھنٹے جاری رہا دونوں وفود کے درمیان ہتھیاروں کے کنٹرول کی بات چیت کافی آگے بڑھی مگر دوسرے مسائل پر اختلافات کم نہ ہو سکے مسٹر کارٹر نے روسی سربراہ کو خبردار کیا کہ وہ تعاون یا تصادم میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کریں۔ یہ دونوں ملکوں کے درمیان پہلا سمجھوتہ تھا جس میں ہتھیاروں کی تیاری منجمد کرنے کی بجائے ان کی تعداد کم کرنے پر آمادگی ظاہر کی گئی۔

اس سمجھوتے میں کہا گیا کہ دونوں طاقتیں ایٹمی ہتھیاروں کی تعداد 1981ء کے آخر تک دو ہزار دو سو پچاس تک محدود کر دیں گے۔ اس سے قبل دونوں کو دو ہزار چار سو ایٹمی ہتھیار رکھنے کی اجازت تھی۔ سمجھوتے پر دستخط کرنے کی تاریخی تقریب آسٹریا کے تاریخی شاہی محل کے بال روم میں ہوئی اور اس پر امریکہ کے صدر کارٹر اور روس کے سربراہ مسٹر برزنیف نے دستخط کئے جن کے بعد دونوں لیڈر بغلگیر ہوئے اور ایک دوسرے کے گال پر بوسہ دیا۔ اس موقع پر دونوں ملکوں کے وفدوں کے ارکان اور سینکڑوں اخباری نمائندے بھی موجود تھے۔

دونوں لیڈروں نے اس سمجھوتے کو اسلحہ کی دوڑ ختم کرنے اور مکمل تخفیف اسلحہ کی طرف ایک اہم قدم قرار دیا۔ مہلک ہتھیاروں کو محدود کرنے کا نیا سمجھوتہ دونوں سربراہوں کی چار روزہ بات چیت کے بعد طے پایا۔ اس بات چیت میں دوسرے عالمی مسائل، مشرق وسطی، افریقہ اور ہند چین کی صورت حال پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ سمجھوتے پر دستخطوں کے بعد مسٹر برزنیف نے کہا کہ سمجھوتہ دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر بنانے اور دنیا بھر کی فضا کو خوشگوار بنانے کی طرف ایک اہم قدم ہے انہوں نے کہا کہ اس سمجھوتے پر دستخط کر کے ہم انسان کے مقدس ترین حق یعنی زندہ رہنے کے حق کا تحفظ کر رہے ہیں۔ مبصروں کے مطابق مسٹر برزنیف نے اس سمجھوتے کو اپنی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد قرار دیا بعد میں دونوں رہنما اپنے اپنے ملک روانہ ہو گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بی بی سی کے مطابق تحدید اسلحہ معاہدے پر دستخط کرتے ہوئے امریکی صدر مسٹر جمی کارٹر نے کہا کہ جوہری اسلحے کے پھیلاؤ کو روکنے کی سمت یہ پہلا قدم ہے انہوں نے کہا میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس طرح ہم نے انسانیت کو ایٹمی اسلحے کی تباہ کاریوں سے محفوظ کر لیا ہے تاہم اس سلسلے میں دونوں بڑی طاقتوں نے جو پیش رفت کی ہے وہ اطمینان بخش ہے دونوں ملک ایک دوسرے کے نقطہ نظر اور ضروریات کو سمجھنے لگے ہیں اور وہ جمود جو کافی عرصے سے چلا آ رہا تھا آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا میں امریکہ کی سلامتی کا ذمہ دار ہوں اور کوئی ایسا اقدام نہیں کروں گا جو امریکی مفادات کے خلاف ہو۔ روس کے صدر مسٹر برزنیف نے بھی نئے سمجھوتے کا خیر مقدم کیا انہوں نے کہا امریکہ اور روس کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال سے اجتناب کریں۔ انہوں نے کہا امریکہ اور روس نے مل کر جوہری جنگ کو روکنے کی ذمہ داری قبول کی ہے انہوں نے توقع ظاہر کی کہ سمجھوتے پر دستخط ہونے کے بعد دونوں بڑی طاقتوں کے تعلقات کے نئے باب کا آغاز ہو گیا۔ انہوں نے کہا ایٹمی اسلحے کو محدود کرنے کے سلسلے میں یہ سمجھوتہ کرنے میں مزید کئی سال لگیں گے اور ہم بتدریج ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوششیں جاری رکھیں گے۔

معاہدے پر دستخط کے بعد جو 1985ء تک نافذ رہے گا امریکی صدر کارٹر نے اسے امن کی فتح قرار دیا اور کہا اگر چہ اس معاہدے سے فوجی طاقت بڑھانے اور ایک دوسرے کے خلاف تیار کرنے کی ضرورت کا احساس ختم نہیں ہوگا تاہم اس سے نئی اہم پابندیاں ضرور لگائی جائیں گی۔ صدر کارٹر نے کہا ہر شخص کو زندہ رہنے کا مقدس حق حاصل ہے اور اس معاہدے پر دستخط کر کے ہم اس حق کا تحفظ کر رہے ہیں۔

15 جولائی 1979ء

سکائی لیب دنیا کے لئے خطرہ بن گئی

امریکہ کے خلائی تحقیقاتی ادارے "ناسا" نے مئی 1973ء میں اپالو 17 کے بعد ایک خلائی تجربہ گاہ "سکائی لیب" خلاء میں بھیجی۔ 85 ٹن وزنی اس تجربہ گاہ کی شکل ہالینڈ کی ہوا چکیوں جیسی تھی۔ اس کی لمبائی 36 میٹر (118 فٹ) اور اس میں 12، 18 فٹ کے پانچ کمرے تھے۔ جن کی اونچائی 9 فٹ تھی۔ تین خوابگاہیں' ایک باورچی خانہ ایک غسل خانہ تھا۔ جن میں شاور تھا اور مختلف تجربات کرنے کے لئے ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ اس خلائی تجربہ گاہ میں ایک وقت میں تین آدمی رہ چکے تھے اور خلا بازوں کا آخری گروپ 1974ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس سکائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیب میں خلاء بازوں کی ضرورت کا تمام سامان موجود تھا یہ ایک قسم کا خلائی سٹیشن تھا جس کا مقصد یہاں رہ کر خلاء اور بعید خلاء کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا اور زمین کے موسمیائی حالات' زراعت' سمندری رووٗں' درجہ حرارت' مچھلیوں کی مختلف نسلوں اور کرہ ارض کے نیچے چھپے ہوئے مختلف معدنی وقدرتی ذخائر کا کھوج لگانا تھا۔

اس خلائی تجربہ گاہ کا زمین سے رابطہ رکھنے اور خلاء بازوں کو لانے لے جانے کے لئے خلائی شٹل استعمال کئے گئے تھے۔ ناسا نے خلائی تجربہ گاہیں قائم کرنے کا منصوبہ کئی مقاصد کے تحت تیار کیا تھا۔ اس سے پہلے خلاء اور بالائی فضا کے بارے میں تمام مشاہدات وتجربات زمین ہی سے کئے جاتے تھے۔ لیکن ایسی تجربہ گاہ میں رہ کر جو خلاء میں زمین سے ڈھائی تین سو میل کی دوری پر واقع ہو۔ سیاروں اور خلاء کے بارے میں زیادہ بہتر اور مفید مشاہدات کئے جاسکتے تھے۔ چنانچہ اس خلائی تجربہ گاہ میں ایک ایسی دوربین بھی نصب تھی جس کی مدد سے آفتاب اور دوسرے فلکی اجرام کا مطالعہ کیا گیا۔

دیوپیکر سکائی لیب انسان کے لئے جو مصائب لے کر خلاء سے نیچے آرہا تھا ساری دنیا کی توجہ اس پر مرکوز تھی اور پاکستان بھی ان کثیر تعداد ممالک میں شامل تھا کہ جنہوں نے اس خلائی تجربہ گاہ سے فوائد حاصل کئے۔ ان میں ماہی گیری کے خطوں کی نشاندہی' موسمی پیشین گوئیاں اور ارضیاتی سروے شامل تھے۔ اس کے علاوہ سکائی لیب نے ملک میں تانبے کے زبردست ذخائر کا کھوج لگانے یں پاکستانی ماہرین کی مدد کی تھی۔

سکائی لیب کو سارا مشن ابتداء میں ٹھیک رہا' ''ناسا'' کے سائنسدانوں کا یہ پروگرام تھا کہ اسکائی لیب کو جتنا ہوسکے سورج کی تمازت اور تپتی شعاؤں سے بچایا جائے۔ چنانچہ ابتدائی پروگرام کے مطابق اس کا مدار 283 میل سے کچھ زیادہ ہونا تھا لیکن جب اسے خلاء میں بھیجا گیا تو یہ مطلوبہ مدار تک نہ پہنچ سکی۔

سکائی لیب کو پہلا حادثہ اس وقت پیش آیا جب اس کی حفاظت کرنے والی چھ ہزار پونڈ وزنی تختیاں فروری 1975ء میں بحیرہ کیریلین میں ٹوٹ کر گر پڑیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اسکائی لیب کو اپنے مدار پر برقرار رکھنے کے لئے اس کے راکٹ چلائے گئے تاکہ یہ 75 میل کے فاصلے سے زیادہ نیچے نہ اتر سکے۔ ناسا کے سائنسدانوں نے اس دوران سورج کی سطح پر واقع ہونے والے ہیجانی شعلوں اور ان کی تمازت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ خاص طور پر 1978ء اور 1979ء کے ابتدائی زمانے میں سورج کی سطح پر آتشی بگولوں کے شدید اثرات کی وجہ سے زمینی فضا اور اطراف کے حصے معمول سے زیادہ گرم اور غیر متوازن ہوگئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلائی تجربہ گاہ کا بیرونی ڈھانچہ بری طرح متاثر ہوا اور اس کے نتیجے میں خلائی تجربہ گاہ کا زمین سے فاصلہ کم ہونے لگا۔ اس وقت وہ زمین سے 150 میل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بلندی پر تھی اور زمین کے گرد گردش کرتے ہوئے ہر چکر میں اس کا فاصلہ 300 فٹ کم ہو رہا تھا اس طرح یہ ہر 89.5 منٹ میں زمین کے گرد ایک چکر لگا رہی تھی اور ہر لمحے زمین کے قریب آتی جا رہی تھی۔

سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ جب اسکائی لیب 75 میل کے فاصلے پر رہ جائے گی تو اس کے سینکڑوں ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جن کی تعداد چار سو اور پانچ سو کے قریب ہوگی اور جن میں سے بعض کا وزن دو ٹن کے برابر ہوگا۔ اسکائی لیب کے ٹکڑے سو میل چوڑے اور چار ہزار میل لمبے علاقے میں گرنے کا امکان تھا۔

خلائی دور کی بائیس سالہ تاریخ میں سب سے زیادہ خوفناک اور سنگین حادثہ ہو سکتا تھا اور اس سے نمٹنے کے لئے ساری دنیا کی حکومتیں اپنے طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کر رہی تھیں۔ سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ اس بات کا 75 فیصد امکان موجود ہے کہ یہ زمین کے بجائے سمندر میں گرے گی لیکن اس سلسلے میں یقین کے سات کچھ نہیں کہا جا سکتا اگر اس بات کا خطرہ پیدا ہوا کہ اسکائی لیب کہیں دنیا کے گنجان آباد علاقے یا کسی بڑے شہر میں گر رہی ہے تو اس کے گرنے کے وقت میں چار گھنٹے کی تاخیر کر دی جائے گی تاکہ یہ نسبتاً کم آباد علاقے پر گرے تاکہ زیادہ نقصانات نہ ہوں۔

امریکہ کی خلائی تجربہ گاہ اسکائی لیب کے ٹکڑوں کے پاکستان کے کسی شہر پر گرنے کی ممکنہ صورت کے پیش نظر حکومت نے ضروری احتیاطی تدابیر اور اقدامات کرنے کے لئے شہری دفاع کی تنظیموں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو چوکس کر دیا تھا کراچی، حیدر آباد، کوئٹہ، ملتان، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد اور پشاور وہ شہر تھے جو اسکائی لیب کے راستے میں پڑتے تھے اور اوسطاً سکائی لیب روزانہ چار منٹ تک پاکستان کے اوپر سے گزرتی تھی۔ گیارہ یا بارہ جولائی کو اس کے زمین پر گرنے کا امکان تھا اور یہ چار میل یومیہ کی رفتار سے نیچے گر رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ نیچے گر رہی تھی اس کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔

ناسا ہیڈ کوارٹر نے 10 جولائی کو مدار پر سکائی لیب کی رفتار کم کرنے کے لئے اسے سگنل دیا۔ جس کے نتیجے میں ڈگمگا کر چلنے لگا۔ اس کے مدار پر چکر لگانے کی رفتار کم ہو گئی۔ اس کے بعد اسے ایک اور سگنل دیا گیا۔ جس پر اس نے اپنا راستہ بدل دیا۔ دنیا کے سب سے بڑے خلائی جہاز کو آدھ گھنٹہ دیر سے زمین کی فضاء میں داخل کرنے کی یہ آخری کوشش تھی۔

آخر کار پانچ روز کی خوف و ہراس اور سنسنی خیز فضا میں 15 جولائی 1979ء کو سکائی لیب پاش پاش ہو کر جنوبی بحر ہند میں گر گیا اور اس سے کوئی جانی و مالی نقصان نہیں ہوا۔ سکائی لیب کو 9 بج کر تیس منٹ پر زمین کی فضا میں داخل ہونے کے بعد آگ لگ گئی اور ٹوٹنا شروع ہو گیا۔ اسکائی لیب کا سب سے بڑا ٹکڑا جس کا وزن 5 ہزار پونڈ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ تھا آسٹریلیا کے قریب سمندر میں گرا۔

(روزنامہ مشرق 18 جولائی 1979ء)

21 نومبر 1979

خانہ کعبہ پر مرتدین نے قبضہ کرلیا

خودکار اور جدید اسلحہ سے مسلح تقریباً دوسو افراد نے 21 نومبر 1979ء کی صبح فجر کے وقت خانہ کعبہ پر زبردستی قبضہ کر کے تقریباً 500 حجاج کو یرغمال بنالیا۔ مسلح افراد میں سے ایک نوجوان نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر کے لوگوں کو مجبور کیا کہ اس کی بیعت کی جائے اور اس کی امامت میں نماز ادا کی جائے قبضہ کے وقت خانہ کعبہ میں 15 ہزار زائرین موجود تھے۔

تربیت یافتہ اور منظم مسلح افراد مسجد الحرام کے میناروں اور دیواروں پر اور احاطہ میں مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے۔ قبضہ ختم کرنے کے لئے شہزادہ عبداللہ کی کمان میں نیشنل گارڈ حرکت میں آ گئی قبضہ کے وقت امام کعبہ اندر موجود تھے۔ مسلح افراد نے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں کے سب سے مقدس مقام کے اردگرد بکتر بند فوجی دستے گشت کر رہے تھے ان دستوں نے موقع ملتے ہی اپریشن کر کے ایک ڈرامائی اور خونی جھڑپ کے بعد خانہ کعبہ کو آزاد کرالیا۔ قبضہ کرنے والے گروہ کے کچھ افراد مارے گئے باقی کو گرفتار کرلیا گیا سعودی حکام نے انہیں مذہبی منکرین کا نام دے دیا اور ان کا تعلق ایران کے شیعہ طبقے سے بتایا گیا تھا تاہم آیت اللہ خمینی نے اس واقعے کو اسرائیل امریکہ سازش قرار دیا واقع کے بعد تحقیقات کرنے پر ابتدائی دعوے غلط ثابت ہوئے کیوں کہ ان میں سے کوئی بھی ایرانی نہیں تھا ان کا خودساختہ امام مہدی ایک سعودی باشندہ تھا جس کا نام بن سیف تھا اور وہ ایک ملٹری کمانڈر تھا وہ انتہا پسند گروہ کی کمانڈ کر رہا تھا اس کے علاوہ گرفتار ہونے والے 63 افراد میں سے 41 سعودی 10 مصری 6 جنوبی یمنی 3 کویتی اور تین یمن سوڈان اور عراق سے تعلق رکھتے تھے۔ سعودی حکومت کے مطابق 700 سے زائد افرد نے اس بغاوت میں حصہ لیا 117 باغی مارے گئے اور 143 گرفتار ہوئے سرکاری جانی نقصان میں 127 مارے گئے اور 451 زخمی ہوئے۔ یہ کوئی معمولی بغاوت نہیں تھی یہ سعودی عرب کی حکومت کے خلاف بغاوت تھی گرفتار باغیوں پر مقدمہ چلایا گیا مقدمہ کی سماعت اسلامی قوانین کے مطابق کی گئی عدالت نے انہیں مجرم قرار دے کر سر قلم کرنے کا حکم دیا چنانچہ بیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ شریف کے تقدس کو پامال کرنے اور اس پر قبضہ کرنے والے 63 مرتدین کے سر 9 جنوری 1980 کو قلم کر دیئے گئے۔

20 جنوری 1981ء

ایران نے امریکی یرغمالیوں کو رہا کر دیا

ایران نے تمام امریکی یرغمالیوں کو رہا کر دیا ان کی رہائی تقریباً ساڑھے چودہ ماہ کے عرصے کے بعد میں عمل میں آئی۔ رہائی کے بعد یرغمالیوں کو دو بوئنگ طیاروں کے ذریعے الجزائر کے راستے مغربی جرمنی پہنچایا گیا۔ پہلا طیارہ 20 جنوری کو رات پونے نو بجے تہران سے روانہ ہوا جب کہ دوسرے طیارے نے 9 بج کر پانچ منٹ پر تہران کے ہوائی اڈے سے پرواز کی۔ 52 یرغمالیوں کی رہائی حکومت الجزائر کی اس اطلاع کے بعد عمل میں لائی گئی کہ الجزائر نے بنک آف انگلینڈ کی معرفت ایران کے منجمد اثاثے اپنی طویل میں لے لئے ہیں۔ الجزائر کے ایک ڈاکٹر کے مطابق یرغمالیوں کی صحت معمول کے مطابق اچھی تھی۔ ایران کی پولیس کے مطابق یرغمالیوں کو لے جانے والے طیاروں کی حفاظت کے لئے ایرانی فضائیہ کے لئے فینٹم طیارے فضائی سرحد تک ان کے ساتھ رہے۔ تہران کے ہوائی اڈے پر ایرانی وزیر مسٹر بہزاد نبوی اور سوئٹزرلینڈ کے سفیر نے یرغمالیوں کو الوداع کیا سابق صدر کارٹر نے صدر مسٹر ریگن کی یہ دعوت قبول کر لی کہ امریکہ پہنچنے پر وہ یرغمالیوں کا استقبال کریں۔

19 اور 20 جنوری 1981ء کی درمیانی شب جو بطور صدر مسٹر جمی کارٹر کی آخری رات تھی بڑی اذیت ناک ثابت ہوئی صدر کارٹر ساری رات جاگتے رہے اور ایران کے تازہ اٹھائے گئے سوالات کا جواب دیتے اور معاملہ سلجھاتے رہے حتی کہ صبح سویرے تین بجے انہوں نے اس آخری دستاویز پر دستخط کئے جس کے ذریعے ایران کے تمام مطالبات کو تسلیم کر لیا گیا۔ امریکی وزیر خزانہ نے صدر کے ان دستخطوں کے بعد صرف چند منٹ میں امریکہ کے فیڈرل بینک سے منجمد اثاثے بنک آف انگلینڈ کو منتقل کرنے کا حکم دیا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد بنک آف انگلینڈ نے الجزائر کے مرکزی بنک کے کھولے گئے نئے کھاتے میں رقم منتقل کر دی۔ اس کی اطلاع الجزائر کو کر دی گئی الجزائر نے یہ اطلاع ایران کو دی اور کہا کہ اب یرغمالی رہا کر دیئے جائیں۔ اس کارروائی میں جو مشین کی طرح ہوئی پوری رات گزر گئی اور صدر کارٹر نے اپنی صدارت کی آخری رات آنکھوں میں بسر کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران میں امریکی یرغمالیوں کی رہائی کے لئے ایران نے شروع ہی سے یہ موقف اختیار کر رکھا تھا کہ یرغمالیوں کی رہائی اسی صورت ممکن ہے جب امریکہ ایران کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا اعتراف کرے اور اپنے اس رویے کی معافی مانگے اور یہ ایران کے وہ اثاثے جو امریکہ میں منجمد کر دیئے گئے ہیں۔ انہیں واگزار کر دیا جائے۔ بعدازاں ان شرائط کے ساتھ ساتھ ایرانی حکومت نے یہ مطالبہ بھی شروع کر دیا تھا کہ مرحوم شاہ ایران کو ایران کی انقلابی حکومت کے حوالے کیا جائے۔ لیکن مرحوم شاہ ایران کی اچانک وفات کی وجہ سے مطالبے نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا اور اب ایرانی حکومت نے یہ مطالبہ کرنا شروع کر دیا کہ مرحوم شاہ کی دولت جو مغربی ممالک کے بنکوں میں رکھی گئی تھی ایران کو واپس کر دی جائے کیونکہ یہ دولت درحقیقت ایرانی قومی دولت ہے۔

یرغمالیوں کے مسئلے کے دوران امریکہ کے ساتھ ایران کے روابط کے سلسلے میں جو بحران پیدا ہو رہا تھا اس میں ایرانی صدر مسٹر ابوالحسن بنی صدر نے ایک محتاط رویہ رکھنے کی ضرورت پر زور دیا تھا اور وہ اس بات کے حامی نہیں تھے کہ یرغمالیوں کے مسئلے میں کسی انتہاپسندی کا ثبوت دیا جائے لیکن یرغمالیوں کو رہا کرانے کی امریکی فوجی کوشش کی ناکامی کے بعد ایران کی انقلابی حکومت اور امریکی سفارت خانے پر قابض طلبا کے رویے میں مزید سختی پیدا ہو گئی اور اس بات کا برملا اعلان کر دیا گیا کہ مزید کسی ایسی ہی کوشش کے نتیجے میں یرغمالیوں کو ختم کر دیا جائے گا۔

امریکہ کے صدارتی انتخابات کے دوران یرغمالیوں کی رہائی کے مسئلے کو انتخابی مہم کے ایک پوائنٹ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ سابق صدر کارٹر اور صدارتی امیدوار سینیٹر ایڈورڈ کینیڈی نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ یرغمالیوں کی رہائی کے لئے وہ خود ایران جانے کے متمنی ہیں۔ تاہم ایرانی حکومت کی طرف سے اس پر کوئی خاص ردعمل ظاہر نہ کیا گیا صدر رونالڈ ریگن کے مقابلے میں جمی کارٹر کی ناکامی کی اگرچہ کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں تاہم سیاسی مبصرین کے نزدیک ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ عالمی سطح پر امریکہ کے اس فوجی تشخص کو برقرار رکھنے میں ناکام رہے جو صرف امریکہ جیسی سوپر پاور کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی چیز کو رونالڈ ریگن نے اپنے حق میں استعمال کیا اور انہوں نے یہی انتخابی نعرہ لگایا کہ وہ امریکہ کو فوجی لحاظ سے طاقت ور بنا دیں گے تاکہ کوئی بھی ملک اس کے ساتھ الجھنے کا خیال نہ کرے۔

یرغمالیوں کی رہائی کے سلسلے میں امریکی موقف یہی رہا کہ بغیر کسی سودے بازی کے گفت وشنید کے ذریعے یہ مسئلہ حل کیا جائے۔ امریکہ کے ناکام فوجی مشن کے بعد سے صدر کارٹر کا رویہ بہت زیادہ میانہ روی کا حامل تھا جمی کارٹر کی یہی کوشش رہی کہ ان کے اقتدار سے علیحدگی سے قبل ہی یہ مسئلہ طے کر لیا جائے اور یوں وہ اپنی اس پالیسی کو بار آور قرار دے سکیں جو یرغمالیوں کے مسئلے کے دوران روا رکھی گئی اور جسے ان مخالفوں نے کارٹر کی سست روی سے تعبیر کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا لیکن امریکہ کی یہ کوشش ناکام رہی کہ یرغمالیوں کے سلسلے میں کوئی سودے بازی نہیں کی جائے گی بالآخر کارٹر انتظامیہ کو ایران کا یہ مطالبہ تسلیم کرتے ہی بنی کہ منجمد ایرانی اثاثے واگزار کئے جائیں۔

کارٹر دور حکومت کے آخری مہینوں میں یرغمالیوں کی رہائی کے لئے کارروائیاں تیز کر دی گئیں اور اس بات کے واضح شواہد تھے کہ رہائی کا سہرا اپنے سر باندھنے کے لئے جمی کارٹر کسی بھی معقول حد تک ایرانی مطالبات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور یہی کچھ ہوا الجزائر کے توسط سے رہائی کے لئے جو بات چیت شروع کی گئی تھی اس میں موضوع اختلاف یہ چیز نہ تھی کہ ایرانی اثاثے واگزار نہیں کئے جائیں بلکہ حل طلب مسئلہ یہ تھا کہ ایرانی مطالبے اور امریکی پیش کش کے توازن کی کوئی راہ نکالی جائے۔ چنانچہ GIVE AND TAKE کے مصداق دونوں ممالک کے درمیان ایک سمجھوتہ طے پایہ گیا۔

امریکی اس سمجھوتے کے تحت 8 ارب ڈالر اور 15 لاکھ اونس سونا جس کی مالیت ایک ارب ڈالر کے قریب تھی، الجزائر کے مرکزی بنک میں جمع کر دے گا۔ 8 ارب ڈالر کی رقم اس 9 ارب ڈالر کی رقم کا ایک حصہ تھا جو امریکہ نے اپنے بنکوں میں منجمد کر دی تھی جب کہ ایک ارب ڈالر کی رقم پر امریکی افراد یا اداروں نے عدالتوں میں دعوے دائر کر رکھے تھے۔ ایران نے چار ارب ڈالر کا وہ دعویٰ واپس لے لیا جو اس نے ایرانی اثاثوں کے بارے میں کیا تھا۔ اس کے ساتھ سابق شاہ اور اس رشتے داروں کے اثاثوں کے بارے میں ایران نے دس ارب ڈالر کا جو دعویٰ کیا تھا وہ واپس نے لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایران اس بات پر بھی متفق ہو گیا کہ امریکی صدر ایک صدارتی حکم نامہ جاری کر کے تمام امریکیوں سے یہ کہیں گے کہ پہلوی خاندان سے متعلق کسی قسم کا اثاثہ کسی کے پاس ہو یا خریدا گیا ہو یا اس نے قرق کرایا ہو اس وقت تک ٹھکانے نہیں لگائے گا جب تک ایران اثاثوں کے بارے میں قانونی لڑائی نہیں جیت لیتا۔

سفارتی حلقوں کے مطابق ایران نے یہ یقین بھی دلایا کہ جس وقت الجزائر نے اسے یہ اطلاع کر دی کہ 8 ارب ڈالر اور 15 لاکھ اونس سونا الجزائر کے فوجی بنک میں جمع کرا دیا گیا ہے۔ یرغمالیوں کو ہوائی جہاز پر سوار کر دیا جائے گا۔ مبصرین نے اس بات کی قیاس آرائی بھی کی کہ ایران کی حکومت کو جمی کارٹر کے ساتھ سمجھوتہ کر لینے کی خواہش تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ریگن کے ساتھ بعد میں نئے سرے سے بات چیت شروع کرنی پڑے اور اس امر کا خدشہ موجود نہ رہے کہ صدر ریگن سخت پالیسی اختیار کریں گے اور ایران کو اس وقت جو کچھ مل رہا ہے وہ اس سے محروم ہو جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک معزول شاہ کے اثاثوں کا تعلق تھا مشرق وسطی کے بارے میں ایک جریدے ''مڈل ایسٹ'' نے اپنی ایک اشاعت میں ایرانی حکومت کے قریبی ذرائع کے حوالے سے یہ اطلاع دی تھی کہ امریکہ میں معزول شاہ کے کچھ اثاثوں کا سراغ لگایا گیا ہے۔اس کی مالیت سات ارب بیس کروڑ ڈالر کے لگ بھگ ہے۔ان اثاثوں کے بارے میں یہ بتایا جاتا تھا کہ معزول شاہ نے اپنی حکومت کے آخری دور میں اربوں ڈالر بیرون تک منتقل کر دیئے تھے۔اس مقصد کے لئے ایک کارپوریشن اور ایک تعمیراتی کمپنی کو بھی استعمال کیا گیا جس کے بیشتر حصص معزول شاہ کے خزانچی محمد بے بہانیاں کے پاس تھے۔متذکرہ تعمیراتی کمپنی نے ڈیڑھ کروڑ ڈالر کی رقم ایک امریکی اور سوئٹزرلینڈ کے ایک بنک کو منتقل کر دی۔جبکہ مزید رقم سے لاس اینجلز اور دیگر شہروں میں املاک خریدی گئیں۔

سفارتی یرغمالیوں کی رہائی کے سلسلے میں سیاسی مبصرین کے علاوہ ذرائع ابلاغ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے رہے۔17 جنوری کو روسی ذرائع ابلاغ نے ان افواہوں کو نمایاں جگہ دی کہ امریکہ ایران پر فوجی حملہ کرنے والا ہے۔یہ اطلاعات ماسکو ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے نشر کی گئیں ان میں اس بات کا ذکر موجود نہیں تھا۔کہ امریکی یرغمالیوں کی رہائی کے بارے میں مذاکرات اس وقت کس قدر نازک پوزیشن میں تھے۔

پراودانے نے اپنے تبصرے میں کہا کہ امریکہ مذاکرات تو ایران کو اندھیرے میں رکھنے کے لئے کر رہا ہے۔ورنہ وہ ایران پر حملہ کرنے والا ہے اور یہ حملہ کسی وقت بھی ہو سکتا ہے۔پرواڈا نے اپنے اس تبصرے میں یہ دھمکی پھر دہرائی کہ روس ایران کے اندرونی معاملات میں غیر ملکی مداخلت کی اجازت نہیں دے گا۔اس پروپیگنڈے کے جواب میں امریکی حکومت نے سخت احتجاج کیا۔اور اسی روز امریکی وزیر خارجہ ایڈمنڈسکی نے روسی سفیر کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے سخت الفاظ میں انہیں متنبہ کیا کہ ذرائع ابلاغ کی یہ مہم بند کر دی جائے بصورت دیگر اس کے سنگین نتائج ہو سکتے ہیں انہوں نے کہا کہ مذاکرات کے نازک مرحلے میں اس پروپیگنڈے کا مقصد بات چیت کو سبوتاژ کرنا ہے۔

17 جنوری کو یہ صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ کسی وقت بھی یرغمالی رہا کئے جا سکتے تھے لیکن یہ توقعات اس وقت ختم ہو گئیں جب ایرانی وزیر اعظم محمد علی رجائی کی غیر ملکی سفارت کاروں سے ہونے والی ملاقات آخری لمحات میں بغیر کسی وضاحت کے منسوخ کر دی گئی توقع کی جا رہی تھی کہ اس ملاقات میں وزیر اعظم کی طرف سے اہم اعلان کیا جائے گا الجزائر سمیت بہت سے ملکوں کے سفیر جائے مقررہ پر پہنچ چکے تھے۔اسی روز الجزائر کا ایک طیارہ چھ ڈاکٹروں کو لے کر تہران پہنچا مگر یرغمالیوں کے معائنہ کی اجازت نہ دی گئی تہران کا مہر آباد کا ہوائی اڈہ 18 جنوری کی صبح تک بین الاقوامی پروازوں کے لئے بند کر دیا گیا تھا اسی روز ایران نے امریکہ سے پھر مطالبہ کیا کہ ایران وہ تمام اثاثے جن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں کوئی تنازعہ نہیں ہے الجزائر کو منتقل کر دیئے جائیں یرغمالیوں کے امور کے وزیر مسٹر بہزاد بنوی رہائی سے قبل مزید اثاثوں کی منتقلی کے منتظر تھے قبل ازیں 15 جنوری کو وزیر اعظم رجائی اور مسٹر بہزاد نبوی نے امام خمینی سے ملاقات کی اور یرغمالیوں کی رہائی کے لئے ان کی اجازت چاہی کارٹر انتظامیہ نے یرغمالیوں کی رہائی کے لئے 16 جنوری حتمی تاریخ مقرر کر دی تھی لیکن کارٹر انتظامیہ نے اس مدت پر اصرار نہیں کیا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مسٹر ریگن کا رٹر انتظامیہ کے فیصلے کا احترام کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ 15 جنوری کو مسٹر رجائی اور نبوی کی آیت اللہ خمینی کے ساتھ ملاقات خاص اہمیت کی حامل تھی کیونکہ تمام بڑے مسائل پر آیت اللہ خمینی کی منظوری حاصل کی جاتی تھی۔

19 جنوری کو برطانوی اخبارات نے یرغمالیوں کے مسئلے کو نمایاں طور پر شائع کیا اور اس امید کا اظہار کیا کہ اس بارے میں تصفیہ بہت جلد ہو جانے کی توقع ہے اخبار ''ڈیلی مرر'' نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ یرغمالیوں کے مسئلے پر مغربی ممالک کو جس ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ہے اسے یاد رکھا جانا چاہئے کیونکہ ایران نے ایک تو دہشت گردی کا اقدام کیا پھر اس سے صاف بچ کر نکل گیا ''ڈیلی ٹیلیگراف'' نے لکھا کہ یرغمالیوں کی رہائی کے بعد یہ بات فراموش نہیں کر دینی چاہئے کہ اس سے بہت سے سنجیدہ سوالات پیدا ہوئے ہیں۔ روزنامے کے خیال میں دیگر ممالک بھی اس سے زیادہ شدید اقدامات کریں گے اور اس وقت مغربی دنیا کے ممالک کو آپس میں صلاح مشورہ کرنا چاہئے کہ مستقبل میں ایسی ہی کسی صورتحال سے کس طرح عہدہ برا ہوا جائے گا اسی روز ذرائع ابلاغ سے یہ خبر دی گئی کہ امریکی وزیر وارن کرسٹوفر اور الجزائر کے نمائندہ ایک مشترکہ بیان جاری کریں گے اسی روز تہران سے یرغمالیوں کے امور کے وزیر بہزاد نبوی نے بتایا کہ امریکہ اور ایران کے درمیان معاہدہ طے پا گیا ہے۔ اس طرح تاریخ کے سب سے بڑے مالی لین دین میں ایران کو امریکہ میں اپنے منجمد اثاثوں کا ایک چوتھائی حصہ واپس مل گیا۔ سابق کارٹر انتظامیہ کے حکام نے بتایا کہ تین زبانوں میں 93 گھنٹے تک مذاکرات ہوئے اور امریکہ نے ایران کے لئے سات ارب اٹھانوے کروڑ ڈالر بنک آف انگلینڈ میں جمع کرا دیئے۔ مگر شرائط کے تحت امریکہ اور غیر ملکی بنکوں کے سلسلے میں ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد ایران کو دو ارب 88 لاکھ ڈالر مل گئے جو کہ بارہ ارب ڈالر کے منجمد اثاثوں کا قریباً چوتھائی حصہ ہیں۔ امریکی تاجروں بنکوں اور دوسرے لوگوں نے ایران کیخلاف قریباً تین ہزار دعوے دائر کئے تھے۔ جن کا فیصلہ ایک بین الاقوامی ٹریبونل کے ذریعے ہوگا گزشتہ ہفتے ایرانیوں نے اچانک ذہن بدل لیا اور منجمد اثاثوں کو بنکوں کے قرضے ادا کرنے میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا اس تجویز پر دن رات مذاکرات ہوئے اور اس دوران تیکنیکی نوعیت کی رکاوٹیں بھی پڑیں تاہم کل سٹینڈرڈ وقت کے مطابق ساڑھے سات بجے یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ایران نے آخری وقت پر ایسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستاویزات پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا جن کا مقصد اسے مزید مالی دعوے کرنے سے روکنا تھا تاہم بعد میں اسے اس کی بھی اجازت دے دی گئی تھی۔

امریکہ کے سابق وزیر خارجہ مسٹر سائرس وانس نے جنہوں نے یرغمالیوں کی رہائی کے سلسلے میں امریکہ کی ناکام فوجی کارروائی پر احتجاجاً استعفیٰ دے دیا تھا۔ بسوں میں سوار ہونے کے سلسلے میں مسٹر دانس خود بھی یرغمالیوں کے ساتھ ایک بس میں سوار ہوئے قبل ازیں یرغمالیوں کا طیارہ جونہی الجزائر پہنچا امریکہ کے نائب وزیر خارجہ دارن کرسٹوفر نے انہیں رہائی پر مبارک باد دی۔

2مارچ 1981ء

''الذوالفقار'' نے پی آئی اے کا جہاز اغوا کرلیا

پی آئی اے کے ایک بوئنگ 702 ہوائی جہاز کو جو 2 مارچ کو تیسرے پہر کراچی سے پشاور جا رہا تھا راستے میں اغوا کر لیا گیا اور اسے کابل کے ہوائی اڈے پر اترنے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ جہاز پی آئی اے کی پرواز نمبر پی کے 326 تیسرے پہر دو بج کر 45 منٹ پر کراچی سے روانہ ہوا۔ اسے چار بجکر 25 منٹ پر پشاور میں اترنا تھا اس میں تمام مسافروں اور عملہ سمیت 147 افراد سوار تھے۔

چار بجے جب یہ طیارہ میانوالی کے قریب تھا تو ہوا باز نے وہاں اترنے کی اجازت مانگی اسے اترنے کی اجازت مل گئی تاہم ہوا باز کو اچانک یہ کہتے سنا گیا کہ ایک شخص کاک پٹ میں داخل ہو گیا ہے اور مطالبہ کر رہا ہے کہ طیارے کو کابل لے جایا جائے۔ اس کے فوراً بعد ہوا باز جہاز کو اپنا رخ تبدیل کر کے افغانستان کی حدود میں داخل ہوتے اور کابل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا پائلٹ کے جو پیغامات سنے گئے ان سے اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ ہوائی جہاز 4 بج کر 57 منٹ پر کابل کے ہوائی اڈے پر اتر گیا ہے۔

پی آئی اے کے اس طیارے کو پاکستان کے بعض سیاسی عناصر نے اغوا کیا تھا طیارہ کے اغوا کنندہ نے اپنا نام عالمگیر بتایا اور حکام سے وائرلیس پر بات چیت کے دوران اس نے خود کو کالعدم پیپلز پارٹی کا رکن ظاہر کیا۔ اغوا کنندگان کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ وہ پیپلز پارٹی کا کارکن نہیں جو مان لیا گیا تھا اور اس کے فوراً بعد ریڈیو پر اعلان کر دیا گیا۔ دوسرا مطالبہ تھا کہ اس کے خلاف پراپیگنڈا نہ کیا جائے۔ تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ اس کے ساتھیوں کے عزیزوں کو رہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے۔ یہ پانچ افراد تھے جن کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا یہ کراچی یونیورسٹی کے واقعہ کے سلسلے میں گرفتار کئے گئے تھے جس میں ایک طالب علم کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔

سیکرٹری دفاع نے بتایا کہ پھر ایک مطالبہ یہ آیا کہ 193 افراد کو رہا کیا جائے۔ ان افراد کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن کابل حکام نے دو گھنٹے کی تاخیر سے ہماری ٹیم کا ہائی جیکر سے رابطہ قائم کرایا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ جن افراد کے خلاف سنگین نوعیت کے فوجداری اور گھناؤنے جرائم کے مقدمات نہیں ہیں ہم انہیں فوراً رہا کر دیں گے۔ اس پر ہائی جیکر نے فوراً کہا ''آل رائٹ'' میں طارق رحیم کو شوٹ کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلا گیا اس کے بعد اس نے گولی چلا دی اور طارق رحیم کو ہلاک کر دیا۔

انہوں نے مزید کہا کہ مذاکراتی ٹیم اور ہائی جیکر کے درمیان صرف وائرلیس کے ذریعے رابطہ قائم ہوا اور ہماری ٹیم کے کسی فرد یا پاکستانی سفارت خانہ کے عملہ کے کسی فرد کو ان عورتوں اور بچوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی جو طیارے سے رہا کر لئے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ کابل انتظامیہ ان لوگوں سے زبردستی ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے انٹر ویو لے رہی تھی جس میں کابل کی حکومت کے حسن سلوک کا ذکر کیا جا رہا تھا۔

انہوں نے کہا ہمارے پاس اب اس بات کا مکمل ثبوت موجود ہے کہ مرتضٰی بھٹو اس واقعہ سے ایک ہفتہ پہلے کابل پہنچ گیا تھا اور یہ کہ طیارہ اترتے ہی عالمگیر نے کہا کہ وہ ''الذوالفقار'' تحریک کا سیکرٹری جنرل ہے اس کا لیڈر مرتضٰی بھٹو ہے اسے یہاں بلایا جائے اس پر مرتضٰی بھٹو ائر پورٹ پر آیا اس نے کابل کے حکام اور روسی حکام سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہیں ہم نے پاکستان میں رکھا اور آج یہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔

ہائی جیکر نے ریڈیو پر اعلان کیا کہ میں اپنے لیڈر مرتضٰی بھٹو کی ہدایت پر کام کر رہا ہوں اگلے روز طیارے میں موجود تمام خواتین اور بچوں کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن طیارے میں ابھی تک چار خواتین موجود تھیں، ان میں سے ایک اپنے منگیتر کی وجہ سے طیارے سے باہر نہیں آئی جو یرغمالی تھا۔ دوسری خاتون اپنے بیٹے کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی جو اس طیارے میں یرغمالی تھا۔ دوسری دو خواتین پی آئی اے کی جراتمند اور فرض شناس ائیر ہوسٹس تھیں، جنھوں نے مسافروں کے ساتھ رہنے کو طیارے سے باہر آنے پر ترجیح دی تھی۔

بالآخر پاکستان کی حکومت نے جیلوں میں قید پیپلز پارٹی کے 54 قیدیوں کی رہائی کے بعد گیارہ روز کے بعد جہاز آزاد کرالیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

30 مئی 1981ء

بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمٰن کو قتل کر دیا گیا

بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمٰن کو 30 مئی 1981ء کو چٹا گانگ میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا وہ کسی ترقیاتی پروگرام کے سلسلے میں گزشتہ روز چٹا گانگ گئے تھے۔ جہاں صبح ساڑھے تین بجے انہیں گولی ماردی گئی۔ 45 سالہ صدر ضیاء الرحمٰن 1976ء سے برسر اقتدار تھے صدر نومبر 1975ء سے اقتدار میں شامل رہے اور بالآخر اپریل 1977ء میں بنگلہ دیش کے صدر کی حیثیت سے چارج سنبھالا اور پھر 3 جون کو پہلے منتخب صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

گزشتہ دو برسوں سے صدر ضیاء الرحمٰن اسلامی یک جہتی کے لئے بڑی سرگرمی سے کوشاں تھے اور انہی کی مساعی جمیلہ سے بنگلہ دیش مکمل طور پر اسلامی بلاک میں آ گیا۔ ابھی دو ہفتے قبل ہی انہوں نے گلہ کیا تھا کہ بنگلہ دیش کے کچھ پڑوسی اسے مضبوط نہیں دیکھنا چاہتے۔ یاد رہے صدر ضیاء الرحمان کے دور اقتدار میں بنگلہ دیش کو سیاسی استحکام حاصل ہوا۔ نمایاں اقتصادی ترقی ہوئی اور خوراک کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اپنی آزاد خارجہ پالیسی کی وجہ سے بنگلہ دیش نے غیر وابستہ تحریک اور اسلامی کانفرنس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ صدر ضیاء الرحمٰن عراق ایران جنگ کے خاتمے کے لئے قائم کی گئی کمیٹی کے رکن بھی تھے اور انہوں نے اس مشن کی تکمیل کے لئے تہران اور بغداد کے متعدد دورے بھی کئے۔

میجر جنرل ضیاء الرحمٰن نے اپریل 1977ء میں جسٹس اے صائم کی جگہ صدارت کا عہدہ سنبھالا اور 3 جون کو ملک کے پہلے منتخب صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ جون کے عام انتخابات میں ان کی پارٹی ''بنگلہ دیش نیشنل پارٹی'' نے پانچ سیاسی جماعتوں کے اتحاد کو شکست دی صدر ضیاء الرحمٰن نے ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کیا۔ دور دراز علاقوں میں جا کر لوگوں کے مسائل معلوم کئے اس طرح انہوں نے اپنے حق میں فضا اس حد تک سازگار بنالی کہ عام سیاستدانوں کے لئے کامیابی کے امکانات قریب قریب معدوم ہو گئے۔ صدر ضیاء الرحمٰن کے عہد میں بنگلہ دیش جیسے پر آشوب ملک کو سیاسی استحکام نصیب ہوا۔ اقتصادی ترقی ہوئی اور بہتر خارجہ پالیسی کی بدولت دوسرے ممالک سے تعلقات بہتر ہوئے، اسکے نتیجہ میں بنگلہ دیش غیر وابستہ تحریک میں فعال کردار ادا کرنے لگا اور اب کچھ عرصے سے اسلامی سیاسی افق پر بھی نمایاں طور پر ابھرنے لگا ہے۔ صدر ضیاء کے لئے سب سے بڑا مسئلہ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے یونین سطح پر پانچ ہزار کے قریب خاندانی منصوبہ بندی میں تربیت یافتہ اسسٹنٹ مقرر کئے پانچ سو کے قریب مراکز قائم کئے۔

دسمبر 1977ء میں صدر ضیاء الرحمٰن نے کھٹمنڈو، نئی دہلی اور اسلام آباد کا دورہ کیا اگلے سال مارچ میں متحدہ عرب امارات، اپریل میں جاپان، جولائی میں انڈونیشیا اور شمالی کوریا اور ستمبر میں سنگاپور کا دورہ کیا۔ بھارت اور روس کے ساتھ تجارت کو بہتر بنایا۔ فروری 1978ء میں روس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ بھی طے کیا اسی دوران برما کے ساتھ مسلمان مہاجرین کا مسئلہ پیدا ہوا جو اقوام متحدہ کی مداخلت اور صدر ضیاء الرحمٰن کی سیاسی بصیرت کی وجہ سے حل کر لیا گیا۔ بنگلہ دیش نے مشرق وسطی اور مشرق بعید سے بھی تعلقات کو خاص طور پر اہمیت دیتے ہوئے بہتر خطوط پر استوار کیا۔

45 سالہ مرحوم صدر نے ملک کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل بنانے کے لئے بہت جدوجہد کی اور ملک کے اسلامی تشخص کو ابھارنے کے لئے متعدد اقدامات کئے۔ واضح رہے گذشتہ چند ہفتوں سے بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان جزیرہ موروی ملکیت کے لئے کشیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے بھارت کو خبردار کیا تھا کہ وہ اس علاقے کو خالی کر دے۔ بنگلہ دیش کی تمام سیاسی پارٹیوں نے صدر ضیاء الرحمٰن کی اس پالیسی کی حمایت کی تھی۔ ڈھاکہ میں بھارتی ہائی کمشن کے دفتر کے سامنے احتجاج ہوا، اندرا گاندھی کے پتلے جلائے گئے، دوسرے شہروں میں مظاہرے ہوئے، بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان گنگا کے پانی کی تقسیم کا تنازعہ بھی چل رہا تھا، بھارت نے فرخا بیراج تعمیر کر کے پانی کے معاملے میں بنگلہ دیش کو اپنا دست نگر بنا لیا تھا اس سے بنگلہ دیش کی زراعت کو زبردست نقصان پہنچا۔ صدر ضیاء الرحمٰن نے اس مسئلے پر بھی زبردست موقف اختیار کیا جس سے دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات مزید کشیدہ ہو گئے حال ہی میں ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کی بیٹی حسینہ واجد ڈھاکہ پہنچیں، اس سے پہلے وہ بار بار اعلان کر چکی تھیں کہ وہ اپنے باپ کے قاتلوں سے ضرور بدلہ لیں گی اس سے بنگلہ دیش میں بھی انتشار پایا جاتا تھا۔

صدر ضیاء الرحمٰن کے قتل کے بعد ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ نائب صدر جسٹس عبدالستار نے قائم مقام صدر کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور اعلان کیا کہ ہنگامی قوانین کے نفاذ کے باوجود پارلیمنٹ برقرار رہے گی اور انتظامیہ حسب سابق کام کرتی رہے گی۔

باغی فوجیوں نے چٹاگانگ ریڈیو، بندرگاہ، شہر اور ملحقہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ باغی فوجیوں کو فی الفور ہتھیار ڈالنے کا الٹی میٹم دیا گیا تینوں مسلح افواج بنگلہ دیش رائفلز اور پولیس کے سربراہوں نے قائم مقام صدر کو اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفاداری کا یقین دلایا۔

چٹا گانگ، ڈھاکہ، کھلنا اور جیسور میں باغیوں کے ساتھ دو روز تک خونریز جھڑپوں کے بعد بغاوت کچل دی گئی اور صدر ضیاء الرحمٰن کے قاتل جنرل منظور کو گرفتار کر لیا گیا۔ وہ سرکاری فوجوں سے شکست کھانے کے بعد سرحد پار کر کے برما فرار ہو رہے تھے مگر ان کی یہ کوشش ناکام ہوگئی۔

بنگلہ دیش ریڈیو نے اعلان کیا کہ ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا مطلب فوجی اقتدار یا مارشل لاء نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا گیا ہے قائم مقام صدر نے اعلان کیا کہ ملک کی خارجہ پالیسی تبدیل نہیں ہو گی اور تمام بین الاقوامی معاہدوں کا احترام کیا جائے گا۔

ایک سرکاری ترجمان نے کہا کہ اگرچہ چٹا گانگ ریڈیو نے انقلابی کونسل کے حوالے سے 1972ء میں بنگلہ دیش اور بھارت کے درمیان ہونے والے امن اور دوستی کے سمجھوتے منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا ہے تاہم قائم مقام صدر جسٹس عبدالستار نے ضیاء الرحمٰن حکومت کے تمام سمجھوتوں کی پاسداری کرنے کا اعلان کیا ہے۔

چٹا گانگ ریڈیو نے اعلان کیا کہ ایک نئی انقلابی کونسل قائم کر دی گئی ہے جس نے بنگلہ دیش کا نظام حکومت سنبھال لیا ہے ملک میں سخت کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔

تاہم ترجمان نے بتایا کہ ابتدائی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ بعض گروپ جنہیں پہلے ہی چٹا گانگ پر کنٹرول حاصل تھا ڈھاکہ کی آئینی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ڈھاکہ ریڈیو سٹیشن سے بنگلہ دیش فوج کے سربراہ جنرل ارشاد نے اعلان کیا کہ باغی فوجیوں میں سے جو ہتھیار ڈال دے گا اسے تحفظ اور سلامتی کی ضمانت دی جائے گی۔

8 جون 1981ء

اسرائیلی طیاروں نے عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر دیا

اسرائیلی جنگی طیاروں نے اچانک اور بالکل غیر متوقع طور پر حملہ کر کے بغداد میں عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کر دیا۔ واضح رہے کہ اس وقت عراق اور اسرائیل حالت جنگ میں بھی نہیں تھے اور عراق اور اسرائیل درمیان کسی قسم کی غیر معمولی کشیدگی بھی نہیں پائی جاتی۔ بغداد کے جس ری ایکٹر کو تباہ کیا گیا وہ دنیائے عرب کا پہلا اور عالم اسلام کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا ایٹمی ری ایکٹر ہے اور جن دنوں ایران اور عراق کے درمیان فضائی جنگ خوب زوروں پر تھی ان دنوں بھی ایران نے اس ری ایکٹر کو نقصان پہنچانے گریز کیا تھا یہ ری ایکٹر فرانس کی مدد سے لگایا گیا تھا۔

اسرائیل کی فوجی ہائی کمان نے بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ اس کے جنگی طیاروں نے بغداد کے ری ایکٹر کو تباہ کر دیا ہے اور تمام حملہ آور طیارے بحفاظت واپس آ گئے ہیں۔ اعلان میں کہا گیا کہ حملے کے وقت ری ایکٹر کا فرانسیسی عملہ چھٹی پر تھا لہٰذا حملے میں فرانس کا کوئی ماہر ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل نے ری ایکٹر پر حملہ کرنے سے پہلے فرانس کو اپنے ارادے سے مطلع کر دیا تھا اور اس نے اپنا تمام عملہ وہاں سے نکال لیا تھا۔

یوگنڈا کے ائرپورٹ انیٹیبے پر اسرائیلی اغواء شدہ طیارے کو رہا کرانے کے لئے اسرائیلی طیاروں نے جو کمانڈو کارروائی کی تھی اس کے بعد اسرائیل کی یہ دوسری سب سے بڑی کارروائی تھی جسے بین الاقوامی غنڈہ گردی کا نام دیا گیا۔ واضح رہے کہ اسرائیل کے طیارے بغداد تک پہنچنے کے لئے اردن پر سے گزرے ہوں گے جہاں ان کا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

یاد رہے کہ یہ ری ایکٹر فرانس کے تعاون سے تعمیر کیا جا رہا تھا اس منصوبے پر فرانس کے تین سو سائنسدان اور ماہرین کام کر رہے تھے۔ اسرائیلی ریڈیو کے مطابق یہ ری ایکٹر بغداد کے نواحی علاقہ اوسیرک میں زیر تعمیر تھا۔ اس ری ایکٹر کی تعمیر کا مقصد ایٹم بم تیار کرنا تھا تا کہ اسے اسرائیل کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ ریڈیو نے بتایا کہ ری ایکٹر کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد اسے تباہ نہیں کیا جا سکتا تھا، ایسی صورت میں بغداد کا پورا شہر تباہ کن تابکاری کی زد میں آ جاتا، اس لئے اسرائیل کو مجبور ہو کر یہ کارروائی کرنا پڑی تا کہ عراق کو ایٹم بم کی تیاری سے روک دیا جائے جو بلاشبہ اسرائیل کے خلاف استعمال ہوتا۔ اعلان کے مطابق اسرائیل کے تمام طیارے اس کارروائی کے بعد صحیح سلامت واپس آ گئے اس حملے کا منصوبہ بڑی احتیاط کے ساتھ تیار کیا گیا تھا تا کہ وہاں کام کرنے والے ڈیڑھ سو غیر ملکی ماہروں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ اس کارروائی سے کوئی غیر ملکی ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔ اسرائیلی ریڈیو نے بتایا کہ کچھ عرصہ سے اسرائیلی حکومت عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تنصیب کے کام پر نظر رکھے ہوئے تھی چنانچہ کل اسے تباہ کر دیا گیا۔

بی بی سی کے مطابق حملے میں کئی اسرائیلی طیاروں نے حصہ لیا۔ انہوں نے بغداد کے قریب پہنچ کر نیچی پروازیں کیں اور ری ایکٹر کو پوری طرح تباہ کرنے کے بعد طیارے واپس چلے گئے۔ اس پر بموں سے حملہ کیا گیا جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد پلانٹ میں آگ لگ گئی اور شعلے دور دور سے نظر آنے لگے۔

بی بی سی کے مبصر نے بتایا کہ بغداد کے قریب ایٹمی ری ایکٹر آئندہ ماہ یا زیادہ سے زیادہ ستمبر تک کام شروع کرنے والا تھا اور اسرائیل کا خیال تھا کہ اسے ابتدائی مراحل میں ہی تباہ کر دینا بہتر ہوگا کیونکہ تاخیر سے کارروائی کی گئی تو اس کارخانے پر بمباری سے شدید تابکاری پھیلے گی جو پورے علاقے کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتی تھی۔

بی بی سی کے مبصر کے مطابق اسرائیل نے پہلے بھی بتایا تھا کہ عراق کے صدر صدام حسین کھلے بندوں ایسے بیانات دے رہے ہیں جن میں وہ ایسے ایٹم بم بنانے کے دعوے کر رہے ہیں جو دوسری عالمی جنگ کے دوران جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے گئے تھے۔

امریکی جریدے ٹائم کی اطلاع کے مطابق اسرائیل کی حکومت نے عراق کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کر کے تباہ کرنے کا فیصلہ تقریباً آٹھ ماہ قبل اکتوبر 1980ء میں کر لیا تھا تاہم بعض وجوہات کی بنا پر اس منصوبے پر عمل درآمد چار مرتبہ ملتوی کیا گیا۔ تاہم اسرائیلی فضائیہ نے حکومت کے فیصلے کی اطلاع ملنے پر بہترین یونٹ اس مقصد کے لئے منتخب کئے۔ اور ان کے لئے صحرائے سینا میں مشقوں کا بہترین انتظام کیا اس مقصد کے لئے صحرا میں عراقی ری ایکٹر کا بہترین ماڈل تعمیر کیا گیا اور اس پر بار بار پرواز کر کے اس کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا جاتا رہا۔

جریدے کے مطابق اسرائیلی وزیراعظم مسٹر بیگن ابتدا ہی سے عراق کے ایٹمی منصوبوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے اسرائیلی ذرائع کے مطابق عراق کے صدر صدام حسین ساتویں عشرے کے وسط میں پیرس گئے انہوں نے ایٹمی ری ایکٹر کی تعمیر کے لئے درکار کافی سامان خریدا اس کے بعد اسرائیلی وزارت دفاع نے خدشہ ظاہر کیا کہ عراق چھ سال کی مدت میں ایٹم بم تیار کرے گا۔ ستمبر 1975ء میں لبنان کے ایک اخبار نے صدر صدام حسین سے یہ بیان منسوب کیا کہ ہمارے ایٹمی پروگرام کا مقصد دفاع کے لئے ہتھیار تیار کرنا ہے دو سال بعد عراق کی انقلابی کمان کونسل کے ایک رکن نعیم حداد نے کہا کہ عربوں کے لئے ایٹم بم حاصل کرنا ضروری ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ عراق نے ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کی روک تھام کے معاہدے پر تا حال دستخط نہیں کئے اور اس وقت عراق تمام عرب ملکوں کی نسبت روس سے زیادہ قریب اور اسرائیل کی مخالفت میں انتہا پسند سمجھا جاتا تھا۔ 1948ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد عراق نے اسرائیل کے ساتھ جنگ بندی کے سمجھوتے پر دستخط کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ ایٹمی شعبے میں عراق کی ترقی پر اسرائیل اور امریکہ دونوں کو تشویش ہوئی اور وقت گزرنے کے ساتھ اس تشویش میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسرائیل نے امریکہ پر بار بار دباؤ ڈالا کہ وہ فرانس اور اٹلی کو عراق کے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایٹمی ری ایکٹر کے لئے درکار سامان کی خرید وفروخت کے سمجھوتے سے باز رکھے مگر امریکہ نے معذوری ظاہر کردی۔ اس دوران اسرائیلی خفیہ پولیس پوری طرح سرگرم رہی اپریل 1979ء میں فرانس میں قولون کے قریب ایک کارخانے میں بعض افراد نے وہ دونوں ری ایکٹر تباہ کردیئے جو عراق کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ قریبا ایک سال بعد پیرس میں عراق کے ایٹمی پروگرام کے سربراہ مصری نژاد یحییٰ المساعد کو ہلاک کردیا گیا۔

فرانسیسی حکومت کو شبہ ہے کہ یہ دونوں واردات اسرائیلی خفیہ پولیس ''موساد'' کے ایجنٹوں نے کی تھیں اس بد ترین دہشت گردی کے ساتھ ساتھ اسرائیلی ایجنٹ عراقی منصوبوں کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں بھی مصروف رہے اور اس سلسلے میں یورپ کے بعض یہودی سائنسدانوں نے ان کی پوری امداد کی جن کی مدد سے اسرائیل کے فوجی ماہرین عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی جائے وقوع اس کی اہلیت اور اس کی قوت کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر اسرائیل کے بعض جدید ترین جاسوس طیاروں نے ری ایکٹر کے اوپر چوری چھپے پرواز کر کے بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے پوری معلومات حاصل کرلیں۔ ان تیاریوں کے نتیجے میں اسرائیل فوجی کمان اس قابل ہوگئی کہ اس نے حملے سے پورے ایک سال قبل وزیراعظم بیگن کو باقاعدہ اطلاع دی کہ وہ عراقی ری ایکٹر پوری طرح تباہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں فوجی کمان نے ری ایکٹر کی ایک تصویر بھی روانہ کی جس میں اس کے تمام حصے بخوبی نظر آرہے تھے وزیراعظم نے اس تصویر پر مبارک باد کے الفاظ لکھ کر اپنے دستخط کئے اور اس طرح حملے کی منظوری دے دی۔

ایران عراق جنگ چھڑ جانے کے باعث وزیراعظم بیگن کو قدرے انتظار کرنا پڑا تاہم اس جنگ سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اسرائیل کے جاسوس طیاروں کو ری ایکٹر کے اوپر پرواز کر کے مزید معلومات حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ اس دوران ایران کے طیاروں نے ری ایکٹر پر بمباری بھی کی جس سے اسرائیل کی کارروائی پر پردہ پڑا رہا۔ اس دوران وزیراعظم بیگن نے اپنی اجازت کی توثیق کے لئے کابینہ کے ارکان سے رجوع کیا اور یہ مسئلہ وزیراعظم کی ڈیفنس کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا اور کمیٹی کو اطلاع دی گئی کہ عراق ایک سال کے اندر دو تین ایٹم بم تیار کرلے گا۔ تاہم متعدد ارکان نے حملے کی مخالفت کی اور اسے قبل از وقت قرار دیا۔ ان میں نائب وزیراعظم وزیر داخلہ اور وزیر تعلیم پیش پیش تھے ان کا موقف یہ تھا کہ اگر عراقی تنصیبات پر حملہ کیا گیا تو امریکہ کے ساتھ تعلقات متاثر ہوں گے۔ مگر وزیر خارجہ اور وزیر زراعت نے مسٹر بیگن کے منصوبہ کی حمایت کی۔

آخر اکتوبر 1980ء میں حملے کے منصوبہ کی منظوری دیدی گئی اس کے بعد منصوبے پر عملدر آمد چار مرتبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتوی کرنا پڑا۔ پہلا التوا نومبر 1980ء میں ہوا جب ایران عراق جنگ کے باعث فرانس نے تمام ماہرین عراق سے واپس بلا لئے اور اسرائیل نے اندازہ لگایا کہ ری ایکٹر کی تعمیر غیر مبینہ مدت کے لئے روک دی گئی۔ اس کے بعد فروری 1981ء میں ری ایکٹر تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا مگر نائب وزیر اعظم نے اس پر سخت اعتراض کیا اور حملے کو قبل از وقت قرار دیا۔ تاہم بیگن نے ایک ماہ بعد کارروائی کا فیصلہ کر لیا مگر نامعلوم وجوہات کی بنا پر اس فیصلے پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ آخر مئی 1981ء میں کمیٹی نے مسٹر بیگن کو اختیار دیا کہ وہ حملہ کا وقت خود تعین کر لیں مگر اس مرتبہ حزب اختلاف کے ارکان آڑے آ گئے۔ آخر 5 جون کو وزیر اعظم نے فیصلہ کیا کہ کارروائی کا وقت آ گیا ہے اس وقت تک وہ فوجی جرنیلوں کے ساتھ حملے کی تفصیلات طے کر چکے تھے ابتداء میں حملے کے لئے ایف چار فینٹم طیارے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا مگر اپریل کے آخر تک امریکہ سے ایف سولہ لڑاکا طیاروں کی پہلی کھیپ پہنچ چکی تھی جن میں فاضل ایندھن ذخیرہ کرنے کا انتظام بھی تھا چنانچہ تیرہ سو میل دور بغداد کے قریب واقع تنصیبات کو نشانہ بنانے کے لئے یہ طیارے موزوں نظر آئے۔

دو روز بعد 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کی چودھویں سالگرہ کی تقریبات منائی جا رہی تھی کہ وزیر اعظم کے چیف ملٹری اتاشی بریگیڈیئر جنرل پوران نے کابینہ کے تمام ارکان کو باری باری فون کیا اور اطلاع دی کہ وزیر اعظم نے مقبوضہ بیت المقدس میں اپنی قیام گاہ پر خصوصی ملاقات کے لئے بلایا ہے ہر وزیر کا خیال تھا کہ صرف اسی کو ملاقات کی دعوت دی گئی ہے تاہم جب وہ مقررہ وقت پر وزیر اعظم سے ملاقات کے لئے پہنچے تو وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے سوا پانچ بجے وزیر اعظم کمرے میں داخل ہوئے اور کسی تمہید کے بغیر اپنے مخصوص انداز سے وزراء سے مخاطب ہوئے حضرات ہمارے چھ طیارے عراق میں اپنے ہدف کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور توقع ہے کہ ہمارے ہواباز اپنا کام مکمل کر کے واپس آ جائیں گے یہ سن کر تمام وزراء حیران رہ گئے کیونکہ بیشتر وزراء لبنان کی تشویش ناک صورت حال کے باعث عربوں سے تصادم کے مخالف تھے۔ پندرہ منٹ بعد چیف آف سٹاف نے فون پر اطلاع دی کہ حملہ مکمل طور پر کامیاب رہا ہے اس کے بعد ستر منٹ تک تمام وزراء اس بات پر بحث کرتے رہے کہ اسرائیلی طیارے واپسی پر دشمن کی توپوں کا نشانہ نہ بن جائیں یا راستے میں گر کر تباہ نہ ہو جائیں تاہم سات بجے تمام طیاروں کی صحیح سلامت واپسی کی اطلاع ملی تو تمام وزراء نے مسرت کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ ہی بیگن نے امریکی سفیر کو فون کر کے اس حملے کی اطلاع دی۔

بعد میں اس جارحانہ کارروائی کی تفصیلات سامنے آئیں تو معلوم ہوا کہ یہ طیارے صحرائے سینا میں ابت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیون کے اڈے سے روانہ ہوئے یہ اڈہ اس علاقے میں واقع ہے جس پر اسرائیل نے 1973ء کی جنگ میں قبضہ کر رکھا تھا اور اب امریکہ مصر اسرائیل معاہدے کے تحت آئندہ سال اپریل میں مصر کو واپس کر دیا جائے گا صحرائے سینا سے روانہ ہو کر یہ طیارے سعودی عرب کے علاقے پر سے گزرے تاہم یہ علاقے بنجر اور بیابان ہیں گو ان طیاروں نے سعودی علاقے میں نصب راڈار سسٹم سے بچنے کیلئے نیچی پرواز کی روانگی کے تھوڑی دیر بعد طیاروں میں دوبارہ ایندھن ڈالا گیا مگر اس دوران بھی یہ خدشہ رہا کہ طیارے سعودی رڈار سسٹم میں زد میں نہ آ جائیں ان کو یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں سعودی عرب کے جدید ترین جاسوس طیاروں کا سامنا نہ ہو جائے جو امریکہ نے حال ہی میں سعودی عرب کو مہیا کئے تھے چنانچہ طیاروں کے ہوا باز آپس میں ریڈیو پر عربی زبان میں گفتگو کرتے رہے اور خود کو بار بار اردنی فضائیہ کے ارکان ظاہر کرتے رہے تھے عراقی تنصیبات پر حملہ کرنے کے لئے دو ہزار پاؤنڈ بم استعمال کئے گئے۔

اسرائیل نے عراق میں ایٹمی تنصیبات تباہ کرنے کا جو منصوبہ تیار کیا تھا اسے ''اپریشن بابل'' کا خفیہ نام دیا گیا۔ اور اس کی اصل تفصیلات کا علم صرف وزیراعظم بیگن اور فضائیہ کے کمانڈر جنرل ڈیوڈ آئیوری کو تھا۔ اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے ایف سولہ طیارے استعمال کئے گئے ان کا شمار دنیا کے کئی بے شمار تیز رفتار طیاروں میں ہوتا ہے۔ ان کی رفتار چودہ سو میل فی گھنٹہ ہے جو آواز کی رفتار سے دوگنی ہے اور یہ پونے چھ سو میل فاصلے تک مار کر سکتے ہیں۔ تاہم اس کے لئے دوران پرواز دوبارہ ایندھن ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے یہ طیارہ جنرل ڈائنامکس کارپوریشن نے تیار کیا ہے اور ایک طیارے کی قیمت ایک کروڑ 45 لاکھ ہے ایف سولہ طیارہ تیز رفتاری کے دوران آسانی کے ساتھ موڑا جا سکتا ہے اور کم بلندی پر بھی پرواز کر سکتا ہے۔

وزیراعظم بیگن نے ''اپریشن بابل'' کو ایک انتہائی مقدس مشن کا درجہ دیا اور اس کے لئے جن ہوا بازوں کا انتخاب کیا وہ انتہائی تجربہ کار تھے۔ جبکہ ان کا کمانڈر 1967, 1970, 1973 کی جنگوں میں حصے لے چکا تھا تاہم ہوا باز اور کمانڈر دونوں انتہائی کٹھن تربیتی مراحل سے گزرنا پڑا اور ان کی قوت برداشت کو مستحکم بنانے کے لئے ان کو بظاہر فضول قسم کی صحرائی مشقوں میں مصروف رکھا گیا۔ ان مشقوں کے دوران ان کے طیارے اردن اور سعودی عرب کی فضائی حدود میں بھی داخل ہوئے اور اس طرح ان کو معلوم ہو گیا کہ دونوں ملکوں کے کون سے علاقے ریڈار کی حدود سے باہر ہیں۔

اسرائیلی جرنیلوں کا خیال تھا کہ عراق کے ری ایکٹر کی گنبد نما چھت پر جو بھی بم گرے گا وہ اچھل کر دور جا گرے گا چنانچہ ہوا بازوں کو نیچی پرواز کے ساتھ خصوصی تربیت دی گئی۔ اسرائیلی طیارے اپنے اڈے سے روانہ ہونے کے بعد نوے منٹ ک... د پہنچ گئے حملہ شروع ہوا تو آٹھوں طیاروں نے اپنے تمام بم ایک ایک کر کے فائر کئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان طیاروں میں میزائل بھی نصب تھے۔

اسرائیل کے پاس اپنے الزامات کی تائید میں کونسے دلائل وشواہد موجود تھے۔اسرائیل کی طرف سے اس بات پر زور دیا گیا کہ ایران عراق جنگ کے ابتدائی دنوں جب ایرانی طیاروں نے بغداد میں ایٹمی ری ایکٹر پر بمباری کی جس سے معمولی نقصان بھی ہوا تو عراقی صدر صدام حسین نے بیان دیا تھا کہ ایٹمی ری ایکٹر پر ایرانیوں کو حملہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ تو اسرائیل کے خلاف تیار کیا جا رہا ہے۔اور بقول اسرائیل اس کے بعد ایرانیوں نے بغداد کے ایٹمی ری ایکٹر پر حملہ نہیں کیا لیکن صدر صدام حسین کا مذکورہ بیان کہاں شائع ہوا انہوں نے کب اور کس ایجنسی کو بیان دیا تھا اس بارے میں کوئی حوالہ اسرائیلی حکومت نہیں دے سکی اور امریکی محکمہ خارجہ نے تحقیق کے بعد کہا تھا کہ صدر صدام حسین نے مذکورہ طرز کا کوئی بیان نہیں دیا تھا۔

اسرائیل نے اپنے حملے کے جواز میں دوسری بات یہ کہی تھی کہ عراقی ایٹمی ری ایکٹر نے تھوڑے ہی عرصہ میں پروگرام کے مطابق کام شروع کر دینا تھا اور اس وقت اسے تباہ کرنے کا فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا۔کیونکہ پھر اتنی تابکاری پھیلنے کا اندیشہ ہوتا کہ بغداد کی آبادی تباہ ہو جاتی ،اس لئے اس صورت میں شاید کوئی بھی اسرائیلی حکومت اسے تباہ کرنے کا فیصلہ نہ کر سکتی اسرائیل کے دعوے کے مطابق بغداد کے ایٹمی ری ایکٹر نے ایٹم بم بنانے کے پروگرام کے مطابق جولائی 1981ء یا ستمبر 1981ء میں کام کرنا شروع کر دینا تھا۔لیکن اسرائیل کی اس بات میں کوئی صداقت نہیں کیونکہ انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے حکام نے جنوری 81ء میں عراق کے مذکورہ ایٹمی ری ایکٹر کا معائنہ کیا تھا اور ان حکام کے مطابق ایٹمی ری ایکٹر میں تمام قواعد وضوابط کی پابندی کی جا رہی تھی اور وہ تمام طاقتور یورنیم جو عراق کو سپلائی ہوا تھا اس کے استعمال اور سٹور کا حساب جانچ پڑتال کے بعد بالکل درست پایا گیا تھا۔اس لئے یہ بات واضح ہے کہ اسرائیل کی طرف سے عائد کردہ مذکورہ الزام میں کوئی صداقت نہیں بلکہ انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے سربراہ سویڈن کے مسٹر سگوارڈ اکلونڈ نے اسرائیل کے اس الزام کی بھی تردید کی ہے کہ عراق نے فرانس سے جس نوع کا ایٹمی ری ایکٹر حاصل کر رکھا تھا یہ پولٹونیم بنانے کیلئے موزوں ترین ہے۔اس کے برعکس مسٹر سگوارڈ کا تجزیہ ہے کہ مذکورہ ایٹمی ری ایکٹر سے بم میں استعمال ہونے والا پلوٹونیم حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے بہت بڑی مقدار میں قدرتی یورنیم استعمال کرنا پڑے گا اور ری ایکٹر میں ایسی تبدیلیاں کرنی ناگزیر ہوں گی جو ظاہری طور پر بھی آسانی سے نظر آ جائیں گی اور اگر عراقی حکومت ایسا کوئی اقدام کرے تو انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے حکام کے فوراً نوٹس میں آ جائے گا اس کے علاوہ معاہدے کے مطابق عراقی ری ایکٹر میں کام کرنے والے فرانسیسی ماہرین بھی ان تبدیلیوں کو فوراً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس کر کے اپنی حکومت کو آگاہ کر سکتے ہیں۔

یہ یادرہے کہ فرانسیسی ماہرین نے معاہدے کے مطابق 1989ء تک عراقی ایٹمی ری ایکٹر میں کام کرنا ہے ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ کو روکنے کے معاہدے پر دستخط کرنے والے ممالک نے آج تک معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی اور وہ ملک جن کے بارے میں ایسی اطلاعات آرہی ہیں کہ وہ ایٹم بم بنا رہے ہیں۔ انہوں نے مذکورہ معاہدے پر دستخط نہیں کئے اور اسرائیل بھی ان دستخط نہ کرنے والوں میں شامل ہے۔ مذکورہ فنی تجربے کے سامنے آنے کے بعد یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ اسرائیل کے تمام الزامات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ جبکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ وہ خود نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ہر قسم کے تباہ کن ہتھیار تیار کرنے میں مصروف ہے۔

29 جولائی 1981ء

بیسویں صدی کی سب سے بڑی شادی

17 ویں صدی کے تاریخی گرجا گھر سینٹ پال کیتھڈرل میں برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا سپنسر کی شادی کی رسوم بخیر بخوبی انجام پائیں۔ سب سے پہلے صبح دس بج کر دس منٹ پر قصر بکنگھم سے ملکہ ایلزبتھ اپنے شوہر ڈیوک آف ایڈنبرا کے ہمراہ شاہی بگھی سے برآمد ہوئیں تو ہر طرف سے تحسین وتبریک کی آوازیں بلند ہوئیں چند منٹ بعد دولہا شہزادہ چارلس اپنی بگھی میں محل سے باہر آیا تو لوگوں کا اشتیاق اور بھی بڑھ گیا۔ ان کے بعد دلہن ڈیانا کی شاہی سواری برآمد ہوئی۔ اس طرح یہ جلوس قصر بکنگھم سے روانہ ہوا اور دو میل کا فاصلہ آدھے گھنٹے میں طے کرنے کے بعد گرجا گھر پہنچا۔ راستے میں کم از کم پانچ لاکھ افراد نے شاہی بارات کا مظاہرہ کیا۔ لوگ روایتی انداز میں نعرے لگا کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

جب بارات گرجا گھر پہنچی تو سینٹ کیتھڈرل کے آرچ بشپ آف کنسٹر بری ڈاکٹر رابرٹ رونسی نے مذہبی رسوم ادا کیں۔ شہزادہ اور ڈیانا نے اپنے اس مذہبی پیشوا کے الفاظ دوہرا کر باآواز بلند ایجاب وقبول کر کے اس رسم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد انہیں دعاؤں سے نوازا گیا اور آرچ بشپ نے اعلان کیا کہ شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا شریک حیات بن گئے ہیں۔ اس کے بعد بچوں نے گانا گایا اور اس طرح یہ رنگارنگ تقریب اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرجا گھر کی اس تقریب میں دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے متعدد سربراہان مملکت اور شاہی خاندان کے ارکان جو یورپ کے مختلف ملکوں سے لندن پہنچے تھے اور ممتاز شخصیتوں نے جن کی تعداد تقریباً 3000 تھی۔ شرکت کی یہ تمام لوگ دولہا دلہن' ملکہ ایلزبتھ مادر ملکہ اور شاہی خاندان کے افراد کے ہمراہ بگھیوں اور کاروں کے جلوس میں اس گرجے تک پہنچے تھے۔ راستہ میں لاکھوں لوگوں نے پرجوش نعروں سے استقبال کیا۔ سڑک کے دونوں طرف دس ہزار فوج اور پولیس کے افراد خوبصورت وردیاں پہنے کھڑے تھے۔

جب تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد بارات واپس ہوئی تو دولہا اور دلہن ایک شاہی بگھی میں بیٹھے ہوئے تھے لیڈی ڈیانا کے والد سپنسر ملکہ ایلزبتھ کے ہمراہ اور ان کی والدہ مادر ملکہ کے ہمراہ ایک الگ بگھی میں بیٹھی ہوئی تھیں جب عقد کی رسم ہو چکی تو گرجا کی گھنٹیاں بجائیں گئیں اور اس کے بعد جب یہ بارات واپس بکنگھم محل پہنچی تو بگل بجا کر ان کی آمد کا اعلان کیا گیا۔ شادی کی یہ تقریب دنیا کے مختلف ملکوں میں 29 جولائی 1981ء کو ٹیلیویژن پر براہ راست دکھائی گئی۔ ایک اندازے کے مطابق کم از کم ستر کروڑ افراد نے یہ فلم بیک وقت دیکھی۔

قصر بکنگھم میں واپسی کے بعد ظہرانہ دیا گیا۔ اس کے بعد دولہا دلہن کے ہمراہ قصر بکنگھم سے اس خاص عمارت کی طرف روانہ ہوئے جہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ شاہی بیڑے کے ذریعے ہنی مون کے لئے بحیرہ روم چلے گئے۔

اس رات لندن کے ہائیڈ پارک میں آتش بازی کا مظاہرہ ہوا جس میں بڑے بڑے آتش بازوں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا پورا آسمان جگمگا اٹھا ہو رات بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ بیسویں صدی کی سب سے بڑی شادی تھی۔ جس میں دنیا بھر کے عمائدین شریک ہوئے۔ (روزنامہ جنگ لاہور)

6 اکتوبر 1981ء

انور السادات قتل کر دیئے گئے

6 اکتوبر 1981ء کو قاہرہ میں ایک فوجی پریڈ کے دوران ایک بکتر بند گاڑی سے ایک کارپول اور ایک سارجنٹ نے دستی بم پھینک کر اور مشین گن سے فائر کر کے صدر سادات کو شدید زخمی کر دیا جس کے بعد ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محافظوں اور حملہ آوروں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی۔ اس دوران ہزاروں افراد جو پریڈ دیکھ رہے تھے میں بھگڈر مچ گئی وہ ہراساں ہوکر اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے صدر سادات کو فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے۔

1970 میں جب سادات برسر اقتدار آئے اس وقت مصر کی حالت کافی دگرگوں تھی انہوں نے اپنی تدبیر اور حکمت عملی کے ذریعے ملک میں ہزاراں روسی مشیروں کی موجودگی میں امریکہ کے ساتھ تعلقات استوار کئے یہ وہ وقت تھا کہ جب مصر اور دیگر عرب ممالک کے عوام کی اکثریت امریکہ کے خلاف تھی تاہم یہ صدر سادات کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں مصری افواج کی حمایت حاصل تھی۔ چنانچہ 1971ء میں جب روس نواز عناصر نے ان کا تختہ الٹنے کی کوشش کی تو مصر کی مسلح افواج نے اس کوشش کو ناکام بنادیا جس کے فوراً بعد صدر سادات نے روس نواز عناصر کو گرفتار کرلیا۔

روسی حکام میں پہلے سے یہ رائے موجود تھی کہ مصری حکام امریکہ کی طرف جھک رہے ہیں اس واقعہ نے اس رائے کو اور بھی پختہ کردیا چنانچہ روسی حکومت کے نمائندے پوڈگورنی نے قاہرہ پہنچ کر صدر سادات کو مجبور کیا کہ وہ روس کے ساتھ دوستی اور تعاون کا پندرہ سالہ معاہدہ کریں صدر سادات کو پوڈگرنی نے جدید ہتھیار دینے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن جب روس نے اپنے اس وعدے کا پاس نہ کیا تو صدر سادات نے تمام روسی مشیروں کو واپس بھیج دیا اس نازک ترین مرحلے پر شاہ فیصل شہید نے صدر سادات کو بھرپور مالی امداد دی۔

روس نواز عناصر کے گرفتار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مصر روس سے دور ہوکر امریکہ کے حلقہ احباب میں داخل ہونے کی کوشش کررہا تھا لیکن امریکہ کی طرف سے انہیں اس قسم کی کوئی پذیرائی حاصل نہ ہوئی۔ آخرکار 1973 میں انہوں نے بالخصوص امریکہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے نہر سویز عبور کرنے کا حکم دیا مصری افواج نے نہر سویز عبور کرنے کے بعد بار لیولائن کو تہس نہس کردیا۔

عین ممکن تھا کہ مصری افواج اسرائیلی افواج پر غلبہ حاصل کرلیتیں لیکن امریکہ نے مداخلت کر کے جنگ بند کرادی۔ اس جنگ کے ذریعے عربوں کے کھوئے ہوئے علاقے تو واپس نہ مل سکے لیکن اتنا ضرور ہوا کہ عرب سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوگئے اور امریکہ کو یہ باور کرادیا کہ اسرائیل افرادی قوت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ مشرق وسطی میں اس کے پولیس مین کا کردار ادا کرسکے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصر روسی تعلقات اپنے انجام کو پہنچ گئے اور مصر اور امریکہ کے درمیان تعلقات کا رکے ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصر اور امریکہ کے درمیان تعلقات مضبوط ہوگئے حتیٰ کہ 1974 میں کسنجر سادات ملاقات میں سینائی کا پہلا معاہدہ ہوا تو روس سخت برہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔

اب روس اور مصر کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہو گیا روس نے صدر سادات کو نیچا دکھانے اور مصر کا گھیراؤ کرنے کے لیے لیبیا اور ایتھوپیا میں اپنے فوجی اڈے قائم کرنے کا آغاز کیا صدر سادات نے روسی اقدامات سے خوفزدہ ہونے کے بجائے 1975 میں نہر سویز کھول کر سینائی کے دوسرے معاہدے کے لئے راستہ کھول دیا۔

سینائی کے دوسرے سمجھوتے کے بعد صدر سادات نے محسوس کیا کہ امریکی یہودیوں کی طاقت کی وجہ سے صدر فورڈ مصر کے لئے مزید کچھ کرنے سے قاصر ہیں اس لیے انہوں نے 1976 کے انتخابات تک انتظار کیا اور 1977 میں جب یہودیوں کا دوست کارٹر وائٹ ہاؤس میں داخل ہوا تو صدر سادات نے ایک منصوبے کے تحت اسے بھی اپنا دوست بنالیا بہت جلد ہی صدر سادات پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ مغرب کی جان پنجہ یہود میں ہے اس لئے مغربی ممالک اور بالخصوص امریکی عوام کو عرب قوم کی امن پسندی کے بارے میں قائل کرنے کے لئے ایک ناقابل تصور قدم اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔

دوسری طرف اسرائیل اور امریکہ میں موجود صہونی لابی کی بھی تمنا تھی کہ سب سے بڑے عرب ملک کو باقی عرب دنیا سے توڑ کر عربوں کی قوت کو کمزور کیا جائے اور اسرائیل ایک طرف سے بے فکر ہو کر اپنی تمام تر توجہ دوسری جانب مرکوز کردے۔ مصر کی صورتحال یہ تھی کہ اس کی بری فوج ٹینکوں سے محروم تھی فضائی فوج سکڑ کر سوڈیڑھ سو فرسودہ طیاروں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک بھی اس کے خلاف ہو چکے تھے اور انہوں نے مالی امداد کا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ ملک میں افراط زر بیروزگاری اور بے اطمینانی روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔

اس سنگین حالات سے دوچار ملک کے صدر سادات نے نومبر 1977 میں اسرائیل کا دورہ کر کے عرب دنیا کو حیران و پریشان کردیا عرب ممالک نے اس دورے کو خاص طور پر فلسطینی عوام نے اس واقعہ کو تاریک ترین واقعہ قرار دیا کہ اس دورے سے فلسطین کی آزادی کے مقاصد کو سخت نقصان پہنچا تھا اس دورے کی بنیاد پر ہی کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے لئے راہ ہموار ہو پائی تھی اپنی پالیسی کی بدولت ہی مصر سینائی کا کئی ہزار مربع میل علاقہ اور تیل کے کنویں واپس لینے میں کامیاب ہو گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 جون 1984ء

سانحہ دربار صاحب امرتسر

شروع میں سکھوں کا مطالبہ زیادہ صوبائی خودمختاری کا تھا ان کا مطالبہ تھا کہ ہریانہ کے کچھ حصوں کو مشرقی پنجاب میں شامل کیا جائے اور صوبے کو مقبوضہ کشمیر کی طرح آئینی حیثیت دی جائے لیکن رفتہ رفتہ اسی مطالبے نے بڑھ کر ایک الگ ملک خالصتان قائم کرنے کی تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ بھارت کے طاقتور اور اقتصادی طور پر خوشحال صوبے مشرقی پنجاب میں سکھوں کی اکثریت ہے 1966ء میں صوبہ پنجاب کی تشکیل نو کے وقت 104 کے ایوان میں 70 اراکین سکھ تھے اور ہندو ارکان کی تعداد 43 اور مسلمان رکن صرف ایک تھا۔ 1969ء کے انتخابات میں سکھوں کی تعداد ستر سے بڑھ کر اسی ہوگئی جب کہ ہندو ارکان کی تعداد میں دس نشستوں کی کمی ہوئی 1972ء کے انتخابات میں سکھوں کی تعداد 83 ہوگئی جو 107 کے ایوان میں قطعی اکثریت تھی۔ 1971ء میں مرکزی پارلیمنٹ میں پنجاب کی 13 نشستوں میں سات سکھ تھے۔ 1977ء میں ان کی تعداد 9 ہوگئی راجیہ سبھا کے 1980ء کے انتخابات میں سات میں سے چھ نشستیں سکھوں کو ملیں۔ گو کہ سکھ بھارت کی کل آبادی کا تین فیصد ہیں یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ لیکن بھارت کی ٹرانسپورٹ اور فوج میں ان کا خاصا عمل دخل ہے۔ بھارت میں تین لاکھ ٹرک اور اسی ہزار بسیں ہیں جن میں نصف پر سکھوں میں اجارہ داری ہے۔ بھارتی پنجاب میں مکمل طور پر ٹرانسپورٹ سکھوں کے ہاتھ میں ہے اس کے علاوہ کلکتہ کی پانچ ہزار اور دہلی کی چار ہزار ٹیکسیاں بھی سکھوں کی ملکیت ہیں۔ بھارت دنیا کا واحد ملک ہے جہاں 165 زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں پنجابی زبان استعمال کرنے والوں کی تعداد 3 فیصد ہے۔ اگرچہ بھارت میں بہت سی قومیں بستی ہیں جو اپنا الگ قومی وجود برقرار رکھنا چاہتی ہیں لیکن ہندو اکثریت کی سیاسی چالوں کے آگے بے بس ہو جاتی ہیں۔

ہندوستان کی تقسیم کے وقت سکھوں کے لیڈر خالصہ جی سنگھ نے خالصتان کا نعرہ لگایا تھا اور قائداعظم نے بھی ماسٹر تارا سنگھ کو پیش کش کی تھی کہ اگر سکھ اپنا الگ وطن قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہندوستان کے مسلمان ان کی بھرپور تائید کریں گے لیکن سکھ لیڈروں نے اس پیش کش کو ٹھکرا کر ہندوؤں کا ساتھ دیا اور مسلمان دشمنی میں ہندوؤں سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ گئے۔

1966ء میں زبان کی بنیاد پر پنجاب کی تشکیل کے وقت ہماچل پردیش کو پنجاب سے نکال کر الگ صوبے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت دی گئی اور اسی طرح ہریانہ کا علاقہ الگ کر کے اس کو بھی صوبہ بنا دیا گیا۔ جس سے پنجاب ایک چھوٹا سا صوبہ ہو کر رہ گیا تقسیم کے وقت پاکستان کے حصے میں 2 فیصد علاقہ آیا اور ہندوستان کے حصے میں پنجاب کا 38 فیصد علاقہ آیا اور جب اس 38 فیصد حصے کو بھی کئی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تو سکھوں نے محسوس کیا کہ ہندو سکھوں کو معاشی طور پر مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سکھوں کی بڑی سیاسی جماعت اکالی دل نے جو 1960ء میں قائم ہوئی تھی ایسی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا جس میں سکھوں کے علیحدہ وجود کو ہندو اکثریت سے منوایا جا سکے اکتوبر 1971ء میں کالی دل کی طرف سے اخبار نیویارک ٹائمز میں ایک اشتہار شائع ہوا۔ جس میں اقوام متحدہ سے اپیل کی گئی کہ وہ خالصتان کو تسلیم کرے۔ اس کے علاوہ ہندوستان بھر میں ایسے نقشے شائع کرا کے تقسیم کئے گئے جن میں ریاست جموں و کشمیر ہماچل پرڈیش ہریانہ مغربی پردیش اور راجستھان کے پنجابی بولنے والے علاقوں کو خالصتان کا حصہ دکھایا گیا۔ 1970ء کے شروع میں اس تحریک کے رہنما ڈاکٹر جگجیت سنگھ تھے ان کے دیگر ساتھیوں میں بل بیر سنگھ سندھو' مسٹر رام سنگھ تارا سنگھ' کرپل سنگھ اور اجیگر سنگھ نمایاں تھے۔ مارچ 1981ء میں بھارت کے شہر چندی گڑھ میں سکھوں کا عالمی کنونشن منعقد ہوا جس میں بھارت میں آباد سکھوں کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ بڑے شد و مد سے کیا گیا اور اقوام متحدہ سے درخواست کی گئی کہ خالصتان کو بھی دیگر آزادی کی تنظیموں کی طرح مبصر کی حیثیت دی جائے۔

اس کنونشن نے سکھوں میں بیداری کی ایک نئی لہر دوڑا دی اور سکھ رہنماؤں نے محسوس کرنا شروع کیا کہ اگر اب بھی جدوجہد شروع نہ کی گئی تو وہ وقت دور نہیں جب ہندو اکثریت انہیں اپنے اندر ضم کر لے گی۔ چنانچہ ہندوؤں کے خلاف باقاعدہ مورچہ سنبھال لیا گیا اور جمنا پار کا نعرہ سکھوں میں مقبولیت پانے لگا اور سنت جرنیل سنگھ اور ہر چند سنگھ لنگوال جیسے انتہاء پسندوں نے تحریک کی قیادت سنبھالی 37 سالہ سنت جرنیل سنگھ جو بھنڈراں والا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ تحریک کے جانباز سکھوں کیلئے نشان عقیدت بن گئے۔ سکھوں کے شہروں میں جانے اور جدید دور کے تقاضوں کے باعث سکھوں کے ہندو جاتی میں مدغم ہونے کا انہیں بڑا دکھ تھا آل انڈیا سکھ اسٹوڈنٹس فیڈریشن بھنڈراں والا کی بہت بڑی حامی تھی۔ 1978ء میں سکھوں نے بھنڈراں والا کو اس وقت اپنا نجات دہندہ قرار دیا۔ جب جرنیل سنگھ نے نرنکاری سکھوں کے ہاتھوں اپنے پیروکاروں کی موت کا بدلہ لینے کی قسم کھائی۔ 14 اپریل 1983ء کو تحریک کے ابتدائی دور میں سکھ رضا کار فوج کے ارکان اور پولیس کے درمیان تصادم ہو گیا۔

جس میں 21 افراد ہلاک ہو گئے اس واقعہ کے بارہ روز بعد ہی ایک ہندو سینئر پولیس افسر کو سکھوں کی مقدس عبادت گاہ دربار صاحب کے باہر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ہندوؤں نے اس واقعہ پر شدید احتجاج کیا اور حکومت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مطالبہ کیا کہ پولیس افسر کے قاتلوں کو جو دربار صاحب میں پناہ لئے ہوئے ہیں پولیس کے ذریعے برآمد کیا جائے لیکن سکھ رہنماؤں نے حکومت کو دھمکی دی کہ دربار صاحب میں پولیس داخل ہوئی تو سخت خون خرابہ ہوگا۔ چنانچہ بھارتی حکومت نے دربار صاحب میں داخل ہونے کے بجائے اس کی نگرانی کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ مزید تشدد کے واقعات کی روک تھام کی جاسکے۔لیکن اس کے باوجود صوبے میں کشیدگی بڑھتی رہی اور آئے دن سکھوں اور ہندوؤں کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہے جرنیل سنگھ کی شعلہ بیان تقریروں کے کیسٹ شہروں سے نکل کر گاؤں گاؤں تقسیم ہونے لگے ان تقریروں میں سکھوں کو ہندوؤں کے مقابلے میں اعلیٰ ذات بتایا جاتا اور ان کو تلقین کی جاتی کہ اگر وہ اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اکالی دل کے جتھے میں شامل ہو جائیں۔ 6اکتوبر1983ء کو حکومت نے مشرقی پنجاب میں صدر راج نافذ کردیا اور سارے اختیارات اندرا گاندھی کی حکومت نے سنبھال لئے۔ سکھوں نے اس قانون کو خوب اچھالا اور اسے سکھوں کا سیاسی طور پر استحصال قرار دیا لیکن حکومت نے اسے ہندوستان کے مفاد میں صحیح اقدام قرار دیا اور یہ دلیل پیش کی کہ سکھوں کی تحریک میں اب تک290افراد ہلاک ہوچکے ہیں اس دوران گولڈن ٹمپل سکھوں کی تحریک کا مرکز بن گیا اور سنت جرنیل سنگھ یہیں سے اپنے پیرکاروں کے لئے احکامات جاری کرتے۔فروری1984ء میں اکالی دل اور بھارتی حکومت کے درمیان ایک سال کے تعطل کے بعد دوبارہ مذاکرات شروع ہوئے جو کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہوگئے۔ 5مارچ1984ء کو حکومت نے صوبہ میں ہنگامی اختیارات کا استعمال شروع کیا۔تاکہ سول حکام کی مدد کے لئے فوج کی طلبی کا جواز پیدا کیا جاسکے۔مارچ1984ء ہی میں اندرا گاندھی نے آل انڈیا سکھ اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو غیر قانونی قرار دے دیا۔اس پابندی کا سکھوں پر شدید ردعمل ہوا اور اسے سکھ مذہب پر حملہ قرار دیا گیا۔مئی میں دو ہندو سیاستدانوں اور ایک صحافی کے قتل کے بعد حکومت پر دباؤ ڈالا جانے لگا کہ دربار صاحب کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے اس دوران اکالی دل نے اپیل کی کہ مشرقی پنجاب سے غلہ باہر لے جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کی جائے (مشرقی پنجاب بھارت میں سب سے زیادہ غلہ پیدا کرنے والا ہے)۔

6جون1984ء کو سکھوں سے خون ریز لڑائی کے بعد فوج نے گوردوارہ امرتسر پر قبضہ کرلیا۔اس کے علاوہ 38 گردواروں ایک مندر اور پانچ مسجدوں کے خلاف بھی فوجی کارروائی کی گئی۔

دربار صاحب کے احاطے میں فوج اور سکھوں کے درمیان لڑائی میں ایک ہزار افراد ہلاک ہوگئے۔ جن میں سکھ رہنما سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والہ بھی شامل تھے۔اس واقعے کا افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ سکھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مذہبی مرکز اور سب سے بڑی عبادت گاہ دربار صاحب امرتسر (گولڈن ٹیمپل) میں پیش آیا۔
بھارتی فوج نے حملے کا آغاز کرفیو کے دوران رات کے اندھیرے میں کیا اور حملے میں بکتر بند دستے اور بھاری اسلحہ استعمال کیا گیا۔جس کے بعد بھارتی حکومت اور سکھوں کے درمیان کشیدگی میں زبردست اضافہ ہوا اور سکھوں نے دربار صاحب کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کا اعلان کیا۔

اکتوبر1984ء

تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

فیض صاحب انتقال کر گئے

بین الاقوامی شہرت کے حامل پاکستانی دانشور اور شاعر فیض احمد منگل کے روز انتقال کر گئے۔ان کی موت کی خبر پل بھر میں سارے شہر میں پھیل گئی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لوگ ان کی رہائش گاہ واقع ماڈل ٹاؤن پہنچنا شروع ہو گئے۔وہ دو دن پہلے اپنے آبائی گاؤں موضع کالا قادر ضلع سیالکوٹ سے واپس آئے رات ان کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔جس پر انہیں فوراً میوہسپتال کے ایسٹ میڈیکل وارڈ میں منتقل کیا گیا۔اس وقت ان کی دو صاحب زادیاں اور داماد ان کے ساتھ گئے ہسپتال میں ڈاکٹر پروفیسر خواجہ صادق حسین ڈاکٹر ظفر عمر' ڈاکٹر سبط الحسن ڈاکٹر سعید نے ان کا علاج کیا۔ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق انہیں دل کا ہلکا دورہ پڑا اور شدید دمہ کا عارضہ لاحق ہوا تھا۔ایک روز قبل کی دوپہر ہسپتال میں انہیں دو مرتبہ دل کا دورہ پڑا اور کئی مرتبہ سانس رک گئی۔انہیں اس موقع پر خون بھی دیا گیا معائنہ کے وقت انہیں سانس کی شدید تکلیف تھی۔بیگم ایلس فیض کے مطابق انہیں پیچش کی تکلیف بھی تھی جو اس رات شدت اختیار کر گئی اور انہیں پاخانے کے ساتھ خون آنے کی وجہ سے اتنی نقاہت ہوگئی کہ وہ بے ہوش ہو گئے ہسپتال میں ان کی خصوصی نگہداشت کی گئی لیکن اس دوران دل کا دورہ پڑا۔جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور ایک بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے جس کے فوراً بعد ان کی میت ماڈل ٹاؤن میں ان کی رہائش گاہ منتقل کر دی گئی۔جنازہ صبح ان کی رہائش گاہ 102 ایچ ماڈل ٹاؤن سے اٹھایا گیا اور ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

فیض احمد فیض 13 فروری 1911ء میں کالا قادر ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام خان بہادر سلطان محمد خان بیرسٹر تھا۔انہوں نے ابتدائی مذہبی تعلیم مسجد مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے حاصل کی۔مشن ہائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکول سیالکوٹ سے میٹرک کیا اور مرے کالج سیالکوٹ سے انٹر میڈیٹ کیا ان کے اساتذہ میں شمس العلماء سید میر حسن اور پرویز یوسف سلیم چشتی تھے۔اس کے بعد انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے انگریزی ادب کیا اور ایم اے عربی ادب اورینٹیل کالج لاہور سے کیا یہاں ان کے اساتذہ پطرس بخاری' صوفی غلام مصطفیٰ تبسم' مولوی محمد شفیع' ڈاکٹر تاثیر' مولانا عبدالحمید سالک' مولانا چراغ حسن حسرت' پنڈت ہری چند اختر تھے۔اس دوران انہوں نے جامع اشرفیہ سے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔

ایم اے کرنے کے بعد انہوں نے عملی زندگی کا آغاز بطور استاد ایم اے او کالج امرتسر سے کیا جہاں وہ 1935ء سے 1940ء تک رہے اس کے بعد وہ ہیلی کالج لاہور میں 1940 تا 1942 تک رہے دوسری جنگ عظیم کے دوران وہ انڈین آرمی انٹر سروسز پبلک ریلیشنگ میں شامل ہو گئے اور جب یہ ملازمت چھوڑی تب وہ لیفٹیننٹ کرنل تھے۔1947ء میں وہ پاکستان ٹائمز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

مارچ 1951ء میں راولپنڈی سازش کیس میں گرفتار ہوئے اور 1955ء تک اسیری کے دن گزارے رہائی کے بعد پاکستان ٹائمز کے دوبارہ چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے اور 1958ء کے مارشل لاء کے بعد سبکدوش ہو گئے۔ جناب فیض کو 1962ء میں فیض امن ایوارڈ دیا گیا جبکہ وہ.......... 1982,83 میں نوبل پرائز کے لئے بھی منتخب کئے گئے تھے۔انہیں فلسطین میگزین ''لوٹس'' کا خصوصی ''لوٹس ادبی ایوارڈ'' بھی دیا گیا۔فیض احمد فیض قیام پاکستان سے قبل 1940ء میں ایک معروف مزدور رہنما تھے۔وہ ہندوستان کی ٹریڈ یونین سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے انہوں نے محنت کشوں کیلئے بہت کام کیا ان کے ساتھیوں میں بھارت کے سابق صدر وی وی گری اور مرزا ابراہیم شامل ہیں۔1936ء میں وہ ترقی پسند مصنفین کے بانی ممبران میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی انہوں نے ٹریڈ یونین سرگرمیاں جاری رکھیں اور پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کے وائس پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔وہ حکومت پنجاب لیبر ایڈوائزری کمیٹی کے 1947ء تا 1951ء تک کنوینئر رہے۔1951ء میں وہ حکومت پاکستان کی طرف سے بین الاقوامی مزدور کانفرنس کے وفد کے رکن تھے جب کہ 1948ء میں سان فرانسسکو اور جنیوا میں بھی پاکستان کی نمائندگی کی وہ سیکرٹری پاکستان آرٹس کونسل لاہور بھی رہے اور پہلے مارشل لاء میں دوبارہ گرفتاری ہوئی۔انہوں نے 1962ء سے 1964ء تک انگلستان میں قیام کیا اور لبنان' شام' عراق' مصر' الجزائر گئے وہ ہارون کالج کراچی کے پرنسپل بھی رہے۔وہ حاجی عبداللہ ہارون ٹرسٹ کے نائب صدر بھی تھے کراچی میں وہ 1914ء سے 1972ء تک رہے وہ پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس کے صدر اور مشیر امور ثقافت وزارت تعلیم حکومت پاکستان بھی 1972ء سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1977ء تک رہے۔

وہ ایفروایشین رائٹرز ایسوسی ایشن کے فاؤنڈر ممبر اور اس کی مجلس عاملہ کے رکن بھی تھے۔ فیض صاحب نے اپنی زندگی کے جس آخری مذاکرے میں شرکت کی تھی وہ روزنامہ جنگ لاہور کے جنگ فورم کے زیر اہتمام اقبالؒ کے فکر اور فن کے موضوع پر ہوا تھا۔ ان کی زندگی کی آخری تقریب 14 نومبر کو کوہاری کی تصویروں کی نمائش تھی۔ جس کا افتتاح انہوں نے کیا تھا وہ گزشتہ ہفتے اسلام آباد میں دائرہ کے زیر اہتمام ہونے والی تقریب جو کہ چودھری فضل حق کی مثنوی ''مولا علی'' کے سلسلے میں منعقد ہوئی تھی مہمان خصوصی تھے۔ فیض صاحب کی تخلیقات میں نقش فریادی' دست تہہ سنگ' دست صبا' زندان نامہ' سرداری سینا' میلبیس میرے دریچے میں' مہ وسال آشنائی' سارے سخن ہمارے' میزان لوح وقلم اور شام شہر یاراں شامل ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے سٹیشن ڈائریکٹر نے بتایا کہ اس جمعہ کو فیض صاحب نے ریڈیو پاکستان کے لئے انٹرویو دینے کا وعدہ کیا اور آج میں ان سے اس سلسلے میں ملنے والا تھا کہ وہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غم دہر کا جھگڑا کیا ہے

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے
تو جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے
یوں نہ تھا میں نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے
اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا
مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ
ان گنت صدیوں کے تاریک و بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخواب میں بنوائے ہوئے
جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے
اب بھی دلکش ہے تیرا حسن مگر کیا کیجئے

☆☆..............................☆☆

یادوں کے گریبانوں کے رفو
پر دل کی گزر کب ہوتی ہے
اک بخیہ ادھیڑا ایک سیا
یوں عمر بسر کب ہوتی ہے

☆☆..............................☆☆

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

31 اکتوبر 1984ء

اندرا گاندھی کو قتل کر دیا گیا

بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو صبح 9 بجے نئی دہلی میں ان کی سرکاری رہائش پر ان کے اپنے ہی دو سکھ محافظوں نے بالکل قریب سے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے ہلاک کر دیا۔ مسز اندرا گاندھی کو سولہ گولیاں لگیں۔
مسز اندرا گاندھی پر سٹین گن اور پستول سے فائرنگ کی گئی۔ گولیاں 66 سالہ وزیر اعظم اندرا گاندھی کے پیٹ میں، سینے اور ران میں لگیں آپریشن تھیٹر میں جسم سے گولیاں نکالنے کے دوران مسز گاندھی کا تنفس مصنوعی طریقے سے جاری رکھا گیا اور مسلسل خون بھی دیا جاتا رہا۔ حملہ آور محافظوں کو جنہوں نے گولیاں چلائیں موقع پر گرفتار کر لیا گیا ان کے ہمراہ ایک اور شخص کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ دونوں سکھ محافظوں میں سے ایک نے سٹین گن سے اور دوسرے نے ریوالور سے گولیاں چلائیں۔ محافظ اس سیکورٹی گارڈ میں تھے جو مسز اندرا گاندھی کی قیام گاہ پر متعین تھے۔ دونوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہتھیار ڈال دیئے تین افراد کو گرفتار کیا گیا۔

مسز اندرا گاندھی پر محافظوں کی گارڈ کے ایک رکن نے صبح سوا نو بجے کے تھوڑی دیر بعد اس وقت گولی چلا دی جب وہ اپنی کوٹھی سے قریب کی عمارت نمبر ایک اکبر روڈ جا رہی تھیں۔ وہاں موجود ایک اور محافظ نے ان پر سٹین گن سے گولی چلا دی۔ ترجمان نے بتایا کہ اس وقت مسز اندرا گاندھی برطانوی ٹیلیویژن کی ایک جماعت کو انٹرویو دینے کیلئے ساتھ کی عمارت کی طرف جا رہی تھیں۔ گولیاں لگتے ہی مسز گاندھی چیخ مار کر گر پڑیں اور یہ آواز سن کر ان کی بہو سونیا روتی ہوئی ان کی طرف بڑھیں۔ ہسپتال میں موت کے وقت اندرا گاندھی کے کنبہ کے کم وبیش تمام افراد موجود تھے ان کی چھوٹی اور ناراض بہو مانیکا گاندھی بھی ہسپتال پہنچ گئی تھی۔

قاتلانہ حملہ کے بعد دہلی آنے جانے والے راستے بند کر دیئے گئے مسز گاندھی کے قتل کی سرکاری خبر نشر کرنے سے پہلے ہی آل انڈیا ریڈیو نے ماتمی موسیقی نشر کرنا شروع کر دی تھی۔ جب مسز گاندھی کی موت کے بارے میں اعلان ہوا تو دارالحکومت میں لوگ سن سے ہو کر رہ گئے انہیں اس خبر پر یقین نہیں آتا تھا ہزاروں افراد وزیراعظم کی سرکاری قیام گاہ اور انسٹیٹیوٹ کے سامنے جمع ہو گئے۔ جہاں مسز گاندھی کا ہنگامی آپریشن ہوا تھا شہر میں دکانیں بند ہو گئیں اور کاروبار ٹھپ ہو گیا ہسپتال کے باہر لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ فسادات پر قابو پانے والی پولیس نے عمارت اور اندرا گاندھی کے گھر کو گھیرے میں لے لیا وہاں لوگ ''اندرا گاندھی زندہ باد'' کے نعرے لگا رہے تھے۔

مسز گاندھی کے قتل کے 8 گھنٹے بعد مسز گاندھی کے صاحبزادے راجیو گاندھی نے وزیراعظم کے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔ جونہی ملک میں یہ خبر پھیلی کہ حملہ آور سکھ تھے اور یہ اقدام سکھوں کی انتقامی کارروائی تھی لوگوں کے ہجوم در ہجوم گھروں سے باہر نکل آئے اور شہروں میں ٹراموں بسوں اور ٹیکسیوں پر ہلے بول دیئے۔ مظاہرین نے زیادہ تر ان گاڑیوں پر حملے کئے جن کا عملہ سکھ تھا لوگوں نے سکھوں کے خلاف نعرے لگائے۔

اس موقع پر کم ازکم 1500 سکھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ تقریباً 400 سکھوں کو ذبح اور اتنے ہی سکھوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ انتقال کر جانے والی 66 سالہ بھارتی وزیراعظم گزشتہ دو دہائیوں کے دوران بیشتر عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھارت کی سربراہ رہی ہیں وہ پہلی مرتبہ 1966ء میں اپنے والد جواہر لعل نہرو کی وفات کے دو سال بعد وزیراعظم بنیں۔ تب سے ہی 1977ء تا 1980ء کا عرصہ چھوڑ کر باقی تمام عرصہ وہ اس عہدے پر برقرار رہیں۔ انہیں سیاست نہ صرف اپنے والد جواہر لعل نہرو بلکہ دادا موتی لعل نہرو سے وراثت میں ملی تھی اپنی پارٹی اور حکومت پر ہمیشہ ان کی گرفت بڑی مضبوط رہی تھی تاہم آسام میں انتخابات کرانے اور بعد ازاں امرتسر میں سکھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مقدس ترین عبادتگاہ گوردوارہ دربار صاحب پر فوج کشی کے فیصلوں نے ان کے لئے یکے بعد دیگرے بڑے اندرونی بحران پیدا کر دیئے گو کہ وہ سیاست میں ایک خاموش اور شرمیلی لڑکی کے روپ میں داخل ہوئی تھیں مگر وقت گزرنے کے ساتھ وہ ایک جنگجو سیاستدان بن گئیں۔ پارٹی میں اپنی قیادت اور سربراہی برقرار رکھنے کے لئے انہوں نے اپنے والد کی پارٹی کو دو بار دھڑوں میں تقسیم کیا۔ سیاست میں ان کی پوزیشن کی بحالی اس وقت ہوئی جب وہ جنوری 1980ء میں منتخب ہو کر ایک بار پھر برسر اقتدار آ گئیں۔ سیاسی زندگی کے دوران مخالفین کے ہتھکنڈوں عدالتوں کے چکر لگانے دوبارہ جیل جانے' پارٹی کے ساتھیوں کی جانب سے مایوس کئے جانے' پارلیمنٹ سے نکال دیئے جانے اور ایسی ہی بہت سی دیگر مشکل صورت حال میں انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا اور اپنی کوششیں جاری رکھیں بین الاقوامی سطح پر وہ ایک بڑی شخصیت کے طور پر تب ابھریں جب مارچ 1983ء میں انہیں 101 رکنی غیر جانبدار تحریک کا سربراہ منتخب کر لیا گیا۔

بھارت کے ہندوؤں کے مذہبی رہنما اور تحریک آزادی کے لیڈر مہاتما گاندھی کو بھی 30 جنوری 1948ء کو گولی ماری گئی تھی جس سے وہ ہلاک ہو گئے تھے وہ اندرا گاندھی کے کوئی رشتہ دار نہیں تھے انہیں ایک ہندو انتہا پسند نے نئی دہلی کے ایک باغ میں اس وقت گولی ماری تھی جب وہ اپنے حامیوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے وہ مسز اندرا گاندھی کے والد پنڈت جواہر لال نہرو کے قریبی ساتھی تھے بھارت کی آزادی کے بعد نہرو پہلے وزیر اعظم بنے انہوں نے 1948ء میں عہدہ سنبھالا۔

وہ اس وقت غیر جانبدار تحریک کی سربراہ بھی تھیں جنوری 1948ء میں مہاتما گاندھی کے قتل کے بعد کسی بڑے بھارتی لیڈر کا یہ دوسرا قتل تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18 نومبر 1984ء

دو ہفتے کی بچی کو بندر کا دل لگا دیا گیا

امریکہ کے ایک اسپتال میں ایک جوڑے کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو ان کے سُونے آنگن میں جیسے بہار آ گئی۔ بھورے بالوں اور نیلی آنکھوں والی اس بچی کا نام ''فتی'' رکھا گیا۔ بے بی فتی قبل از وقت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ سن کر اس کے ماں باپ کو مزید تشویش لاحق ہو گئی کہ بچی کا دل کام نہیں کر رہا ہے اور وہ عام نومولود بچوں کی طرح نارمل نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے بچی کے طبی معائنہ کے بعد اس کے والدین کو بتایا کہ بے بی فتی کو زندہ رکھنے کے لئے اسے دل کی منتقلی کے آپریشن سے گزرنا پڑے گا۔

نومالنڈا یونیورسٹی میڈیکل سنٹر کے ڈاکٹر لیونارڈ ایل بیلے نے بچی کے آپریشن کے لئے راستہ صاف کیا بہت مخالفت ہوئی خود میڈیکل سنٹر کے حقوق تحفظ حیوانات کے وکلاء نے ڈاکٹر کے اس رویے کے خلاف مظاہرہ کیا۔ نعرے بازی کی اور مطالبہ کیا کہ جانوں پر تشدد بند کیا جائے کیونکہ ڈاکٹر بیلے نے کہا تھا کہ بے بی فتی کو موت کے ظالم پنجوں سے بچانے کے لئے صرف اور صرف یہی ایک راستہ ہے کہ اسے بندر کا دل لگا دیا جائے۔ ڈاکٹر بیلے نے مظاہروں پر ذرا کان نہ دھرے وہ تو جیسے اپنی دھن کے پکے تھے انہوں نے ایک نہ سنی اور نومولود کو بندر کا دل منتقل کرنے کے لئے آپریشن کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ڈاکٹر بیلے کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں کا موقف بھی کچھ غلط نہ تھا کیونکہ ڈاکٹر بیلے ماضی میں انسانی جسم میں کسی جانور کا دل منتقل کرنے کا کوئی تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ البتہ وہ سال ہا سال تک تبدیلی قلب کے مختلف آپریشنوں کے ذریعے جانوروں کے دل منتقل کرنے کے کئی کامیاب تجربے کر چکے تھے۔

بے بی فتی کو کسی جانور کا دل منتقل کرنے کا بھی یہ کوئی انوکھا تجربہ نہیں ہونے والا تھا کیونکہ اس سے قبل انسانی جسم میں کسی حیوانی دل کی منتقلی کے کئی تجربے ہو چکے تھے۔ یونیورسٹی آف میپسی کے سکول آف میڈیسن کے ڈاکٹر جیمز ہارڈے نے بھی 20 سال قبل ایک ایسا ہی تجربہ کیا تھا جب انہوں نے 68 سالہ بوڑھے کے دل میں ایک چیمپنزی کا دل لگایا لیکن وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گیا 1977ء میں بھی ایک 25 سالہ اطالوی خاتون کو بندر کا دل لگایا گیا لیکن وہ پانچ گھنٹے زندہ رہنے کے بعد انتقال کر گئی بعد ازاں ایک اور تجربے میں ایک 59 سالہ شخص پر حیوانی دل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی منتقلی کا تجربہ کیا گیا جو اگرچہ کامیاب رہا لیکن یہ شخص بھی ساڑھے تین دن زندہ رہنے کے بعد موت کی آغوش میں چلا گیا۔

بے بی فتی کا کیس محض اس لحاظ سے نیا تھا کہ حیوانی دل کی منتقلی کا تجربہ ایک بچے پر کیا جانے والا تھا جس کی عمر تین ہفتے سے زیادہ نہ تھی اسی طرح کسی بچے کو حیوانی دل کو منتقل کرنے کا یہ سرجری کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا۔ ڈاکٹروں کے مطابق بے بی فتی جب پیدا ہوئی تو اس کے دل کا نظام پوری طرح کام نہیں کر رہا تھا وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں کی طرح تھی اس کے دل کے نظام خصوصاً خون کی گردش دینے والا عمل بالکل خراب تھا دل کی بڑی شریانیں بری طرح متاثر تھیں جس سے پورا جسمانی نظام خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ بچی کے والدین نے جب ڈاکٹر بیلے سے رابطہ قائم کیا تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ ڈاکٹر ولیم نارووڈ کی تھیوری کے تحت فتی کا آپریشن کرے گا اس طریقہ کار کے ذریعہ انسانی جسم میں دل کی دائیں جانب ایک ٹیوب کے ذریعے پھیپھڑوں اور نئے دل کی شریانوں کے درمیان براہ راست رابطہ جوڑ دیا جاتا ہے۔ جس سے یہ نیا دل وہی عمل انجام دیتا ہے۔ اگرچہ یہ آپریشن اتنا آسان نہیں تھا چنانچہ بے بی فتی کے والدین کی رضا مندی کے بعد ڈاکٹر بیلے اپنے طبیب رفقاء کے ساتھ سان انٹونیو میں ساؤتھ ویسٹ فاؤنڈیشن سے 10 ماہ کے ایک مادہ بندر کا دل لے آئے جو سائز میں اخروٹ کے برابر تھا اور اس کا وزن کسی عام انسانی بچے کے دل کے برابر تھا۔

پانچ گھنٹے کے سخت ترین اور انتہائی مشکل آپریشن کے بعد بے بی فتی کو حیوانی دل لگا کر ڈاکٹر بیلے کی ٹیم نے سرجری کی تاریخ میں یادگار کارنامہ انجام دیا اس کے لئے اسے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا۔ نو مالنڈا ہسپتال کے ادارتی بورڈ کی منظوری لینی پڑی اور جب اس نے بڑی جدوجہد کے بعد یہ کارنامہ انجام دے لیا تو مخالفین کی زبانیں بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو گئیں۔ اخباروں اور جریدوں نے شہ سرخیوں کے ساتھ بے بی فتی کے آپریشن کی خبریں دیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے بھی آپریشن کی خبر شہ سرخیوں کے ساتھ نشر ہوئی۔ غرض امریکہ کے ذرائع ابلاغ نے بڑے زور و شور سے ڈاکٹر بیلے کی تعریف و توصیف کی اور اس آپریشن کا طب کی تاریخ میں ایک اہم اور یادگار کارنامہ گردانا بہرحال اپریشن کے بعد بے بی فتی کے دل کا نظام بحال ہونے لگا

اور وہ آہستہ آہستہ عام بچوں کی طرح حرکتیں کرنے لگی اور ماں باپ کی لاڈلی بچی کی صحت یابی سے ان کی مایوسیوں بھری زندگی ایک بار پھر مسرت اور خوشی کے مرغزاروں میں بدل گئی۔ اگرچہ یہ بچی صرف دو ماہ کے وقفہ کے بعد مرگئی لیکن ڈاکٹر بیلے نے بے بی فتی کے آپریشن کے ذریعہ انسانی جسم میں حیوانی دل کی منتقلی کا ایسا کامیاب تجربہ کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو سرجری کی روشن کی ہوئی شمع سے تحقیق و جستجو کی نئی راہیں تلاش کریں گے اور سونے دلوں کو پھر سے آباد کر دیں گے۔

ڈاکٹر بیلے نے بندر کا دل کہاں سے لیا کیا یہ اتنا ہی آسان تھا کہ اسے یہ بلا تردد اور بغیر کوشش کے مل جاتا نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر بیلے نے بے بی فئی کو بندر کا جو دل لگایا وہ انہیں سان انتونیو کی ایک فاؤنڈیشن سے ملا جس نے اپنے تحقیقی مرکز میں جانوروں کی کالونی بسا رکھی ہے اور جہاں مختلف قسم کے تقریباً 2500 جانور رکھے گئے ہیں جن پر مختلف قسم کے تجربات کئے جاتے ہیں۔ اس مرکز میں مختلف جانوروں میں بھی تبدیلی قلب کے آپریشن کئے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں بعض بیمار جانوروں کے شافی علاج کی غرض سے انوکھے قسم کے تجربات کئے جاتے ہیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

3 دسمبر 1984ء

سانحہ بھوپال (بھارت)

بھوپال میں آنے والی قیامت کے بارے میں لکھتے ہوئے الفاظ ساتھ نہیں دے پا رہے کہ وہ تصویر پیش کی جا سکے جب ہزاروں افراد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔ آدھی رات کو زہریلی گیس موت کی شکل میں ان کے گھروں میں داخل ہوئی اور ان کے جسموں میں اتر گئی۔ کئی دن کے بعد تک ان کی لاشیں گھروں میں پڑی سڑ رہی تھیں کیونکہ غریب بستیوں میں رہنے والوں کے کمرے اندر سے بند تھے۔

اس سانحہ میں ہزاروں افراد اندھے ہو گئے۔ ہزاروں کے نروس سسٹم پر ایسا اثر پڑا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو گئے۔ اس زہریلی گیس کے کچھ اثرات تو فوری ہوتے ہیں اور کچھ ایسے جن کا اثر آہستہ آہستہ سامنے آتا ہے اس زہر سے وہ بچے تک متاثر ہونگے جو ابھی اپنی ماؤں کے پیٹ میں ہیں یہ بچے نہ جانے کس حال میں پیدا ہوں اس کے تصور سے ہی روح کانپتی ہے۔

اگر بین الاقوامی کمپنی یونین کاربائیڈ میں ہونے والا یہ واقعہ صرف ایک حادثہ نہیں ہے۔ یہ ہزاروں افراد حادثے کا شکار نہیں ہوئے بلکہ اس سسٹم کا شکار ہوئے ہیں۔ جس میں بدعنوانی اور رشوت حکمرانوں اور افسروں کا دھرم ایمان بن گیا ہے۔

دنیا میں صرف 2 فیکٹریاں کیڑوں اور چوہوں کو مارنے کی یہ زہریلی گیس میتھائل آئسوسائنائیڈ بناتی ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک فیکٹری امریکہ میں ہے اور دوسری بھوپال میں' دونوں فیکٹریاں کھرب پتی عالمی کمپنی یونین کاربائیڈ کی ملکیت ہیں۔ بھارت سے یہ گیس بن کر پوری دنیا میں سپلائی ہوتی ہے اس عالمی کمپنی نے اس دواء کی فیکٹری بھارت میں صرف اس لئے لگائی کہ امریکہ اور دوسرے ممالک میں اتنی خطرناک کیمیکل بنانے کی فیکٹریاں لگانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ یہاں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ آخر بھوپال جیسے بڑے شہر کی گنجان آبادی کے قریب اس طرح کی فیکٹری لگانے کی اجازت کیوں دی گئی؟ دنیا کے وحشی سے وحشی ملک میں یہ ناممکن تھا۔ کہ کسی شہر کے قریب ایسی فیکٹری لگانے کی اجازت ملتی اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ 69ء میں جب یہ فیکٹری قائم کی گئی تو بھوپال میونسپل کارپوریشن کے ایڈمنسٹریٹر جناب ایم این ایچ نے اس فیکٹری کو نوٹس دیا کہ اسے بھوپال سے ہٹا دیا جائے کیونکہ اس سے انسانی جان کو خطرہ ہے۔ لیکن اس ارب پتی کمپنی کا اثر رسوخ اتنا تھا کہ بجائے فیکٹری ہٹنے کے مسٹر ایم این ایچ کو فوراً ہٹا دیا گیا۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ملٹی نیشنل (بین الاقوامی) سرمایہ دار کمپنیاں بھارت جیسے ملکوں میں سیاستدانوں اور افسروں کی بدعنوان طبیعت کا فائدہ اٹھا کر انہیں بڑی بڑی رشوتیں دیتی ہیں اور اپنا الو سیدھا کرتی ہیں۔ یہ کمپنیاں کروڑوں روپیہ صرف اس کام کے لئے خرچ کرتی ہیں کہ حکومت میں اپنے لوگ پہنچا دیں اور ان سے اپنا کام کروائیں نتیجہ یہ ہے کہ یہ کمپنیاں اپنی من مانی کرتی ہیں۔

دنیا کے کسی دوسرے ملک میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کسی آبادی کے قریب اتنی خطرناک زہریلی گیس رکھنے والی فیکٹری کی اجازت دی جائے یہ کوئی پہلا حادثہ نہیں تھا۔ اس فیکٹری میں تقریباً ہر سال ایک آدھ ایسا حادثہ ہوتا ہے۔ جس میں کچھ لوگ مارے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود مدھیہ پردیش کی حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ دسمبر 82ء میں مدھیہ پردیش اسمبلی میں جب یہ معاملہ اٹھایا گیا۔ تو لیبر منسٹر تارا سنگھ نیوگی نے جواب دیا۔ اس فیکٹری کو بنانے میں 25 کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یہ فیکٹری کوئی چھوٹا سا پتھر نہیں ہے جسے اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دیا جائے۔ اس فیکٹری سے بھوپال کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ ہوگا

16 جون 84ء کے ہندی اخبار ''جن ستا'' کے رپورٹر راج کمار کیشوانی کی ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں کیشوانی نے اس فیکٹری سے پیدا ہونے والے خطرات کی طرف توجہ دلائی کیشوانی نے بتایا کہ 80ء سے جب سے اس فیکٹری میں پیداوار شروع ہوئی ہے کوئی سال ایسا نہیں گیا۔ جبکہ ایک آدھ حادثہ نہ ہوا ہو۔ 26 دسمبر 1981ء کو گیس باہر نکلنے سے پلانٹ آپریٹر محمد اشرف مارا گیا تھا۔ اس حادثہ کے صرف پندرہ دن بعد ایک اور حادثہ میں 15 افراد متاثر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے۔ 5 اکتوبر 83ء کو 4 افراد بری طرح سے متاثر ہوئے تھے۔ 1983ء میں 2 مزدور گیس کا شکار ہوئے تھے۔ بار بار انکوائریاں ہوئیں اور سرد خانے میں ڈال دی گئیں۔ اس فیکٹری کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

اس کمپنی کا قانونی مشیر وجے گپتا ایک اندرا کانگریسی لیڈر تھا۔ سابق وزیر تعلیم نرسنگ راؤ ڈکشت کا بھتیجہ کمپنی کے عوامی رابطہ کا افسر تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ماضی میں اس کمپنی کے خلاف جو بھی شور مچا اسے فوراً دبا دیا گیا اور آج مدھیہ پردیش کے سارے عوام کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔

مرنے والے ہندو بھی تھے' مسلمان بھی اور سکھ بھی پرانے بھوپال پر گیس کے اثر کی وجہ سے مرنے والوں میں بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی تھی' غریب مزدور پیشہ لوگ اس قیامت کا خصوصی شکار بنے۔ یہ قیامت جو قدرت کی دین نہیں بلکہ انسانوں کی دین تھی۔

بستیاں کی بستیاں اجاڑ گئی۔ خصوصاً معصوم بچے اس کا شکار بنے۔ قبرستانوں میں لاشیں دفنانے کی جگہ نہیں تھی اس لئے یہ فتویٰ دے دیا گیا کہ پرانی قبروں کو کھود کر ان میں لاشیں دفنائی جائیں۔ جو لوگ باقی بچے وہ سہمے ہوئے تھے۔ سراسیمہ تھے کسی کو نہیں معلوم کہ کب اس پر گیس کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں۔

امریکی ماہرین کا کہنا تھا کہ جو لوگ بچ گئے ہیں وہ بھی محفوظ نہیں ہیں۔ جس کے بھی جسم میں یہ گیس پہنچی ہے اس پر اس کے اثرات ظاہر ہونگے۔ اس گیس سے پھیپھڑوں کی اندر کی جھلی چھل جاتی ہے اور معمولی جراثیم بھی سانس کی نالی سے داخل ہو کر پھیپھڑوں کا انفکشن پیدا کر سکتے ہیں۔ جس سے آدمی کی موت ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے پھیپھڑوں میں سوراخ بھی ہو جاتے ہیں اور جسم کا رقیق مادہ آہستہ آہستہ پھیپھڑوں میں بھر جاتا ہے اور انسان اپنے ہی خون اور مادہ میں ڈوب کر موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پیٹ کی بیماریاں' آنتوں کا کینسر' ریڑھ کی ہڈی اور دماغ کی تکلیفیں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے لئے بڑے پیمانے پر مستقل علاج' بہترین غذا اور صاف ستھرے ماحول کی ضرورت ہے۔

بھوپال سے شائع ہونے والا ہندی ہفت روزہ ''راپت ساپتا ہک'' کے ایڈیٹر کیشوانی نے اکتوبر 82ء میں لکھا تھا کہ پورا بھوپال آتش فشاں کے دہانے پر ہے ویکلی نے حکومت اور بھوپال کے عوام کو وارننگ دی تھی کہ ''اگر آپ نے اس بات کو نہیں سمجھا تو آپ مارے جائیں گے'' اس کے بعد اخبار کے ایڈیٹر مسٹر کیشوانی نے وزیر اعلیٰ ارجن سنگھ کو خط لکھا اور انہیں وارننگ دی کہ یونین کاربائیڈ پلانٹ کی وجہ سے پورا بھوپال خطرے میں ہے لیکن وزیر اعلیٰ نے ان کے خط کا جواب تک دینے کی زحمت نہیں کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونین کاربائیڈ جس کا شمار دنیا کی دولت مندترین ملٹی نیشنل کمپنیوں میں ہوتا ہے اس سے ہر مرنے والے کو کم ازکم ایک لاکھ روپیہ دلایا جائے اور جو لوگ جسمانی طور پر ناکارہ یا اندھے ہو گئے ہیں۔ انہیں بھی ایک ایک لاکھ روپیہ دلایا جائے۔ ویسے تو سینکڑوں خاندان ایسے ہیں جن میں اب ایک بھی فرد باقی نہیں ہے۔ جو معاوضہ حاصل کر سکے بہر حال یہ ایک ایسا حادثہ ہے جس پر پوری دنیا کا سر شرم سے جھک جانا چاہیے۔ خصوصاً بھارت کے لیڈروں کا جو ایسے حادثات کی اجازت دیتے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور)

19 دسمبر 1984ء

پاکستان میں ریفرنڈم

یکم دسمبر 1984ء کو جنرل ضیاء الحق نے ایک ریفرنڈم آرڈیننس جاری کیا جو فوری طور پر نافذ کر دیا گیا۔ اس آرڈر کے تحت ریفرنڈم کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے اور اخباری بیان دینے پر پابندی لگا دی گئی۔ ریفرنڈم میں ووٹ ڈالنا لازمی قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ ریفرنڈم میں رائے دہندگان سے یہ سوال پوچھا جائے کہ۔

"کیا آپ صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے اس عمل کی تائید کرتے ہیں جو انہوں نے پاکستان کے قوانین کو قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کے مطابق اسلامی احکامات سے ہم آہنگ کرنے اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لئے شروع کیا ہے اور کیا آپ اس عمل کو جاری رکھنے مزید استوار کرنے اور پر امن طریقے سے اقتدار منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کی حمایت کرتے ہیں۔"

صدر نے اپنے اعلان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ۔

۱:۔ آیا آپ موجودہ حکومت کی پالیسیوں کی تائید کرتے ہیں؟

۲:۔ کیا آپ نظریہ پاکستان پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے تحفظ کے خواہاں ہیں؟

۳:۔ کیا آپ نظام اسلام کے عمل کی حمایت کرتے ہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴:۔کیا آپ اس عمل کو تیز کرنے اور مستحکم بنانے کے حق میں ہیں؟

۵:۔کیا آپ ۱۲اگست ۱۹۸۳ء کے اعلان کردہ پروگرام کی حمایت کرتے ہیں؟

صدر نے ریفرنڈم کے خلاف عوام کو منظم کرنے سے روکنے کے لئے تعزیرات پاکستان، عوامی نمائندگی کے ایکٹ اور سینٹ نوٹیفکیشن ایکٹ میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس کے ذریعے ضابطہ تعزیرات پاکستان میں ایک نئی شق شامل کی گئی۔ جس کے تحت کسی شخص کو انتخابات یا ریفرنڈم میں حصہ نہ لینے یا بائیکاٹ کرنے یا ووٹ نہ ڈالنے پر اکسانا قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔ اور اس کے مرتکب شخص کے لئے تین سال قید یا پانچ ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دینے کا اعلان کیا گیا۔ دوسری دو ترامیم میں کہا گیا تھا جو شخص ضابطہ تعزیرات پاکستان کی نئی شق کے تحت جرم کا ارتکاب کرے گا وہ سات سال کے لئے قومی یا صوبائی اسمبلی یا سینیٹ کا رکن بننے کے لئے نااہل قرار دیا جائے گا۔

ریفرنڈم کے نتائج حق میں ہونے کا مطلب یہ تھا کہ عوام نے صدر ضیاء الحق کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدر منتخب کرلیا ہے۔ کسی بھی اسلامی ریاست کے عوام اسلامی طرز حیات یا نظام حکومت سے کیسے انکار کرسکتے تھے۔ عوام کا اس کے حق میں ہونا یہ کیسے ثابت کرتا تھا کہ جنرل ضیاء الحق اگلے پانچ سال کے لئے صدر منتخب کر لئے گئے ہیں؟ کسی شخص کو ریفرنڈم کے خلاف عوام کو منظم کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جبکہ ریفرنڈم کے حق میں کنویسنگ کی جاسکتی تھی۔ ضیاء الحق نے پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں جلسے کر کے عوام کو ریفرنڈم کی افادیت سے آگاہ کیا۔ اخبارات کو ریفرنڈم کے خلاف کوئی بات شائع کرنے سے منع کردیا گیا۔ انٹیلی جنس ایجنسیوں کی اطلاع کے مطابق عوامی ردعمل سے بچنے کے لئے بہت سے اقدامات کئے گئے۔ مجلس شوریٰ کے ممبران کو اپنے اپنے علاقے میں ریفرنڈم کے متعلق راہ ہموار کرنے کے لئے ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ پہلے ریفرنڈم میں ووٹ ڈالنے کے لئے شناختی کارڈ کی پابندی تھی۔ لیکن ریفرنڈم سے صرف ایک دن پہلے 18 دسمبر 1984ء کو صدر ضیاء الحق نے اچانک اعلان کردیا کہ ووٹ ڈالنے کے لئے شناختی کارڈ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ صدر کے اس اچانک اعلان نے خود چیف الیکشن کمشنر کو بھی حیران کردیا۔

عبدالقادر حسن اپنے کالم میں ریفرنڈم کی سرگرمیوں کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے

''ذرائع ابلاغ نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا' وزیر مشیر کونسلر شور مچانے میں ریڈیو ٹی وی سے پیچھے نہ تھے۔ بینروں کے الفاظ میں یہ تاثر دینے میں بھی کوتاہی نہ برتی گئی کہ فلاں وزیر چونکہ صدر کے ساتھ ہیں۔ اس لئے صدر کو ووٹ دیا جائے۔''

ان تمام تیاریوں کے باوجود بھی بہت کم لوگ ووٹ ڈالنے آئے۔ سرکاری عملے کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک آدمی نے چار چار مرتبہ ووٹ ڈالے کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق ووٹروں کی تعداد 20 فیصد سے زیادہ نہ تھی۔ یہ دنیا کا عجیب ریفرنڈم تھا جس کے حق میں بات کرنے کی کھلی چھٹی تھی لیکن عوام کو اختلاف کرنے کی اجازت نہ تھی۔ چنانچہ یہ عجیب وغریب ریفرنڈم عوام کے ساتھ مذاق کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

23 جون 1985ء

ہولناک فضائی حادثہ

بھارت کی ایک فضائی کمپنی ایئر انڈیا کا ایک جمبو جیٹ طیارہ جس پر 325 مسافر سوار تھے 23 جون 1985ء کو آئر لینڈ کے جنوب مغرب میں ساحل سے 100 میل دور بحر اوقیانوس میں گر کر تباہ ہو گیا۔ حادثے کے وقت یہ بد قسمت طیارہ لندن سے 40 منٹ کی پرواز کے فاصلے پر تھا جہاں اسے ایندھن کے لئے اترنا تھا۔ یہ پرواز ٹورنٹو سے بمبئی کے لئے تھی اس میں 303 مسافروں کے علاوہ عملے کے بائیس ارکان سوار تھے۔ اس حادثے میں ایک بھی شخص زندہ نہ بچا جن میں 86 بچے بھی شامل تھے۔ حادثے کے فوراً بعد برطانیہ کی شاہی فضائیہ اور آئر لینڈ کے ہوائی جہازوں اور بحریہ کے جہازوں نے امدادی کارروائیوں میں حصہ لیا اور 157 سے زائد لاشیں سمندر سے نکالیں۔

ائیر انڈیا کا طیارہ 35000 فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا اور حادثے سے صرف آٹھ منٹ قبل آئیر لینڈ کی فضائی حدود میں داخل ہو کر طیارے کے پائلٹ نے ''شینن'' کے ہوائی اڈے سے معمول کے مطابق رابطہ قائم کیا تھا بعد میں طیارہ ''شینن'' ہوائی اڈے کے راڈار سے غائب ہو گیا اور اس ہوائی جہاز کی طرف سے مدد کے لئے بھی کوئی ہنگامی سگنل موصول نہیں ہوا۔ بعد میں قریب ہی پرواز کرنے والے دو اور طیاروں نے اس جہاز کے سمندر میں گرنے کی اطلاع دی۔

بد قسمت جہاز کا ملبہ سات کلو میٹر علاقے پر بکھرا ہوا تھا اور سمندر میں ہلکے طوفان' دھند اور بارش کی وجہ سے امدادی کارروائیوں میں دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سمندر میں تیرتی ہوئی لاشیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

کفتنک نامی بھارتی طیارہ 5 کروڑ 17 لاکھ ڈالر میں خریدا گیا تھا۔ اس نے ابھی 15 سال پرواز کی مدت میں نصف ہی مکمل کی تھی۔ برطانوی ماہرین کے مطابق اگر پرواز کے دوران طیارے کے تمام انجن فیل ہو جاتے تو تب بھی وہ آدھے گھنٹے تک فضا میں گلائڈر کی طرح پرواز جاری رکھ سکتا تھا اور ایسی صورت میں پائلٹ کو طیارے میں خرابی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریبی ہوائی اڈے کو امداد کے لئے سگنل بھیجنے کے لئے کافی وقت مل جاتا۔ طیارہ جس انداز سے راڈار کی سکرین سے غائب ہوا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے

کہ طیارہ فضا میں ہی بم کے پھٹنے سے تباہ ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے 3 مارچ 1974ء کو ترکی کا ایک طیارہ ڈی سی 10 پیرس کے قریب گر کر تباہ ہو گیا تھا اس حادثے میں 346 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ 27 جولائی 1977ء کو دنیا کی فضائی حادثے کی تاریخ کا بھیانک ترین حادثہ رونما ہوا تھا جس میں 582 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ یہ امریکی ائیر لائنز کا ایک بوئنگ طیارہ 747 تھا جو ٹینرائف ایئرپورٹ کے ایل ایم کے ایک طیارے سے تصادم میں تباہ ہو گیا تھا۔

15 اپریل 1986ء

امریکہ نے لیبیا پر حملہ کر دیا

صدر ریگن نے ہفتہ روزہ ٹائم کو انٹرویو دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ امریکن بحری بیڑہ خلیج سدرہ کے نزدیک کرنل قذافی کو "سبق سکھانے" کے لئے موجود ہے اور بہت جلد ان کے طیارے اور جہاز کرنل معمر قذافی کی مقرر کردہ سرحد موت کو عبور کریں گے اگر لیبیا کی طرف سے مزاحمت کی گئی تو اسے مزا چکھا دیا جائے گا اپنی اس دھمکی پر امریکہ نے عمل کر دکھایا اور واقعی "خط مرگ" کو عبور بھی کر لیا لیکن اس کے اندازوں کے بالکل برعکس جواب میں لیبیا کی طرف سے بھرپور اور زبردست مزاحمت کی گئی اور آج لیبیا کو تیسری دنیا کے قریباً اور اکثر اسلامی ممالک کی طرف سے اس سلسلے میں خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے کہ اس نے تین ہی روز میں امریکی زعم کو خاک میں ملا کر اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا امریکہ کی طرف سے لیبیا کو سبق سکھانے کا یہ پہلا موقعہ نہیں تھا اس سے پہلے بھی وہ مختلف حیلے بہانوں سے کبھی بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ لیبیا کے اقتدار اعلیٰ پر حملہ آور ہوتا رہا ہے اس کی تازہ ترین مثال 81ء میں امریکی فضائیہ کے ہاتھوں لیبیا کے دو طیاروں کی تباہی تھی اس سلسلے میں امریکہ نے انسانی اور اخلاقی اقدار کو کس طرح بالائے طاق رکھا ہوا ہے اس کی ایک مثال مشرق وسطیٰ میں اس کے سب سے بڑے حریف اسرائیل کی طرف سے ماضی میں لیبیا کے سویلین جہازوں پر حملے کئے گئے ایک جہاز کی تباہی اور پھر دھمکی دے کر سویلین جہاز کو تل ابیب میں اترنے پر مجبور کر دیا۔

جہاں تک سمندر کی بین الاقوامی حدود کے تعین کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں محض یہ کہہ دینا کہ بارہ میل کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد متعلقہ ملک کی سرحد ختم ہو جاتی ہے قرین انصاف نہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک اس ضمن میں کوئی باقاعدہ ضابطہ طے ہی نہیں پائیگا۔

اکثر ممالک کی طرف سے ان کے نزدیکی سمندروں۔ سے گزرنے والی آبی گزرگاہوں کو اپنی ملکیت قرار دینے کے دعوے کئے جاتے ہیں امریکہ کے حلیف ممالک میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً کینڈا کا دعویٰ ''ہڈسن بے'' پر ہے جبکہ برطانیہ ''برسٹل بے'' پر قبضے کا دعویدار ہے اٹلی نے ٹورانٹو کو اپنی ملکیت قرار دے رکھا ہے اور خود امریکہ ''چیسل بیگ'' کو اپنے زیر تسلط کئے ہوئے ہے۔

یہ بات بڑی عجیب دکھائی دیتی ہے کہ اگر امریکہ کو دنیا بھر پر پھیلے سمندروں پر عالم انسانیت کے حقوق کا اتنا ہی خیال ہے تو اس نے آج تک برطانیہ اٹلی اور کینیڈا کیخلاف کوئی کارروائی کیوں نہ کی؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود امریکہ کو ایک آبی گزرگاہ ''چیسل پیک'' پر قابض رہنے کا اختیار آخر کس بین الاقوامی قانون کی رو سے حاصل ہے۔

اگر لیبیا نے کوئی غلط دعویٰ اس ضمن میں کیا تھا تو امریکہ ہی کو بین الاقوامی معاملات کا ٹھیکیدار کس نے بنایا ہے؟ اقوام متحدہ کا ادارہ آخر کس مرض کی دوا ہے اس کے بعد یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ اگر لیبیا کی طرف سے خلیج سدرہ پر اس کا دعویٰ غلط ہے تو بحیرہ روم کے کناروں پر آباد ممالک اور خصوصاً اس سلسلے میں لیبیا کے پڑوسی ممالک احتجاج کرتے آخر امریکہ ہی کیوں ہزاروں میل دور سے اپنی بحری جنگی قوت کے بل بوتے پر اسے سبق سکھانے پر تلا ہوا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ معاملہ کچھ اور ہے اور اس خبث باطن کا اظہار بالآخر امریکہ نے بین الاقوامی فورم پر سرکاری طور پر یہ بیان جاری کر کے کر دیا کہ دو ماہ پہلے ہی سے امریکہ قذافی کو سبق سکھانے کے بہانے تلاش کر رہا تھا۔

اس حملے کے فوراً ہی بعد امریکی محکمہ دفاع کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں اس بات کا بھی اقرار کیا گیا کہ امریکہ نے کرنل معمر قذافی کو ایسی حرکتیں کر کے خود اشتعال دلایا تھا اس طرح امریکہ کا مقصد یہ تھا کہ اشتعال میں آکر کرنل قذافی امریکن جہازوں پر حملے کا حکم دیں اور امریکہ کو انہیں مزہ چکھانے کا موقعہ مل سکے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ امریکہ ایک عرصے سے ایسے اشتعال انگیز حالات جان بوجھ کر پیدا کر رہا تھا جو کرنل قذافی کو طیش دلاتے اور انہیں امریکہ سے ٹکرانے پر مجبور کر دیتے۔

امریکہ کی مرضی اور خواہشات کے عین مطابق ایسا ہی ہوا اور جب امریکن بحری بیڑے سے اڑنے والے جہازوں نے خلیج سدرہ کی وہ ''لائن آف ڈیتھ'' عبور کی جس کو کرنل قذافی خطرے کا نشان ایک عرصے سے قرار دیتے آ رہے تھے ان کے مقابلے کے لئے لیبیا کی ائرفورس کے طیارے فضا میں بلند ہوئے اس کے ساتھ ہی سدرہ کے ساحلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہر پر واقعہ روس کی طرف سے فراہم کردہ سام میزائلوں کے اڈے سے ان جہازوں پر میزائل فائر کئے گئے اور پہلے ہی حملے میں امریکہ کے تین طیارے تباہ ہو گئے اس کے جواب میں گو کہ لیبیا کو بھی بہت نقصان اٹھانا پڑا اور امریکن دعوؤں کے مطابق اس نے لیبیا کی گشتی کشتیوں کے ساتھ ساتھ یہ میزائلوں کا اڈہ بھی تباہ کر دیا (حالانکہ امریکہ کے اس دعوے کے بعد بھی اس اڈے سے اس پر میزائل فائر ہوتے رہے اور امریکن دعوؤں کے برعکس دنیا کے اکثر ریڈیو سٹیشن اور خبر رساں ایجنسیاں اس اڈے کے موجود ہونے کی خبریں نشر کر چکی ہیں) لیکن امریکہ نے جس طرح لیبیا کو تر نوالہ سمجھ کر اس کے خلاف یہ جارحانہ اقدام کیا تھا اس کے برعکس لیبیا اس کے لئے لوہے کا ایسا چنا ثابت ہوا کہ جسے امریکہ نہ چبا سکا اور نہ ہی ہضم کر سکا۔

امریکن اندازوں کے برعکس لیبیا نے اپنی فوری طاقت بڑی مضبوط کر لی ہے لیبیا کی ائر فورس میں 480 روسی مگ اور فرانسیسی میراج طیارے شامل ہیں جنہیں خصوصی طور پر جدید ترین میزائلوں سے لیس رکھا گیا ہے۔

امریکہ نے دراصل خلیج سدرہ کے جنوب مغرب میں واقعہ سام 5 اور سام اینٹی ائر کرافٹ میزائلوں کے اڈے کو نشانہ بنایا تھا کیونکہ یہاں روس کی مدد سے لیبیا نے جدید ترین میزائلوں اور ریڈار کا نظام قائم کر رکھا تھا امریکہ کو لیبیا کے مضبوط دفاعی نظام کی وجہ سے یہاں کوئی خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

امریکہ نے لیبیا پر یہ حملہ اپنے تین طیارہ بردار جہازوں اور گورل سی کے ذریعے کیا تھا جن پر دو سو سے زائد جدید ترین امریکن لڑاکا اور بمبار طیارے موجود تھے اس بیڑے کی مدد کے لئے اسی سمندر میں 30 بحری جہاز ہر وقت تیار تھے اور ایک تباہ کن جہاز اس کے علاوہ ان کی مدد کو روانہ ہو چکا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر وہ کون سے حالات تھے جنہوں نے امریکہ کو پسائی پر مجبور کر دیا تو اس کی بظاہر وجوہات تو یہی نظر آتی ہیں کہ تیسری دنیا کے قریباً سب ہی ممالک کے علاوہ امریکہ کے یورپی حلیف اعلی نے بھی لیبیا کی حمایت اور امریکہ کی پرزور مذمت کی تھی امریکہ کو یہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ اس طرح وہ عرب ممالک میں موجود اپنے حلیفوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ امت مسلمہ پر یہ اللہ کی خصوصی کرم فرمائی رہی ہے کہ آپس میں لاکھ نا اتفاقی ہونے کے باوجود یہ لوگ اپنے مسلمان برادر ملک کی اخلاقی ہی سہی امداد پر کمر بستہ ضرور ہو جاتے ہیں۔

امریکہ کا خیال یہی تھا کہ وہ کرنل قذافی کو بین الاقوامی دہشت گرد قرار دے کر اس پر مختلف الزامات کی بوچھاڑ کرنے کے بعد عالمی رائے عامہ کو قذافی سے اس قدر برگشتہ کر چکا ہے کہ جب وہ کوئی بہانہ بنا کر لیبیا پر حملہ کرے گا تو اس کے اقدام کو جائز قرار دینے والے بے شمار لوگ موجود ہوں گے لیکن یہاں بھی امریکہ اندازے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھو کے کا شکار ہوا اور لیبیا سے لڑائی مول کر اسے عالمی رائے عامہ کی زبردست مخالفت کا سامنا ہوا۔

عرب لیگ نے امریکہ کی پرزور مذمت کی اور شام کے نائب صدر عبدالعلیم خدام فوراً لیبیا پہنچ گئے ایران نے کہا کہ لیبیا پر امریکی حملے کو وہ اپنے خلاف حملہ تصور کرے گا شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا اسلامی ملک ہو جس نے اس ضمن میں کھل کر لیبیا کی حمایت اور امریکہ کی مذمت نہ کی ہو اکثر ممالک میں عوام نے قذافی کی حمایت میں جلوس نکالے اور تیسری دنیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کے بیشتر ممالک نے لیبیا کو اپنی حمایت کا پورا یقین دلایا۔

روس کی پالیسی اس مرتبہ بھی حسب روایت منافقانہ رہی اور اس نے امریکہ کے خلاف بڑی تند و تیز زبان میں بیانات تو بہت سے جاری کر دیئے لیکن اس کی عملی حمایت کی طرف کوئی پیش رفت نہ کی صرف یہی سننے کو آتا رہا کہ روسی بحری بیڑہ بھی خلیج سدرہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے لیکن اس بحری بیڑے کی کہانی 71 میں مشرقی پاکستان میں پاکستان کی مدد کو روانہ ہونے والے امریکن بحری بیڑے کی طرح نقش بر آب ثابت ہوئی۔

اس لڑائی میں کرنل قذافی کو یہ تلخ تجربہ ضرور ہوا کہ وہ روس کی امداد پر تکیہ کر کے کوئی بھی انتہائی قدم کم از کم نہیں اٹھا سکتے۔ کرنل قذافی نے نفسیاتی محاذ پر بھی امریکہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے یہ دھمکی دے کر کہ دنیا بھر میں اس کی تنصیبات اور سفارت خانوں پر حملے کئے جائیں گے، بوکھلا کر رکھ دیا سیاسی مبصرین ٹوکیو میں امریکن سفارت خانے پر حملے کو اسی سلسلے کی کڑی قرار دے رہے ہیں۔

روم اور خصوصاً ''وی آنا'' میں امریکہ پہلے ہی لیبیا کے ہاتھ دیکھ چکا ہے اور اسے اس بات کا بھی بخوبی احساس ہے کہ قذافی خالی خولی دھمکیاں ہی نہیں دیتا کچھ کر گزرنے کی سکت بھی رکھتا ہے۔

اس تمام صورت حال کے بعد جو سوال آج دنیا بھر کو پریشان کئے ہوئے ہے وہ بین الاقوامی امن کا مسئلہ ہے اگر قذافی نے اپنے کہنے کے مطابق امریکہ کے سفارتی مشنوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کیا تو کیا یہ روش نہیں چل نکلے گی اور بین الاقوامی دہشت گردی کو اس طرح مزید تقویت نہیں ملے گی جس سے پہلے ہی دنیا کے اکثر ممالک ہراساں ہیں یہ ہے وہ اہم نکتہ جو آج سیاسی مبصرین کے ذہنوں میں سر اٹھا رہا ہے۔ گو کہ امریکہ خصوصاً اس کے پٹھو اسرائیل کی طرف سے بھی کسی انسانی یا اخلاقی سلوک کی توقع اس سلسلے میں عبث ہے اور وہ بھی جب کچھ کر گزرنے پر آئے تو تمام اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ کر گزرتا ہے۔ اس کے بعد تو یہ صورت حال اور بھی خطرناک رخ اختیار کر لے گی۔

وی آنا اور روم کے ہوائی اڈوں پر فلسطینی مجاہدین کی طرف سے ہونے والے حملوں کو امریکہ لیبیا کی شرارت قرار دیتا ہے اور اس الزام کی رٹ لگائے ہوئے لیبیا کو بین الاقوامی دہشت گرد بھی بتاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ حملے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسرائیل کے جس بہیمانہ اور بدترین غیر انسانی حملوں کے جواب میں جو اس نے سوڈان میں نہتے فلسطینیوں پر کیے تھے آخر امریکہ نے ان کی مذمت کیوں نہ کی؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج تیسری دنیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل طے کریں۔ 15 اپریل 1986ء کو برطانوی اڈوں اور بحیرہ روم میں موجود امریکی بحری بیڑے سے اڑنے والے امریکی بحریہ اور فضائیہ کے 50 طیاروں نے لیبیا کے دو شہروں طرابلس اور بن غازی پر اچانک اور غیر متوقع حملہ کر کے سینکڑوں افراد کو ہلاک و زخمی کر دیا لیبیا کے راہنما معمر قذافی کے مکان پر بھی بم باری کی گئی جس سے ان کے خاندان کے متعدد افراد زخمی ہو گئے تاہم قذافی پوری طرح محفوظ ہیں اور انہوں نے شام اور دوسرے عرب ممالک سے فوری رابطے قائم کر لئے ہیں۔

لیبیا نے امریکہ کے 20 طیارے مار گرانے کا دعویٰ کیا۔ جبکہ امریکہ نے ایک طیارے کے لاپتہ ہونے کا اعتراف کرنے کے ساتھ کہا کہ برطانوی اڈے سے آنے والے ایک طیارے کو سپین کو ہنگامی طور پر اترنا پڑا۔ وائس آف امریکہ نے دعویٰ کیا کہ طرابلس اور بن غازی میں صرف 5 ٹھکانوں پر بم باری کی گئی صدر ریگن نے کہا کہ ان ٹھکانوں کا انتخاب بڑے غور و فکر کے بعد کیا گیا تھا۔ طرابلس کے اس گنجان آباد علاقے پر شدید بم باری ہوئی ان غیر ملکی سفارت خانے میں فرانسیسی سفارت خانہ تباہ ہو گیا آسٹریلیا اور فن لینڈ کے سفارت خانوں کے علاوہ سوئیزرلینڈ کے سفیر کی قیام گاہ کو بھی نقصان پہنچا اٹلی یونان اور یوگوسلاویہ کے متعدد باشندے زخمیوں میں شامل تھے طرابلس کے صرف ایک ہسپتال میں سو سے زائد افراد زخمی حالت میں لائے گئے جن میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں۔

لندن میں برطانوی حکومت نے امریکی طیاروں کی برطانیہ کے اڈوں سے پروازوں کی اجازت دینے کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ امریکی طیاروں نے صرف چند اڈے استعمال کئے ہیں طرابلس ریڈیو نے بتایا کہ رات ہونے والے امریکی حملوں میں ایک درجن عمارتیں دارالحکومت میں نشانہ بنیں جن میں سے آدھی مکمل طور پر تباہ ہو گئیں عزیزیہ بارکوں پر ہونے والے حملہ میں قذافی اور ان کے سات بچے بالکل محفوظ رہے جب کہ ان کے خاندان کے کئی دوسرے افراد زخمی ہو گئے۔

امریکی حملے کے بعد لیبیا میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اگلے روز امریکی طیاروں نے پھر بمباری کی جن میں سے امریکہ کے چار طیارے مار گرائے گئے صدر قذافی کے ہیڈ کوارٹر کے اندر اور باہر ان کے حامیوں اور مخالفین میں شدید جنگ جاری تھی بالآخر باغیوں پر قابو پا لیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

26اپریل1986ء

روسی ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی

سائنس کی تاریخ کا ہولناک ترین حادثہ اس وقت رونما ہوا جب ایک ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرنے والا دنیا کا اہم ایٹمی ری ایکٹر آگ اور دھوئیں کے طوفان میں تبدیل ہو گیا۔ اس حادثے کے بارے میں روسی حکام نے اولین طور پر نہایت خاموشی اختیار کئے رکھی۔ 25اپریل1986ء کو چرنوبائل ایٹمی ری ایکٹر موت کا منظر پیش کر رہا تھا۔

تین روز بعد 28 اپریل کی صبح سویڈن کے ایٹمی بجلی گھر کی تجربہ گاہ میں اس حادثے کی وارننگ موصول ہوئی۔ اس کی کنٹرولنگ سکرین پر عجیب و غریب سگنل ظاہر ہونے لگے۔ جن سے پتہ چلتا تھا کہ کسی ایٹمی ری ایکٹر پر بڑے پیمانے پر تابکاری پھیل چکی ہے۔ سویڈن کے سائنس دان گھبرا گئے کہ کہیں ان کا ری ایکٹر کسی حادثے سے دوچار نہ ہو چکا ہو۔ فوری طور پر چھ سو کارکنوں کی مدد سے پورے ری ایکٹر کا جائزہ لیا گیا مگر سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ مگر اس دوران تابکاری میں چار پانچ گنا اضافہ ہو چکا تھا۔

اسی زمانے میں سویڈن اور فن لینڈ کے شمالی اور جنوبی علاقوں میں برف باری ہونے لگی۔ ناروے اور ڈنمارک میں بھی خوفناک سگنلز نوٹ کئے جانے لگے۔ سویڈن کی حکومت نے تحقیقات مکمل کرنے کے بعد اعلان کر دیا کہ حادثے کا مرکز کہیں اور ہے۔ ہمارے جنوبی علاقے (سوویت یونین) میں کہیں بہت بڑا حادثہ رونما ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کئی دنوں سے اس علاقے میں تیز ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ سویڈن حکومت نے روسی حکام سے حقائق دریافت کئے مگر کوئی جواب نہ ملا۔ چھ گھنٹے تک سویڈن حکومت کہتی رہی کہ خوفناک حادثہ ہو چکا ہے' لیکن انہیں کوئی مثبت جواب نہ ملا۔

29 مئی کی صبح نو بجے کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے جب روسی وزراء کی کونسل کے ایک رکن کی جانب سے چار سطروں پر مشتمل ایک مختصر سا اعلانیہ جاری کیا گیا بیان میں کہا گیا کہ "چرنوبائل پاور سٹیشن پر حادثے کے باعث ایک ری ایکٹر کو نقصان پہنچا ہے۔ حادثے کے اثرات سے نمٹنے کے لئے اقدامات اٹھائے جا چکے ہیں۔ متاثرہ افراد کو امداد بہم پہنچائی جا رہی ہے۔ حکومت نے تحقیقات کے لئے سرکاری کمیشن قائم کر دیا ہے"

ایٹمی سائنس کی تاریخ کے اس بدترین حادثے کے بارے میں روسی حکام نے صرف چند سطروں پر مشتمل بیان جاری کرنا مناسب سمجھا۔ چرنوبائل کا بجلی گھر کیف کے 80 میل شمال میں واقع ہے۔ جہاں کم و بیش 2

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار افراد ہلاک وزخمی ہوئے۔ روسی اعلان کے مطابق دو افراد ہلاک اور دو سو زخمی ہوئے جن میں اٹھارہ کی حالت نازک تھی۔

حادثے کے ایک ہفتے کے بعد یکم مئی تک ری ایکٹر کا درجہ حرارت چار ہزار درجے فارن ہائیٹ تھا جو ہر چیز پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔ چرنو بائل ایٹمی ری ایکٹر کے پھٹنے کے بعد دنیا بھر میں نہ صرف سوویت حکمت عملی کے خلاف بلکہ سائنس کے جنگی مقاصد کے لئے استعمال کے خلاف بھی شدید ترین ہنگامے شروع ہو گئے۔ مغربی جرمنی میں ہزاروں لوگ سڑکوں پر نعرے لگاتے ہوئے نکل آئے۔ اس کے علاوہ وی آنا اور لندن سمیت متعدد ممالک میں ایٹمی سائنس سے بڑھتی ہوئی لاپرواہی کے خلاف ہنگامے شروع ہو گئے۔

اس سارے واقعے کا افسوسناک ترین پہلو یہ ہے کہ چرنو بائل کا ری ایکٹر سوویت یونین کے جدید ترین بجلی گھروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی تشکیل 1983ء میں مکمل ہوئی تھی۔ جس کے اردگرد کے علاقوں میں آباد لوگوں کو حکومتی اعلان سے قبل ہی پتہ چل چکا تھا کہ ان کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ وہ تابکاری کا شکار ہو کر اپنے اعضاء سے محروم ہو سکتے ہیں۔ ان کی اولاد معذور پیدا ہو سکتی ہے فصلوں میں زہر پیدا ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے از خود چرنو بائل کے اردگرد کے علاقے خالی کرنا شروع کر دیئے۔ 50 ہزار کے قریب افراد نقل مکانی کر گئے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور)

2 اکتوبر 1987ء

ماں نے اپنی بیٹی کے تین بچوں کو جنم دیا

جوہانس برگ (جنوبی افریقہ) میں 1987ء میں ایک ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ جس نے طبی تاریخ میں ایک انوکھے کارنامے کی شکل اختیار کر لی اور اس کارنامے کو سرانجام دینے والی شخصیت کی پوری دنیا میں واہ واہ ہونے لگی۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جسے مغربی ممالک کے اخبارات سائنس کی ترقی کہہ کر اسے اپنے ڈاکٹروں کا ایک کرشمہ اور معجزہ قرار دے رہے ہیں جبکہ مشرق کے مہذب اور سیدھے سادھے شائستہ لوگ اسے قرب قیامت کی نشانی قرار دیکر فحاشی اور بے شرعی کی انتہاء قرار دے رہے ہیں۔ بہرحال ہم اور آپ اس عجیب وغریب واقعہ کے بارے میں جو بھی رائے قائم کریں لیکن یہ حقیقت بہر طور تسلیم کرنا پڑے گی کہ آج کے دور میں سائنس نے اتنی ترقی حاصل کر لی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اب اولاد کی پیدائش میں لڑکا' لڑکی کا قبل از وقت پتہ چلا لیا جاتا ہے یہاں تک کہ والدین اپنی پسند اور اپنی مرضی سے لڑکا یا لڑکی پیدا کر رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں تو اس صنعت نے اتنی ترقی حاصل کر لی ہے۔ کہ وہ لکھ پتی مائیں جو اپنی بے پناہ مصروفیات یا زچگی کی تکلیف کے باعث اپنی اولاد خود پیدا نہیں کر سکتیں وہ کرایہ کی ماں کے ذریعے اپنا اور اپنے خاوند کا مشترکہ بچہ اس کے پیٹ میں منتقل کر کے معقول معاوضہ دیکر پرورش کرا سکتی ہیں۔

جوہانس برگ میں وقوع پذیر ہونیوالا واقعہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے یہاں کرایہ پر حاصل ہونے والی خاتون بیٹی کی ماں اور ہونیوالے بچوں کی سگی نانی ہے جس نے اپنی بیٹی کی شدید علالت کے باعث اس کے بچوں کو اپنے پیٹ میں رکھ کر ان کی پرورش کی اور گزشتہ 2 اکتوبر 1987ء کو انہیں بعافیت تمام جنم دیکر ساری دنیا کو حیران و ششدر کر دیا۔ تفصیلی رپورٹ جو دنیا بھر کے اخبارات نے مختلف تصاویر اور شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کی۔ اس کے مطابق جنوبی افریقہ کے دارالحکومت جوہانس برگ میں مسز پیٹ انتھونی نے اپنے یوم پیدائش (برتھ ڈے) پر اپنی اکلوتی بیٹی کیرن اور اس کے خاوند 33 سالہ ایلکینو کے جرثوموں اور بیضوں کو ایک آپریشن کے بعد اپنے رحم میں رکھوا لیا تھا۔

یہ دسمبر 1986ء کا واقعہ ہے اور اب گزشتہ ماہ یعنی 2 اکتوبر 1987ء کے روز بیٹی کیرین کی ماں اور بچوں کی نانی اماں نے آپریشن کے ذریعہ تین بچوں کو جنم دیا۔ یہ دسمبر 1986ء کا واقعہ ہے 24 سالہ کیرین جو کہ امید سے تھی اچانک ایک حادثہ کے باعث ہسپتال میں داخل کی گئی۔ ڈاکٹروں نے اس کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد انکشاف کیا کہ کیرین کے لئے ماں بننا اس کی جان کے لئے خطرہ ہے۔ اسے اپنے حمل کو ضائع کر لینا چاہیے کیرین کو بچوں سے بے حد انس اور محبت تھی تب اس کی ماں اپنی بیٹی کی جان بچانے اور اس کی آرزو اور خواہش کی تکمیل کے لئے آ گے آئی اور اس نے ڈاکٹروں سے از خود کہا کہ وہ اس کی بیٹی کے جرثومے اس کے جسم میں منتقل کر دیں وہ اپنی بیٹی کے لئے اس کے بچے پیدا کرے گی۔ ڈاکٹروں نے ایسا ہی کیا منتقلی کے دوران ڈاکٹروں نے گہرے مشاہدے' تجربے و تحقیق کے بعد انکشاف کیا کہ اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو نانی اماں اپنے تین نواسوں کو جنم دیں گی۔

مغربی ممالک میں کسی دوسرے عورت مرد کے جرثومے کو اپنے پیٹ میں رکھوا کر ان کی پرورش کرنے اور بچے کو پیدا کرنے کے عمل کو "سروگیسی" کہتے ہیں وہاں یہ عمل اور تجربہ ایک پیشہ اور روزگار بنتا جا رہا ہے ماں بننے کی خواہش مند بانجھ عورتیں اس طریقہ کار کے ذریعہ دوسری تندرست وصحت مند عورتوں کے رحم استعمال کر کے اور انہیں معقول و منہ مانگا معاوضہ ادا کر کے اولاد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ طبی دنیا میں اس اعتبار سے بھی یہ پہلا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع ہے کہ کسی ماں نے اپنے پیٹ میں اپنی حقیقی بیٹی کے بچوں کی پرورش کی اور پھر تین صحت مند بچوں کو جنم دیکر اس کی ماں کے حوالے کر دیا اپنی اس کامیابی پر مسز پیٹ بے حد خوش اور مسرور نظر آتی ہیں وہ دنیا کی پہلی نانی ہیں جنہوں نے اپنے نواسوں کی اپنے پیٹ میں پرورش کی اور پھر انہیں جنم دیا۔ آج تک ایک ماں اپنے بچوں کو جنم دیتی رہی ہے لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ بچوں کی حقیقی ماں نے اپنے حقیقی بچوں کو اپنی حقیقی ماں (بچوں کی نانی) کے ذریعہ پیدا کیا۔ اس دلچسپ کہانی کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔

سال (1986ء) کے کرسمس کے اگلے ہی روز جوہانس برگ کے پارک لین ہسپتال میں ایک بیحد نازک آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے مسٹر پیٹ کے رحم میں ان کی بیٹی کیرین کے جسم سے نکالے گئے جرثومے منتقل کیے۔ جوہانس برگ کی ایک گفٹ شاپ کے مالک مسز ریمنڈ کی بیوی مسز پیٹ کو اس طریقہ کار میں کسی طرح کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا سوائے اس طرح کی تکالیف کے جو کسی بھی امید سے ہونیوالی خاتون کو برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ امید کے تین ماہ پورے ہونے تک انہیں عام خواتین کی طرح صبح کے وقت بخار آنے لگا اور زچگی سے پہلے معائنوں کے لئے مسلسل زچہ بچہ کی دیکھ بھال کرنے والے ہسپتال میں جاتی رہیں انہوں نے دوسری حاملہ عورتوں کی طرح ڈھیلے ڈھالے کپڑے بھی پہننا شروع کر دیئے تھے۔

ماں نے بیٹی کو اپنے پیار' اپنی بے پناہ محبت کا یہ انوکھا تحفہ دینے کا فیصلہ اس وقت کیا۔ جب ڈاکٹروں نے کیرین کو بتایا کہ اسے ہرگز امید سے نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کیرین اور اس کے شوہر' ایلسکنو کی دلی خواہش اور آرزو تھی کہ وہ اپنے بچوں کے والدین کہلائیں۔ ڈاکٹروں کی زبانی یہ بات سن کر کیرین اور الیسکنو بے حد مایوس اور افسردہ ہوگئے۔ وہ کسی حالت میں بھی اپنے ہونیوالے ان بچوں کو پیدائش سے قبل ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے کرایہ پر ماں بننے والی کئی دوسری عورتوں نے انہیں پیش کش کی کہ وہ ان کے بیضوں کو اپنے پیٹ میں منتقل کر کے ان کے بچوں کی ولادت میں ان کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔ لیکن کیرین اور ایلیکنو نے کسی پیشکش کو قبول نہیں کیا۔

کیرین نے کہا وہ اپنے بچوں کو خود ہی پیدا کریگی ڈاکٹروں نے اسے وارننگ دی کہ اس طرح اس کی جان کو سخت خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ بیٹی کی زندگی کو بچانے اور اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے بالآخر اس کی حقیقی ماں مسز پیٹ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ کیرین نے بتایا کہ "آخر کار جب اپنی عمر کے باوجود میری ماں نے میرے سامنے یہ تجویز رکھی تو میں انکار نہ کرسکی۔ 23 فروری 1987ء کو میری ماں نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ میری ماں اب حقیقی معنوں میں ایک حاملہ خاتون ہیں تو سب لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی مسز پیٹ کے لئے تو یہ ان کی زندگی کا سب سے زیادہ اہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ تھا مسز پیٹ جو کہ عقیدے کے اعتبار سے کیتھولک ہیں کا تمام خاندان جو ہانس برگ میں رہتا تھا ان کا ایک بیٹا کولن 23 سال کا تھا جو کہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ اتنی مدت بعد اب پہلا موقع تھا کہ وہ ایک بار پھر سے امید سے ہوئی تھیں۔ انہیں اس عمر میں امید سے ہونے پر بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ انہوں نے اس بات کو خفیہ رکھا ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہن کر انہوں نے آخر وقت تک آس پاس کے لوگوں کو بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ امید سے ہیں اور سائنس کا ایک انوکھا تجربہ کر رہی ہیں۔

انتھونی پیٹ کے داماد الیگزینڈر ایلکینو جو کہ پیشہ کے اعتبار سے ریفریجریشن انجینئر تھے جن کا کہنا تھا کہ میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ میری ساس نے اپنے پیٹ میں میرے بچوں کو جنم دیا ہے حمل کے دوران مسز انتھونی پیٹ کی حالت بھی ایک حاملہ عورت کی طرح ہی تھی۔ وہ بھی انہیں جذبات میں سے گزر رہی تھیں جن جذبات واحساسات سے کوئی بھی حاملہ عورت گزرتی ہے۔ حالانکہ انہوں نے اپنی بیٹی کو اس کی امانت یعنی اس کے بچے لوٹا دینے کا وعدہ کیا تھا اور یہ بھی سچ ہی ہے کہ ولادت کے فوراً ہی بعد انہوں نے بیٹی کے بچے بیٹی کے سپرد بھی کر دیئے ۔لیکن اس کے باوجود ان کی خوشی اور مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ان بچوں کی ولادت اندازاً وقت سے 12 دن پہلے ہوگئی ڈاکٹروں کو ان کے 14 اکتوبر تک پیدا ہونے کی توقع تھی خاندان کے لوگوں نے بچوں کے نام بھی پہلے سے ہی تجویز کر رکھے تھے۔

زچگی سے پہلے ایک دن مسز پیٹ نے اپنے ابھرے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''میں نہ جانے کب سے انتظار کر رہی ہوں کہ بچے میرے جذبات میں ہلچل پیدا کر دیں۔ لیکن کیونکہ یہ میرے اپنے بچے نہیں اس لئے میرے اندر اب تک ہلچل پیدا نہیں ہوسکی ہے۔ میں نے پہلے ہی سے اپنے من میں یہ بات بٹھالی تھی کہ یہ بچے میرے نہیں ہیں اور یہ کہ میں انہیں پیدا کرتے ہی ان کی حقیقی ماں کے حوالے کر دوں گی اور میں نے ایسا ہی کیا'' اور سچ مچ آپریشن کے ذریعہ بچوں کی ولادت کے فوراً بعد بچوں کی نانی ماں بے ہوش تھیں ڈاکٹروں نے بچوں کو اٹھا کر ان کی ماں کے سپرد کر دیا۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14 اپریل 1988ء

جنیوا معاہدہ

جنیوا میں 14 اپریل 1988ء کو جس معاہدے پر دستخط ہوئے یہ چھ سال کی مسلسل محنت اور جدوجہد کا نتیجہ تھا اور اسے بجا طور پر سفارتی محاذ پر پاکستان کی ایک بڑی کامیابی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ معاہدہ چار دستاویزات پر مشتمل تھا۔

(۱) روسی افواج افغانستان سے نکل جائیں گی۔

(۲) افغانستان دوبارہ آزاد' خود مختار اور غیر جانبدار ملک بن جائے گا۔

(۳) افغان عوام کسی بیرونی دباؤ کے بغیر اپنی پسند کی حکومت کا انتخاب کریں گے۔

(۴) روس اور امریکہ جو دنیا کی دو سپر طاقتیں ہیں اس معاہدہ پر عمل درآمد کی ضامن ہوں گی۔

جنیوا معاہدہ بلاشبہ حق وصداقت کی فتح تھی۔ پاکستان نے افغانستان کے بارے میں جو اصولی موقف اختیار کیا وہ آخر دم تک اس پر قائم رہا اور بالآخر روس کو بھی پاکستان کے اس موقف کو درست تسلیم کرنا پڑا اور اس معاہدہ پر دستخط ممکن ہوئے۔

اس معاہدے میں تاخیر کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روس کابل انتظامیہ کو اسلحے کی سپلائی بند نہیں کرنا چاہتا تھا۔ روس کا موقف تھا کہ اس طرح کابل انتظامیہ تنہا رہ جاتی ہے جبکہ کابل انتظامیہ کے ساتھ اس کے کئی معاہدے موجود تھے جن کی رو سے روس حکومت کابل انتظامیہ کو اسلحہ دینے کی پابند تھی۔ روس کابل انتظامیہ کو اسلحہ دینے پر اس لئے بھی زور دے رہا تھا کہ وہ کابل انتظامیہ کی ''قانونی حیثیت'' کا بھی کچھ بھرم رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ روس کا یہ سخت موقف معاہدہ پر دستخط کرنے میں تاخیر کا باعث بنا۔ آخر امریکہ نے یہ تجویز دی کہ روس کابل انتظامیہ کو اسلحہ کی سپلائی جاری رکھے اور امریکہ بھی مجاہدین کو اسلحہ دینا بند نہ کرے۔ روس نے اس تجویز کو پسند کر لیا جس کے بعد معاہدہ پر دستخط کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔

عبوری حکومت کے قیام کا مسئلہ معاہدہ میں ایک اور بڑی رکاوٹ تھی۔ پاکستان چاہتا تھا کہ افغانستان میں روسی افواج کے انخلاء سے قبل ایک عبوری حکومت قائم ہو جائے جس میں مجاہدین بھی شامل ہوں۔ پاکستان اور امریکہ کی کوشش اس لئے بھی ضروری تھی کہ اس طرح عبوری حکومت تشکیل پانے سے افغانستان میں خون خرابے کا خطرہ ٹل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا۔ اس سلسلے میں طویل مذاکرات ہوئے جن میں یہ طے پایا کہ عبوری حکومت کی تشکیل کا معاہدہ افغان مجاہدین اور کابل انتظامیہ پر چھوڑ دیا جائے اور اقوام متحدہ کے نمائندے مسٹر کارڈوویز اس معاملے میں وساطت کا کردار ادا کریں ۔ یہ بات دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان طے پا گئی اور وہ اس کی ضامن تھیں کہ مسٹر کاڈوویز کی وساطت سے کابل میں وسیع تر بنیادوں پر عبوری حکومت تشکیل دی جائے۔

اس طرح یہ بات بھی حتمی طور پر طے پا گئی کہ عبوری حکومت کی تشکیل صرف اور صرف افغان عوام کا مسئلہ ہے اور اس میں کوئی دوسری طاقت مداخلت نہیں کر سکتی۔

ان امور کے طے پانے کے بعد 14 اپریل 1988ء کو ایک سمجھوتے پر دستخط کر دیئے گئے جسے ''جنیوا امن معاہدہ'' کا نام دیا گیا۔ اس سمجھوتے کے خاص نکات یہ تھے۔

(۱) پاکستان کو تیس دن کے اندر اپنی سرزمین پر موجود افغان مجاہدین کے اڈے ختم کرنا ہوں گے۔

(۲) دونوں ممالک ایک دوسرے کی سلامتی' قومی یکجہتی' خودمختاری' استحکام اور غیر جانبداری کا احترام کریں گے ایک دوسرے کے خلاف طاقت کے استعمال اور دھمکی دینے سے بھی گریز کریں گے۔

(۳) فریقین ایک دوسرے کی سرحدی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور وہاں کے سیاسی سماجی اور اقتصادی نظام کو بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ نہ ہی حکومت کو ختم کرنے یا سیاسی نظام بدلنے کی کوشش کریں گے۔

(۴) ایک دوسرے کی سرحدوں میں دوسرے ملک میں مداخلت کے لئے کسی کو تربیت سرمایہ فراہم کرنے یا آلات دینے کے لئے استعمال نہیں کریں گے۔

(۵) پاکستان میں موجود تیس لاکھ مہاجرین کی واپسی کے لئے انتظامات کئے جائیں گے۔ اس عمل کی نگرانی کے لئے 15 مئی کو دونوں ممالک کے مشترکہ کمیشن بھی قائم کئے جائیں گے یہ کمیشن واپسی کے راستوں کا بھی تعین کریں گے۔ ان امور کی خلاف ورزی کی صورت میں معاہدے کے مطابق پاکستانی اور افغان نمائندے اطمینان بخش حل تلاش کریں گے۔

(۶) اقوام متحدہ کا ایک سینئر فوجی افسر علاقے کے دونوں ہیڈ کوارٹروں کے ہیڈ کے طور پر کام کرے گا۔ یہ ہیڈ کوارٹر پاکستان اور افغانستان میں قائم کئے جائیں گے۔ ہر ہیڈ کوارٹر پانچ افسران اور ایک سوویلین پر مشتمل ہوگا۔ جو جنیوا معاہدے کی خلاف ورزی کی چیکنگ کے لئے نگران ٹیمیں قائم کریں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

17 اگست 1988ء

سانحہ بہاولپور

جنرل ضیاء الحق اور جنرل اختر عبدالرحمان نے بلا شبہ اپنی مشترکہ کوششوں سے ایک معجزہ کر دکھایا تھا وہ افغانستان میں روس کی پسپائی تھی۔ کیونکہ مسئلہ افغانستان ایک اہم بین الاقوامی مسئلہ ہی نہ تھا بلکہ پاکستان کے استحکام اور اس کی بقاء سے بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ جنیوا سمجھوتے پر دستخط ہو چکے تھے۔ امریکہ اس علاقے کے لئے سیاسی حکمت عملی تبدیل کر چکا تھا۔ ان حالات میں ضیاء الحق کی تشویش بجا تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حیات فانی کے آخری دنوں میں ضیاء الحق پریشان رہنے لگے تھے۔ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتے تھے۔ اوجڑی کیمپ کے واقعہ کے بعد فوج امریکی رابطے اور افغان پالیسی جیسے حساس اور حکومت کے نقطہ نظر سے خطرناک پہلو عوام کے سامنے افشاء ہونے لگے تھے۔ بعض خدشات کے پیش نظر جنرل ضیاء الحق نے 29 مئی 1988ء کو 58-(2) بی کا وار کرتے ہوئے قومی اسمبلی توڑ دی۔ 20 جولائی کو انہوں نے اپنے اگلے پروگرام کا اعلان کیا۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات 16 نومبر کو ہوں گے۔ لیکن کون جانتا تھا کہ 16 نومبر سے پہلے 17 اگست کو ایک ایسا سانحہ رونما ہو جائے گا کہ پاک فوج کی صف اول کی قیادت خاک اور خون میں ڈوب جائے گی۔

پچھلے کئی دنوں سے جنرل ضیاء الحق کو ایک ماتحت فوجی افسر بالاصرار یہ دعوت دے رہا تھا کہ وہ 17 اگست کو ملک کے مشرقی حصہ کے ایک فوجی اڈے پر امریکی ٹینک کے آزمائشی مظاہرے کا معائنہ کریں۔ ضیاء الحق کو ماتحت افسر کے اصرار پر تشویش تھی جس کا اظہار انہوں نے اپنے گھر والوں اور رفقاء سے بھی کیا۔ لیکن بالآخر وہ اس مظاہرے کا معائنہ کرنے پر رضامند ہو گئے کہ اس مظاہرے میں ان کی موجودگی مسلح افواج کے جوانوں کے لئے حوصلہ افزائی کا سبب بنے گی۔

جنرل اختر عبدالرحمٰن اس پروگرام کا حصہ نہ تھے لیکن 16 اگست کی رات ان کے ایک معتمد ساتھی نے ان کے ساتھ اہم گفتگو کی۔ اسی رات انہوں نے صدر ضیاء الحق کو فون پر بتایا کہ انہیں بعض انتہائی اہم معلومات حاصل ہوئیں ہیں۔ چنانچہ ضیاء الحق نے جنرل اختر عبدالرحمٰن سے کہا کہ وہ 17 اگست کو ان کے ساتھ بہاولپور چلیں اور راستے میں انہیں ان معلومات سے آگاہ کریں۔ اس طرح جنرل اختر عبدالرحمٰن شریک سفر اجل ہوئے۔

پاکستان ایئر فورس کی طرف سے سیکورٹی کے نقطہ نظر سے ضیاء الحق کے سفر کے لئے دو لاک ہیڈ سی طیاروں کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظام کیا جاتا تھا۔سیکورٹی حکام عین وقت پر ہی یہ اعلان کرتے تھے کہ ان میں سے کس طیارے کو صدر کے سفر کے لئے منتخب کیا جائے گا۔

17 اگست کو راولپنڈی کے نزدیک چک لالہ کے ہوائی اڈے پر یہ دونوں C-130 طیارے کھڑے تھے۔ صدر ضیاء الحق، جنرل اختر عبدالرحمٰن، دوسرے سینئر پاکستانی جنرل اور دیگر حکام کے علاوہ امریکی سفیر آرنلڈ رافیل ان میں سے ایک طیارے پر سوار ہو گئے تو ضابطے کے مطابق اس کا نام ''پاک ون'' ہو گیا۔ یہ C-130 طیارے بیک وقت وہاں نہیں اتر سکتے تھے اور نہ پرواز کر سکتے تھے۔ اس طرح ''پاک ٹو'' چک لالہ ائیر پورٹ پر ہی کھڑا رہا۔ اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ صدر پاکستان واپسی پر کس طیارے میں سفر کریں گے۔

صدر ضیاء الحق اور ان کے رفقاء جب ٹینک کا مظاہرہ دیکھ رہے تھے۔ ائیر پورٹ پر تین مختلف تنظیموں نے سیکورٹی کا انتظام سنبھال رکھا تھا۔ 3-30 پر صدر پاکستان اپنی پارٹی کے ہمراہ ائیر پورٹ واپس آئے۔ 3 بجکر 46 منٹ پر طیارہ فضا میں بلند ہوا۔ بہاولپور ائیر پورٹ کے کنٹرول ٹاور سے ائیر پورٹ مینجر شاہین فاضل سے پاک ون کے پائلٹ نے رابطہ قائم کرنا چاہا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس دوران دوسرا طیارہ ''پاک ٹو'' بھی چکلالہ سے روانہ ہو کر وہاں نزدیک ہی محو پرواز تھا۔ شاہین فاضل نے ''پاک ٹو'' کے ہواباز سے کہا کہ ''پاک ون'' سے رابطہ قائم کرے۔ ''پاک ٹو'' کے پیغام کے جواب میں معاون ہواباز ساجد نے جواب دیا ''سٹینڈ بائی، سٹینڈ بائی''

''پاک ٹو'' کے پائلٹ اور دوسرے ایک طیارے کے عملے کو جو ''پاک ون'' کے بعد بہاولپور کے ہوائی اڈے سے پرواز کے لئے تیار تھا۔ ایک نحیف سی آواز ''پاک ون'' سے سنائی دی۔ ان لوگوں کے خیال میں یہ جنرل ضیاء الحق کے ملٹری سیکرٹری بریگیڈیئر نجیب احمد کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ''مشہود تم کیا کر رہے ہو؟ (طیارے کا کپتان) یہ آخری الفاظ تھے جو صدر کے طیارے کی طرف سے سنے گئے۔

پرواز کے تقریباً دو منٹ بعد ''پاک ون'' عجیب وغریب انداز سے حرکت کر رہا تھا۔ طیارہ قلابازیاں کھانے لگا۔ 3 بجکر 51 منٹ پر طیارے نے 65 درجہ کے زاویہ پر غوطہ لگایا اور آٹھ میل کے فاصلہ پر زمین سے ٹکرایا۔ طیارے میں سوار تمام افراد موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ تحقیقات کرنے والے ماہرین کے مطابق طیارے کا پائلٹ اور اس کا معاون ہواباز ماہر اور پیشہ ور ہواباز تھے۔ جسمانی اور ذہنی طور پر بھی وہ مستعد اور چاک وچوبند تھے۔ C-130 کو کوئی میزائل نہیں لگا۔ طیارے کے زمین پر گرنے سے قبل طیارے میں کوئی دھماکہ نہیں ہوا۔ اس میں استعمال ہونے والے پٹرول میں کوئی ملاوٹ نہیں پائی گئی۔ طیارہ اپنی ساخت اور دیکھ بھال کے لحاظ سے بالکل ٹھیک تھا اور اس کے چاروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجن بالکل ٹھیک کام کر رہے تھے۔

کیمیاوی امور کے ماہرین نے دریافت کیا کہ طیارے کے ڈھانچہ کے بعض حصوں پر کچھ کیمیکلز کے اثرات موجود تھے جس کی وجہ سے یہ رائے قائم کی گئی کہ تخریب کاری میں ایسا مواد استعمال کیا گیا جس نے طیارے کے عملے کے افراد کو مفلوج کر دیا تھا۔ اس حادثے سے قوم ایک طرف صف اول کی عسکری قیادت سے محروم ہو گئی تو دوسری طرف قوم کو تاریخ کے طویل ترین گیارہ سالہ دور آمریت سے نجات ملی۔

2 دسمبر 1988ء

پہلی مسلمان وزیر اعظم خاتون بے نظیر بھٹو

جنرل ضیاء الحق نے بھٹو کو پھانسی دینے کے بعد پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور بھٹو خاندان کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا تو بھٹو خاندان کو جلا وطنی کی زندگی گزارنا پڑی۔ اسی دوران شاہنواز بھٹو کو قتل کر دیا گیا۔ بے نظیر بھٹو جب شاہنواز کی میت لے کر 21 اگست 1985ء کو کراچی پہنچیں تو تدفین کی رسومات کی ادائیگی کے بعد انہیں تین ماہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ حالانکہ حکومت امریکہ سمیت مغربی ممالک کو یقین دلا چکی تھی کہ شاہنواز کی میت لانے پر بے نظیر کو گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ 3 نومبر کو بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے بے نظیر کی نظر بندی ختم کر کے انہیں کڑی نگرانی میں فرانس روانہ کر دیا گیا۔

غیر جماعتی انتخابات کے نتیجے میں محمد خان جونیجو کو وزیر اعظم منتخب کر لیا گیا۔ اس کے بعد بتدریج مارشل لاء بھی اٹھا لیا گیا اور ملک میں سیاسی سرگرمیاں بحال ہونا شروع ہو گئیں۔ تو وزیر اعظم جونیجو نے بے نظیر بھٹو کو بھی پاکستان واپس آ کر سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی۔ چنانچہ بے نظیر کی پاکستان آمد کی اطلاع ایم آر ڈی کے راہنماؤں کو بھی مل گئی چنانچہ انہوں نے بے نظیر کی آمد سے قبل ہی سیاسی فضا ہموار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سلسلے میں 29 جنوری 1986ء کو لاہور میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا۔ پی پی پی کے ہزاروں کارکن سڑکوں پر نکل آئے۔ کیونکہ اب ملک میں جمہوریت بحال ہو چکی تھی۔

وزیر اعظم جونیجو نے ایم آر ڈی کو جلسہ کرنے کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی ہدایت کی کہ اپوزیشن رہنماؤں کی حفاظت کے علاوہ پولیس کو بھی جلسہ گاہ سے دور رکھا جائے تاکہ عوام پولیس کو دیکھ کر مشتعل نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آئے۔ جونیجو بھی اپنی سیاسی قوت کے سلسلے میں زیادہ بااعتماد تھے چنانچہ انہوں نے 8 فروری 1988ء کو لاہور میں ایک کنونشن طلب کیا۔ جہاں جونیجو نے ایم آر ڈی کی طرف سے کئے جانے والے مڈٹرم انتخابات کے مطالبے کو مسترد کر دیا۔

10 اپریل کو جب بے نظیر وطن واپس لوٹیں تو عوام کا ایک جم غفیر ائیر پورٹ پر استقبال کے لئے موجود تھا۔ مینار پاکستان کے بہت بڑے میدان میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے بے نظیر نے فوری طور پر عام انتخابات کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ چند دن کے بعد انہوں نے جونیجو کو تجویز پیش کی کہ وہ نئے انتخابات کروانے کے لئے ریفرنڈم کروالیں۔ جونیجو نے تو اس پر ردعمل کا اظہار نہ کیا البتہ جنرل ضیاء الحق نے تجویز مسترد کرتے ہوئے کہا "بے نظیر کو مجھے 1990ء تک برداشت کرنا ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اگلے غیر جماعتی انتخابات منعقد کرانے کی خواہش پوری کر پاتے اور ایک مرتبہ پھر اسلام کے نام پر خود کو اگلے پانچ سال کے لئے صدر منتخب کرواتے 17 اگست 1988ء میں جنرل ضیاء الحق کا طیارہ بہاولپور سے پرواز کے چند منٹ بعد ہی بستی لال کمال کے مقام پر دھماکے سے تباہ ہو گیا۔ بد قسمتی سے طیارے میں موجود کوئی بھی مسافر زندہ نہ بچ سکا۔

اس حادثے کے نتیجے میں غلام اسحاق خان پاکستان کے صدر بن گئے چنانچہ انہوں نے اپنے پیش رو کے برعکس 16 نومبر 1988ء کو جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ ان انتخابات میں دو بڑی سیاسی قوتیں مد مقابل تھیں ان میں ایک بھٹو ازم اور دوسری ضیاء ازم کی پرچارک تھیں۔ پیپلز پارٹی کو فتح نصیب ہوئی۔ چنانچہ 2 دسمبر 1988ء کو بے نظیر بھٹو نے پاکستان اور اسلامی دنیا کی پہلی مسلمان خاتون وزیراعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

10 نومبر 1989

دیوار برلن گرادی گئی

دوسری جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست کے بعد امریکہ، روس، برطانیہ اور فرانس جرمنی کے مقبوضہ علاقوں پر اپنا اثر رسوخ بڑھا چکے تھے لیکن ان میں سب سے اہم مسئلہ برلن کا تھا جسے مشترکہ طور پر کنٹرول کیا جا رہا تھا۔ شہر کے 8 اضلاع پر روسی افواج نے قبضہ کر لیا۔ برلن کے اس حصہ کو بعد میں روس نے مشرقی جرمنی کے حوالے کر دیا۔ اسے مشرقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برلن کہا گیا، جو مشرقی جرمنی کا صدر مقام بن گیا۔ باقی 6 اضلاع امریکی کنٹرول میں آ گئے 4 اضلاع پر برطانیہ قابض ہو گیا اور باقی دو اضلاع فرانس کے حصہ میں آ گئے ان بارہ اضلاع کو مغربی برلن کہا جانے لگا۔

چونکہ روس نے اپنے زیر قبضہ آٹھ اضلاع اتحادیوں کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مشرقی جرمنی کو دیئے تھے۔ لہٰذا اس کے بعد مشرق اور مغرب کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہو گیا متعدد مرتبہ اختلافات دور کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں، چنانچہ برلن کے دونوں حصوں کے درمیان ایک دیوار بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ ایک ایسی دیوار جسے غیر معمولی سرعت سے کنکریٹ کے بلاکوں سے مکمل کیا گیا تاکہ جرمنوں کو مغرب کی سمت فرار ہونے سے روکا جا سکے۔ دیوار کو عبور کرنا بہت کٹھن تھا۔ مشرقی جرمنی والوں کو اس کے پار جانے کے لئے ایک خاص پرمٹ کی ضرورت ہوتی تھی اور دیوار پر تعینات گارڈ کوئی رعایت برتنے کو تیار نہیں تھے۔ مشرقی جرمنی کی فوج نے مشین گنوں سے لیس 13 اگست کو اس لائن کے ساتھ ساتھ خاردار تار بچھا دی جو مشرقی اور مغربی برلن کو علیحدہ کرتی تھی۔ یہ بارڈر سیل کرنے کا پہلا مرحلہ تھا۔ مغربی برلن کی طرف ہجرت ایک پیچیدہ مسئلہ بن چکی تھی اور تقریباً دو ہزار مہاجرین ہر روز لائن عبور کر رہے تھے۔

دیوار کے چنے جانے کے بعد مغربی برلن کو جانے کے 80 راستوں کو کم کر کے سات راستے کر دیئے گئے کمیونسٹوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ نئی دیوار کی مغربی سمت 110 گز چوڑی ''نو مین لینڈ'' بنائی جائے لیکن جب اتحادی فوج اور ٹینک اس زون کے اندر داخل ہوئے تو وہ اپنے مطالبے سے ہٹ گئے اتحادیوں نے ان اقدامات کو غیر قانونی اور جابرانہ قرار دیا۔

ملک کے دونوں حصوں کے عوام کی کوششوں کے نتیجے میں حالات سازگار ہوتے گئے۔ 11 ستمبر 1989ء کو ہنگری نے سات ہزار مشرقی جرمن کے افراد کو آسٹریا جانے کی اجازت دے دی اور اس طرح ان کی آزادی کا پروانہ جاری کر دیا تقریباً سات ہزار پناہ گزیں اس رات مغربی جرمنی کی سرحد پر جمع ہو گئے جہاں مغربی جرمنی کی سرحد عبور کرنے پر وہ وہاں کی شہریت کے حقدار ہو گئے۔

2 مئی کو ہنگری نے خاردار تاروں کو کاٹنا شروع کر دیا جس نے دوسری جنگ عظیم سے اسے آسٹریا اور مغرب سے جدا کر دیا تھا بہت سے مشرقی جرمنی کے نوجوانوں کے لئے جو ایرک ہونیکر کی غیر مقبول حکومت سے بیزار تھی۔ ہنگری کے اس اقدام سے فرار کے راستے نکل آئے۔ بہت سے تفریح کے بہانے مغربی جرمنی داخل ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور واپس جانے سے انکار کر دیا۔ ہونیکر کی حکومت نے ہنگری پر مشرقی جرمنی کے لوگوں کو آزاد راستہ دینے پر سخت تنقید کی ماسکو نے بھی ہنگری کے اس اقدام پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن کوئی ایکشن نہیں لیا حالیہ واقعات جرمنی کے یکجا ہونیکی نوید سنا رہے تھے۔

بالآخر 10 نومبر 1989ء کو وہ گھڑی آن پہنچی جب لوگ خوشی سے جھوم اُٹھے یعنی اس رات بارہ بجے مشرقی جرمنی کی حکومت نے اپنی سرحدیں کھول دیں اور کنکریٹ کی آٹھ منٹ اونچی دیوار جو برلن کو دو حصوں میں تقسیم کرتی تھی گرانے کا آغاز ہو گیا دیوار کو گِرانے کے لئے بچوں، بوڑھوں، عورتوں نے بھی مشترکہ طور پر حصہ لیا۔

گھنٹوں کے اندر اندر ہزاروں لوگ مشرقی جرمن کی سرحد پر جمع ہو گئے جبکہ ہزاروں لوگ دیوار کے اوپر چڑھ کر خوشی سے ناچنے لگے کچھ نے ہتھوڑوں سے دیوار کو توڑنا شروع کر دیا اور کچھ نے ٹوٹی ہوئی دیوار کے ٹکڑے نشانی کے طور پر اکٹھا کرنے شروع کر دیئے اور کچھ فرط جذبات سے رو دیئے۔ مغربی جرمنی نے اپنے ہم وطنوں کے لئے دروازے کھول دیئے اور ہلمٹ کوہل نے ایک خطاب میں ان کی آمد کو خوش آمدید کہا لیکن ان خوشیوں کے جذبات میں مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ بھی کھڑا ہو گیا۔ صرف اس سال دو لاکھ پچیس ہزار افراد مشرقی جرمنی سے تین لاکھ سویت یونین اور پولینڈ سے مغربی جرمنی میں داخل ہوئے۔

درحقیقت صرف پندرہ سو افراد نے مغربی برلن میں مستقل قیام کا ارادہ ظاہر کیا لیکن جب وہ مشرقی جرمنی جائیں گے تو حالات ویسے نہیں ہوں گے بلکہ اب ملک میں بنیادی تبدیلیوں کا وقت آن پہنچا تھا۔ مشرقی جرمنی کے حکام نے آزادانہ الیکشن اور آزادی رائے کے نئے قوانین متعارف کرانے کا اعلان کیا۔

صرف چند ماہ پہلے مشرقی جرمنی کے سربراہ ایرک ہونیکر نے دیوار برلن کے سو سال تک قیام کا دعوی کیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب کے تجزیہ نگاروں کے نزدیک مشرقی جرمنی میں انقلابی تبدیلی کی دور نزدیک کوئی توقع نہیں تھی۔ لیکن ہونیکر کی حکومت 18 اکتوبر کو بڑے پیمانے پر مظاہروں اور لوگوں کی مغرب کی طرف ہجرت کے سامنے ڈھیر ہو گئی افرادی قوت میں اس قدر کمی ہو گئی کہ حکومت کو بسیں اور ٹرینیں چلانے کے لئے فوج کی خدمات حاصل کرنا پڑیں۔ مشرقی جرمنی کے نئے سربراہ ریگون کرنیز نے گورباچوف کے اشارے پر مغرب کی طرف لوگوں کی نقل مکانی پر عائد تمام پابندیوں کو ختم کر دیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 اگست 1990ء

عراق کا کویت پر حملہ

عراقی ٹینکوں جہازوں اور فوجی دستوں نے 2 اگست 1990ء کو کویت کی سرحد پر یلغار کر دی اور کویتی فوج کے معمولی دفاع کو روندتے ہوئے خلیج فارس کی تیل سے مالا مال ریاست پر قبضہ کر لیا۔ عراق کے صدر صدام حسین نے کویتی سرحد پر ٹینک لگا رکھے تھے لیکن صدام کے اصل ارادوں کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا امریکہ اور اقوام متحدہ کے ساتھ ساتھ دنیائے عالم کے لیڈر عراق کی اس کارروائی کی مذمت کر رہے تھے جبکہ کویت کے گلی کوچے مشین گنوں اور بزوکا کی فائرنگ سے گونج رہے تھے۔

امریکی جنگی بحری جہاز خلیج کی طرف دوڑ رہے تھے جبکہ کویت کے محل کے قرب و جوار سے جس کے گرد عراقی ٹینک گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ دھواں اٹھ رہا تھا۔ امیر...... جابر الاحمد الصباح سعودی عرب فرار ہو گئے لیکن شاہی خاندان کا کم از کم ایک فرد محل کے دفاع کے دوران ہلاک ہوا۔ بیرونی طاقت کی کویت میں مداخلت کی صورت میں صدام نے کویت کو قبرستان میں بدلنے کی دھمکی دی۔

عراق کی کویت کے خلاف جارحیت پر اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کوفی عنان نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ جس کی تائید کرتے ہوئے سویت یونین نے سلامتی کونسل میں عراق کے خلاف بحری ناکہ بندی کے ساتھ ساتھ فضائی ناکہ بندی کے حق میں ووٹ دیا جس کا مقصد عراق کے خلاف پابندیاں عائد کرنا تھا۔ اس کے علاوہ ماسکو نے عراق کے خلاف اقوام متحدہ کی ممکنہ فوجی کارروائی پر رضامندی بھی ظاہر کی۔ 9 ستمبر کو دونوں لیڈروں کی ہنگری میں ملاقات پر عراق کے کویت پر قبضہ کے خلاف ممکنہ کارروائی پر اتفاق رائے کیا گیا۔ دونوں سپر طاقتوں کی عراق کے خلاف متفقہ پالیسی اور سعودی عرب میں عراق مخالف افواج کے مجتمع ہونے کے باوجود صدام کے رویے میں لچک یا تبدیلی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

31 جنوری تک 26 سکڈ میزائل اسرائیل کے شہروں پر گر چکے تھے اور اسرائیل صدر بش پر عراق کے خلاف فوجی کارروائی کی اجازت حاصل کرنے کے لئے سخت دباؤ ڈال رہا تھا۔ میزائل شکن پیٹریاٹ سسٹم کی اسرائیل میں تنصیب کے باوجود میزائل چار اسرائیلیوں کو ہلاک اور سو سے زائد افراد کو زخمی کر چکے ہیں۔

اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ اسے سکڈ میزائلوں کے ٹھکانوں کا علم ہے اور وہ امریکہ کی رضامندی سے ان کو آسانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تباہ کر سکتے ہیں امریکہ اس جنگ میں اسرائیل کو شامل نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس طرح عرب دنیا امریکہ کی مدد سے ہاتھ کھینچ سکتی تھی۔

اسرائیل کے علاوہ سعودی عرب کے شہر ریاض اور دہران بھی سکڈ میزائلوں کا نشانہ بنے اگرچہ ان حملوں سے صرف ایک فرد ہلاک ہوا۔ پیٹریاٹ میزائلوں نے کامیابی سے سکڈ میزائلوں کو ناکارہ بنا دیا لیکن ان کا ملبہ بعض اوقات نقصان کا باعث ثابت ہوا۔

28 فروری 1991ء خلیجی جنگ کا خاتمہ واشنگٹن کے وقت کے مطابق 9 بجے ہوا۔ بش نے ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کویت آزاد ہو چکا ہے اور عراق کی فوج شکست کھا چکی ہے مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ آج آدھی رات کے وقت زمینی آپریشن کے ٹھیک سو گھنٹے اور آپریشن ڈیزرٹ اسٹارم کے آغاز کے چھ ہفتے بعد امریکہ اور اتحادی فوجیں اپنا جنگی آپریشن ختم کر دیں گی۔"

کویتی عوام 6 مہینے اور پچیس دن کے عراقی قبضے کے بعد آزادی کا جشن منا رہی تھی لیکن عراقی جارحیت سے خوشحال ترین ریاست برباد ہو چکی تھی۔ بجلی کا نظام تباہ ہو گیا، ہسپتال ویرانی و بربادی کا نقشہ پیش کر رہے تھے بینکوں کو لوٹ لیا گیا اور سات سو سے زیادہ تیل کے کنوؤں کو آگ لگا دی گئی۔ سعودی عرب میں اتحادی کمانڈر اس مختصر اور اعلیٰ پیمانے پر تکنیکی جنگ کے خرچ کا تخمینہ لگا رہے تھے۔

اس جنگ میں 141 امریکی ہلاک ہوئے جن میں بیس سے زائد آپس میں غلط فہمی کی وجہ سے مارے گئے برطانوی زمینی فورس کے 18 افراد فرانس کے دو اور عرب ممالک کے 44 افراد ہلاک ہوئے۔ عراق کا سب سے زیادہ مالی و جانی نقصان ہوا، اتحادیوں کے اندازے کے مطابق ایک لاکھ پچاس ہزار عراقی فوجی ہلاک ہوئے اور ہزاروں عراقیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

صدام حسین کی جنگ "ام الحرب" کا فیصلہ کن موڑ دو دن پہلے اس وقت آیا جب امریکی فوجیں جنوبی عراق میں دریائے فرات پر پہنچیں اور برطانوی یونٹوں اور فرانسیسی ڈویژنوں کی مدد سے ایک پہلودار موومنٹ کا آغاز کیا اور چھ ڈویژن عراق ریپبلک گارڈز کو گھیرے میں لے لیا۔ اس کے بعد امریکی اور برطانوی ٹینکوں نے عراقی فوج پر بمباری کا آغاز کیا جو بے بسی کے عالم میں نہ تو شمال کی طرف پسپا ہو سکتے تھے اور نہ ہی جنوب کی سمت کویت سٹی میں پیش قدمی کر سکتے تھے۔ آسمانوں میں اتحادی فضائیہ کا پہرہ تھا جبکہ امریکی بحریہ اور عرب دستے ساحل کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے اور امریکی نیوی کے جنگی جہاز "مسوری" اور "Wisconsin" اپنی دور مار توپوں سے ان کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ صاف کر رہے تھے۔

6اگست1990ء

بے نظیر حکومت برطرف

بے نظیر کے پہلے دور حکومت میں کراچی اور حیدر آباد کی صورت حال انتہائی کشیدہ ہو چکی تھی دہشت گردی اور قتل و غارت روز کا معمول بن چکا تھا۔ پچھلے چند مہینوں میں سینکڑوں بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا مرکزی حکومت کا خیال تھا کہ دہشت گردی کی وارداتوں میں جئے سندھ اور ایم کیو ایم کے لوگ ملوث ہیں، جبکہ پنجاب حکومت ایم کیو ایم کی حمایت کرتی تھی اس مسئلے پر پیپلز پارٹی اور فوج کے درمیان گہرے اختلافات پیدا ہو گئے سندھ کی صورت حال انتہائی سنگین ہو گئی۔

پی پی پی اور فوج کے درمیان پہلا بڑا اختلاف پکا قلعہ کے مسئلے پر ہوا صدر غلام اسحاق خان سے اس اپریشن کے لئے منظوری لی جا چکی تھی اور پولیس اور فوج نے مشترکہ طور پر پروگرام طے کر لیا تھا کہ اچانک سندھ کی سول انتظامیہ اکیلی اس اپریشن پر عمل درآمد میں لگ گئی۔ جب یہ اپریشن جاری تھا اس وقت جنرل اسلم بیگ بنگلہ دیش کے دورے پر تھے اور کور کمانڈر جنرل آصف نواز سرحد کے اگلے مورچوں پر۔ یہی وجہ تھی کہ فوجی دستے سول انتظامیہ کی دعوت کے بغیر شہر میں آ گئے۔

پی پی پی کے مطابق پولیس کو اپریشن ادھورا چھوڑنا پڑا فوجی دستوں نے کرفیو کے دوران شہریوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جس سے حالات قابو سے باہر ہو گئے۔ فوج کا خیال تھا کہ پی پی پی انہیں دھوکہ دے کر مہاجروں کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنانا چاہتی تھی اس کے بعد فوج نے مرکزی حکومت سے آئین کی دفعہ 245 کے تحت اختیارات حاصل کرنا چاہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ فوج کے کسی ایکشن کو ہائی کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا پیپلز پارٹی کی حکومت اس کی منظوری دیتے ہوئے شش و پنج میں پڑی ہوئی تھی اور وہ فوج کو پولیس کے اختیارات دینے کے لئے دفعہ 131 میں ترمیم کرنا چاہتی تھی لیکن اس آرڈی نینس کی صدر اسحاق نے منظوری نہ دی۔

یکم جولائی 1990ء کو چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل اسلم بیگ نے ایک بیان میں کہا کہ قانونی اختیارات ملنے پر فوج سندھ میں فوری امن بحال کر سکتی ہے جس پر تبصرہ کرتے ہوئے بی بی سی نے کہا کہ ''فوج آئین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دفعہ 245 کے تحت غیر معمولی اختیارات کا مطالبہ کر رہی ہے متذکرہ آئینی شق کے تحت فوج کے اس مطالبے کا مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ عدالتوں کے اختیارات معطل کر دیئے جائیں گے اور ان کی جگہ امن بحال کرنے والی فوج کو دہشت گردوں پر مقدمات چلانے کا اختیار مل جائے گا۔ اسلام آباد اور سندھ میں فوج کے متعلق شکوک وشبہات پائے جاتے تھے ان کا خیال تھا کہ فوج کو عدالتی اختیارات دینے سے ملک میں جمہوری حکومت کی بدنامی ہوگی بلکہ حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کے لئے اس کے اپنے صوبے میں منفی نتائج برآمد ہو سکتے تھے۔''

اس وقت افغانستان میں امریکہ اور روس کی حکمت عملی میں واضح تبدیلیاں رونما ہو رہی تھی اور دونوں ممالک افغان مسئلے کے حل کے لئے پیش رفت کرنے کے موڈ میں تھے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پاکستان کے ذریعے افغان مہاجرین کو دی جانے والی اربوں ڈالر کی فوجی اور مالی امداد میں کمی کر دی گئی۔ اس امداد میں کمی امریکہ بھارت تعلقات میں بہتری پیدا کرنے کا سبب بن رہی تھی اور ادھر پاک بھارت تعلقات میں زبردست کشیدگی پیدا ہو رہی تھی۔

7 جولائی کو صدر اسحاق خان نے ایک بیان میں کہا کہ سندھ کا مسئلہ سیاسی ہے اور اس کا سیاسی حل کے علاوہ اور کوئی حل نہیں سب کو جان لینا چاہیے کہ جمہوری نظام میں طاقت کا استعمال مسئلہ کا حل نہیں ہوتا۔ فوج کی مشکل یہ تھی کہ جن تخریب کاروں کو اور مجرموں کو فوج گرفتار کرتی تھی انہیں یا تو پولیس چھوڑ دیتی تھی یا پھر عدالتیں انہیں ضمانت پر رہا کر دیتی تھیں۔ بے نظیر کو اپنی جگہ یہ خدشہ تھا کہ جنرل بیگ آئین کی دفعہ 245 کے تحت ملنے والے اختیارات کا ناجائز استعمال کریں گے اور جنرل بیگ کو یہ شکوہ کہ بے نظیر نے ان پر اعتماد نہیں کیا۔ اس طرح بداعتمادی کی ایک ایسی فضا قائم ہو گئی جو بالآخر بے نظیر حکومت کی رخصتی پر منتج ہوئی۔

فوج اور پیپلز پارٹی کے درمیان ایک اور بہت بڑا اختلاف پاکستان کے ہمسایہ ممالک کے تعلقات کے حوالے سے تھا فوجی بیوروکریسی پاکستان، ایران، افغانستان، بنگلہ دیش اور ترکی کی ایک کنفیڈریشن قائم کرنے کے حق میں تھی ان کا موقف تھا کہ ان ممالک کی کنفیڈریشن کے ذریعے خطے میں بھارتی اثر ورسوخ کو کم کیا جا سکتا ہے جبکہ بے نظیر حکومت اس کے نقصانات کے خدشات کا شکار تھی ان کے ذہن میں جمہوری ملکوں کی انجمن کا ایک پلان تھا جس کے ذریعے وہ تیسری دنیا کے ملکوں میں جمہوری سفر کو کامیاب ہوتے ہوئے دیکھنے کی خواہش مند تھیں۔

بے نظیر کی حکومت کو جن بڑے بحرانوں کا سامنا تھا ان میں ایک اہم مسئلہ شریعت بل کا بھی تھا جو 13 مئی 1990ء کو متفقہ طور پر سینٹ میں منظور کر لیا گیا اس بل کے ساتھ آٹھ ترامیم بھی شامل تھیں (سینٹ میں اکثریت سابق مارشل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاء کی باقیات پر مشتمل تھی) یہ بل پارلیمنٹ میں گزشتہ پانچ سال سے زیر التوا تھا۔

شریعت بل 13 جولائی 1985ء کو سینٹ میں پیش کیا گیا لیکن اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور ان کی مسلم لیگ (سرکاری مسلم لیگ) یا ممبران اسمبلی اسے منظور کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔اب پوزیشن یہ تھی کہ وہ مسلم لیگ جو آئی جے آئی میں شامل تھی اور جن کی سینٹ میں بھی اکثریت تھی نے اس بل کو پاس کر لیا تھا۔اس بل کا مقصد قرارداد مقاصد اور 1973ء کے آئین میں پیش کردہ مقصد کے مطابق ملک میں دیگر امور پر اسلامی شریعت کو بالا دست قرار دینا اور قومی معیشت، عدالتی نظام، ذرائع ابلاغ اور تعلیم وغیرہ الغرض روزمرہ زندگی کے ہر شعبے کو اسلامی قوانین میں ڈھالنا وغیرہ شامل تھا۔

اگر اس بل کو قانونی صورت دے کر پورے ملک میں لاگو کر دیا جاتا تو اس کا اثر معیشت، ابلاغ عامہ اور عدلیہ کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ پر پڑتا۔اس کے تحت وفاقی شرعی عدالت کسی عدالت کے فیصلے کو غیر اسلامی سمجھے تو اسے کالعدم قرار دے سکتی تھی جس سے ملک میں ایک نئے سیاسی بحران کا خطرہ پیدا ہو جاتا۔

شریعت بل کا شوشہ دراصل بے نظیر حکومت کو مشکلات سے دوچار کرنے کے لئے چھوڑا جا رہا تھا اور ان کے لئے پل صراط کا درجہ رکھتا تھا اگر وہ اس کی حمایت کرتیں تو ان کے اقتدار کی عمارت زمین بوس ہونے کا خطرہ تھا اور اگر اس بل کی مخالفت کرتیں تو انہیں اسلام دشمن ٹھہرایا جاتا۔

27 جولائی کو حالات و واقعات کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے کور کمانڈروں کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں ملکی سلامتی سے تعلق رکھنے والے بہت سے معاملات پر غور کیا گیا اس سے اگلے روز بری فوج کے سربراہ جنرل مرزا اسلم بیگ نے وزیر اعظم ہاؤس میں بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی دفاع کے وزیر مملکت کرنل ریٹائرڈ غلام سرور چیمہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور جنرل مرزا اسلم بیگ کے درمیان سندھ میں امن امان کی صورت حال، فوج کے آئینی کردار اور دہشت گردی کے خلاف اپریشن کامیاب بنانے کے لئے فوج کے اختیارات اور سول انتظامیہ کے ساتھ تعاون کی حکمت عملی پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔یہ ایک فیصلہ کن ملاقات تھی

5 اگست 1990ء کی رات غلام اسحاق اور جنرل بیگ کے درمیان ایک انتہائی اہم ملاقات ہوئی جس میں طے پایا کہ صدر اگلے دن اسمبلی توڑ دینگے اس ملاقات میں جنرل بیگ نے اسمبلی توڑنے کا ڈرافٹ غلام اسحاق خان کے حوالے کر دیا۔چنانچہ برسر اقتدار رہنے والے لیڈروں کو یقین ہو گیا کہ کوئی بڑی تبدیلی آنے والی ہے اب صورت حال کو سنبھالنے کا صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا کہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف میں صلاح کرادی جائے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں لیڈر فوری طور پر صدر اسحاق خان سے ملاقات کر کے انہیں یہ خبر دیں کہ ان کے درمیان موجود تنازعات پر سمجھوتہ ہو گیا ہے اور دونوں نے صلح کر لی ہے اس کام کے لئے وزیر اعظم کے قریبی ساتھی پپی مینولا کا انتخاب کیا گیا۔لیکن حکومتی ارکان کی یہ کوششیں نقش بر آب ثابت ہوئیں۔

بے نظیر نے 6 اگست کی دوپہر ایوان صدر سے رابطہ کیا وہ صدر اسحاق خان سے ملاقات کرنا چاہتی تھیں مگر ایوان صدر سے جواب ملا کہ صدر مملکت کا شیڈول بہت ٹائٹ ہے اس روز تین بجے تک بے نظیر بھٹو بڑے اضطراب کے عالم میں غلام اسحاق خان کے ساتھ متوقع ملاقات میں بات چیت کے لئے نوٹس لیتی رہیں۔ لیکن صدر غلام اسحاق خان اسی روز قومی اسمبلی توڑنے کا فیصلہ کر چکے تھے چنانچہ صدر نے 58 2-B کا استعمال کرتے ہوئے بے نظیر حکومت کو برطرف کر دیا۔ (کون کیسے گیا؟ مرتضی انجم، دارالشعور)

22 مئی 1991ء

راجیو گاندھی قتل ہو گئے

راجیو گاندھی 1980 میں اپنے چھوٹے بھائی سنجے گاندھی کی وفات کے بعد میدان سیاست میں آئے اور محافظوں کے ہاتھوں اپنی والدہ اندرا گاندھی کے قتل کے بعد وزیر اعظم بنے۔اس سے قبل انہیں نہ تو سیاست کا کوئی تجربہ تھا اور نہ ہی ان کی سیاسی تربیت ہوئی تھی۔وہ انڈین ائر لائنز میں پائلٹ تھے،ان کی والدہ نے انہیں بڑی مشکل سے سیاست میں آنے پر آمادہ کیا تھا ان کے بقول وہ سیاست میں صرف ممی کی مدد کرنے آئے تھے۔شروع شروع میں راجیو کو بہت سے القابات سے نوازہ گیا یعنی مسٹر کلین، مسٹر ان کمپلیکیٹڈ، مسٹر آئیڈیل اور مسٹر ہوپ وغیرہ وغیرہ۔

1984ء میں مسٹر کلین کے طور پر سامنے آنے والے راجیو گاندھی پانچ سال میں ہی مسترد ہو گئے۔ان کے کشمیر اور سری لنکا پر کئے گئے معاہدے قلیل المعیاد ثابت ہوئے انہوں نے آسام اور پنجاب میں شورش پر قابو پانے کے لئے معاہدے تو کئے لیکن ان پر عمل نہ ہو سکا۔پھر بوفرز توپوں پر کمیشن وصول کرنے کے الزام کو وہ احسن طریقے سے مسترد نہ کر سکے جس سے ان کی ساکھ کی نقصان پہنچا۔

اپوزیشن میں آنے کے بعد راجیو گاندھی پھر عوام کے قریب آنے لگے حالیہ انتخابات سے قبل وہ سلامتی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام انتظامات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عوام سے گھل مل جاتے، اگر پولیس والے لوگوں کو ان کے قریب آنے سے روکتے تو وہ پولیس والوں کو منع کرتے وہ عوام کے سامنے نہایت عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے۔

انٹیلی جینس بیورو نے کئی بار تامل ناڈو کی حکومت کو آگاہ کیا کہ وہ تامل چھاپہ ماروں سے ہوشیار رہیں خاص طور پر ان کے خودکشی کرنے والے دستوں اور آتش گیر مادوں سے جو کہ تامل ناڈو میں سرگرم ہیں۔ پھر راجیو کو بھی ان سے تامل چھاپہ ماروں کی ناراضگی کا بار بار بتایا گیا اور انہیں احتیاط برتنے کا مشورہ دیا گیا جب کہ تامل ناڈو کی حکومت اور راجیو گاندھی ان اطلاعات کو خاطر میں نہ لاتے تھے یہاں تک کہ راجیو گاندھی ان اطلاعات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے سلامتی کے ناقص انتظامات کے ساتھ مدراس جا پہنچے بالآخر وہ سری مبدر کی مقتل گاہ پہنچے جہاں راجیو نے جلسہ کرنا تھا۔

وہاں ایک عورت جس نے کمر میں ایک پیٹی باندھ رکھی تھی جس کی پشت پر انتہائی طاقتور دھماکہ خیز مواد سے لیس نہایت ہلکا پھلکا بم بندھا ہوا تھا جس کا کنٹرول پیٹی کے آگے ایک بٹن میں تھا بم سے لیس یہ عورت بغیر چیک ہوئے ڈائس تک پہنچ گئی۔ جب راجیو گاندھی سٹیج پر پہنچے تو عورت راجیو کے قدم چھونے کیلئے جھکی اور پیٹ پر موجود پیٹی کا بٹن دبا دیا جس کے بعد زبردست دھماکہ ہوا ہر طرف دھواں اور بدبو پھیل گئی اور چیخ و پکار شروع ہو گئی راجیو کی لاش بری طرح سے مسخ ہو گئی تھی۔ یہ قسمت کی ستم ظریفی ہے کہ راجیو کی موت ان تربیت یافتہ تامل چھاپہ ماروں کے ہاتھوں ہوئی جن کو راجیو کی ماں اندرا گاندھی نے تربیت فراہم کی تھی۔

یکم نومبر 1991ء

مشرق وسطیٰ کانفرنس ناکام ہو گئی

یکم نومبر 1991ء کو میڈرڈ میں شروع ہونے والی مشرق وسطیٰ کانفرنس اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق شامیر کے رویہ کے باعث ناکام ہو گئی جب اسحاق شامیر نے کہا کہ وہ عربوں کے خلاف الزامات کا راگ الاپنے نہیں آئے مگر اس کے باوجود انہوں نے شام کے انسانی حقوق کے ریکارڈ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ دہشت گردی کو پروان چڑھا رہا ہے۔ اس کے بعد شام کے وزیر خارجہ فاروق الشارہ نے کوئی لگی لپٹی نہ رکھتے ہوئے کہا، اسرائیلی وزیر اعظم بذات خود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گرد ہیں جس کے بعد کشیدگی بڑھ گئی کانفرنس کے شرکاء کی پرجوش تقاریر سے اتنا ضرور ہوا کہ تمام فریقین نے اس عمل کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔ مسلمان ممالک میں موجود بعض حلقوں کی طرف سے اس کانفرنس کو فراڈ اور عربوں کو ہاتھ پیر باندھ کر اسرائیل کے آگے ڈالنے کی سازش قرار دیا گیا۔

گو اس کا فوری نتیجہ کچھ نہیں ہے لیکن آخر کار مسئلہ کے حل کی صورت ظاہر ہوگی جو لوگ اس سلسلہ میں خوش گمان تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ امریکہ اسرائیل کی ناز برداری سرد جنگ کی وجہ سے کرتا رہا ہے۔ اس سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اسے اسرائیل کی کسی درجے میں ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک عربوں کا تعلق ہے اب کسی عرب ملک کے لئے روسی بلاک سے وابستہ ہو کر امریکہ کے مقابلے میں اکڑفوں دکھانے کا کوئی موقع نہیں ہے سب نے امریکہ کی نیازمندی اختیار کر رکھی ہے دوسری طرف یہ ایک حقیقت ہے کہ اسرائیل امریکہ کے لئے ایک اقتصادی بوجھ ہے اسے مسلسل امداد پر امداد دینی پڑ رہی ہے اور یہ امداد فی اسرائیلی شہری ہزاروں ڈالر سالانہ بنتی ہے۔

سرد جنگ کے دور میں تو امریکہ اسرائیل کو پالنے پوسنے پر مجبور تھا لیکن اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے دوسری طرف یہ حقیقت ہے کہ امریکہ یورپ اور جاپان سب کا اقتصادی مفاد عربوں اور ان کے تیل سے وابستہ ہے اور وہ جانتے ہیں کہ علاقہ میں امریکہ کے خلاف جذبات کا لاوا پک رہا ہے اس سے ایسی بدامنی پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر حکومتوں کے تختے الٹ نہ جائیں تو بھی ایک مستقل بدامنی کی صورت اور تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ تیل کی پیداوار اور ترسیل کو روک سکتا ہے اسی بنا پر یہ ضروری ہے کہ اسرائیل نواز پالیسی سے انحراف کی ابتداء کر دی جائے اور مشرق وسطیٰ کی امن کانفرنس کے ذریعے عربوں کو پرجوش اور پرامید بنایا جائے تاکہ وہ مذاکرات کا راستہ اختیار کریں اور انتہا پسند عناصر کو کشیدہ جذبات سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملے اس کے لئے عربوں کے جذبات کی آگ پر پانی ڈالنا ضروری ہے۔

مشرق وسطیٰ کی امن کانفرنس کا گو فوری نتیجہ کچھ نہیں ہے لیکن امریکہ اپنا دباؤ اسرائیل پر رفتہ رفتہ سخت کرتا چلا جائیگا اور اسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو مان کر مقبوضہ علاقے چھوڑنے پڑیں گے امریکہ کا مقابلہ اب کسی منظم عالمی طاقت سے نہیں ہے۔ اس کے سامنے اسلامی بنیاد پرست ہیں جو خود مقبوضہ علاقہ میں تحریکیں چلا رہے ہیں اور اسرائیل ان کو دبانے میں ناکام رہا ہے اردن میں فلسطینی اور بدوی دونوں رائے عامہ میں ان کا اثر بڑھ گیا ہے مصر میں اخوان المسلمون ترقی پر ہے۔

سعودی عرب نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ مشرق وسطیٰ کانفرنس ناکام ہوئی تو ہم اپنی الگ اور طاقتور فوج قائم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں گے اور نیو ورلڈ آرڈر منصفانہ نہیں ہوتا تو اس کی مزاحمت کی جائے گی۔ شاہ فہد کے اس بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عرب جذبات کی شدت کا کیا حال ہے اور امریکی پالیسی ساز ایسے بے وقوف نہیں ہیں کہ وہ اسے خاطر میں نہ لائیں ان کی کوشش ہے کہ انتہا پسندوں کے مقابلے میں اعتدال پسند عرب حکمران اور عرب قیادت کو تقویت حاصل ہو اس لئے آنے والے دنوں میں مشرق وسطی کی امن کانفرنس کے نتیجے میں وہ ان عربوں کو یہ تقویت فراہم کرے گا اور یہ اس کے اپنے مفاد میں ہے ورنہ انتہا پسند عناصر کوئی چیز حاصل کر سکیں یا نہ کر سکیں، لیکن اپنی شورش سے بہت کچھ ملیا میٹ کر سکتے ہیں اور کافی کچھ درہم برہم کر سکتے ہیں۔ سرد جنگ کے دوران عرب جنگجو عناصر کی امریکہ سرپرستی کرتا رہا ہے مگر اب اس نے اسرائیل کے عناصر کی پیٹھ ٹھونکنی شروع کر دی ہے۔

اسرائیل کی صورت حال یہ ہے کہ امریکی سروے کے مطابق پچاس فیصد سے زیادہ اسرائیلی زمین دے کر امن حاصل کرنے کے حق میں ہیں۔ وہ روز روز کی بدامنی اور خوف کی زندگی سے تنگ آ چکے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا معاہدہ عربوں سے ہو جائے کہ ہمارے حق زیست کو تسلیم کر لیا جائے، ہمارے ساتھ امن اور مفاہمت منظور کر لی جائے، ہمارے علاقہ کے لئے عرب دریاؤں کے پانی کی بہم رسانی کا یقین حاصل ہو جائے اور مالدار عرب ملکوں کے ساتھ تجارت اور صنعت میں اشتراک کے ذریعے ایک نئی منڈی ہاتھ میں آ جائے تو ان سب باتوں کے بدلے میں زمین سے دستبرداری مہنگا سودا نہیں ہے، اور یہ فوراً کر لینا چاہئے۔ آنے والے دنوں میں اسرائیلی رائے عامہ کا دباؤ بھی اسرائیل حکومت پر بڑھتا چلا جائے گا اس داخلی اور بیرونی دباؤ کا نتیجہ ہے کہ اسرائیل کی طرف سے کانفرنس میں شرکت سے صاف انکار کے باوجود اسے آخر کار کانفرنس کی میز پر آنا پڑا ہے اور یہ آسانی سے نہیں ہوا اسرائیلی کابینہ کے اجلاس میں وزیراعظم شامیر کو اس بار مختلف صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ان کی مخلوط حکومت کے صرف تین وزیر کانفرنس کے بائیکاٹ پر مصر تھے باقی سب کی رائے شرکت کے حق میں تھی اور اس موقع پر دارالحکومت تل ابیب کی سڑکوں پر ہزاروں افراد نے مظاہرہ کیا اور نعرے لگائے کہ زمین کے بدلے امن حاصل کرو اور مقبوضہ عرب علاقوں میں یہودی آبادکاری بند کرو۔

اس پس منظر میں وزیراعظم شامیر نہ صرف کانفرنس میں شرکت پر مجبور تھے بلکہ انہیں مقبوضہ علاقے خالی نہ کرنے کے سابقہ بے لچک بیانات کی جگہ بھی ایک لچکدار بیان جاری کرنا پڑا جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر عربوں سے بات چیت کے امکان کو مسترد نہیں کیا ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ امریکہ پر تو صیہونیوں کی حکومت ہے وہ امریکہ کو آلہ کار بنائے ہوئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو بعض یہودی رہنما بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ امریکہ سرد جنگ کے لئے یہودیوں کو استعمال کرتا رہا ہے یہودیوں کے ذریعے عالم عرب کا قافیہ تنگ رکھا گیا۔مشرقی یورپ اور روس میں جمہوری انقلاب کی تخم ریزی کی گئی اور یہودی سرمایہ داروں سائنس دانوں دانشوروں کی کھیپ کی کھیپ امریکہ کی بے لوث خادم بنی رہی اب اس نے جس طرح اپنے دوسرے آلہ کار ممالک کو استعمال کرنے کے بعد ان سے منہ پھیر لیا ہے یہی اسرائیل کے ساتھ بھی ممکن ہے۔لیکن دوسرں کے مقابلے میں یہ عمل ذرا احتیاط اور آہنگی سے ہو رہا ہے تاکہ امریکہ میں ''یہودی لابی'' سے کچھ زیادہ کھٹ پٹ نہ ہو جائے۔

صدر بش نے اس لابی پر ہی ایک فتح حالیہ دنوں میں حاصل کی ہے اور وہ ہے اسرائیل کے لئے دس ارب ڈالر کی امداد کو التواء میں ڈالنے کی کارروائی۔صدر کے اس فیصلے کے خلاف یہودی لابی نے امریکی کانگریس سے اپنے لئے تائید حاصل کرنا چاہی لیکن وہ اس میں ناکام رہی اور یہ امریکہ کی تاریخ میں یہودی لابی کی پہلی شکست ہے مگر آخری شکست نہیں آخری شکست پہلے اسے امریکہ میں ایسی مزید شکستوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

خود یہودی لابی کے اکابرین کا بھی یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ کھلم کھلا کہنے لگتے ہیں کہ اسرائیلی حکومت کی پالیسیاں غیر دانشمندانہ ہیں اور اسرائیل کا مفاد اس بات میں ہے جو صدر بش تجویز کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے دنیا میں نیو ورلڈ آرڈر بھی قائم ہو گا جس میں امن اور مفاہمت کا دور شروع ہو گا۔

یہودیوں کو عالم عرب اور عالم اسلام میں بھی رسائی کا موقع ملے گا اور اجنبیت و عداوت کی دیواریں گر جائیں گی یہ ہے خوش گمان حضرات کی مشرق وسطیٰ کانفرنس کے متعلق رائے کہ یہ ڈرامہ نہیں ہے،فریب نہیں ہے اس میں کچھ حقیقت ضرور ہے مگر ابھی تو ایک بیج ڈالا گیا ہے،اس کے درخت بننے کے لئے وقت لگے گا اور اسے سازگار فضا کی ضرورت ہو گی مگر یہ طے ہے کہ مشرق وسطی میں تبدیلی آئے گی سرحدوں میں ردوبدل ہو گا اور نئے سمجھوتے ہوں گے اور ان میں اسرائیل کو مقبوضہ علاقے دینے ہوں گے۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اس امن کانفرنس کو ایک فراڈ یا عربوں کے ساتھ دھوکہ قرار دے رہے ہیں۔ان میں ایران کے رہنما ہیں جو اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انہوں نے کانفرنس میں شریک عرب اور فلسطینی افراد کو کافر اور واجب القتل قرار دیا ہے۔

لیبیا کے صدر قذافی بھی اس کے سخت خلاف ہیں۔مراکش کے شاہ حسین نے اس کانفرنس میں شرکت سے انکار کیا کیونکہ انہیں بنیاد پرستوں کا خوف ہے یہ بنیاد پرست کہتے ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل ایک ہی سکے کے دو رخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور کانفرنس میں عربوں کو کچھ نہیں ملے گا، ان سے اسرائیل کو تسلیم کروایا جائے گا، ایسے معاہدے کرائے جائیں گے جس کی مدد سے اسرائیل کو زراعت کے لئے پانی ملتا رہے اور بس عربوں کو اسی امید پر رکھا جائے لیکن اسی امید کے نتیجے میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوگا اور ایک جھوٹی امید دلا کر ان عرب حکمرانوں کو اسلامی اور انقلابی جذبات رکھنے والی تحریکوں اور اس کے حامی عوام کو دبانے کچلنے پر لگا دیا جائے گا۔

مشرق وسطی کانفرنس اسی سازش کے تحت ہے اور بدگمانی کا نقطہ نظر رکھنے والوں کے خیال میں عرب حکمران اور راہنما سازشی جال میں پھنس گئے ہیں مگر وہ اسلامی اور انقلابی تحریکوں کو روک نہیں سکیں گے جن کا نعرہ ہے کہ اسرائیل کو نیست و نابود کرنا ضروری ہے۔

ان دونوں نقاط نظر میں سے لوگ کس کو صحیح کو سمجھنے کے قائل ہوں گے اس کا انحصار کانفرنس کے بعد کی دوسری کانفرنسوں پر ہے اگر اس میں اسرائیل اپنی ہٹ دھرمی چھوڑتا ہے تو صدر بش عربوں کے ہیرو بن جائیں گے ورنہ ان پر پہلے سے زیادہ لعنت بھیجی جائے گی اور شام کے لئے بھی جو سخت موقف رکھنے کے باوجود امن کانفرنس میں شریک ہے آئندہ امریکہ سے تعاون کرنا ممکن نہیں رہے گا۔

21دسمبر1991ء

USSR کا خاتمہ

مارچ 1985 میں میخائل گورباچوف سوویت یونین کے سربراہ مملکت بن گئے انہوں نے برسر اقتدار آتے ہی پے در پے ایسے اقدامات کئے جن کے لئے سوویت عوام گزشتہ ستر برس سے ترس رہے تھے۔

میخائل گورباچوف نے کمیونسٹ پارٹی کی آمریت ختم کر کے مارکس ازم کے نام پر عوام کو جمہوریت اور آزادی دی، لیکن گورباچوف کی بدقسمتی تھی کہ وہ عوام کے بڑھتے ہوئے اقتصادی مسائل حل نہ کر سکے۔ اس دوران بورس یلسن ابھر کے سامنے آیا جس نے فری مارکیٹ اکانومی کی کھل کر حمایت کی اور گورباچوف پر زبردست تنقید کی گورباچوف روس کا استحکام چاہتے تھے جبکہ یلسن روس کا خاتمہ چاہتا تھا اسی اثناء میں 19 اگست 1991ء کو شام 4 بج کر 50 منٹ پر روس کی تاریخ میں پہلا فوجی انقلاب برپا ہوا جو 12/ گھنٹے بعد ناکام ہوگیا لیکن اپنے ساتھ روس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے 74 سالہ نظام کی بنیادوں کو بہالے گیا۔

میخائل گورباچوف کو ان کے عہدے پر بحال کر دیا گیا اور ملٹری اور KGB میں موجود کٹر مزاج لیڈروں کی بغاوت بورس یلسن کی سرکردگی میں عوامی مزاحمت کے سامنے دم توڑ گئی۔

اس منتشر بغاوت کے کچھ سرکردہ ارکان جان بخشی کے لئے کریمیا دوڑے جہاں گورباچوف کو ساٹھ گھنٹے تک نظر بند رکھا گیا تھا جبکہ دوسرے روپوش ہوگئے وزیر داخلہ بورس پوگو نے خودکشی کر لی۔

اس بحران پر قابو پانے کے ہیرو یلسن اور ماسکو لینن گراڈ اور دوسرے شہروں کے عوام تھے جنہوں نے ٹینکوں اور فوجی دستوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کر دیں اس افراتفری میں تین شہری ہلاک ہو گئے۔ جب باغیوں کے ٹینک اور آرمڈ وہیکلز رکاوٹیں توڑتے ہوئے روسی پارلیمنٹ کی عمارت کی طرف بڑھے جو بورس یلسن کی کمان کا مرکز تھا یہ تمام کارروائی نیم دلانہ تھی کیوں کہ K G B فوج اور ایلیٹ آرمی کے اعلیٰ افسران یلسن کا ساتھ دے رہے تھے۔ دوپہر کے بعد وزیر دفاع نے تمام دستوں کو ماسکو سے نکل جانے کا حکم دے دیا اس موقع پر ہزاروں افراد نے وکٹری کا نشان بناتے ہوئے یلسن کے حق میں نعرے لگائے اس بغاوت نے روسی نظام کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔

27 اگست 1991ء کو میخائل گورباچوف نے فوجی انقلاب کی ناکامی کے بعد سوویت یونین کی سپریم سوویت کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں سوویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے نہ بچا سکا تو استعفیٰ دے دوں گا۔ دوسری طرف بورس یلسن نے رشین فیڈریشن کی آزادی اعلان کر دیا اور امریکی صدر جارج بش کے ساتھ براہ راست مذاکرات شروع کر دیئے۔ 21 دسمبر 1991ء کو قازقستان کے دارالحکومت الماتا میں روس کی 15 میں سے گیارہ ریاستوں نے ایک معاہدے پر دستخط کئے جس کے بعد یو ایس ایس آر کا وجود ختم ہو گیا۔ گیارہ ریاستوں کی کامن ویلتھ قائم ہو جانے کے بعد گورباچوف نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ پیش گوئی بھی کی کہ نئی کامن ویلتھ زیادہ دیر نہیں چلے گی۔ 25 دسمبر کو گورباچوف نے اپنا وعدہ پورا کیا اور روس کے خاتمے کے بعد روس کی صدارت کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

اسی روز امریکی صدر جارج بش نے اپنے عوام کو کرسمس کی مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ گورباچوف کے مستعفی ہونے کی ''خوشخبری'' بھی سنائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

25 مارچ 1992ء

پاکستان کرکٹ کا حکمران بن گیا

25 مارچ 1992ء کو وہ یادگار دن تھا جب دنیا بھر میں اربوں لوگوں نے معجزہ رونما ہوتے دیکھا۔ وہ ٹیم جسے صرف تین ہفتے پہلے ایک ناکارہ ٹیم قرار دیا گیا تھا عالمی چمپئین بن گئی۔

ابتدائی میچوں میں پے درپے ناکامیوں کے بعد یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پاکستان ورلڈ کپ سے باہر ہو جائے گا۔ دنیا بھر سے آئے ہوئے کرکٹ کے مبصر پاکستان کی کمزور فیلڈنگ اور غیر معیاری بیٹنگ کا مذاق اڑا رہے تھے اور پاکستان میں کرکٹ کے شائقین انتہائی بددل اور مایوس تھے لیکن مایوسی کے ان اندھیروں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کی آنکھوں میں تب بھی عزم و ہمت کے چراغ روشن تھے۔ جس کا ارادہ چٹانوں کی طرح مضبوط تھا۔ جس کے جذبوں کی صداقت اور خدائے بزرگ و برتر پر جس کا ایمان اس کے لئے منزل نشان بن گیا تھا۔

یہ شخص عمران خان تھا۔ کرکٹ کی تاریخ کا الف لیلوی کردار دنیائے کرکٹ کی سب سے سحر انگیز شخصیت عمران کے لئے یہ کوئی غیر معمولی صورتحال نہ تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی بنگلور شارجہ اور کلکتہ کے میدانوں میں ایسے ہی اعصاب شکن حالات سے گزر چکا تھا۔ ابتدائی میچوں میں ناکامی کے بعد بھی اس نے کہا ''ابھی ورلڈ کپ میں کامیابی کے دروازے ہم پر بند نہیں ہوئے'' اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ سچے جذبوں کے سامنے ہر دیوار ریت کا ڈھیر ثابت ہوتی ہے۔ پاکستان کی ٹیم میلبورن کے تاریخی میدان میں اتری تو اس یقین کے ساتھ کہ فتح اس کا مقدر ہے۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کی نیک تمنائیں اس کے ساتھ تھیں۔ عورتیں بچے بوڑھے اور جوان آنکھوں میں جھلملاتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنی ٹیم کی کامیابی کےلئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

یہ دعائیں بارآور ثابت ہوئیں اور قدرت کے ان دیکھے ہاتھوں نے فتح کا تاج پاکستانی ٹیم کے سر پر سجا دیا۔ یہ وہ خواب تھا جو ہم گزشتہ بیس سال سے دیکھ رہے تھے یہ وہ لمحہ تھا جس کے لئے ہم ترس گئے تھے۔ یہ کامیابی کی وہ نوید تھی جس کی چاپ ہم کئی بار پہلے بھی 1979ء 1973ء اور 1987ء میں بھی سن چکے تھے لیکن ہر بار ہمیں مایوسی ہوئی۔ لیکن اس مرتبہ عمران خان کی ولولہ انگیز قیادت' جاوید میانداد کی باتدبیر اننگز اور انضمام الحق کے جوش و جذبات سے بھر پور رنز کی بدولت پاکستانی کرکٹ ٹیم ورلڈ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ کی تاریخ میں پہلی بار سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ کو ہرا کر فائنل میں پہنچ گئی۔ نیوزی لینڈ کی سرزمین پر بارش کے خطرہ اور 262 رنز کے پہاڑ میں سے کامیابی کو چھین کر لے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنا انہی کا کام تھا ورنہ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا اور اسے عبور کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔

کرکٹ کے فائنل میں پاکستان کی کامیابی ٹیم کے کپتان عمران خان کے اس خواب کی تعبیر تھی جو انہوں نے 1987ء میں دیکھا تھا۔ اس کھیل میں وسیم اکرم نمایاں رہے جنہوں نے صرف 18 گیندوں پر 33 رنز بنائے اور تین وکٹیں حاصل کیں۔ ایلن لیمب اور لوئیس کو انہوں نے دو مسلسل گیندوں پر ایک ایسے مرحلے پر بولڈ کیا جو میچ کا فیصلہ کن مرحلہ ثابت ہوا۔

عمران خان نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا۔ مگر انگلینڈ کے باؤلروں ڈیرک پرنگل اور لوئیس نے ابتدائی بیٹس مینوں عامر سہیل اور رمیز راجہ کو جم کر نہ کھیلنے دیا۔ پہلے عامر سہیل چار رنز بنا کر اور پھر رمیض راجہ آٹھ رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ ان دونوں کو ڈیرک پرنگل نے آؤٹ کیا۔ کپتان عمران خان اور جاوید میانداد کی رفاقت نویں اوور سے شروع ہو کر چالیسویں اوور تک جاری رہی اور انہوں نے غیر جذباتی انداز میں دانشمندی کے ساتھ بیٹنگ کر کے پاکستان کو انتہائی مشکل صورت حال سے نکالا۔

ان دونوں کی رفاقت میں 139 رنز بنے۔ جاوید میاں داد نے 98 گیندوں پر 58 رنز بنائے۔ انہیں لینگوڈ نے آؤٹ کیا۔ اس کے بعد انضمام الحق کھیلنے آئے ابھی چوتھی وکٹ کی رفاقت میں 35 رنز کا اضافہ ہوا تھا کہ عمران خان 72 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے۔ انہیں ایان بوتھم نے آؤٹ کیا۔ اس دوران انضمام الحق پوری طرح چھائے رہے۔ انہوں نے 16 گیندوں پر 29 رنز بنا کر اپنے سیمی فائنل کے کھیل کی یاد تازہ کر دی۔

عمران خان کی جگہ وسیم اکرم آئے تو انضمام الحق کی رفتار سست ہو گئی۔ لیکن وسیم اکرم کی رفتار تیز ہو گئی۔ کھیل ختم ہونے میں دو گیندیں باقی تھیں کہ انضمام الحق کو ڈیرک پرنگل نے آؤٹ کر دیا۔ انضمام الحق نے 35 گیندوں پر 42 رنز بنائے جبکہ وسیم اکرم نے 18 گیندوں پر 33 رنز بنائے۔ آخری گیند کھیلنے کے لئے سلیم ملک آئے مگر اس گیند پر کوئی رنز نہ بن سکا۔

پاکستان کی طرح انگلینڈ کی اننگز کا آغاز بھی اچھا نہ تھا۔ ایک جانب سے وسیم اکرم نے ایان بوتھم کو اور دوسری جانب سے عاقب جاوید نے ایلک سٹیورڈ کو آؤٹ کر دیا۔ گراہم گوچ اور گریم ہک نے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اس صورتحال میں ان کی کوششیں ناکافی تھیں۔ گریم ہک اور گراہم گوچ آؤٹ ہو گئے۔ انگلینڈ کی ٹیم پر گوچ کے آؤٹ ہونے کے بعد دباؤ شدید ہو گیا لیکن اس کے باوجود پانچویں وکٹ کی شراکت میں نیل فیچر برادر اور ایلن لیمب کے درمیان نمایاں شراکت رہی۔ دونوں اسکور کو 141 تک لے گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

34 اووروں کے اختتام پر عمران خان نے وسیم اکرم کو دوبارہ باؤلنگ دینے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے پہلے ہی اوور میں لیمب اور لوئیس کو آؤٹ کر دیا۔ یہاں سے کھیل کا رخ پاکستان کی کامیابی کی طرف مڑنا شروع ہو گیا اور جیسے جیسے کھیل آگے بڑھتا گیا انگلینڈ کے لئے ٹارگٹ مشکل ہوتا گیا۔ 43 ویں اوور میں مشتاق احمد نے فیچر برادر کو آؤٹ کر کے انگلینڈ کے لئے کامیابی کا حصول مشکل بنا دیا۔ یہ ان کی تیسری وکٹ تھی۔ فیچر برادر نے 10 گیندوں پر 62 رنز بنائے ان کے بعد آنے والے قابل ذکر مزاحمت نہ کر سکے اور انگلینڈ کی اننگز کا اختتام 227 سکور پر ہوا۔ آخری اوور کی چار گیندیں باقی تھیں جب انگلینڈ کی آخری وکٹ گری۔ اس طرح پاکستان انگلینڈ کو فائنل میں شکست دے کر فاتح عالم بن گیا۔ یہ پاکستان کی کرکٹ کے یادگار لمحے تھے۔

7 دسمبر 1992ء

بابری مسجد کی شہادت

بھارتی صوبہ اتر پردیش کے قصبہ ایودھیا میں انتہا پسند متعصب ہندوؤں کی تنظیم ''کارسیوک'' کے لاکھوں کارکنوں نے 7 دسمبر 1992ء کو حملہ کر کے سولھویں صدی عیسویں کی تاریخی بابری مسجد کو مکمل طور پر شہید کر دیا۔ مسجد کے تمام گنبد اور دیواریں تباہ کر دیں۔ انتہا پسند ہندوؤں نے مسجد کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ پھینکی۔

جب مسجد کو شہید کیا جا رہا تھا تو ملبے تلے دب جانے سے تین شخص ہلاک اور 150 زخمی ہو گئے اس واقعہ کے بعد یوپی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ نے گورنر بی ستیا نارائن ریڈی کو کل سہ پہر 5 بجے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا بابری مسجد شہید کرنے کے بعد ہندوؤں نے خوشیاں منائیں ڈھائی تین لاکھ کے قریب افراد کا اجتماع قسمیں کھا رہا تھا کہ اب وہ رام مندر تعمیر کر کے ہی وہاں سے جائے گا۔ اطلاعات کے مطابق رات گئے تک اجودھیا میں پولیس فوج یا نیم فوجی تنظیم نہیں پہنچ سکی تھی شہر مکمل طور پر ہندوؤں کے قبضے میں تھا۔ ہندوؤں نے وہاں پر ٹیلیفون کا نظام درہم برہم کر دیا متعدد مکانوں کو آگ لگا دی اور ان کی کارروائیاں مسلسل جاری تھیں۔ بھارتی صحافی کلدیپ نئیر نے بی بی سی کو بتایا کہ مسجد کی شہادت کے بعد بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور دیگر مسلمان رہنماؤں نے اپنے اجلاس کے بعد بھارتی صدر شنکر دیال شرما سے ملاقات کی۔ جس میں انہوں نے صدر سے کہا کہ وزیر اعظم نرسیما راؤ اس واقعہ کے بعد بھارت کے 16 کروڑ سے زائد مسلمانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اعتماد سے محروم ہو گئے ہیں جسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے صدر سے اپیل کی کہ وہ ایسی صورت میں فوری طور پر وزیراعظم سے استعفیٰ طلب کریں کلدیپ نیر نے بتایا کہ وزیراعظم نے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا ہے لیکن صرف افسوس کرنا ہی کافی نہیں ہے اس سے بہت بڑی اقلیت کے اعتماد کو نقصان پہنچا ہے۔ اور اب وہ کسی طور پر بھی انہیں وزیراعظم ماننے کو تیار نہیں ہوں گے۔ کانگریس نے ہمیشہ سیکولرازم کا نعرہ لگایا ہے لیکن اس کے دور میں اقلیتیں حکومت سے شاکی رہی ہیں بی بی سی کے مطابق ہندوؤں نے مسجد پر اس وقت حملہ کیا جب متنازعہ رام مندر کی دوبارہ تعمیر کا کام شروع کرنے کی تقریب کے وقت سیکورٹی انتظامات ٹھپ ہو گئے پورے اجودھیا میں پولیس کا کنٹرول ختم ہو گیا اور پورے قصبہ پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔

بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا کام دوبارہ شروع کرنے کی تقریب کے آغاز پر ہندوؤں کے سنت اور سادھو مسجد کے سامنے کھلے میدان میں پرامن بیٹھے ہوئے اشلوک پڑھ رہے تھے۔ کہ تقریب شروع ہونے سے 15 منٹ پہلے ایک کونے میں لڑائی شروع ہو گئی اور دوسرے کونے سے نوجوان ہندوؤں کو مسجد کی دیواروں اور ایک درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھا گیا جہاں سے یہ مسجد کے اندر کود گئے پولیس نے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی ان میں سے بعض نوجوان مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور انہوں نے گنبدوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا ایک گنبد پر ہندوؤں کا گیروے (بسنتی) رنگ کا جھنڈا لہرا دیا گیا مسجد کے سامنے لڑائی بھڑک اٹھی اور کئی صحافیوں پر حملہ بھی کیا گیا نوجوانوں نے صحافیوں کو اس وقت فوٹو اور فلم لینے سے روکنے کی کوشش کی اس وقت پولیس کو مسجد سے دور جاتے ہوئے دیکھا گیا جس سے ہندوؤں کے ہجوم کو اشارہ مل گیا اور اس نے مسجد پر ہلہ بول دیا اور اسے شہید کرنا شروع کر دیا۔

شام تک مسجد قریباً مکمل طور پر شہید ہو چکی تھی اور اجودھیا کی گلیوں میں ہندوؤں کی بھیڑ جمع ہو گئی جو رام چندر جی کی جے کے نعرے لگا رہی تھی پولیس کے بعض سپاہی بھی ہندوؤں کے ساتھ شریک ہو گئے اور نعرے لگائے گئے تین گھنٹے بعد نیم فوجی پولیس فورس کا ایک قافلہ اجودھیا کے لئے روانہ ہوا یہ دستے اس فورس کا حصہ تھے جو وزیراعظم نرسیماراؤ نے اس نوع کی ہنگامی صورتحال کے لئے وہاں بھیجی تاہم یہ فورس ہجوم اور سڑکوں پر موجود رکاوٹوں کو عبور نہ کر سکی شام تک بابری مسجد کے تینوں گنبد شہید ہو چکے تھے اور دیواروں کو بھی شہید کیا جا چکا تھا اس وقت تک وہاں نیم فوجی دستوں کے پہنچنے کا کوئی نشان نہیں تھا اجودھیا کا شہر ہندوؤں کے کنٹرول میں تھا وشوا ہندو پریشد اور دیگر ہندو تنظیموں نے چھ دسمبر سے بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا تھا تاہم سپریم کورٹ نے یہ حکم دیا تھا کہ مسجد کی جگہ مندر بنانے کا کام شروع نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ اترپردیش کی حکومت کو ہدایت کی تھی کہ وہ انتظامی طور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایسے اقدامات کرے کہ تعمیر کا کام دوبارہ شروع نہ ہو سکے اسی کام کے لئے کار سیوا کے ہزاروں ہندو اجودھیا جمع ہو گئے تھے متنازعہ مندر بابری مسجد کے قریب تعمیر کیا جا رہا تھا اور اس کا ایک حصہ بابری مسجد کی جگہ آتا تھا اجودھیا ''لکھنو'' کانپور' فیض آباد سمیت درجن بھر سے زائد شہروں میں بھارتی حکومت نے کرفیو نافذ کر دیا۔ تاہم اجودھیا میں کرفیو کا نفاذ عملاً نہیں ہو سکا کیونکہ وہ پورا شہر ہندوؤں کے قبضے میں تھا۔

بھارت کے نائب وزیر داخلہ رام لعل راہی نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ بی جے پی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ نے مرکزی حکومت کے ساتھ مکاری کر کے اور دھوکہ دے کر مسجد کو شہید کرا دیا یہ ایک اینا سنگین واقعہ ہے جسے رونما نہیں ہونا چاہیے تھا انہوں نے کہا کہ انہوں نے بھارت کی بھی توہین کی۔ انہوں نے کہا کہ اب یو پی کے منتخب راہنماؤں پر مزید یقین نہیں کیا جا سکتا انہوں نے خود کو ظالم اور دھوکہ باز ثابت کر دیا ہے۔ ان پر کسی قسم کا اعتماد کرنا بھارت کے لئے اب انتہائی خطرناک ہوگا اب بھارتی حکومت انتہائی سوچ و بچار کے بعد قدم اٹھائے گی تاکہ مستقبل میں بھارتی استحکام کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو اور مخالفانہ ردعمل اتنا زیادہ نہ ہو جائے کہ ملک میں امن و امان تباہ ہو کر رہ جائے۔ انہوں نے بی بی سی کے اس سوال پر کہ بڑی تعداد میں پولیس فورس کی موجودگی کے باوجود مسجد کو شہید ہونے سے نہیں بچایا جا سکا۔ بلکہ پولیس نے راہ فرار اختیار کی اس کی کیا وجہ ہے تو رام لعل راہی نے کہا کہ امن و امان قائم رکھنے کی مکمل ذمہ داری صوبائی حکومت پر ہی عائد ہوتی ہے اور مرکزی حکومت صوبائی حکومت کے مطالبے پر انہیں فورس بھیجتی ہے جو صوبائی حکام کے ماتحت ہی کارروائی کرتی ہے لیکن صوبائی حکومت نے وزیر اعظم نرسیما راؤ کی طرف سے بھیجی گئی فورس کو مسجد کے پاس پہنچنے ہی نہیں دیا۔ انہوں نے مرکز میں جھوٹ بولا اور وعدہ کیا کہ وہ مسجد کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے انہوں نے سپریم کورٹ کو بھی یہ یقین دلایا تھا کہ اس کے حکم پر عملدرآمد ہوگا لیکن انہوں نے انتہائی بری حرکت کی اور دھوکہ بازی کی وزیر مملکت برائے داخلہ ایم ایم جیکب نے اس واقعہ پر گہرے صدمے اور غم و غصے کا اظہار کیا۔ اس سے قبل ہوم سیکرٹری نے بتایا تھا۔

کہ فیض آباد کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پیرا ملٹری فورسز کی 133 کمپنیاں بلانے کے لئے کہا تھا تاکہ ''کار سیوک'' ہندوؤں کو منتشر کر دیا جائے لیکن بھارتی حکومت نے مسجد کی حفاظت کے لئے جو اقدامات کئے وہ انتہائی ناکافی ثابت ہوئے وائس آف امریکہ کی رپورٹ کے مطابق مشتعل ہندوؤں نے جو تلواروں' نیزوں' بھالوں اور ڈنڈوں سے مسلح تھے بابری مسجد پر حملہ بول دیا۔

اس موقع پر مسجد کی حفاظت پر مامور مرکزی سکیورٹی تنظیموں اور سنٹرل ریزرو پولیس کے دستے ایک جانب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہٹ گئے۔ انہوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی جس پر لاکھوں ''کارسیوک'' مسجد میں داخل ہو گئے۔ پہلے انہوں نے مسجد کے گنبد اور مینار شہید کئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بابری مسجد کو شہید کر کے ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔ اس المناک واقعہ کے بعد یوپی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ مستعفی ہو گئے تاہم علاقے میں شدید کشیدگی پھیل گئی۔ ادھر بھارت کی مرکزی کابینہ کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا گیا جس میں پیدا شدہ صورتحال اور بابری مسجد کا تحفظ کرنے میں صوبائی حکومت کی ناکامی کا جائزہ لیا جانا تھا۔ یاد رہے کہ مرکزی حکومت نے مسجد کی حفاظت کے لئے چار بٹالین بھیجی تھیں لیکن وہ بھی کچھ نہ کر سکیں۔ ہندوؤں نے مسجد پر کل دوپہر حملہ کیا وہ بھاری ہتھیاروں اور تیز دھار آلات سمیت مسجد کے اندر گھس گئے مشتعل ہندوؤں نے غیر ملکی صحافیوں پر بھی حملہ کیا جس کے نتیجے میں وائس آف امریکہ کے نامہ نگار بھی زخمی ہو گئے ۔اس موقع پر 16 افراد زخمی ہو گئے۔ بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے رہنما امام عبداللہ شاہ بخاری نے وائس آف امریکہ کو بتایا کہ کمیٹی کا اجلاس جاری ہے اور جونہی کوئی فیصلہ ہوا وہ اس کا اعلان کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی حکومت مسجد کی شہادت کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتی۔ یوپی کے وزیر اعلیٰ نے مستعفی ہو کر خود کو اس ذمہ داری سے بچانے کی کوشش کی ہے لیکن شاید کوئی بے عقل ہی ان کی اس بات پر یقین کرے گا۔ مرکزی حکومت پر سپریم کورٹ کے فیصلے کی پابندی کرانے کی جو ذمہ داری عائد ہوئی تھی وہ پوری نہیں کی گئی۔

بابری مسجد کی تعمیر سولہویں صدی عیسوی میں ہوئی اور اس مسجد کے داخلی دروازے پر کندہ فارسی عبارت کے مطابق میر باقی نے اس مسجد کو تعمیر کروایا۔ تب کسی ہندو مہا سبھائی کو اس قسم کے کسی مندر کا خیال نہ آیا جس کی ''لاش'' پر مسجد تعمیر کی جا رہی ہو۔ اس سے بھی پہلے 1528ء میں بابر نے اپنی یادداشتیں مرتب کیں تو ان میں اپنے دورہ ایودھیا کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا لیکن اس نے ایسے کسی مندر کے آثار کا کوئی تذکرہ نہیں کیا جس کا مقامی ہندو آبادی نے اس کے سامنے ذکر کیا ہو یا کسی بڑے پنڈت نے اس کے آثار دریافت کرنے پر زور دیا ہو۔

ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' میں بھی اس قسم کے کسی مندر کا کوئی تذکرہ نہیں کیا حالانکہ اکبر تو ''بابر ہمن اللہ اللہ' بابر ہمن رام رام'' کی پالیسی میں یہاں تک آگے بڑھ گیا کہ بات ''دین الٰہی'' تک جا پہنچی۔ ابوالفضل نے اپنے اس تذکرہ میں تسلیم کیا کہ ایودھیا میں کم و بیش بارہ مندر ہیں' جن میں سے ہر ایک کے پنڈت اپنے والے مندر کو رام جی کی ''اصل جنم بھومی'' قرار دیتے ہیں۔ خود بالمیک نے اپنی رامائن میں صرف یہی لکھا ہے کہ راجا رام ۳۱۰۲ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ یہ دور بھارتی جنتری کے حساب سے تریتا کا دور کہلاتا ہے جسے عملاً کالی دور کا زمانہ آغاز خیال کیا جاتا ہے۔ پنڈت بالمیک کے مطابق رام جی ایودھیا (یا اجودھن) میں پیدا ہوئے۔ پنڈت بالمیک کے مقابل لکھی جانیوالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رام جی کی دوسری کتھا جسے مستند ترین سمجھا جاتا ہے رام چرتا ماس ہے جسے گوسوامی تلسی داس نے تحریر کیا۔ وہ خود ایودھیا کے رہنے والے تھے اور انہوں نے یہ کتھا یہیں بیٹھ کر لکھی وہ رام جی کے اتنے پکے بھگت اور سچے سیوک تھے کہ انہوں نے شہنشاہ جلال الدین اکبر جیسے عظیم شہنشاہ کے دربار میں شریک ہونے کی دعوت بھی انتہائی جرأت اور سختی کے ساتھ مسترد کر دی انہوں نے اپنی کتھا میں ایسا کوئی تذکرہ تو درکنار اس طرح کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا۔

بعد میں بہت سے مورخین نے جب گوسوامی تلسی داس اور پنڈت بالمیک کی کتھاؤں کا تجزیہ کیا تو تقریباً سبھی نے یہ بات کھل کر لکھی کہ رام جی کی جنم بھومی کے حوالے سے جس قصبہ ایودھیا کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ موجودہ ایودھیا نہیں جو دریائے سریو کے کنارے واقع ہے بلکہ وہ قصبہ موجودہ دریائے گنگا کے کنارے واقع تھا اور گنگا کو عقیدت و احترام سے ''گنگا ماتا'' بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے پانیوں میں رام جی اشنان کیا کرتے تھے۔ بھارتی آثار قدیمہ کے سابق ڈائریکٹر جنرل پروفیسر بی پی لال نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ایودھیا میں آٹھویں صدی عیسوی سے قبل آبادی کے کوئی نشانات نہیں ملتے بلکہ مسلسل کھدائیوں اور تلاش کے بعد یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آٹھویں صدی قبل مسیح سے قبل اس مقام پر کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ جبکہ تمام ثابت شدہ اور غیر متنازعہ حقائق کے مطابق رام جی ۳۱۰۲ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔

پروفیسر ہربنس وکھیر ایک اور ماہر آثار قدیمہ ہیں جنہیں ہندو دیومالا کی تحقیق پر بھی حرف آخر سمجھا جاتا ہے ان کی تحقیقات کے مطابق بی کارہنگی نے 1870ء میں فیض آباد اور ایودھیا کے جو جمالی خاکے لکھے ان میں کہیں اس شبہ کا بھی اظہار کر دیا کہ رام جی کی جنم بھومی کے طور پر پنڈت بالمیک نے جس ایودھیا کا تذکرہ کیا تھا وہ یہی ایودھیا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بارے میں کوئی ثبوت یا اشارہ نہیں ملتا۔ یہ کہ 23 دسمبر 1949ء کو ایودھیا کے شری رام دیونامی سب انسپکٹر نے تھانہ میں یہ رپورٹ درج کی کہ پانچ یا چھ ہزار انتہا پسند ہندوؤں نے مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ پنڈت ہربنس کھیر نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ''بھارتیہ جنتا پارٹی اور وشوا ہندو پریشد دونوں کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ مسجد دراصل مندر کو مسمار کر کے بنائی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ بھارتی سپریم کورٹ تک کے فیصلہ کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔ خود عوام بھی ان دعوؤں کو سنجیدگی سے نہیں لیتے اور انہوں نے ایودھیا کے علاقہ سے بھارتیہ جنتا پارٹی کی بجائے کمیونسٹ پارٹی کے نمائندے کو منتخب کر کے گویا اس بات کا ثبوت فراہم کر دیا ہے''۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

22 فروری 1993ء

انٹرنیٹ متعارف ہو گیا۔

انٹرنیٹ دنیا میں سب سے بڑا کمپیوٹر سسٹم ہے۔ اس کو ''انفارمیشن سپر ہائی وے'' Information Super Highway یا سائبر سپیس Cyberspace کہا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ آپس میں جڑے ہوئے ہزاروں کمپیوٹروں پر مشتمل نیٹ ورک کو کہا جاتا ہے۔ جو ایک دوسرے کو اطلاعات اور معلومات فراہم کرتے ہیں۔ 1993ء میں یونیورسٹی آف الی نوائے کے National Center For Super Computer Application نے ایک پروگرام تیار کیا جس کی مدد سے لاکھوں کمپیوٹروں کا ایک دوسرے سے رابطہ ہو گیا۔ اس پروگرام کو ورلڈ وائیڈ ویب کا نام دیا گیا۔

انٹرنیٹ کا آغاز 1969ء میں امریکی محکمہ دفاع کے دفاتر پینٹا گون سے ہوا اس نظام کے موجد کیلیفورنیا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ہونارڈ مکلین روک تھے۔ جنہوں نے یہ پروگرام 20 اکتوبر 1969ء کو ایجاد کیا۔ اس نظام کے ذریعے پینٹا گون کے دفاتر کے تمام کمپیوٹر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ اس کامیابی سے یونیورسٹیوں اور کاروباری اداروں کے لئے استعمال کا راستہ ہموار ہو گیا یہ اطلاعات و معلومات کی تیز ترین فراہمی کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔ 1980ء کی دہائی میں اس کا دائرہ کار مختلف شہروں تک پھیلا دیا گیا۔ اور اسے انٹرنیٹ کا نام دیا گیا۔

1989ء میں سوئیزرلینڈ کی یورپین پارٹیکل فزکس لیبارٹری نے ورلڈ وائیڈ ویپ کے نام سے ایک پروگرام تیار کیا اس کی مدد سے دنیا بھر کے اہم طبعیاتی مراکز کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا گیا۔ 22 فروری 1993ء کو آپٹیکل فائبر کی مدد سے یہ پروگرام دنیا بھر میں عام متعارف ہو گیا جس نے اطلاعات اور علمی و ادبی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

ای میل یا الیکٹرانک میل انٹرنیٹ کی سب سے مقبول اور نمایاں شکل ہے۔ آپ ای میل کے ذریعے دنیا کے کسی بھی کونے میں اپنے کسی دوست، عزیز، رشتے دار، اداروں اور تنظیموں کو بلا معاوضہ ای میل بھیج سکتے ہیں اور وصول کر سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ آپ کو ناقابل تصور حد تک انفارمیشن دیتا ہے آپ اخبارات، رسالوں، ریسرچ پیپرز، سرکاری ڈاکومنٹ کا مطالعہ کر سکتے ہیں ٹی وی فلم دیکھ سکتے ہیں گانے اور مشہور تقاریر سن سکتے ہیں جاب تلاش کر سکتے ہیں اور اس طرح کی لامحدود چیزوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرنیٹ پر ہزاروں قسم کے پروگرامز میسر ہیں ان میں ورڈ پروسیسرز سپریڈشیٹس ہزاروں قسم کی گیمز مفت میسر ہیں جن میں شطرنج فٹ بال اور آرکیڈ گیمز وغیرہ شامل ہیں۔آپ انٹرنیٹ پر ڈسکشن گروپ میں شامل ہو کر اپنے ہم مزاج لوگوں سے مل سکتے ہیں۔آپ ان سے سوالات کر سکتے ہیں مسائل پر بحث کر سکتے ہیں اور دلچسپ کہانیاں پڑھ سکتے ہیں۔

8اپریل1993ء

میاں نواز شریف کی حکومت برطرف کر دی گئی

میاں نواز شریف کے وزارت عظمیٰ سنبھالنے کے کچھ عرصہ بعد ہی صدر اور وزیراعظم کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ صدر اسحاق خان نا قابل اعتماد ہیں وہ ہواوں کا رخ دیکھ کر قدم اٹھاتے ہیں۔ میاں نواز شریف اور صدر اسحاق خان کے درمیان اختلاف کی ایک بڑی وجہ جام صادق بھی تھے جو فروری1992ء میں سخت بیمار تھےلیکن بیماری کے باوجود اقتدار چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔میاں نواز شریف نے اسحاق خان کو مشورہ دیا کہ جام صادق اب اس قابل نہیں رہے کہ سرکاری امور انجام دے سکیں لہذا ان کو طویل رخصت پر بھیج دیا جائے یا صوبے میں گورنر راج نافذ کر دیا جائے۔غلام اسحاق خان نے نواز شریف کی دونوں تجاویز مسترد کر دیں۔

فروری1993ء کے آغاز میں صدر مملکت غلام اسحاق خان اور میاں نواز شریف کے درمیان اختلافات کو عروج حاصل ہوا جب میاں نواز شریف نے اپنے رفقاء سے آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لئے صلاح مشورے شروع کیے۔

4فروری1993ء کو انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے کانووکیشن کی تقریب سے خطاب کے بعد صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے صدر نے کہا کہ آٹھویں ترمیم میری اختراع نہیں نہ ہی میں نے اسے ایجاد کیا ہے۔یہ ترمیم مجھے آئین کے حصہ کے طور پر ورثے میں ملی ہے اور آئین کے تحت اٹھائے گئے حلف کے تحت میں آئین کا دفاع کرنے کا پابند ہوں تاہم آٹھویں ترمیم سمیت آئین کے کسی بھی حصہ میں ترمیم کرنے کی شق آئین میں موجود ہے۔

16فروری کو پیپلز پارٹی کے راہنما فیصل صالح حیات نے صدر مملکت غلام اسحاق خان سے ملاقات کر کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر کو بتایا کہ ملک میں کرپشن کی انتہا ہو چکی ہے سرکاری اداروں کو خریدنے والے نجی محافل میں آ کر بتاتے ہیں کہ ملیں اتنے سستے داموں دی جا رہی ہیں کہ جیسے قومی املاک کی لوٹ سیل لگی ہو۔ اس دوران صدر نوٹس لیتے رہے فیصل صالح حیات نے صدر سے کہا کہ پی پی پی آئندہ صدارتی الیکشن کے سلسلے میں آپ سے مفاہمت کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس ملاقات کے بعد صدر اور پی پی پی کے درمیان موجود بہت سی رنجشیں دور ہو گئیں اور صدر پیپلز پارٹی کے درمیان تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

اسی دوران مسلم لیگ کے سربراہ محمد خان جونیجو ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے اور علاج کے سلسلے میں ملک سے باہر چلے گئے۔ ان کی غیر موجودگی میں نواز شریف نے مسلم لیگ کی قیادت پر شب خون مارا۔ 20 فروری 1993 میں مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹی کا اجلاس ہوا جس میں طے شدہ پروگرام کے مطابق میاں نواز شریف کو صدارتی امیدوار آٹھویں آئینی ترمیم کے خاتمہ اور کالا باغ ڈیم کے متعلق فیصلے کا اختیار دے دیا گیا۔ اس مسئلے پر جونیجو کے حامیوں نے زبردست احتجاج کیا اس کے بعد مسلم لیگ نواز شریف اور محمد خان جونیجو کے حامیوں میں تقسیم ہو گئی جبکہ آئی جے آئی بھی دو دھڑوں میں تقسیم ہوتی نظر آ رہی تھی۔

میاں نواز شریف اور ان کے حامیوں کی کوشش تھی کہ وہ آئین کی آٹھویں ترمیم میں تبدیلیاں کر کے صدر کے اختیارات میں کمی کروا سکیں اور کوشش کی جائے کہ صدر کے لئے کوئی دوسرا امیدوار سامنے لے آئیں چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وزیر اعظم سے پارلیمنٹ کے اراکین کی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ادھر صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختلاف ختم کرنے کے لئے سنجیدگی سے کوششوں کا آغاز ہوا ادھر مسلم لیگ کے پارلیمانی گروپ میں جونیجو کے حامیوں نے پی ڈی اے سے رابطہ کر لیا اور ملک میں جاری بحران کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے سلسلے میں ایک پروگرام پیش کیا۔ دوسری طرف پیپلز پارٹی نے آٹھویں آئینی ترمیم کے خاتمہ اور صدارتی انتخاب کے سلسلے میں مسلم لیگ کو تعاون کی بعض شرائط پیش کیں اس ضمن میں مسلم لیگی قیادت کو پیپلز پارٹی کی قیادت نے پیغام بھیجا کہ مسلم لیگ کو پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر صدارتی انتخاب کے بارے میں مشترکہ حکمت عملی طے کرنی چاہئے اور مشترکہ امیدوار سامنے لانا چاہئے۔ پیپلز پارٹی کا کہنا تھا کہ آٹھویں آئینی ترمیم میں پارلیمنٹ کی بالادستی کے لئے موجود صوابدیدی اختیارات کو ختم کرنے پر اگر مسلم لیگ تیار ہو جائے تو پارلیمنٹ میں نئی آئینی ترمیم پی ڈی اے کی طرف سے پیش کی جا سکتی ہے۔ پیپلز پارٹی نے تعاون کی پیش کش کے سلسلے میں ایک شرط یہ بھی رکھی کہ اگلے سال 1994ء میں عام انتخابات کرائے جائیں۔ اس طرح پیپلز پارٹی ایک طرف مسلم لیگ کی طرف دست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاون بڑھا رہی تھی تو دوسری طرف غلام اسحاق خان کو کسی نتیجے پر پہنچنے پر مائل کرنے کے لئے جوڑ توڑ میں مصروف تھی۔

آٹھویں آئینی ترمیم کے مسئلے پر صدر اور وزیر اعظم کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات 28 فروری تک اس قدر شدت اختیار کر چکے تھے کہ مفاہمت کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہو رہی تھیں۔ جس کے بعد میاں نواز شریف نے آٹھویں ترمیم ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اب صدر کو میاں نواز شریف کی طرف سے کھلی مخالفت کا سامنا تھا صدر مملکت نے اپنے حامیوں کے ساتھ ملاقاتوں میں واضح کر دیا کہ وہ اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کریں گے اور ورثے میں ملنے والی آئینی ترمیم کا دفاع کریں گے۔

اس تبدیل شدہ صورت حال میں بے نظیر نے پارٹی راہنماؤں کو ہدایت کی کہ صدر اور وزیر اعظم دونوں سے مذاکرات کے امکان کو برقرار رکھا جائے اور فریقین کے تنازعہ کے سلسلہ میں کسی کی حمایت میں بیان جاری نہ کریں اس کھیل میں بے نظیر بھٹو نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے داؤ آزما رہی تھی کیوں کہ بے نظیر بھٹو جانتیں تھیں کہ اگر صدر وزیر اعظم میں مفاہمت ہو گئی تو پیپلز پارٹی کی طرف سے کسی کی حمایت کرنا سیاسی خودکشی کے مترادف ہوگا اس وقت پی پی پی کی پوزیشن انتہائی مضبوط تھی کہ کیوں کہ ''بیلنس آف پاور'' اس کے ہاتھ میں تھی۔

لندن میں فیصل صالح حیات کے علاوہ غلام مصطفیٰ جتوئی نے بھی بے نظیر بھٹو سے تفصیلی بات چیت کی۔ صدر کے حامیوں نے بے نظیر کو بتایا کہ صدر اپنے دوبارہ انتخاب کے لئے پیپلز پارٹی کی حمایت چاہتے ہیں۔ اور ایک عبوری حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جس میں وزیر اعظم جتوئی ہوں گے جبکہ نائب وزیر اعظم اور پنجاب اور سندھ میں وزارت اعلیٰ پی پی پی کے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ صدر اس بات پر متفق ہیں کہ وہ پی پی پی کے دیگر مطالبات بھی تسلیم کر لیں گے۔

18 مارچ 1993ء کو محمد خان جونیجو ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد امریکہ میں انتقال کر گئے جس کے بعد میاں نواز شریف کو مسلم لیگ کی صدارت کا امیدوار نامزد کر دیا گیا۔ چنانچہ حکومت کی مخالف قوتیں یک دم حرکت میں آ گئیں اور حامد ناصر چٹھہ، انور سیف اللہ اور اسد جونیجو نے استعفیٰ دے دیا۔ وزیر اعظم مسلم لیگ کے ناراض گروپ کو اپنے موقف کا حامی بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن پارٹی کے بعض اعلیٰ عہدے دار صدر کے حامی تھے۔ اور چاہتے تھے کہ آئینی اختیارات کے حوالے سے بالادست قوت صدر ہی کو رہنا چاہیے۔ اسی دوران وزیر مملکت گل شیر آفریدی نے بھی استعفیٰ دے دیا اس کے بعد بعض سیاست دانوں نے وفد کی شکل میں صدر سے ملاقات کر کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوری اقدام کا مطالبہ کیا الغرض حکومت مخالف ایک بڑا گروپ وجود میں آچکا تھا جو اسمبلیاں باقی رکھنے کا حامی نہیں تھا اور صدر ان سے مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھے۔

وزیراعظم اور صدر کے درمیان جاری محاذ آرائی ختم کرنے کے لئے 4 اپریل کو میاں نواز شریف نے کابینہ کے اجلاس میں صدر غلام اسحاق خان کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کر دیا۔ اس اعلان کو غلام اسحاق خان نے کوئی اہمیت نہ دی اور اپنی صدارتی نامزدگی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ صدارتی امیدوار بننے کے لئے میرے پاس اور بھی پیش کشیں موجود ہیں۔ اسی روز میاں نواز شریف نے صدر سے ملاقات کر کے مفاہمت کے لئے بعض تجاویز پیش کیں جنہیں صدر نے بڑے غور سے سنا نواز شریف نے صدر کو اپنے حتمی فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ فی الحال آٹھویں ترمیم کو نہیں چھیڑا جائے گا اور اسے آئین میں رہنے دیا جائے گا۔

5 اپریل کو انٹیلی جنس بیورو نے نواز شریف کو اطلاع دی کہ غلام اسحاق خان کے نمائندے لندن میں بے نظیر سے ملاقاتیں کر رہے ہیں آخر کار نواز شریف نے اپنی کچن کابینہ سے مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ صدر سے پوچھا جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں چنانچہ 14 اپریل کو نواز شریف نے ڈیڑھ گھنٹہ تک صدر سے علیحدگی میں ملاقات کی۔

اس ملاقات سے میاں نواز شریف نے تاثر لیا کہ معاملات اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ مفاہمت ممکن نہیں رہی یہاں تک کہ مفاہمتی کوششوں میں پیش پیش جے یو آئی نے بھی مصالحتی کوششوں سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور وزیراعظم کو صاف صاف بتا دیا کہ

(1) وزارت عظمی سے مستعفی ہو جائیں

(2) اسمبلی کی قربانی کے لئے تیار رہیں

ملک کی سیاسی صورت حال فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی تھی بے نظیر کو بھی اطلاع مل گئی چنانچہ وہ 17 اپریل کو لندن سے کراچی پہنچیں اور اگلے روز اسلام آباد روانہ ہو گئیں تا کہ وہ نواز حکومت کے خلاف فیصلے کی اس گھڑی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ 17 اپریل کو نواز شریف نے اقتدار بچانے کے لئے آخری چارہ کار کے طور پر عوام کی عدالت میں جانے کا فیصلہ کیا چنانچہ انہوں نے اس رات قوم سے خطاب کیا جس میں انہوں نے صدر اسحاق خان پر سنگین الزامات لگائے۔

ایوان صدر میں میاں نواز شریف کی تقریر کا جواب تیار کیا گیا 18 اپریل 1993ء کو قومی اسمبلی توڑ دی گئی صدر نے قوم سے خطاب کر کے نواز شریف کی تقریر میں اٹھائے گئے سوالوں کے جواب دیئے ملک کی صورت حال رونما ہونے والے واقعات اور حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان حالات میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے امور آئین کے مطابق نہیں چلائے جاسکتے اور رائے دھندگان سے رجوع کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

(کون کیسے گیا؟ مرتضیٰ انجم، دارالشعور)

10 مئی 1994ء

سیاہ فام نیلسن منڈیلا صدر بن گئے

اپریل کے آخری ہفتہ میں جنوبی افریقہ میں 300 سال بعد غیر نسلی بنیادوں پر ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں افریقن نیشنل کانگریس کی کامیابی نے اس ملک سے اس سفید فام تسلط کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جس سے نجات حاصل کرنے کے لئے سیاہ فام اکثریت کو طویل جدوجہد کرنا پڑی۔ بے پناہ مظالم اور آمریت کا سامنا کرنا پڑا کل کے باغی حریت پسند اور ضمیر کے قیدی نیلسن منڈیلا نے 10 مئی 1994ء کو جنوبی افریقہ کے پہلے سیاہ فام صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا تو بہت سے لوگوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ حلف برداری کا یہ تاریخ ساز منظر دیکھنے کے لئے دنیا بھر کے سربراہان مملکت وحکومت پریٹوریا کی یونین بلڈنگ میں موجود تھے۔

75 سالہ نیلسن منڈیلا جنوبی افریقہ کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھا رہے تھے اور گلیوں اور بازاروں میں لوگ جشن منا رہے تھے۔ ناچ رہے تھے' گا رہے تھے۔ آج وہ آزاد تھے اور وہ خوش کیوں نہ ہوں کہ آزادی کے یہ ترانے انہیں نیلسن منڈیلا نے ہی سکھائے تھے۔ نیلسن منڈیلا کا صدر کے عہدے پر فائز ہونا ایک بڑا واقعہ ہے۔

جون 1964ء میں جب انہیں عمر قید کی سزا سنا کر پریٹوریا انتظامیہ نے جیل بھیج دیا تو کسے معلوم تھا کہ یہ شخص دنیا کا اہم ترین سیاسی قیدی بن جائے گا اور کسے معلوم تھا کہ اسی شخص کے ہاتھوں نسل پرستی کا خاتمہ ہوگا۔ سفید فام اقلیتی حکومت کو 27 سال بعد احساس ہوا کہ اس نے منڈیلا کو قید نہیں کیا بلکہ اپنی پالیسیوں کے نتیجے میں وہ خود قیدی بن چکی ہے۔ نیلسن منڈیلا جیل میں رہ کر بھی تنہا نہیں تھا اور اسے قید کرنے والی پریٹوریا انتظامیہ دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ مجبوراً انہیں 11 فروری 1990ء میں نیلسن منڈیلا کو رہا کرنا پڑا۔ مذاکرات کا آغاز ہوا اور بالآخر نیلسن منڈیلا جیت گئے۔

نیلسن رولیھلا منڈیلا 18 جولائی 1918ء کو امتاتا کے قریبی ھمبو قبیلے کے سردار خاندان میں پیدا ہوئے۔ طالب علمی کے زمانے میں ہی سیاست کے میدان میں قدم رکھا۔ 1940ء میں انہیں اور ان کے دوست اولیور ٹمبو کو ''ناپسندیدہ'' سرگرمیوں کے الزام میں فورٹ ہیئر یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ اولیور ٹمبو بعد ازاں تمام سیاسی جدوجہد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منڈیلا کے ساتھ رہا۔ یونیورسٹی سے نکالے جانے کے بعد منڈیلا جہانس برگ چلے گئے جوہانسبرگ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے والدین خاندان کی کسی لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کرنا چاہتے تھے اور منڈیلا اس شادی سے فرار چاہتے تھے۔ جوہانسبرگ میں منڈیلا نے کانکن کی حیثیت سے کام کیا اور اسی دوران قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔

1944ء میں منڈیلا اور اولیور ٹمبو نے افریقن نیشنل کانگرس یوتھ لیگ کی بنیاد رکھی اور 1952ء میں ان دونوں دوستوں نے وکالت شروع کی۔ منڈیلا اور ٹمبو جنوبی افریقہ کے پہلے سیاہ فام وکیل تھے۔ اسی برس نیلسن منڈیلا افریقن نیشنل کانگرس (اے این سی) کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ 1952ء میں ہی منڈیلا کو پہلی مرتبہ نافرمانی کی تحریک چلانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا انہیں 9 ماہ قید کی سزا ہوئی اور ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی گئی۔

1955ء میں انہوں نے عوامی کانگرس قائم کی۔ جس کے تحت آزادی کا چارٹر تیار کیا گیا۔ یہ دراصل جنوبی افریقہ سے نسل پرستی کے خاتمے کا ایک خاکہ تھا منڈیلا نے باقی تمام زندگی اس چارٹر پر عملدرآمد کے لئے وقف کردی اور بالآخر اس میں کامیابی حاصل کی۔ 1956ء میں منڈیلا اور ان کے 100 ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا ان پر بغاوت کا مقدمہ چلا اور سزا سنائی گئی۔ 1961ء میں انہیں دوبارہ رہائی ملی مگر اس دوران 1960ء میں افریقن کانگرس پر پابندی عائد کردی گئی۔ رہائی کے بعد منڈیلا روپوش ہوگئے اور چوری چھپے بیرون ملک چلے گئے جہاں انہوں نے این سی کا ملٹری ونگ قائم کیا۔

منڈیلا کو اگست 1962ء میں غیر قانونی طور پر بیرون ملک جانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور اس کے بعد 27 سال انہوں نے جیل میں گزارے۔ گرفتاری کے بعد ان پر بغاوت اور دہشت گردی کے الزام میں مقدمہ چلا۔ ریووینا ٹرائل کے نام سے مشہور ہونے والے اس مقدمے کی سماعت 7 ماہ تک جاری رہی اور 12 جون 1964ء کو انہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ مقدمے کی سماعت کے دوران منڈیلا نے آزادی کے چارٹر کے حق میں دلائل دیتے ہوئے کہا کہ "جنوبی افریقہ ان تمام لوگوں کا ملک ہے جو اس میں رہتے ہیں خواہ وہ کالے ہوں یا گورے کوئی بھی اس وقت تک حکمرانی کا دعویٰ نہیں کرسکتا جب تک اسے عوام کی تائید حاصل نہ ہو" انہوں نے عدالت کو بتایا کہ میں نے سفید فام تسلط کے خلاف جدوجہد کی ہے اور اگر کوئی ایسا وقت آیا تو میں سیاہ فام تسلط کے خلاف بھی لڑوں گا۔ میں صرف ایسا معاشرہ چاہتا ہوں جہاں جمہوریت اور آزادی ہو۔ یہ میرا آئیڈیل ہے اور میں اسی آئیڈیل کے حصول کے لئے زندہ رہوں گا بلکہ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس آئیڈیل کے لئے جان دینے سے بھی گریز نہ کروں گا"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منڈیلا نے اپنی عمرقید کا آغاز بدنام زمانہ رانب جیل سے کیا جو کیپ ٹاؤن کے قریب ایک جزیرے میں واقع ہے۔ پرٹیوریا انتظامیہ نے اس جیل میں منڈیلا سے سخت مشقت لی۔ انہیں 20 سال تک یہاں رکھا گیا اپریل 1982ء میں انہیں پولزمور کی جیل میں بھیج دیا گیا۔ اسی برس منڈیلا کی رہائی کے لئے ایک عالمگیر مہم کا آغاز ہوا۔

دسمبر 1988ء میں انہیں کیپ ٹاؤن کے قریب وکٹر ورسٹر جیل میں وارڈ کے گھر منتقل کر دیا گیا۔ جولائی 1986ء کے بعد اپنی رہائی تک منڈیلا کا جیل میں اہم حکومتی عہدیداروں سے رابطہ رہا اور فروری 1990ء میں رہا ہونے کے بعد انہوں نے صدر ڈی کلارک کی حکمران نیشنل پارٹی کے ساتھ جمہوریت کی بحالی کے لئے مذاکرات شروع کئے۔

جولائی 1991 کو منڈیلا افریقن نیشنل پارٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ انہوں نے تشدد کے خاتمے کے لئے قومی امن معاہدے پر دستخط کئے اور اسی سال دسمبر میں جمہوری جنوبی افریقہ کے قیام کے لئے مذاکرات کا پہلا دور ہوا۔ جون 1992ء میں سیاہ فاموں کے قتل کے بعد مذاکرات ایک بار پھر تعطل کا شکار ہو گئے۔ بات چیت جلدی ہی دوبارہ شروع ہوئی اور دسمبر 1993ء میں بالآخر ایک تاریخ ساز عبوری آئین کی منظوری دے دی گئی۔ جس کے تحت اپریل 1994ء میں پہلے نسلی انتخابات ہوئے۔

امن کے لئے کی جانے والی کوششوں کے اعتراف میں اکتوبر 1993ء میں نیلسن منڈیلا اور ڈی کلارک کو امن کا نوبل انعام دیا گیا۔ نیلسن منڈیلا یہ ایوارڈ حاصل کرنے والے تیسرے سیاہ فام ہیں اس سے پہلے افریقن نیشنل کانگرس کے سربراہ البرٹ لوتھولی نے 1961ء اور ڈیسمنڈ ٹوٹو نے 1984ء میں یہ اعزاز حاصل کیا تھا۔

منڈیلا نے پہلی شادی ایوی ٹن نامی ایک نرس کے ساتھ 1945ء میں کی اس سے 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ یہ شادی 1958ء تک برقرار رہی۔ ایوی ٹن سے پیدا ہونے والی ایک بچی پیدائش کے 10 ماہ بعد مر گئی۔ جب کہ بیٹا 1969ء میں کار کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ ایوی ٹن اب بھی زندہ ہے اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ رہ رہی ہے۔ منڈیلا نے دوسری شادی 1958ء میں وینی کے ساتھ کی۔ وینی جنوبی افریقہ کی پہلی سیاہ فام سوشل ورکر تھی۔ وینی سے منڈیلا کی 2 بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ منڈیلا کی گرفتاری کے بعد وینی نے اس کی رہائی کے لئے جدوجہد جاری رکھی مگر منڈیلا کی رہائی کے صرف 2 سال بعد ان دونوں میں ایسے اختلافات پیدا ہوئے جو بالآخر اپریل 1992ء میں علیحدگی پر منتج ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 ستمبر 1994ء

سیاہ موت............طاعون

آج سے سینکڑوں سال پہلے دنیا میں ایسی بیماریاں پھیلتی رہیں۔ جنہوں نے پوری پوری آبادیوں کو ختم کر دیا ۔ دنیا کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جب کسی جگہ کوئی وباء پھیلی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ کسی ایسے نظام کا نہ ہونا تھا۔ طبی سہولتیں اس قدر نہیں تھیں کہ ایسے حالات کا مقابلہ کیا جا سکتا۔ بھارت میں پھیلی ہوئی طاعون کی وباء نے ماضی کی تلخ یادیں تازہ کر دی ہیں ایسے حالات میں کہ دنیا ترقی اور خوشحالی کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ اس ترقی یافتہ زمانے میں ایک ایسی جگہ بھی ہے جہاں اسے اس مہلک وباء نے دیکھتے ہی دیکھتے اردگرد کے علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ جگہ ''سورت ہے'' جو بھارت کی ریاست گجرات جو مہاتما گاندھی کی جنم بھومی بھی ہے۔ کی ساحلی بندگاہ ہے۔ چند دنوں کے اندر اندر یہ بیماری بھارت کی کم از کم آٹھ ریاستوں کے بڑے شہروں میں پھیل گئی۔ مختلف شہروں میں حفاظتی تدابیر کے طور پر سکول اور سینما گھر بند کر دیئے گئے۔ نئی دہلی میں بھی اس وباء کے پھیلنے کا خدشہ ظاہر کیا گیا بمبئی جو سورت سے صرف 250 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں بھی بسوں کے اڈوں ریلوے اسٹیشن پر آتے جاتے مسافروں کو چیک کرنا شروع کر دیا گیا۔

بھارت میں 1950ء میں بھی طاعون کی بیماری پھیلی تھی۔ جس نے 58,000 لوگوں کی جان لے لی۔ اس کے بعد اس کا مقابلہ کرنے کیلئے کئی اقدامات کئے گئے لیکن طاعون کی بیماری ختم نہ ہو سکی اور شائد آئندہ بھی یہ بالکل ختم نہ ہو سکے۔ غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق طاعون سے مرنے والوں کی تعداد 300 سے بھی تجاوز کر چکی تھی ان میں زیادہ تر غریب لوگ تھے جو ڈاکٹروں کے پاس بھی نہیں جا سکتے تھے۔

سورت میں جب طاعون پھیلی تو ماہرین طب نے فوری اقدامات نہیں اٹھائے۔ جب 19 اور 20 ستمبر 1994ء کی رات مریضوں کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہو گئی تو پھر مقامی محکمہ صحت کے افسروں نے احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے اپنا گھر بار چھوڑنا شروع کر دیا اور ان کی اکثریت اپنے عزیز و اقارب کے گھر جانے کے لئے مختلف شہروں کا رخ کرنے لگی تو شہروں میں مزید بے چینی پھیلنے لگی۔ لوگوں نے چہروں پر ماسک پہننا شروع کر دیئے۔

سورت اس بیماری کے بعد ایک ڈراؤنے شہر کا سماں پیش کر رہا تھا اور شہر میں 800 بستروں کا ہسپتال ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ جہاں طاعون کے مریض اور مشکوک مریض بھی ایک جم غفیر کی صورت میں جمع تھے ۔ ماہرین کو اس وقت سورت میں شدید دھچکا لگا جب 51 پرائیویٹ ڈاکٹر اور کئی نرسیں اور دیگر ملازمین بھاگ کر کہیں اور چلے گئے لیکن پیشہ وارانہ مقامی عملے نے صورتحال کا مقابلہ کیا حتیٰ کہ 12 ڈاکٹر اور نرسیں بھی اس بیماری کا شکار ہو گئے۔

سرکاری ذرائع نے اس تنقید کو بے جا کہا کہ جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت نے بیماری کی اطلاع ملنے کے 4 دن بعد تک کوئی قابل ذکر قدم نہیں اٹھایا۔ ان کا کہنا تھا کہ آخر وہ کس طرح جسمانی طور پر اس بیماری کے حملہ کو روک سکتے تھے اور دوسرے یہ کہ سورت سے بھاگنے والوں کو بھی روکنا ان کے بس میں نہیں تھا دوسرے ان کا کہنا تھا کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کون بیماری کا شکار ہو چکا ہے اور کون نہیں۔

ڈاکٹروں کی رائے یہ تھی کہ اگرچہ سورت کے گرد دیوار برلن جیسی دیوار بنانا ناممکن تھا لیکن حکومت اتنا تو کر سکتی تھی کہ وہ شہروں اور ان کے مضافاتی علاقوں میں صفائی کا اہتمام کراتی جہاں سے اس بیماری کا آغاز ہوا۔

دنیا بھر میں طاعون کے پھیلنے کی اطلاعات ملتے ہی اپنے اپنے طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کی جانی شروع ہوئیں۔ ہمسایہ ممالک نے بھارت کے ساتھ زمینی سرحدوں کو بند کر دیا۔ پاکستان' سری لنکا' ملائیشیا' یمن اور خلیج فارس کی چھ ریاستوں نے بھارت سے مسلمانوں کو عبادات کیلئے لانے والی فلائٹ کو ائیر پورٹ پر اترنے ہی نہ دیا اور یوں جہاز کو واپس بھارت آنا پڑا۔ مغربی ملکوں اور جاپان کا ردعمل زیادہ سخت تو نہ تھا لیکن انہوں نے احتیاطی تدابیر کے طور پر ائیر پورٹس پر طبی معائنے کے لئے کاؤنٹر بنا دیئے تاکہ طاعون کے مریض کی نشاندہی ہو سکے۔ بھارت میں کام کرنے والے غیر ملکیوں کی اکثریت نے اپنے بیوی بچوں کو اپنے اپنے ملکوں میں واپس بھیجنا شروع کر دیا۔

سرکاری اور نیم سرکاری ذرائع کا کہنا تھا کہ دنیا نے بھارت میں طاعون کے پھیلنے کو کچھ زیادہ ہی بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ کئی مشہور شخصیات کا بھی کہنا تھا کہ بھارت میں طاعون چوہوں کے ذریعے نہیں بلکہ میڈیا کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے ان کا خیال تھا کہ جو غیر ملکی بھارت چھوڑ کر جا رہے ہیں وہ بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

سورت کی اپنی معاشی حالت بھی ابتر ہو رہی تھی۔ وہ ایک ایسا شہر تھا کہ جو بھارت میں سب سے زیادہ صنعتی ترقی کر رہا تھا اور جہاں 20 ملین ڈالر سے زائد کی سرمایہ کاری مختلف پراجیکٹس میں ہو رہی تھی اور اس کا مواصلاتی و اقتصادی ڈھانچہ بہتر بنانے کیلئے سرتوڑ کوششیں ہو رہی تھیں اسی ترقی کی وجہ سے سورت کے اردگرد کے شہروں میں رہنے والوں کے لئے یہاں کشش پیدا ہوئی۔ کئی لوگ اپنا گھر چھوڑ کر یہاں محنت مزدوری کے لئے آنا شروع ہو گئے جو یا تو سڑکوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سوتے یا پھر گندے مضافاتی علاقوں میں رہتے تھے صفائی کا انتظام اس شہر میں عملی طور پر نہایت ابتر حالت میں بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

طاعون سورت تک کیسے پہنچی؟ اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا چند بھارتی ماہرین کا خیال تھا مہاراشٹر جس کا صدر مقام بمبئی ہے اور جو گجرات کی ہمسایہ ریاست ہے شاید یہ بیماری وہاں سے آ گئی ہے کیونکہ پچھلے سال 30 ستمبر کو ایک زبردست زلزلے نے وہاں 10 ہزار سے زائد افراد کی جان لی تھی ماہرین نے چند روز پہلے وہاں پر طاعون کے پھیلنے کے بارے میں خدشات کا اظہار بھی کیا تھا۔

سورت میں خود پچھلے ماہ مون سون کی زبردست بارشوں کے پیش نظر دریائے تپتی کا پانی چھوڑ دیا گیا تھا جس نے سورت کے بیشتر علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یوں گندگی اور غلاظت کا بازار گرم ہو گیا۔

طاعون کی بیماری میں نمونیا ہو جاتا ہے پھیپھڑے متاثر ہوتے ہیں اور کھانسنے اور سانس لینے سے یہ ایک انسان سے دوسرے انسان تک کا سفر کرتی ہے۔ اگر اس کا مناسب علاج نہ کیا جائے تو یہ بیماری 48 گھنٹوں کے اندر اندر جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ 14 ویں صدی عیسوی میں بھی یہ بیماری دنیا کے مختلف براعظموں میں پھیلی تھی جس نے چین، بھارت، مشرق وسطیٰ اور یورپ کے کئی ممالک میں تباہی مچا دی تھی صرف یورپ میں ہلاک ہونے والے لوگوں کی تعداد 2 کروڑ تھی۔

ادھر جب دنیا طاعون کے بارے میں حفاظتی اقدامات کر رہی تھی سورت کے اندر زندگی معمول پر آنے لگی شہر میں صفائی کی ایک تاریخی مہم کا آغاز کیا گیا لیکن سرکاری سطح پر کئے گئے اقدامات ناکافی تھے۔ عام لوگ تو بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اور وہ لوگ جو امیر اور صنعتکار تھے ان کی طرف سے سورت کو زندگی گزارنے کے لائق جگہ بنانے کے لئے بہت کم اقدامات کئے گئے۔

سورت میں اطلاعات کے مطابق ہو سکتا ہے کہ یہ بیماری گنیش کے میلے کے دوران شروع ہوئی ہو۔ گنیش ہندوؤں کیلئے خوش قسمتی کا دیوتا ہے جسے اکثر تصاویر میں ہاتھی کے سر دار دیوتا دکھایا جاتا ہے جو چوہے پر سواری کر رہا ہوتا ہے اس میلے کے آخری دن یعنی 18 ستمبر کو ہزاروں لوگوں نے سورت کی گلیوں اور سڑکوں پر ایک دوسرے کے بالمقابل ناچ گانا کیا اس کے ایک ہفتہ بعد ہی نیو سول ہسپتال میں ایک مریض ہلاک ہو گیا جس نے کہا کہ وہ گنیش کے میلے میں گیا تھا۔

اس کے علاوہ بھی شہروں اور ان کے مضافات کی حالت اس قدر متعفن ہے کہ ہر سانس کے ساتھ جسم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر نجانے کتنے جراثیم جاتے ہیں جو بالآخر کئی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ بھارت میں بھی سماجی سہولتیں' پانی کی فراہمی' ضائع شدہ اجزاء کی جلدی صفائی' رہائش کے بہتر وسائل وغیرہ کا بہت بڑا مسئلہ ہے جس کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف گند اور تعفن پھیلا ہوا ہوتا ہے جو تمام جراثیموں کیلئے بہترین خوراک اور رہائش کا بندوبست کرتا ہے۔ دوسری طرف یہ بات بھی باعث پریشانی ہے کہ صدیوں پہلے کے حالات کے برعکس آج کے یہ جراثیم بہت جلد سفر کر کے دوسری جگہوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے ذریعے ان جراثیموں کو بھارت سے یورپ تک پہنچنے کے لئے صرف چند گھنٹے درکار ہیں بھارت کو اس سلسلے میں ایک ہنگامی ٹاسک فورس کے ذریعے مسائل پر قابو پانا ہو گا جس کے لئے مضبوط سیاسی ادارے کی ضرورت ہو گی۔

طاعون کے پھیلنے سے بھارت کی معیشت نہایت بری طرح متاثر ہوئی جس کے سنبھلنے میں کئی سال لگے ۔ دوسرے ممالک کی تجارت خاصے عرصے تک معطل رہی اور بالخصوص غذائی اشیاء کی تجارت کے سلسلے میں تو بھارت کو زبردست پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ایسے حالات میں پاکستان کے لئے یہ ایک زبردست موقع تھا کہ وہ اس خلاء کو پورا کرے اور عالمی منڈی میں اپنی اشیاء کی فروخت کے ذریعے اپنی معیشت کو سنبھالا دے۔ عالمی ادارہ صحت نے بھی 129 ملکوں کو خطوط لکھے کہ وہ بھارت سے کھانے پینے کی اشیاء درآمد نہ کریں۔ کیونکہ اس سے ان ملکوں کے اندر بھی طاعون پھیلنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے پاکستان کی حکومت اور اس کے کاروباری حضرات کے لئے یہ خدا کی طرف سے ایک سنہری موقع دیا گیا۔ جس کو بہتر انداز سے استعمال کرتے ہوئے ہم اپنی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے پچھلے دنوں بھارت میں پاکستانی سفارت خانہ سے فون کے ذریعے جنگ سے باتیں کرتے ہوئے کسی نے کہا کہ آج سے کئی سو سال پہلے ناسٹر ڈیمس نے پیشین گوئی کی تھی کہ 1994ء یا 1995ء میں بھارت میں ایک وباء پھیلے گی جو آدھی دنیا کو ختم کر دے گی اس بات سے بھارت کے باسیوں کو مزید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور ہو سکتا ہے کہ بھارت کے ظالمانہ سلوک اور نو آبادیاتی سوچ کو روکنے کے لئے یہ فطرت کا ایک حربہ ہو۔ طاعون پرسینا پسٹس نامی بیکٹیریا سے پھیلتا ہے جو ایک میزبان سے دوسرے میزبان تک جانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا یہ بیکٹیریا چوہوں وغیرہ پر زیادہ تر قیام کرتا ہے۔ چوہوں پر موجود پسوؤں کی وجہ سے یہ بیکٹیریا مختلف جگہوں پر سفر کرتا رہتا ہے اور اسی طرح یہ انسان تک بھی جا پہنچتا ہے۔ چوہوں سے طاعون کی بیماری زیادہ تر تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتی ہے جہاں صفائی کا خاطر خواہ بندوبست نہیں ہوتا۔ اس بیماری کے لگنے کے دو یا چھ دن کے اندر بخار' سر درد وغیرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو بڑی تیزی سے یہ اپنا اثر پھیلاتا چلا جاتا ہے جس سے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نمونیا ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو ایک شخص سے دوسرے تک یہ بڑے آرام سے سفر کرتا ہے کھانسی اور چھینکوں کے ذریعے۔ ترقی یافتہ ممالک میں یہ نمونیا کم ہوتا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک میں اس کے امکانات بہت ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں مریض کو علیحدگی میں رکھنا چاہیے۔ انٹی بائیوٹکس دینی چاہئیں مثلاً سٹریٹیو مائی سین اور ٹیٹرا ساڈیکلین وغیرہ' گندگی کو دور کرنا چاہیے اور کیڑے مکوڑوں کو سپرے کے ذریعے ختم کرنا چاہیے۔

طاعون کے تین بڑے حملوں میں سے پہلا حملہ 6 ویں صدی عیسوی میں ہوا جب اس نے بازنطینی حکمران جسٹینین کے دور حکومت میں تباہی مچادی وسطی ایشیا سے حملہ کرتے ہوئے اس نے 541ء اور 542ء میں قسطنطنیہ کی 40 فیصد آبادی ختم کر دی۔

اس کے بعد چودھویں صدی میں اس نے ایشیاء اور مشرق قریب میں کروڑوں لوگوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ 1347ء میں وہ یورپ پہنچی جہاں آبادی کا ایک تہائی حصہ یعنی تقریباً ساڑھے چار کروڑ لوگوں کو لقمہ اجل بنایا۔ پندرھویں صدی کے آغاز پر اس نے پھر حملہ کر دیا۔

19 ویں صدی میں طاعون پھر پھوٹ پڑی اور 1894ء میں اس نے ہانگ کانگ کو لپیٹ میں لے لیا یہاں سے بحری جہازوں کے ذریعے طاعون دنیا کے دوسرے علاقوں تک بھی پہنچ گئی امریکہ میں پہلا بیمار آدمی 1899ء میں رپورٹ کیا گیا سب سے زیادہ متاثر بھارت ہوا طاعون نے ایک کروڑ 20 لاکھ لوگوں کی جان لی صرف 1896ء اور 1936ء کے درمیان۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بھارت میں طاعون اس سے پہلے بھی کئی دفعہ پھیلتی رہی ہے اور بڑی بڑی آبادیوں کو ملیا میٹ کرتی رہی ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

17 جنوری 1996ء

امریکی عدالت نے مصری عالم کو عمر قید کی سزا سنادی

امریکی عدالت نے نابینا مصری عالم دین شیخ عمر عبدالرحمٰن کو امریکی تنصیبات اور مصری صدر حسنی مبارک کے خلاف دہشت گردی کی بڑی مہم کی منصوبہ سازی میں ملوث ہونے پر عمر قید کی سزا سنادی ہے جبکہ ان کے باقی نو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں کو 25 سے 57 برس تک کی قید کی سزائیں سنائی گئی ہیں۔ 57 سالہ شیخ عمر عبدالرحمٰن اور ان کے نو ساتھیوں کو یکم اکتوبر 1995ء کو مجرم قرار دیا گیا تھا۔

ڈسٹرکٹ جج مجل موکاسے نے عبدالرحمٰن عمر کو سزا سناتے ہوئے کہا آپ دہشت گردی کی سازش تیار کرنے کے مجرم ہیں آپ نے دوسروں کو بھی دہشت گردی پر اکسایا اگر ایسا ہو جاتا تو ایسی تباہی ہوتی جس کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا۔ شیخ عمر عبدالرحمٰن نے الزامات کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ خدا کے لئے کام کرنے والوں کو قربانی دینا پڑتی ہے اگر مجھے سزائے موت بھی دے دی جاتی تو یہ شہادت ہوتی۔

شیخ عمر عبدالرحمٰن کے وکیل صفائی لین سٹیوارٹ نے کہا کہ شیخ عمر کو مذہبی عقائد کی بنا پر سزا دی گئی ہے ان کی اور ساتھیوں کی سزاؤں کے خلاف اپیل دائر کی جائے گی عمر عبدالرحمٰن کو سنائی جانے والی سزائیں مصر کے صدر حسنی مبارک کو ان کے دورہ نیویارک کے دوران قتل کرنے کی سازش کی سزا بھی شامل ہے۔ حسنی مبارک نے یہ دورہ منسوخ کر دیا تھا۔

فیڈرل جج مجل موکاسے نے 1990ء میں قتل ہونے والے انتہا پسند یہودی رابی مائر کا بانی کے قتل کے ملزم 40 سالہ السد نومیر کو عمر قید کی سزا سنائی استغاثہ کا کہنا تھا کہ دہشت گردی کا منصوبہ امریکہ کو اسرائیل کی حمایت سے روکنے کے لئے دباؤ ڈالنے کی خاطر تھا۔ ان افراد پر 93 میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں دھماکوں کا الزام نہیں لگایا گیا تاہم حکام کو شبہ ہے کہ اس کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔

عدالت نے انتہا پسند یہودی کے قتل کے ضمن میں سزا پانے والے السد نومیر کے کزن 45 سالہ الجبرونی کو نیویارک کی عمارتیں اور سرنگیں بم سے اڑانے کے لئے منصوبہ بندی اور سازش کرنے کے الزام میں 57 برس قید کی سزا سنائی۔ وکٹر اوریز اردنی، تارک وطن محمد صالح سوڈانی، تارک وطن طارق الاحسان اور ایک امریکی لیبارٹری ٹیکنیشن کلیمنٹ ھیپسن کو 35،35 سال قید کی سزا سنائی گئی۔ دو سوڈانی باشندوں امیر عبدالغنی اور فارس خلفلا کو تیس تیس سال قید کی سزا سنائی گئی، سوڈان کے فادل عبدالغنی کو 25 سال قید کی سزا سنائی گئی۔

شیخ عمر عبدالرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کے خلاف سازش کا کیس قریباً ایک سال جاری رہا جس میں گواہوں کے طور پر 125 لوگوں کے بیان خفیہ طور پر ریکارڈ کئے گئے ان میں ویڈیو فلمیں بھی شامل تھیں۔ عبدالرحمٰن عمر قاہرہ کے دینی مدرسے سے تعلیم یافتہ ہیں اور 1990 سے نیوجرسی اور بروکلین کے مسجدوں میں تبلیغ میں مصروف تھے۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمانوں کے گروپ جماعت اسلامیہ کے رہنما ہیں ادھر امریکی حکومت نے شیخ عمر عبدالرحمٰن اور ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں کو سزا سنائے جانے کا خیر مقدم کیا۔ واشنگٹن میں اٹارنی جنرل جنیٹ نے کہا کہ ''یہ انصاف ہوا ہے'' ہم دہشت گردی کے خلاف لڑائی جاری رکھیں گے اور اس سلسلے میں حصول انصاف کے لئے ہر ممکن راستہ اختیار کیا جائے گا۔

نابینا عالم دین شیخ عمر عبدالرحمٰن نے اقوام متحدہ، وفاقی تفتیشی ادارے کے دفاتر، سرنگوں اور ایک پل کو تباہ کرنے کے منصوبہ سمیت نیویارک میں بڑے پیمانے پر دہشت گردی پھیلانے کی سازش کے مقدمہ میں عمر قید کی سزا سنائے جانے سے قبل ڈیڑھ گھنٹے تک عربی زبان میں بیان دیا اور کہا یہ مقدمہ اسلام کے خلاف امریکہ کی جنگ میں توسیع کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

عدالت اور اس سے باہر سخت حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے۔ پولیس افسروں نے گولی پروف جیکٹس پہن رکھی تھیں اور وہ خودکار اسلحہ سے لیس تھے۔ فیڈرل ایجنٹ دو جاسوس کتوں کے ساتھ بھی پہرہ دیتے رہے دھماکہ خیز مادے سے بھری کسی لاری کی آمد کے خطرہ سے نبٹنے کے لئے سیمنٹ سے بنی رکاوٹیں بھی کھڑی کی گئی تھیں۔ جبکہ ایک مرحلہ پر عدالت کے اندر 30 مسلح پولیس والے موجود تھے۔ شیخ عمر عبدالرحمٰن نے اپنے 90 منٹ کے بیان میں حسنی مبارک کی حکومت کی حمایت کرنے پر امریکہ پر شدید نکتہ چینی کی اور کہا حسنی مبارک کی حکومت مصر میں کرپشن ہم جنسی اور ایڈز پھیلا رہی ہے اور فیملی پلاننگ کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ عمر عبدالرحمٰن نے کہا انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ان کے لئے بم بنانا اور نصب کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی اسلام کا کوئی مبلغ ایسا کر سکتا ہے۔

10 فروری 1996ء

سلطان راہی قتل کر دیئے گئے

سلطان راہی اپنے دوست ڈرائیور محمد احسن جمیل کے ہمراہ اسلام آباد میں امریکہ کے لئے اپنے بیٹوں کے ویزے لگوا کر واپس لاہور آرہے تھے جب ان کی شورلیٹ کار نمبر ایل او کیو 6963 چونگی سمن آباد کے قریب پہنچی تو اچانک کار کا دایاں ٹائر پھٹ گیا۔ سلطان راہی کار خود ڈرائیو کر رہے تھے۔ ڈرائیور ساتھ بیٹھا تھا، انہوں نے کار ایک سائیڈ پر روکی۔ ڈرائیور جیک لگانے کے لئے کار کے نیچے گھسا اس وقت سلطان راہی کار کی ڈگی سے سٹپنی نکال رہے تھے کہ 2 نقاب پوش ڈاکو وہاں آدھمکے اور سلطان راہی کو ہینڈز اپ کروا کر تلاشی لینے کی کوشش کی۔ انہوں نے مزاحمت کی تو ایک ڈاکو نے فائر کر دیا گولی ان کے جبڑے پر لگی اور سر کو چیرتی ہوئی گزر گئی وہ وہیں گر گئے اور دم توڑ گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لمحے ڈاکوؤں نے ڈرائیور کو بھی باہر نکالا اور اسلحہ کے زور پر قریبی کھیتوں میں لے گئے اس کی جیبیں ٹٹولیں اور کچھ برآمد نہ ہونے کے بعد ڈاکوؤں نے اسے سڑک پر زدوکوب کیا اور واپس کار میں زبردستی ٹھونس کر دھمکی دی کہ باہر نکلے تو جان سے مار دینگے ڈاکو نے کار میں سے بریف کیس نکالا اور بقول ڈرائیور ڈاکو بریف کیس لے کر فرار ہو گئے۔

وقوعہ کے بعد ڈرائیور حاجی احسن کم وبیش ایک گھنٹے تک رو رو کر گاڑیاں روکنے کی کوشش کرتا رہا لیکن بے حس لوگوں نے گاڑی نہ روکی۔ بعدازاں اس نے پٹرول پمپ کے قریب پاسبان کنڈا جا کر وہاں سے تھانہ صدر فون کیا اور انہیں وقوعہ کی اطلاع دی آدھ گھنٹے بعد ایس ایس پی گوجرانوالہ کیپٹن جمیل اے خان پولیس کی بھاری نفری کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے اور ابتدائی کارروائی کے بعد لاش کو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچایا۔

اداکار سلطان راہی نے اسلام آباد میں ویزے لگوانے کے لئے وزیراعظم کی پولیٹکل سیکرٹری مس ناہید خان اور پرائم منسٹر سیکرٹریٹ کے جوائنٹ سیکرٹری رحمت اللہ سے بھی ملاقات کی۔ جنہوں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ ان کا کام ہو جائے گا۔ مرحوم کے 3 بیٹے بابر سلطان طارق سلطان اور حیدر سلطان جبکہ 2 بیٹیاں ہیں وقوعہ کی خبر علی الصبح گوجرانوالہ شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہزاروں لوگ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچ گئے ہر شخص اپنے محبوب فلمسٹار کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ انتظامیہ کے لئے ہجوم کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا اور لاش کی روانگی تک تقریباً 20 مرتبہ لاٹھی چارج کیا گیا۔

لوگ ہسپتال میں بھی فلمی دنیا کے بے تاج سلطان راہی کی لاش دیکھ کر رو رہے تھے۔ خواتین کی کثیر تعداد بھی وہاں موجود تھی جنہیں ہٹانے کے لئے لیڈیز پولیس فورس بلانا پڑی۔ اس موقع پر سفاک قاتلوں کو گھنٹہ گھر چوک میں پھانسی دینے یا زندہ جلا دینے کے نعرے بھی لگائے جاتے رہے۔

اداکار سلطان راہی کے قتل کی خبر نشر کرتے ہوئے بی بی سی نے کہا کہ سلطان راہی کو دو مسلح افراد نے گولی ماری ہے اور ان سے 20 لاکھ روپے بھی لوٹ کر لے گئے ہیں۔ وائس آف جرمنی نے خبر نشر کرتے ہوئے کہا کہ پولیس کے مطابق بظاہر یہ راہزنی کی کوشش تھی جس کے نتیجے میں پاکستان کی فلمی صنعت ایک بہت بڑے اداکار سے محروم ہو گئی ہے بی بی سی کا کہنا تھا کہ اس سال سلطان راہی کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ امریکہ میں زیر تعلیم اپنے دو بیٹوں کے پاس امریکہ جائیں گے جس کے لئے وہ ویزے لگوانے اسلام آباد گئے۔

سلطان راہی کے ساتھی حاجی احسن نے بی بی سی کو بتایا کہ میں ابھی جیک لگا ہی رہا تھا کہ گولی چلی تو میری آنکھوں کے آگے اندھیرا سا آ گیا اور اسی گھبراہٹ میں نیچے سے نکلا تو دو آدمیوں نے مجھے کالر سے پکڑا اور ساتھ لے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے اور کہا جو تمہارے پاس ہے نکالو ورنہ گولی مار دیں گے۔ میں نے کہا بھئی میری تلاشی لے لو میرے پاس کچھ نہیں تو ایک آدمی میرے سینے پر بندوق رکھ کر کھڑا ہو گیا اور دوسرا گاڑی کے اندر چلا گیا انہوں نے پچھلی سیٹ پر پڑے بریف کیس کو اٹھایا مجھے دھکے دے کر دوبارہ گاڑی کے اندر بند کر دیا اور کہا کہ باہر نہیں نکلنا ورنہ مار دیں گے۔

بی بی سی کے مطابق سلطان راہی ابھی ٹائر تبدیل کرنے کے لئے کار کی ڈکی کھول ہی رہے تھے کہ شلوار قمیض میں ملبوس دو نقاب پوش ان کے قریب آ گئے اور انہیں منہ کھولنے کو کہا اور گولی چلا دی۔ سلطان راہی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں اداکار ہوں نامعلوم افراد نے کہا کہ تم فلموں میں کبھی قتل نہیں ہوتے لیکن آج میں تمہارا اصل قتل کروں گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر سلطان راہی کے منہ میں پستول کی نال رکھ کر گولی چلا دی جس سے ان کی کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے۔ جبکہ خون کی خاصی مقدار کار کے بائیں دروازے پر لگی ہوئی ہے اور دایاں حصہ بالکل صاف ہے بی بی سی نے کہا کہ اس ضمن میں ایک انکوائری ٹیم تشکیل دی گئی ہے جو تحقیقات کرے ملزمان کو گرفتار کرنے کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔

احسن نے کہا کہ اچانک گولی چلنے کی آواز آئی تو میں سمجھا کہ شاید دوسرا ٹائر پھٹ گیا ہے مگر تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ سلطان راہی زمین پر گر گئے ہیں اسی دوران دو افراد نے پیچھے سے آ کر مجھے پکڑ لیا میں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس آدمی کو گولی ماری ہے تو نامعلوم افراد نے جواب دیا کہ ہمیں یہ معلوم کرنیکی فرصت نہیں ہے یہ کہتے ہوئے انہوں نے گاڑی میں سے بریف کیس اٹھایا اور اس میں سے تمام پیسے نکال کر بریف کیس گاڑی میں پھینک دیا اور فرار ہو گئے۔

سلطان راہی راولپنڈی میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز 1955 میں ایک سٹیج ڈرامے نادر شاہ درانی سے کیا۔ اس کے بعد 1958 میں انہوں نے کچھ فلموں میں چھوٹے رول ادا کئے پھر پنجابی فلم ''جنج'' میں انہیں ولن کاسٹ کر لیا گیا۔ اس فلم کی کامیابی کے بعد انہوں نے 1971 میں فلم بابل میں ٹائیٹل رول ادا کیا۔ یہ فلم 18 جون 1971 کو نمائش کے لئے پیش کی گئی۔ جو زبردست کامیاب ہوئی اس کے بعد کوئی سلطان راہی کی کامیابی کی راہ نہ روک سکا اور انہیں دھڑا دھڑ فلمیں ملیں۔ بابل، بشیرا اور مولا جٹ نے سلطان راہی کو عروج کی بلندیوں پر پہنچا دیا مولا جٹ مسلسل چار سال تک لگی رہی، مصطفیٰ قریشی اور سلطان راہی کی جوڑی نے لوگوں کے دل جیت لئے۔

سلطان راہی نے 750 سے زائد اردو اور پنجابی فلموں میں کام کیا 1995 میں سلطان راہی کی 24 فلمیں نمائش کے لئے پیش کی گئیں جن میں 21 میں انہوں نے ہیرو کا کردار ادا کیا انہوں نے 28 سال تک فلمی دنیا میں اپنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام بنائے رکھا۔ وہ پاکستان کے واحد اداکار تھے جن کا نام ایک سال میں سب سے زیادہ فلموں میں کام کرنے پر جینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں بھی آچکا ہے ان کی 25 فلمیں زیر تکمیل بھی تھیں ان کی آخری فلم ''خون دا حساب'' تھی۔

فلم بینوں میں سلطان راہی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ فلموں میں ان کے ادا کئے مکالمے لوگوں کی زبان پر رہتے تھے ان مکالموں کے حوالے سے سٹیج کے کئی اداکاروں نے مختلف پروگراموں میں پیروڈی کر کے بھی شہرت حاصل کی ان کے مقبول مکالموں میں ڈپٹی کا لفظ سلطان راہی نے کئی فلموں میں ادا کیا۔ اس حوالے سے ان کا مکالمہ ''ڈپٹی تیری موت تینوں ایتھے لے آئی اے''۔ ان کا یہ مکالمہ بھی بہت مقبول تھا ''مولے نوں مولا نہ مارے تے مولا نہیں مردا'' انکے دیگر مقبول مکالموں میں یہ مکالمے شامل ہیں ''کھڑاک کیتا ای ملکانی این'' ''قتل تے ہن ہون گے روشناں'' ''اودی رون گے جناں نے ہالی جم کے جوان ہونا ایں'' ''جنہاں بھیناں دے بھرا جیوندے ہون اوناں دی ڈولی کوئی نہیں ڈک سکدا'' ''سیانے کہندے نے کرسی تے طوائف دا کوئی اعتبار نہیں کدی کسے کول تے کدی کسے کول'' ''اج توں وی سن لے ستیاروشناں لوکاں نے جٹ نوں وحشی کردتا ای''

سلطان راہی نے اپنی زندگی میں کروڑوں کمائے اور ایک خوشحال زندگی گزاری۔ جی او آر میں ان کی رہائش گاہ فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے لاہور اور امریکہ کے علاوہ اسلام آباد میں بھی ان کا ایک بنگلہ ہے یوں سلطان راہی نے اپنی آمدن کو فضولیات میں ضائع کرنے کی بجائے مثبت انداز سے صرف کیا۔ انہوں نے اپنے علاوہ اپنے بچوں کو بھی حج اور عمرے کرائے۔

فلموں میں سلطان راہی کو جس کردار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ان کی حقیقی زندگی اس کے برعکس تھی یہ وہ زندگی تھی جس میں وہ پانچ وقت نماز پڑھتے تھے صبح کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے کرتے اور جہاں تک ممکن ہو سکے غریبوں کی مدد کرتے۔ ایک موقع پر انہوں نے یہ بھی بتایا کہ انہیں سیاست سے کبھی دلچسپی نہیں رہی اور نہ ہی وہ اپنے بچوں کو سیاست میں حصہ لینے کا مشورہ دیتے سلطان راہی نے یہ بھی کہا تھا کہ زندگی وہی ہوتی ہے جو دوسروں کے کام آئے اور جو دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی میں گزر جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 نومبر 1996ء

بے نظیر حکومت معزول

بے نظیر بھٹو کے دور میں امن عامہ کی صورت حال خاص طور پر کراچی میں ابتری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی نصیر اللہ بابر نے اپریشن کلین اپ شروع کیا تو بہت سے بے گناہ لوگ بھی اس کی زد میں آئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کراچی میں امن تو بحال ہو گیا لیکن بھارتی اینٹلی جینس RAW کی پشت پناہی میں حکومت کے خلاف ایک منظم گروہ سرگرم ہو گیا اور پھر اس پر آصف علی زرداری اور حکومت کی کرپشن نے جلتی پر تیل کا کام کیا چنانچہ اپوزیشن نے بے نظیر اور آصف علی زرداری کے خلاف سپیکر اسمبلی کو ایک ریفرنس بھیجا جس میں دونوں کی رکنیت اسمبلی ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا ان پر لندن میں خفیہ طور پر لاکھوں پاؤنڈ کی جائیداد خریدنے اور آئینی دفعات 63,62 کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا تھا۔

جنرل عبدالوحید کی مدت ملازمت 12 جنوری 1996ء کو ختم ہو رہی تھی بے نظیر بھٹو جنرل جاوید اشرف قاضی یا جنرل نصیر اختر کو فوج کا نیا سربراہ بنانا چاہتی تھیں لیکن جنرل وحید اور فاروق لغاری نئے آرمی چیف کا تقرر میرٹ پر کرنا چاہتے تھے چنانچہ صدر فاروق لغاری اور بے نظیر کے درمیان اس مسئلے پر شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔

جنرل عبدالوحید کی جگہ جنرل جہانگیر کرامت نے اپنے فرائض سنبھال لئے اس کے بعد 16 فروری 1996ء کو میاں نواز شریف ایک بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کرنے کے لئے امریکہ گئے جہاں انہوں نے امریکی محکمہ خارجہ کی ایک خاتون افسر رابن رافیل سے ملاقات کی۔ رابن رافیل امریکی سی آئی اے کے ذمہ دار افسران کے ساتھ خصوصی مراسم کے حوالے سے مشہور تھی۔ جب میاں نواز شریف وطن واپس لوٹے تو انہوں نے اپوزیشن جماعتوں کو عندیہ دیا کہ اب انتخابات زیادہ دور کی بات نہیں۔

اپوزیشن جماعتوں کو امریکی تسلیاں اس لئے بھی بار آور ثابت ہو سکتی تھیں کہ بے نظیر بھٹو نے نا صرف امریکہ کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چین سے ایٹمی پاور کی تنصیب کے لئے جدید ترین ٹیکنالوجی حاصل کر لی بلکہ بلوچستان میں چاغی کے مقام پر پاکستانی سائنس دانوں کی نگرانی میں پہاڑوں کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔

صورت حال اس وقت انتہائی سنگین ہو گئی جب 20 مارچ 1996ء کو سید سجاد علی شاہ کی سربراہی میں سپریم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کورٹ کے فل بنچ نے ججوں کی تقرری کے سلسلے میں حکومت کے خلاف فیصلہ دیا جس کے بعد بے نظیر حکومت کی تین مقتدر قوتوں عدلیہ صدر اور فوج کے ساتھ محاذ آرائی شروع ہوگئی۔ اس مرحلے پر نواز شریف نے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کی حمایت کی اور 24 مارچ کو تحریک نجات کا دوسرا مرحلہ شروع کرنے کا اعلان کیا۔

20 جون کو صدر نے دبے لفظوں میں حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اپوزیشن کشیدگی جمہوریت کے لئے مشکلات پیدا کرسکتی ہے 24 جون کو قاضی حسین احمد نے اسلام آباد میں دھرنا دیا۔ حکومت نے تمام راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ پولیس کی تمام ناکہ بندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود جماعت اسلامی کے قافلے لیاقت باغ اور اسلام آباد پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مختلف مقامات پر پولیس اور مظاہرین میں جھڑپیں بھی ہوئیں جس کے نتیجے میں چند ہلاکتیں ہوگئیں۔ اگلے روز بزرگ سیاست دان نواب زادہ نصر اللہ خان نے ایک نئے سیاسی اتحاد کا اعلان کر دیا۔

3 جولائی کو جماعت اسلامی نے پورے ملک میں پرامن دھرنا دے کر احتجاج کیا جس میں مشترک مفاد کی حامل دیگر جماعتوں کے کارکنوں اور قائدین نے بھی شرکت کی۔ 20 جولائی کی قاضی حسین احمد نے ٹرین مارچ شروع کر دیا 22 جولائی کو لاہور ائیر پورٹ پر زبردست دھماکہ ہوا جس میں چھ افراد ہلاک ہو گئے۔ یہ دھماکے بے نظیر حکومت کے خلاف ہونے والی سازش کا حصہ تھے۔ بے نظیر بھٹو نے ایک اس پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''لغاری اسمبلی نہیں توڑ سکتے کیوں کہ ہم دونوں 1993ء کے تجربے کے بعد آئے ہیں لغاری ایسے شخص ہیں جنہوں نے پوری زندگی آرٹیکل 58(2) بی کے خلاف آواز بلند کی وہ آئین کی بالا دستی اور پارلیمانی طرز حکومت پر یقین رکھتے ہیں''۔

اس سے اگلے روز حزب مخالف کی 14 جماعتوں نے ''حکومت ہٹاؤ مہم'' کے سلسلے میں مشترکہ جدوجہد کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس مقصد کے لئے 15 رکنی ایکشن کمیٹی قائم کر دی۔

13 اگست کو اپوزیشن کی 16 جماعتوں کا ایک سربراہی اجلاس ہوا جس میں حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا مطالبہ کیا گیا کہ حکومت فی الفور مستعفی ہو جائے۔ 21 اگست 1996ء کو بے نظیر نے اوکاڑہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اپوزیشن لیڈروں کو زبردست تنقید کا نشانہ بنایا انہوں نے کہا کہ قاضی کرپشن کے خلاف جہاد سے پہلے اپنے دامن کے داغ دیکھیں جب ضیاالحق نے افغان جہاد کا پیسہ دونوں ہاتھوں سے لوٹا تو آپ خاموش کیوں رہے ضیاالحق کی باقیات جمہوری نظام کے خلاف مسلسل سازشیں کر رہی ہیں نواز شریف کا خلافت راشد کا نعرہ جھوٹا ہے وہ بنیاد پرستوں کو گود میں لینے لئے یہ نعرہ لگا رہے ہیں غریبوں کا مال لوٹنے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت راشدہ کیسے لاسکتے ہیں۔

نواز شریف جانتے تھے کہ آئندہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ ہی اقتدار حاصل کرے گی اس لئے اگر وہ حکومت کے خلاف تحریک چلانے کے نتیجے میں سسٹم ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو سب سے زیادہ نقصان انہیں ہی پہنچے گا۔ مسلم لیگی قیادت کی اس سیاسی مجبوری کو بے نظیر بھی سمجھتی تھیں۔جس کا وہ بھر پور فائدہ اٹھا رہی تھیں دونوں کو نازک صورت حال کا ادراک تھا۔اور دونوں نہیں چاہتے تھے کہ کوئی تیسرا آ جائے اسی لیے جب 8 ستمبر کو قومی اسمبلی کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میاں نواز شریف نے جب یہ کہا کہ ہم ہر غیر آئینی اقدام کی مخالفت کریں۔گے تو بے نظیر نے بے ساختہ اور پر جوش انداز میں ڈیسک بجایا۔

20 ستمبر کو بے نظیر بھٹو ایک عظیم صدمے سے دوچار ہو گئیں میر مرتضیٰ بھٹو پولیس فائرنگ سے ہلاک ہو گئے ابھی مرتضیٰ بھٹو کی رسم قل بھی ہونا باقی تھی کہ فاروق لغاری نے ججوں کی تقرری کے سلسلے میں وزیراعظم کے ساتھ اختلافات کا اعتراف کر لیا اور انہوں نے سپریم کورٹ کو لکھا کہ وہ اپنے مشاورتی دائرہ اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ رائے دے کہ آیا صدر اعلیٰ عدالتوں میں تقرریوں کے معاملے میں وزیراعظم کے مشورے کے پابند ہیں یا نہیں۔

28 ستمبر 1996ء کو صدر اور وزیراعظم کے درمیان ایک ملاقات ہوئی۔ چھ گھنٹے کی اس طویل ملاقات میں تمام گلے شکوے دور کئے گئے بلکہ وزیراعظم نے صدر پر اعتماد کا اظہار بھی کیا۔

8 اکتوبر کو میاں نواز شریف نے انکشاف کیا کہ فیصلہ کرنے والی قوتیں چند ہفتوں کے اندر اقدام کرنے والی ہیں۔اس سے پہلے صدر نے وزیراعظم کو ایک خط لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ ان کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی ہے کہ وزراء ارکان پارلیمنٹ سرکاری افسروں کے تبادلوں اور دیگر سرکاری امور میں بے جا مداخلت کرتے ہیں۔بے نظیر نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنے رفقاء کو ہدایت کی کہ وہ ایوان صدر کے کسی اقدام پر ردعمل ظاہر نہ کریں۔

حکومت نے کرپشن کے خاتمہ کے لئے 20 اکتوبر کو پندرھواں آئینی ترمیمی بل قومی اسمبلی میں پیش کیا جو حکومت کے خاتمے کا سبب بن گیا اس بل کے تحت صدر وزیراعظم گورنر جج جرنیل وزیر اور سرکاری افسر احتساب کی زد میں آتے تھے یہ بل قانون اور انصاف کے وزیر مملکت رضا ربانی نے پیش کیا۔اس بل کی خاص بات یہ تھی کہ ایوان نے قواعد وضوابط معطل کر کے بل پیش کرنے کی اجازت دی تھی۔اس بل کا مقصد آئین میں ترمیم کر کے آرٹیکل 175 (اے) کا اضافہ کرنا تھا جس کے تحت متذکرہ بالا عہدے داران کے خلاف بدعنوانی بددیانتی رشوت اور کرپشن کے الزامات کے تحت کارروائی ہو سکتی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے پہلے 9 اکتوبر کو میاں نواز شریف احتسابی کمیشن ایکٹ 1996ء کے نام سے اسمبلی میں پیش کر چکے تھے۔ اسمبلی اور سینٹ کے مدنظر صدر کا وہ مراسلہ بھی تھا جو صدر نے 23 ستمبر کو بھیجا تھا اور حکومت کی طرف سے بھیجی گئی آئینی ترامیم بھی اور کرپشن کے خاتمے کے لئے جو پارلیمانی عمل شروع ہونے والا تھا اس کے نتائج کافی حوصلہ افزا معلوم ہوتے تھے لیکن صدر فوج اور عدلیہ کو بھی احتساب کی زد میں لانے کی یہ کوشش پیپلز پارٹی کی حکومت کو مہنگی پڑی۔

25 اکتوبر کو صدر مملکت نے وزیراعظم کے نام اپنے خط میں انہیں آئین کی خلاف ورزی کرنے پر سرزنش کی اور کہا کہ آئین کی دفعہ 46 اے کے تحت یہ ضروری ہے کہ وزیراعظم صدر کو وفاقی کابینہ کے فیصلوں اور قانون سازی کی تمام تجاویز سے باخبر رکھے مگر احتساب بل کی کابینہ میں منظوری اور اسمبلی میں پیش کرنے سے قبل مجھے اطلاع نہیں دی گئی۔

اس عرصہ میں شاہد حامد خواجہ طارق رحیم اور ارشاد احمد حقانی بے نظیر حکومت کے خلاف چارج شیٹ تیار کر چکے تھے اسمبلی توڑنے کے فرمان میں جعلی پولیس مقابلوں میں ہلاک ہونے والے ہزاروں معصوم شہریوں کے مسئلے کو اہمیت دی گئی تھی حالانکہ 1995ء کے پارلیمانی سال کے خاتمہ پر پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر لغاری نے اس اقدام کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ کراچی اور سندھ کے دوسرے علاقوں میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ذریعے دہشت گردی کے خاتمہ اور امن کی بحالی کے لئے بے نظیر حکومت نے مثالی اقدامات کئے ہیں۔ جبکہ صرف ایک سال بعد انہوں نے انہیں اقدامات کو اسمبلی توڑنے کا جواز قرار دے دیا تھا۔

4 اور 5 نومبر 1996ء کی رات کو اسمبلی توڑنے سے پہلے صدر لغاری اور بے نظیر کے درمیان ایک اور ملاقات ہوئی جس میں شکوے شکایت کے علاوہ یہ طے پایا کہ صدر لغاری اگلے روز 5 نومبر کو چوٹی اپنے آبائی گاؤں اور نصیر اللہ بابر نوشہرہ روانہ ہونے والے ہیں اور ان دونوں کی واپسی کے بعد ایک مرتبہ پھر بات چیت کی جائے گی۔ لیکن اسی رات حکومت کی برطرفی کے احکامات جاری کر دیئے گئے۔ 5 نومبر 1996ء کو اسمبلی توڑ دی گئی اور بے نظیر کی حکومت برطرف کر دی گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

22فروری1997ء

انسانی تخلیق کا دعویٰ............کلوننگ

22فروری1997ء کوروزلن انسٹیٹیوٹ ایڈنبرا اسکاٹ لینڈ کے باون سالہ ڈاکٹر ایین ولمٹ نے ایک بھیڑ کا ڈولی نامی کلون بنا کر دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اس کلون کی شکل وصورت ہو بہو اس بھیڑ سے ملتی جلتی تھی جس کا جینیاتی مادہ یہ کلون بنانے کے لئے استعمال ہوا تھا۔ اس کلون کے لئے تین بھیڑیں استعمال کی گئی تھیں۔ اس بھیڑ کا نام ایک مشہور زمانہ اداکارہ ڈولی پارٹن کے نام پر ڈولی رکھا گیا۔ جب ڈولی سن بلوغت کو پہنچی تو ڈولی کو حاملہ ہونے کے لئے قدرتی مراحل سے گزارہ گیا۔ اب تک ڈولی تین بچوں کی ماں بن چکی ہے۔

ڈولی کے کلون کی وجہ سے سائنس کی دنیا میں ایک تہلکا مچ گیا اس لئے نہیں کہ اب سائنس دان اپنی مرضی کے جانور پیدا کرنے شروع کر دیں گے جو کہ انسانی فلاح و بہبود اور اس کی زندگی کی آسائشوں میں اضافہ کا موجب بنیں گے بلکہ اس لئے کہ کہیں سائنس دان انسانی کلون بنانا شروع نہ کر دیں۔

اس خطرے کو بھانپتے ہوئے امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے ڈولی کلون کے اعلان کے فوراً بعد امریکی سائنس دانوں کو تنبیہ کی کہ حکومت کا پیسہ انسانی کلوننگ کے لئے استعمال میں نہ لایا جائے صدر کلنٹن نے نجی تحقیقی مراکز کو جو کلوننگ کے موضوع پر تحقیق میں مصروف تھے یہ ہدایت دی کہ وہ انسانی کلوننگ سے اس وقت تک پرہیز کریں جب تک اس کے تمام سماجی اور مذہبی پہلوؤں پر غور وخوض مکمل نہیں ہو جاتا یہ معاملہ ایک قومی کمیشن جس کا نام Nation al bivethics avisory commision رکھا گیا کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ ردعمل نہ صرف امریکہ میں سرکاری طور پر ہوا بلکہ امریکہ یورپ اور ایشیا کے بہت سارے ممالک میں عوام کی طرف سے بھی کیا گیا۔ اس ردعمل نے دنیا کے مختلف تعلیمی سیاسی سماجی اور مذہبی ایوانوں میں بحث وتمحیض کے ایک لا متناہی سلسلہ کو جنم دیا جو زیادہ دیر تک اس مفروضے پر مرکوز رہا کہ اگر سائنس دانوں نے انسانی کلون بنانے شروع کر دیئے تو دنیا کا مستقبل کیسا ہوگا۔ اچھا برا!!!!

حیران کن بات یہ تھی کہ دنیا کے وہ ممالک جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں سرکردہ حیثیت رکھتے ہیں وہاں پر عوام الناس کے ساتھ ساتھ حکومتوں کے سربراہوں اور مذہبی رہنماؤں نے انسانی کلوننگ کے خوفناک پہلوؤں کے پیش نظر تحقیق کے اس پہلو کو زیادہ پذیرائی نہیں بخشی بلکہ ایسے قوانین کی حمایت کی جو انسانی کلوننگ کی تحقیق کی حوصلہ شکنی کرے یہ ردعمل امریکہ کے علاوہ سب سے زیادہ شدت کے ساتھ جرمنی، فرانس، ارجنٹائن، پولینڈ وغیرہ کے ممالک میں ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی بحث کے پیش نظر یہ سوچا گیا کہ ممکنہ انسانی کلوننگ کے مضمرات کا جائزہ لیا جائے اور اس کے فوائد اور نقصانات کا احاطہ کیا جائے۔

1980ء کے اواخر میں امریکہ نے انسانی جینیاتی پروگرام کی ابتدا کی تو بعض حلقوں کی طرف سے اس کی خاصی مخالفت کی گئی مگر اس کے باوجود یہ پروگرام جاری رہا اور آج کل اپنے آخری مراحل طے کر رہا ہے اب اس کی مخالفت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہے اگر انسانی کلوننگ کے فوائد اور نقصانات کا جائزہ لے لیا جائے تو اس مسئلہ کے دوسرے پہلو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

اس سے کوئی انکار نہیں کہ کلوننگ بالعموم انسانی فلاح و بہبود کے لئے ایک نہایت ہی موثر اور معاشی نقطہ نظر سے اس ٹیکنالوجی کی بدولت کسی بھی جاندار میں پیدا کی جا سکتی ہے لہٰذا بے شمار بیماریوں کا علاج جو چند سال پہلے تک نا ممکن تھا اب ممکن ہوتا نظر آ رہا ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں ممکن ہو چکا ہے۔

کلوننگ کے ذریعے انسان جو کسی مخصوص کردار یا خصوصیات کا حامل ہوگا' کی ہو بہو کاپیاں بنائی جا سکیں گی نہات طاقتور ذہین اور خوبصورت انسان کلون کئے جا سکیں گے اور ان خصوصیات کو لازوال بنایا جا سکے گا والدین اپنے بچوں کو ہمیشہ کے لئے لازوال بنا سکیں گے۔ گویا کلوننگ ایک طرح سے انسان کے خوابوں کی تعبیر (پودوں) بذات خود ایک نہایت ہی مفید ٹیکنالوجی ہے۔

حیوانی کلون انسانی اعضا کی پیوند کاری میں استعمال ہو سکتے ہیں یہ حیوانی کلون اس طرح بنائے جائیں گے کہ ان کے اعضاء کے ارد گرد انسانی لحمیات کی تہہ موجود ہو اس لحمیات کی موجودگی میں یہ اعضاء انسانی جسم کو بغیر کسی پیچیدگی کے قابل قبول ہوں گے۔

والدین جو اولاد سے محروم ہو چکے ہیں وہ کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کر سکتے ہیں حتیٰ کہ ایسے بچے جو کسی حادثہ میں ہلاک ہو چکے ہوں ان کی کلوننگ کے ذریعے ہو بہو کاپیاں بنائی جا سکتی ہیں۔

انسانوں کی غیر فطری افزائش نسل کلوننگ کی دنیا بھر میں سخت مخالفت کے باوجود ایک امریکی سائنسدان نے اعلان کیا ہے کہ وہ بے اولاد جوڑوں کو بذریعہ کلوننگ اولاد دینے کے لئے شکاگو میں باقاعدہ طور پر ایک کلینک کھولے گا اور اگر کام چل گیا تو پورے امریکہ کے علاوہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی کلوننگ سنٹروں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

ڈاکٹر رچرڈ سیڈ سکاٹ لینڈ کے ان سائنسدانوں کی تکنیک استعمال کرے گا۔ جنہوں نے کلوننگ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے ایک سال قبل ایک بھیڑ ''ڈولی'' کی پیدائش ممکن بنائی تھی ڈاکٹر رچرڈ سیڈ نے کہا کہ ''ہم نہ صرف تخلیق میں (نعوذ باللہ) خدا کا شریک بن رہے ہیں بلکہ اتنے ہی باعلم اور طاقتور بھی بن رہے ہیں جتنا خود کائنات کا خالق (خدا) ہے انسانوں کی کلوننگ خالق کا شریک کار بننے کی پہلی سنجیدہ کوشش ہے اور یہ ایک نہایت ہی آسان فلسفہ ہے۔

انہوں نے بتایا کہ مجھے 4 جوڑوں نے اپنے غیر بار آور خلیے دینے کے لئے رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلے میں مجھے کسی بات کا خوف نہیں ہے کیونکہ میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ انسانیت کی بھلائی کے لئے ہے ڈاکٹر رچرڈ سیڈ بنیادی طور پر ایک طبیعات دان ہیں اور گزشتہ 20 برسوں سے افزائش نسل پر کام کر رہے ہیں لیکن اس وقت وہ کسی یونیورسٹی یا تحقیقی ادارے سے منسلک نہیں ہیں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ انسانی کلوننگ شروع کرنے کے لئے انہیں مطلوبہ علم کارکن اور سہولیات میسر ہیں اور وہ 90 دنوں کے اندر کام شروع کر سکتے ہیں ڈاکٹر سیڈ نے خود کو ایک ''آزاد مفکر'' قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ صدر بل کلنٹن کے پاس فی الحال اتنی طاقت نہیں کہ وہ مجھے میرے کام سے روک سکیں ۔ ہر نئی چیز اور تکنیک کی ابتداء میں مخالفت ہوتی ہے اور لوگ خوفزدہ بھی ہوتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔

ڈاکٹر سیڈ کے ایک سابق رفیق کار ہاتھ ہاسن نے انہیں ایک ذہین آدمی قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ ''تھوڑا سا پاگل'' ہے لیکن ہر سائنس دان تھوڑا بہت پاگل ہوتا ہی ہے اور انسانی کلوننگ رچرڈ سیڈ جیسا کوئی شخص ہی ممکن بنا سکتا ہے۔

اس مسئلے پر امریکی صدر بل کلنٹن کہہ چکے ہیں کہ انسانوں کی کلوننگ اخلاقی لحاظ سے ناقابل قبول ہے اور امریکی سرزمین پر 5 سال تک ایسے کسی تجربہ کے لئے فنڈز نہیں دیئے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہر انسان کی زندگی منفرد ہے اور انسان کی فطری پیدائش ایک معجزہ ہے۔ جو تجربہ گاہوں کے تجربات سے ماوراء ہے۔ ہمیں انسانی پیدائش کے فطری طریقے کو قدرت کا عظیم تحفہ سمجھ کر اس کی قدر کرنی چاہیے اور اپنے جسم میں کسی بھی غیر فطری تبدیلی کے خلاف مزاحمت کرنی چاہیے۔

واضح رہے کہ امریکی حکومت اور بعض ریاستوں نے انسانی کلوننگ کو روکنے کے لئے کچھ اقدامات کئے ہیں اور اس سلسلے میں کیلی فورنیا کے گورنر پیٹ ولسن نے ایک ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کے تحت کسی ادارے کو انسانی کلوننگ کرنے پر 10 لاکھ ڈالر اور فرد کو اڑھائی لاکھ ڈالر کا جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔

انسانی کلوننگ پر وائٹ ہاؤس نے اپنی پوزیشن واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس کے خلاف ہیں اور صدر کلنٹن اس بارے میں پوری وضاحت کر چکے ہیں وائٹ ہاؤس کے ایک ترجمان نے کہا کہ اس میں حیرت کی کوئی بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوگی اگر ہم ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس مسئلے پر قانون سازی کیلئے کانگرس کی توجہ حاصل کر لیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

15 اپریل 1997ء

منٰی میں ہولناک آتشزدگی

15 اپریل 1997ء کو پاکستان سمیت مختلف ملکوں کے حاجیوں کے ہزاروں خیمے جل گئے۔ اس سانحہ سے سینکڑوں افراد شہید ہو گئے۔ متاثرین میں زیادہ تر پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے حاجی تھے شہید ہونے والے پاکستانی حاجیوں کی تعداد ایک خاتون سمیت 30 بتائی گئی۔ عینی شاہدوں کے مطابق منٰی میں شہید ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔

آگ لگتے ہی خیموں میں گیس سلنڈر پھٹنے سے خوفناک دھماکوں نے زبردست خوف و ہراس پیدا کر دیا۔ تیز ہوا نے آگ کے شعلوں کو دور دور تک پھیلا دیا بہت سے لوگ خوف کے مارے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ آتشزدگی اتنی خوفناک تھی کہ منٰی سے مسجد الحرام تک پورے علاقے میں حاجیوں کا خون' کپڑے اور اشیاء خوردونوش بکھری پڑی تھیں۔ بیشتر لاشیں مسخ ہو چکی تھیں' آتشزدگی کے فوراً بعد لاؤڈ سپیکر پر یہ اعلان گونجنے لگے کہ حاجی خیموں سے نکل کر کھلی جگہ چلے جائیں تو حاجیوں میں بھگدڑ مچ گئی جس کا جس طرف منہ ہوا بھاگ اٹھا کئی عورتیں اور بچے پاؤں تلے آ کر کچلے گئے۔ مکہ مکرمہ اور منٰی کے ہسپتالوں میں ہنگامی حالت نافذ کر دی گئی اور امدادی کارروائیاں رات گئے تک جاری رہیں۔ عازمین حج رات بھر اپنے عزیز و اقارب کو تلاش کرتے رہے۔

شہید ہونے والوں میں پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے باشندے شامل تھے آگ سے زیادہ نقصان اس لئے ہوا کہ اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی جس سے آگ دور دور تک پھیل گئی منٰی میں 15 اپریل کو صبح دس بجے بھارتی حاجیوں کے خیموں سے دھواں اٹھتا نظر آیا اور تیز ہوا کے باعث جلد ہی پاکستان اور بنگلہ دیش کے حاجیوں کے خیموں میں بھی آگ بھڑک اٹھی جس سے بھگدڑ مچ گئی سعودی فوج نے حاجیوں کو خانہ کعبہ اور دیگر مقامات پر پہنچا دیا۔

21,20,19,18,17,16 کے تین ہزار سے زیادہ خیمے جل گئے جبکہ بھارت اور بنگلہ دیش کے حاجیوں کا بھاری نقصان ہوا سوڈان اور دیگر ممالک کے خیمے بھی متاثر ہوئے۔ فجر کے وقت عازمین حج فریضہ حج کے پہلے مرحلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منیٰ جبکہ پاکستانی حاجیوں کو کبریا العزیز اور جمرات کے درمیان خیمے لگانے کی جگہ ملی جہاں پاکستان کے دس ہزار سے زائد خیمے لگ گئے آگ بھڑکنے سے پورے علاقہ میں افراتفری اور بھگدڑ مچ گئی کئی عورتیں اور بچے پاؤں تلے آکر کچلے گئے لوگوں نے کبریا العزیز اور جمرات کے اوپر پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی پاکستانی حجاج کے 50 فیصد سے زائد خیمے جل گئے۔شہری دفاع کے عملے کی تمام تر جدوجہد اور ہیلی کاپٹروں کی مدد کے باوجود پانچ گھنٹے بعد بھی آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔سعودی حکام نے آتشزدگی کا علاقہ آمدورفت کے لئے بند کردیا اور ہزاروں عازمین حج کو منیٰ سے باہر منتقل کردیا جہاں دس ہزار خیمے فوری طور پر نصب کئے گئے۔

30جون1997ء

ہانگ کانگ چین کو واپس مل گیا

ہانگ کانگ پر 156 سال کے راج کے بعد برطانوی نوآبادی پر سے یونین جیک اترتے اور یکم جولائی کی صبح سورج نے ہانگ کانگ آزادی کا پرچم لہراتے ہوئے دیکھا گیا ڈیڑھ صدی گزرنے کے بعد ہانگ کانگ اب دوبارہ چین کا حصہ بن گیا ہے برطانوی حکمرانوں نے آنسوؤں کی جھڑیوں میں اپنی اس نوآبادی کو الوداع کہا جبکہ چین اور ہانگ کانگ کے کروڑوں افراد نے اس تاریخی لمحہ پر بھرپور جشن منایا۔

بیجنگ کے تیانمن چوک میں پیر کی نصف شب ایک لاکھ افراد اس تاریخی لمحہ کے نظارہ کیلئے جمع تھے ان کی نظریں ٹیلیویژن کی پانچ دیوقامت سکرینوں پر نصب تھیں جو ان لمحات کو براہ راست دکھا رہے تھے۔اس موقع پر ہجوم نے برطانوی راج کے آخری دس سیکنڈ خوشی اور مسرت کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ گزارے چین کی عملداری میں آنے کے بعد اسے ''خصوصی انتظامی علاقہ'' (SAR) کا درجہ حاصل ہوگا جہاں کمیونسٹ عملداری شروع ہونے کے باوجود سرمایہ دارانہ طرز زندگی اور اس کے تحت حاصل شدہ آزادیاں آئندہ 50 سال تک برقرار رہیں گی۔

حوالگی سے قبل ہی شیڈول سے ہٹ کر چینی صدر کے حکم پر پیپلز لبریشن آرمی کے 4 ہزار جوانوں کا خصوصی دستہ ہانگ کانگ میں اہم پوزیشنیں سنبھالنے کے لئے داخل ہوگیا جس پر امریکہ نے تشویش بھی ظاہر کی چینی خبر رساں ایجنسی نے اس اقدام کو معاہدہ کے عین مطابق قرار دیا ہانگ کانگ کے لئے چیف ایگزیکٹو چی واہ کا تقرر کردیا گیا ہے۔جو آج عہدہ کا حلف اٹھائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہانگ کانگ کو چین کے حوالے کرنے کی تاریخی تقریبات سمندر کے کنارے تعمیر کئے جانے والے کنوینشن سینٹر میں ہوئیں۔ برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ چارلس نے ہانگ کانگ کو باضابطہ طور پر چین کے صدر جیانگ زی من کے حوالے کیا جو اسی مقصد کے لئے یہاں آئے تھے اس سے قبل چینی صدر جب ہانگ کانگ پہنچے تو ان کا پر جوش خیر مقدم کیا گیا چین کے وزیراعظم لی پنگ اور آنجہانی لیڈر ڈینگ ژیاؤ پنگ کی بیوہ بھی ان کے ساتھ تھیں ہوائی اڈے پر ہانگ کانگ کے مستقبل کے لیڈر نے ان کا استقبال کیا ان کے ساتھ چینی وزیر خارجہ چان چی چن اور دوسرے اعلیٰ حکام بھی تھے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر بھی اس تقریب میں شریک تھے۔ امریکہ، برطانیہ، روس، جرمن، آسٹریلیا، جاپان، پرتگال اور جنوبی کوریا کے وزرائے خارجہ بھی اس تقریب میں موجود تھے پاکستان کی نمائندگی وزیر خارجہ گوہر ایوب خان نے کی۔

ہانگ کانگ دنیا کا اہم ترین تجارتی اور اقتصادی مرکز اور تفریحی مقام ہے جس کا رقبہ ایک ہزار چالیس مربع کلومیٹر اور آبادی 64 لاکھ ہے برطانیہ نے 26 جنوری 1841ء کو ہانگ کانگ پر قبضہ کیا تھا اور 19 اگست 1843ء کو اسے باضابطہ طور پر برطانوی نوآبادی قرار دے کر علاقے میں پہلا برطانوی گورنر مقرر کیا بعد میں برطانیہ نے 1898ء میں اس علاقے کو چین سے 99 سال کے لئے لیز پر لے لیا جس کی مدت آج ختم ہوگئی۔ ملکہ برطانیہ نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ اگر چہ یہاں سے یونین جیک اتر گیا مگر ہم ہانگ کانگ کو الوداع نہیں کہیں گے ہم ایک دوسرے کے مستقبل کا حصہ ہیں''۔

ہانگ کانگ کے 28 ویں اور آخری گورنر کرس پیٹن نے الوداعی تقریر میں کہا کہ آج کی تقریب خوشی کی تقریب ہے نہ کہ دکھ کی تاہم میں دیکھ رہا ہوں کہ حاضرین کے چہروں پر قدرے غم کے آثار نمایاں ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی جدائی کی گھڑی کے وقت یہ کیفیت ہو ہی جاتی ہے تاریخ صرف تاریخوں اور دنوں کا نام نہیں بلکہ تاریخ ان حالات و واقعات کا مجموعہ ہوتا ہے جو گزر چکے ہوں یا آنے والے ہوں اس شہر کی تاریخ اس لمحے سے پہلے کے واقعات پر مشتمل ہے اور یقیناً اس کے بعد آنے والے سال بھی کامیابیوں کے سال ہوں گے۔ بعض اوقات ماضی کو یاد رکھنے سے اسے بھول جانا بہتر ہوتا ہے لیکن یقیناً ہانگ کانگ کا معاملہ ایسا نہیں انہوں نے چینی باشندوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس علاقے کی تاریخ رقم کرنے میں چینی باشندوں نے بہت اہم کردار ادا کیا کیونکہ جب وہ یہاں آئے تھے تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے ہانگ کانگ کو دنیا کا ممتاز ترین خطہ بنا دیا برطانوی راج نے بھی اس علاقے کے عوام کا معیار زندگی بلند کرنے قانون کی حکمرانی قائم کرنے اور آزاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کی اقدار کو عروج دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

اگر چہ یہ ایک چینی شہر ہے لیکن اس کی اقدار برطانوی ہیں آخری گورنر نے ہانگ کانگ کے عوام کے شاندار مستقبل کی پیش گوئی کی اوران کا شکریہ ادا کیا انہوں نے کہا کہ نئے چیف ایگزیکٹو یقیناً ہانگ کانگ کو ہر لحاظ سے عالمی برادری میں اہم مقام دلوائیں گے اوراب ہانگ کانگ کے گورنر ہاؤس کی پروقار تقریب میں ہانگ کانگ کے گورنر کرس پٹین کی الوداعی تقریر ہوئی تقریب میں برطانیہ کے پرچم کو اتار کر گورنر کے حوالے کیا گیا اس موقع پر تقریب کے شرکاء پر عجیب جمود طاری تھا خاص کر گورنر کرس بٹین ان کی اہلیہ اور تین بیٹیاں بے حد مغموم نظر آ رہی تھیں بعد میں گورنر نے گورنر ہاؤس کے عملے سے الوداعی ملاقات کی اور گورنر ہاؤس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔

تقریب سے قبل شہزادہ چارلس کو سابق برطانوی کالونی کے زعماء کی طرف سے ایک پروقار استقبالیہ دیا گیا۔شہزادہ چارلس لوگوں میں گھل مل گئے۔جمہوریہ چین سے بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد برطانوی سلطنت کے اس وارث کو دیکھنے کے لئے آئی تھی۔شہزادہ لوگوں کے ہجوم کی تالیوں کا جواب سلیوٹ کی صورت میں دیتے ہوئے اپنی منزل یعنی اس جہاز کی طرف روانہ ہوئے جہاں سے انہوں نے عازم لندن ہونا تھا۔شہزادہ چارلس اپنے مختصر قیام کے دوران ہانگ کانگ میں برٹش ٹریڈ کمشن کے دفاتر گئے جواب ہانگ کانگ میں برطانیہ کا پہلا قونصل جنرل کہلائے گا۔فرانس کولٹش پہلے قونصل جنرل مقرر کئے گئے اس موقع پر انہوں نے 46 طلبہ کو برطانیہ میں تعلیم کے لئے وظائف دینے کا بھی اعلان کیا۔دریں اثناء امریکی وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ نے چین کے نائب وزیر اعظم وزیر خارجہ مسٹر قیان قیچین سے ملاقات کی۔امریکی وزیر خارجہ نے اپنی حکومت کی جانب سے ہانگ کانگ کے چین کی عملداری میں شامل ہونے پر ان کو مبارکباد دی اور توقع ظاہر کی کہ چین برطانیہ سمجھوتے کے تحت ہانگ کانگ میں خوشحالی اور استحکام آئے گا۔

ہانگ کانگ کے چین کی عملداری میں آنے کے فوراً بعد اپنی 30 جون اور یکم جولائی کی درمیانی رات چین کے صدر جیانگ زیمن کے احکامات کے تحت پیپلز لبریشن آرمی کے چار ہزار جوان ہانگ کانگ پہنچ گئے بیجنگ سے جاری کردہ صدارتی اعلامیہ میں صدر نے کہا کہ وہ چین کے خصوصی انتظامی ریجن ہانگ کانگ کے دفاع کی ذمہ داریاں نبھانا شروع کر دیں۔قبل ازیں ہانگ کانگ کے نئے چیف ایگزیکٹو نے کہا تھا کہ فوج کے دستے میں 21 بکتر بند گاڑیاں، بحری جنگی جہاز اور ہیلی کاپٹر بھی شامل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

31 اگست 1997ء

دلوں کی ملکہ لیڈی ڈیانا حادثہ میں ہلاک ہوگئیں

دنیا کی مقبول عام شخصیت برطانوی پرنس آف ویلز لیڈی ڈیانا پیرس میں ایک کار حادثے میں ہلاک ہو گئیں حادثے میں ان کا کروڑ پتی مصری دوست دودی الفائد اور ڈرائیور بھی موت کی وادی میں جا سوئے۔ حادثہ کے وقت اخباری فوٹو گرافروں کی فوج موٹر سائیکلوں پر ان کی کار کا پیچھا کر رہی تھی۔ ڈرائیور نے ان سے بچنے کے لئے کار کی رفتار تیز کر دی جس کے نتیجہ میں کار بے قابو ہو کر دریائے سنسی کے شمالی کنارے پر ایدل ٹاور کے بالمقابل الماپل کے قریب زیر زمین راستے میں ایک بڑے ستون سے ٹکرا گئی حادثہ میں کار مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔

شہزادی کے باڈی گارڈ کو چہرے چھاتی اور سر پر شدید زخم آئے حادثہ اس قدر خوفناک تھا کہ کار ریڈی ایٹر اچھل کر فرنٹ سیٹ پر آ گرا پولیس کو تباہ شدہ کار کو انڈر پاس سے ہٹانے کے لئے چار گھنٹے لگے۔ ڈیانا کار کی عقبی نشست پر دودی الفائید کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں شہزادی کو جائے حادثہ سے زخمی حالت میں ساڑھے چھ کلومیٹر دور ہسپتال پہنچایا گیا ڈاکٹر انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں دو گھنٹے تک ان کی جان بچانے کی کوشش کرتے رہے مگر انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ فرانس کے وزیر داخلہ جین بیری شیوننیٹ اور پیرس میں برطانوی سفیر سر مائیکل جے شہزادی کے سرہانے موجود تھے۔

ڈاکٹروں نے ایک بیان میں کہا جب شہزادی کو ہسپتال لایا گیا تو ان کی چھاتی سے خون جاری تھا جس کے فوری بعد ان کے دل کی حرکت بند ہو گئی ایمرجنسی سرجری سے پتہ چلا کہ اس کے دل کی ایک شریان کٹ گئی تھی اگرچہ ڈاکٹر زخم بند کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن دل کی اندرونی و بیرونی دو گھنٹے کی مساج کے باوجود خون کی گردش بحال نہ ہو سکی اور صبح چار بجے موت واقع ہو گئی۔

حسین ساحرانہ روپ رکھنے والی ایک عام سی لڑکی اس وقت دنیا کی معروف اور مشہور ترین شخصیت بنی جب وہ بیس سال کی عمر میں پریوں جیسے لباس میں عالمی ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز بنی۔ وہ اس لباس میں بہت سے معلوم اور نامعلوم لوگوں کی دعاؤں اور مسکراہٹوں کے سائے میں اپنے شہزادے چارلس سے بیاہی گئی تھی۔

شہزادی کا دوسرا منظر بھی عالمی ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز بنا۔ لیکن یہ منظر بڑا کربناک المناک اور ان کے پرستاروں کی آنکھوں میں آنسو لے کر آیا 31 اگست 1997ء کا دن جوان کی زندگی کے خاتمہ کا سبب بنا اور چھ ستمبر کا دن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ان کی آخری رسومات ادا کی گئیں۔ اس میں ایسے ایسے لوگوں کو بھی روتے دیکھا گیا جو پتھر دل لگتے تھے۔ ڈیانا کی 36 سالہ زندگی میں آدھی عمر خاصی مشکل اور کٹھن گزری' لیکن 29 جولائی 1981ء سے 31 اگست 1997ء تک انہیں پریس کی طرف سے اپنی نجی زندگی میں جھانکنے کا ہمیشہ افسوس رہتا تھا اور وہ ایک سے زائد بار ہاتھ جوڑ کر اخبار نویسوں اور رپورٹروں سے التجا کر چکی تھی کہ وہ ان کی پر سکون زندگی کو سکینڈل سے پراگندہ نہ کریں۔

جب شہزادہ چارلس سے ڈیانا کی شادی ہوئی تو وہ اپنے شہزادے سے چودہ سال چھوٹی تھی۔ ڈیانا شادی سے پہلے ڈسکو کلبوں میں جانے' نئے نئے فیشن پہننے اور ایجاد کرنے میں دلچسپی رکھتی تھی اور انہیں اعلیٰ ہوٹلوں میں کھانا کھانا اور بڑے بڑے سٹوروں پر شاپنگ کرنا پسند تھا۔ جبکہ ان کے مقابلے میں شہزادہ چارلس ایکشن پرنس تھا ان کے بڑے بڑے شوق گھڑ دوڑ اور کھلو تھے اور وہ اسی میں اپنی صلاحیتیں دکھانا چاہتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ برطانیہ کی ہائی کلاس دوشیزاؤں کا ارمان ہوتا ہے کہ ان کا نام کسی شہزادے کے ساتھ آئے۔ یہی وجہ تھی کہ لیڈی ڈیانا سے شادی سے پہلے چارلس کا نام کبھی کیلا پارکر کے ساتھ' کبھی میری جونز کے ساتھ اور کبھی کیتھرائن کے ساتھ آتا رہا۔ تقریباً دو درجن سے زائد خواتین سے وہ اظہار محبت کر چکے تھے' لیکن شہزادہ چارلس کو معلوم تھا کہ وہ جہاں بھی شادی کرے گا' سب سے پہلے وہ ملکہ کی منظوری ضرور حاصل کرے گا۔

چارلس نے 1980ء میں لیڈی ڈیانا سے ایک تقریب میں ملاقات کی تھی اور اس ملاقات کے بعد وہ ڈیانا کی طرف کھنچا چلا گیا اور دو ماہ میں وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے کہ انہیں مجبوراً جلدی جلدی منگنی کرنا پڑی جب چارلس نے ملکہ الزبتھ کے سامنے ڈیانا اسپنسر کا نام مستقبل کی شہزادی کے لئے پیش کیا تو انہوں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ شہزادہ چارلس نے برطانیہ کے تاج کے لئے ایک ایسی لڑکی کا انتخاب کیا تھا۔ جو زندگی کو اپنے اسٹائل سے گزارنے کے قابل تھی' جس پر زیادہ پابندیاں بچپن سے ہی نہیں رہی تھیں۔ ڈیانا اور چارلس نے جولائی 1981ء کو ایک دوسرے کو زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ تو کر لیا تھا لیکن ان کے ستاروں سے لے کر ان کی عادات و مشاغل تک کی بیٹری کا رخ مختلف تھا۔

ملکہ الزبتھ کے بعد شاہی محل میں ہونے والے واقعات میں سے ایک اہم ترین واقعہ شہزادی ڈیانا کی اس گھر میں شمولیت تھی' شادی کے بعد بیسویں صدی کی نویں دہائی میں سب سے مشہور اور دل عزیز بن گئی تھی یہ ایک حادثہ تھا کہ کنڈر گارڈن میں کام کرنے والی ایک لڑکی سے فلیٹ سٹریٹ میں رہنے والا سخت طبع شخص کس طرح متاثر ہوا۔ شادی کے بعد ڈیانا نے مغربی عورتوں کے برعکس اپنی ساری خواہشات کو شہزادے کی جھولی میں ڈال دیا اور اس نے پر سکون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھریلو زندگی گزارنے کے لئے ایک ملین پاؤنڈز اپنے گھر کی آرائش وزیبائش پر خرچ کئے تھے۔ یہ عورت کی کمزوری سمجھ لیں کہ وہ اپنی زندگی میں یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اور عورت ان کے شوہر سے فلرٹ کرے۔ شہزادی ڈیانا اور چارلس کے درمیان پہلا اختلاف اس وقت ابھرا اوران دونوں کی محبتوں کا تاج محل اس وقت سرکا جب لیڈی ڈیانا سے بے اعتنائی برتنا شروع کر دی اور اپنی سابقہ گرل فرینڈ کمیلا سے تعلقات دوبارہ استوار کر لئے یہ تعلقات 1972ء سے شروع ہوئے تھے اور شہزادہ چارلس 1980ء میں جب زمبابوے کے سرکاری دورے میں شہزادہ چارلس کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے بعد میں اینڈریو پارکر باولز سے اس وقت شادی کی جب شہزادے نے شادی کے لئے ان کے بجائے ڈیانا کا انتخاب کیا۔ جب سارہ فرگوسن شاہی خاندان کی بہو بنی تو ڈیانا اور چارلس کے درمیان اختلافات کی خبریں اڑنا شروع ہوئیں۔

فروری 1988ء میں شہزادی ڈیانا کی ازدواجی زندگی کو تباہی سے بچانے کے لئے ان کی والدہ نے علیحدگی کے نتیجہ میں آنے والی مشکلات کے پیش نظر نصیحت کی کہ "وہ چارلس سے طلاق نہ لے" چارلس کو ڈیانا پر شبہ تھا کہ ان کی اہلیہ ایک پرانے دوست فلپ ڈٹ میں دلچسپی لے رہی ہے۔ اس انکشاف کے پندرہ روز تک ڈیانا اور چارلس کے درمیان کوئی بات چیت نہ ہوئی' کیونکہ ملکہ الزبتھ کو ڈیانا بہت پیار کرتی تھیں' اس نے ان اختلافات کے باعث مارچ 1988ء میں شادی ختم نہ کرنے کا معاہدہ کرا دیا۔ لیڈی ڈیانا کو شہزادہ چارلس کے مشاغل' آرٹسٹک رجحانات' تھیٹر سے والہانہ عشق اور فلسفیانہ خیالات سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ شادی کے بعد زیادہ تر وقت ناول پڑھنے ٹیلیویژن سیریز دیکھنے اور شاپنگ میں دلچسپی لیتی تھی۔ راک میوزک اور جدید ترین فیشن ان کی مجبوری تھے' شہزادہ چارلس کو اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

ڈیانا اس خبر کے بعد چارلس سے اور زیادہ دلبرداشتہ ہو گئی جب اگست 88ء میں اٹلی کی ایک پچاس سالہ دولت مند خاتون نے دعویٰ کیا کہ چارلس ان کی محبت میں گرفتار ہے' چارلس نے ڈیانا کو اس خبر کی تردید کرتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ بوٹا فرسکو بالڈلی کا محض دوست ہے جب ڈیانا نے ان سے دوستی ختم کرنے کو کہا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ فریسکو اٹلی کی انتہائی امیر ترین عورت اور چھ بچوں کی ماں تھی' وہ ڈیانا کے منع کرنے کے باوجود اٹلی میں ان سے ملنے جاتا رہا۔ ستمبر 1988ء میں دونوں کے درمیان تعلقات ایک بار پھر سنبھلے۔ ایک تقریب میں فرانس کے سابق وزیر اعظم شیراک نے ڈیانا کے بارے میں جب ان خیالات کا اظہار کیا "برطانوی شہزادی بہت دلکش اور خوبصورت خاتون ہیں جوان سے ایک بار مل لیتا ہے وہ دوبارہ ملاقات کی خواہش رکھتا ہے" چارلس نے بہت برا منایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا جب کہ شہزادی ڈیانا ان الفاظ سے کچھ شرما گئی تھی جب شیروک نے کہا "شہزادی بہت چارمنگ ہے" تو ڈیانا نے طنزیہ نظروں سے چارلس کی طرف دیکھا۔

1991ء کے اواخر تک ڈیانا اور چارلس کے درمیان تعلقات تقریباً ختم ہو گئے تھے اور اخبارات نے علیحدگی کی خبریں بھی شائع کر دی تھیں۔ ان خبروں کی وجہ سے سب سے زیادہ پریشانی ڈیانا کے بڑے بیٹے ولیم کو اٹھانا پڑی' جب ان کے ہم کلاس انہیں یہ طعنے دیتے تھے کہ تمہاری ماں تمہیں چھوڑنے والی ہے۔ شہزادہ ولیم کو اس کا کچھ شک پہلے ہی تھا' جب وہ بورڈنگ سکول سے چھٹیاں گزارنے گھر آیا تو وہ اکثر چارلس کو گھر نہ پاتا تھا۔ ایک دن وہ سکول سے روتے روتے گھر آیا اور ڈیانا سے لپٹ کر رونے لگا اور اپنی والدہ سے وعدہ لیا کہ "وہ چارلس کو کبھی نہیں چھوڑے گی" اسی دن شادی کی دسویں سالگرہ بھی تھی۔ چارلس آخری لمحے پر آیا اس نے کہا مجھے اور بھی بہت سے کام تھے اور یہ سالگرہ سب سے پھیکی تھی۔ 1992ء کا موسم بہار بکنگھم پیلس کے لئے خوشگوار یادیں لے کر نہ آیا اس میں کچھ انہونیاں ہوئیں۔

جب سارہ اور اینڈریو شہزادی این اور مارک فلپس کے درمیان علیحدگی ہوئی اور ڈیانا کی علیحدگی کی خبریں زبان زد عام تھیں۔ چارلس نے اس موسم بہار میں اپنی ایک محبوبہ کے لئے ہیرے جواہرات خریدے اور ان سے شادی کرنے والے تھے' اگر وہ اس سال شادی کر لیتے تو انہیں ایڈورڈ ہشتم کی طرح تاج و تخت سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ جس طرح 1936ء میں ایڈورڈ ہشتم نے دھوئے تھے۔

برطانیہ میں عشق' شادی اور طلاق پر اعتراض نہیں ہوتا' اعتراض اس بات پر ہوتا ہے عشق کسی اور سے کرے شادی کسی اور سے شادی کے بعد کسی اور کو چھپ چھپ کر ملتا رہے' انگلینڈ والے کسی کی اس حرکت پر شور مچا دیتے ہیں۔ جون 1992ء میں ملکہ الزبتھ نے ڈیانا اور چارلس کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کی آخری کوشش اس وقت کی جب دونوں کو آسٹریلیا کے سرکاری دورے پر بھیجا' اس وقت ڈیانا شاہی آداب کو ایک ناقابل برداشت بوجھ تصور کرنے لگی تھی۔ وہ ایک زخمی پرندے اور خوف سے بھرپور شاہی زندگی کے رازوں سے اپنے دوستوں کو آگاہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آسٹریلیا اور کینیڈا کے دورے کے بعد ڈیانا نے پرانے دوستوں کو خط لکھنا شروع کئے تاکہ وہ اپنے اندر کے بوجھ کو کم کر سکے۔ ان میں ان کے ایک پرانے دوست جیمز ہیوٹ بھی تھے' جن کے بارے میں ڈیانا نے کئی بار کہا تھا کہ وہ چارلس سے شادی کے باوجود انہیں بھلا نہ سکیں گی۔ جیمز ہیوٹ کے شاہی خاندان سے اور خصوصاً پولو کے بہترین کھلاڑی کی حیثیت سے تعلقات تھے۔ جب چارلس نے ڈیانا سے شادی کی تو جیمز ہیوٹ کو اس شادی کا سب سے زیادہ دکھ رہا اور وہ شادی کے بعد تک بھی ان سے ملاقاتیں کرتا رہا جس کا خود شہزادی ڈیانا نے ایک ٹیلیویژن انٹرویو میں اعتراف بھی کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'جبکہ جیمز ہیوٹ کا بھی دعویٰ ہے کہ انہوں نے زندگی میں سب سے زیادہ ڈیانا کو چاہا ہے اور ان کی موت کے بعد زندگی پھیکی لگنے لگی ہے۔

اس دوران لیڈی ڈیانا کے والد کی موت واقع ہوئی اور انہوں نے اپنی نصیحت میں ڈیانا سے کہا کہ وہ چارلس کو کبھی نہ چھوڑے' جس وقت ڈیانا کے والد ارل سپنر کی موت واقع ہوئی تو ڈیانا چارلس کے ساتھ زندگی کی گاڑی کو محض دھکا لگا رہی تھی' جب ڈیانا کے والد تک علیحدگی کی خبریں پہنچی تو ارل نے ڈیانا کی خیریت دریافت کی اور انہوں نے کہا" چاہے جو کچھ بھی ہو اس شادی کو برقرار رکھنا اور کسی صورت میں علیحدہ نہ ہونا"

اس ٹیلیفون کے چار دن بعد 68 سالہ ارل سپنر کی یہ نصیحت وصیت بن گئی' جب وہ لندن کے ہسپتال میں دل کا دورہ پڑنے سے فوت ہوئے۔ باپ کی یہ وصیت ایک بار پھر پاؤں کی زنجیر بن گئی اور وہ پھر چارلس سے تعلقات بحال کرنے کی آخری کوشش کرنے لگی۔

1992ء میں چارلس نے کمیلا پارکر باولز سے تعلقات بڑھا لئے تو ڈیانا حسد میں جکڑی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ چارلس نے بالمز ٹام کسس سے بھی تعلقات استوار کر لئے' بالمز کے ساتھ شہزادہ سکا ننگ میں لطف اندوز ہوتا رہا ہے' اس دوران چارلس کے نام کے ساتھ سارہ کسوک کا نام بھی آیا جو ایک بینکر کی بیوی اور ایرل آف دل ہوزی کی بیٹی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈیانا کے سیکنڈل بھی منظر عام پر آنے لگے۔ آخر کار ڈیانا نے کہا کہ خواب 1996ء کو ٹوٹ گئے۔ جب دونوں کے درمیان طلاق ہو گئی۔ وہی برطانوی اخبارات جو ڈیانا کی زندگی اور شخصیت کے معاملے میں چارلس کا دفاع کیا کرتے تھے' آخر کار وہ کمیلا پارکر سے شادی کرنے کی افواہوں سے تنقید کا نشانہ بننے لگے۔ دوسری طرف ڈیانا زندگی سے مایوس نہ ہوئیں' بلکہ انہوں نے زندگی کو زیادہ خوبصورتی سے گزارنے کا فیصلہ کیا۔ زندگی کے جیون ساتھی کے لئے ڈاکٹر حسنات کا نام اگست 1996ء میں بھی آنے لگا اور اس سلسلہ میں دونوں کے درمیان طویل ملاقاتوں کے سلسلے بھی جاری رہے' لیکن یہ دوستی شادی میں اس لئے تبدیل نہ ہو سکی' کیونکہ ڈاکٹر حسنات کی خاندانی روایات آڑے آ رہی تھیں۔

اگست کا مہینہ شہزادی ڈیانا کی زندگی میں اہم موڑ بن کر آیا' جب اس نے دودی الفائیڈ سے دوستی کی بنیاد رکھی اور ان کی زندگی میں چلنے والے سب معاشقوں میں دودی کا نام اس لئے زندہ رہے گا کہ دونوں محبت پر قربان ہو گئے اور یہ ڈیانا کی زندگی کی آخری محبت تھی۔ زندگی نے مہلت نہ دی' دونوں کی منگنی کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ دودی کی منگیتر کیلی فشر کا کہنا ہے کہ وہ ڈیانا کو خبردار کرنے والی تھی کہ وہ بے وفا مرد کے دام میں نہ آئے۔ دودی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی ملاقات ڈیانا سے 1987ء میں ہوئی تھی اور ڈیانا نے ان سے شادی کا اٹل فیصلہ کیا تھا' لیکن زندگی نے وفا نہ کی محبت کی پیاسی شہزادی ڈیانا 16 سال تک محبت کی تلاش بھٹکتی رہی' جب وہ ملی تو زندگی نہ رہی' یہ محبت کا المیہ ہے۔

5 ستمبر 1997ء

دکھی دنیا کی ماں ''مدر ٹریسا'' مر گئی

دکھی انسانیت کی خدمت کرنے والی معروف کیتھولک مشنری نوبل انعام یافتہ مدر ٹریسا 87 سال کی عمر میں دل کا دورہ پڑنے سے کلکتہ میں انتقال کر گئیں۔ وہ 4 سال سے دل کی بیماری میں مبتلا ایک ہسپتال میں زیر علاج تھیں۔

مدر ٹریسا 27 اگست 1910ء کو البانیہ میں پیدا ہوئی 18 سال کی عمر میں 1929ء کو آئرلش ننوں کے ایک گروپ شامل ہو کر ہندوستان آ گئیں اور کلکتہ میں رہنے لگیں ابتدائی طور وہ بطور استانی کام کرتی رہیں' اور پھر غریبوں' ناداروں اور بیمار لوگوں کے لئے رفاہی کام کرنے لگی' ان کی خدمات کے اعتراف میں 79ء میں انہیں نوبل پرائز برائے امن سے نوازا گیا۔

مدر ٹریسا عمر بھر بھارت اور خصوصاً کلکتہ میں رہی ہیں لیکن وہ دنیا بھر کے لیڈروں اور لوگوں سے مسلسل ملتی رہیں اور دنیا بھر میں مشہور ہو گئیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں۔ مدر ٹریسا نے اسقاط حمل کے سلسلے میں پر زور مہم چلائی اور اسے غیر انسانی فعل قرار دے دیا ان کا کہنا تھا کہ ''جو بچہ آپ کو نہیں چاہئے اسے مارنے کی بجائے میرے حوالے کر دیں مجھے ایسے بچوں کی ضرورت ہے'' اے پی کے مطابق مدر ٹریسا البانیہ کے ایک معمار کے تین بچوں میں سب سے چھوٹی تھیں وہ 1929ء میں ایک ٹیچر کی حیثیت سے کلکتہ آئیں اور مشن سکول کے لئے کام کرنے لگیں جبکہ تقریباً دس سال بعد خود انہوں نے اپنا سکول کھول لیا وہ معلّمہ کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے علاوہ سماجی کاموں میں بھی مصروف ہو گئیں وہ دنیا بھر میں لاتعداد یتیم خانوں اور خیراتی اداروں کے لئے کام کرتی تھیں وہ 1990ء میں اپنی سماجی خدمات سے ریٹائرڈ ہونا چاہتی تھیں تاہم اس ضمن میں راہباؤں نے جو خفیہ رائے شماری کی اس میں انہیں ہی دوبارہ چنا گیا تاہم اس سال انہیں دل کا دورہ پڑا اور جگر اور گردوں کے عارضہ کے بعد مارچ میں سسٹر فرملا کو ان کا جانشین چنا گیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جی این این کے مطابق مدر ٹریسا نے رنگ ونسل' عقیدہ اور مسلک کی حد بندیوں سے بہت بلند ہو کر ساری زندگی دکھی انسانیت کی خدمت کی جذام اور کوڑھ جیسے خوفناک امراض کا شکار بے سہارا بچوں کے علاج معالجہ کے سلسلہ میں مدر ٹریسا کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے ساری زندگی اس نظریئے کی تبلیغ کی کہ ہمیں غربت کے خلاف مسلسل اور مستقل جہاد کرتے رہنا چاہیے اور کسی بھی صورت ہار نہیں ماننی چاہیے مدر ٹریسا نے زندگی کے کسی بھی حصہ میں شہرت کی خواہش نہیں کی تھی لیکن دکھی انسانیت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینے والی کو اس قدر بے پناہ شہرت ملی کہ جاہ وجلال کا مالک بڑے سے بڑا حکمران مدر ٹریسا کی عظمت کے سامنے احتراماً جھک گیا۔

28 نومبر 1997ء

سپریم کورٹ پر حملہ

1997ء میں وزیر اعظم میاں نواز شریف اور عدلیہ کے ساتھ خالی اسامیوں پر ججوں کی تعیناتی کے مسئلے پر محاذ آرائی کا آغاز ہوا۔ سپریم کورٹ میں چند اسامیاں خالی تھیں' چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ نے وفاقی حکومت کو پانچ ججوں کی تقرری کے لئے لکھا جن میں تین جج لاہور ہائی کورٹ میں سے تھے ایک سندھ ہائی کورٹ اور ایک پشاور ہائی کورٹ میں سے تھے۔ لیکن حکومت نے اس پر عمل کرنے کے بجائے سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد سترہ سے کم کر کے تیرہ کر دی جن میں چیف جسٹس بھی شامل تھے۔ چنانچہ حکومت عدلیہ محاذ آرائی شدت اختیار کر گئی۔ اکتوبر کے آخر تک آئینی بحران اس قدر شدت اختیار کر چکا تھا کہ مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔

سپریم کورٹ نے آئین کے آرٹیکل 190 کے تحت صدر مملکت سردار فاروق احمد خان لغاری کو ہدایت جاری کی کہ چونکہ حکومت چیف جسٹس آف پاکستان کی سفارشات کے مطابق سپریم کورٹ کے پانچ ججوں کی تعیناتی میں ناکام ہو چکی ہے اس لئے صدر مملکت خود پانچ ججوں کی تعیناتی کا نوٹیفکیشن فوری طور پر جاری کریں۔ سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے 3 گھنٹے کی سماعت کے بعد اٹارنی جنرل کی غیر موجودگی میں درخواستوں پر فیصلہ سنا دیا۔ اس کے بعد وزیر اعظم نواز شریف نے صدر مملکت کے نام ایک خط میں کہا کہ وہ چیف جسٹس کی طرف سے جاری کردہ ایک عدالتی حکم پر مزید کوئی کارروائی نہ کریں کیونکہ یہ حکم حکومت کو سنے بغیر یکطرفہ طور پر جاری کیا گیا ہے۔

اسی روز سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے ایڈیشنل سیکرٹری اور ممتاز قانون دان چوہدری اکرام ایڈووکیٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے چیف جسٹس اور عدلیہ کے خلاف غیر مہذب اور ناشائستہ زبان استعمال کرنے کے خلاف سپریم کورٹ کے رولز 1 1980 کے تحت توہین عدالت کی درخواست دائر کر دی۔ جس میں عدالت عظمیٰ سے استدعا کی گئی کہ وزیر اعظم نواز شریف وزیر قانون خالد انور' خواجہ محمد آصف حمزہ اسفند یار ولی اجمل خٹک اور پروفیسر ساجد نے گزشتہ روز کے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف غلط زبان استعمال کی جس پر ان کے خلاف توہین عدالت کے تحت کارروائی کی جائے اور سزا دی جائے۔

31 اکتوبر 1997ء کو قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے نواز شریف نے کہا کہ محاذ آرائی اور افراتفری کی دلدل میں قوم کو دھکیلنے کے لئے میں فریق نہیں بن سکتا' وسیع تر مفاد اور روشن مستقبل کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے پانچ ججوں کے تقرر کے حوالے سے جناب چیف جسٹس کی سفارشات قبول کر لی ہیں۔

حکومت نے پہلے پہل یہ سمجھا کہ وہ اسمبلی میں چیف جسٹس کے خلاف تقریریں کر کے ان کے خلاف بیانات شروع کر کے اور پی ٹی وی پر تقریریں کروا کر ایک قسم کا دباؤ پیدا کرے گی لیکن دو روز میں انہیں اندازہ ہو گیا کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جس مقام پر بیٹھے ہیں اور جس طرح کے فیصلے دے سکتے ہیں حکومت کیلئے ان کا مقابلہ کرنا اتنا آسان نہیں چنانچہ وزیر اعظم نے چیف جسٹس کی بات مان لی۔

اس سے پہلے 31 اکتوبر کی صبح گیارہ بجے تک حکومت نے کیسوں کی سماعت اور بنچوں کی تشکیل سے متعلق چیف جسٹس آف پاکستان کے اختیارات کم کرنے کے لئے مسودہ قانون تیار کر لیا تھا۔

31 اکتوبر کو ہی کراچی کے ایک وکیل مسلم موومنٹ کے سربراہ مولوی اقبال حیدر نے آئین کی تیرہویں ترمیم کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ درخواست گزار نے اپنی درخواست میں کہا کہ اس ترمیم سے آئین میں چیک اینڈ بیلنس ختم ہو گیا ہے۔ اس ترمیم کے تحت صدر مملکت کے حکومت برطرف کرنے اور اسمبلیاں توڑنے کے اختیارات کو ختم کیا گیا تھا۔

اگلے روز صدر نے پانچ ججوں کی تقرری کے بل کی منظوری دے دی۔ 3 نومبر 1997ء کو سپریم کورٹ نے عدلیہ کا وقار کم کرنے اور تضحیک کا نشانہ بنانے کے خلاف درخواست کی سماعت کرتے ہوئے وزیر اعظم نواز شریف اور دیگر چھ ارکان پارلیمنٹ کو عدالت میں پیش ہونے کے نوٹس جاری کئے۔ ماہرین قانون کے مطابق اگر نواز شریف پر توہین عدالت کا الزام ثابت ہو گیا تو انہیں قید کی سزا ہو سکتی ہے۔ جبکہ عدالت وزیر اعظم کو رکن قومی اسمبلی کی حیثیت سے نااہل قرار دینے سے متعلق معاملہ چیف الیکشن کمشنر کو بھی منتقل کر سکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 نومبر کو لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ملک محمد قیوم نے وفاقی حکومت کے ڈپٹی اٹارنی جنرل کو ہدایت کی کہ وہ 17 نومبر کو عدالت کو بتائیں کہ چیئرمین سینٹ اور سپیکر قومی اسمبلی کے پاس وزیراعظم میاں نواز شریف اور وفاقی وزیر قانون کے خلاف بھیجے گئے نا اہلی کے ریفرنسوں پر کیا کارروائی کی گئی ہے۔ عدالت نے یہ حکم وکلاء محاذ برائے تحفظ دستور کے سربراہ ڈاکٹر اے باسط کی دائر کردہ درخواست پر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ انہوں نے وزیراعظم اور وزیر قانون خالد انور کی طرف سے ملک کی اعلیٰ عدلیہ کے خلاف قابل اعتراض بیانات دینے پر چیئرمین سینٹ اور سپیکر قومی اسمبلی کو نا اہلی کے ریفرنس بھیجے تھے لیکن انہوں نے یہ ریفرنس چیف الیکشن کمشنر کو نہیں بھجوائے لہٰذا ان سے دریافت کیا جائے کہ انہوں نے وزیراعظم اور وزیر قانون کے خلاف نا اہلی کے ریفرنس کیوں نہیں بھجوائے۔ کیونکہ وزیراعظم اور وزیر قانون عدلیہ کے خلاف بیان بازی کر کے آئین کے آرٹیکل 63 (1 بی) کے تحت نا اہل ہو گئے ہیں۔

12 نومبر کو عدالت عظمیٰ نے شوکاز نوٹس جاری کرتے ہوئے 17 نومبر کو میاں نواز شریف کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ سپریم کورٹ نے نواز شریف چھ ارکان پارلیمنٹ تین اخباروں کے ریزیڈنٹ ایڈیٹروں اور پی ٹی وی کارپوریشن کے چیئرمین کو حکم دیا کہ وہ عدالت میں پیش ہو کر وضاحت کریں کہ کیوں نہ ان کے خلاف آئین کے آرٹیکل 204 اور توہین عدالت کے ایکٹ مجریہ 1976ء کی شق 3 کے تحت توہین عدالت کی کارروائی کی جائے۔ سپریم کورٹ کے سینئر وکلاء کے مطابق نواز شریف اور دیگر مدعا علیہان پہلے توہین عدالت کی کارروائی میں فریق بنائے گئے تھے اور اب وہ توہین عدالت کے ملزم بن گئے ہیں اس حوالے سے وہ ذاتی طور پر عدالت میں پیش ہوں گے۔

سپریم کورٹ میں نواز شریف کی طلبی پر تبصرہ کرتے ہوئے وائس آف امریکہ نے کہا کہ وزیراعظم اور دیگر عہدیداران کو عدالت میں عین اس روز طلب کیا گیا ہے جب امریکی وزیر خارجہ میڈلین البرائیٹ اسلام آباد پہنچنے والی ہیں۔

پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ عہدے پر فائز وزیراعظم کو عدالت میں حاضر ہونے کے لئے کہہ دیا گیا۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف 1975ء میں توہین عدالت کا مقدمہ سپریم کورٹ میں چوہدری ظہور الٰہی کی آئینی پٹیشن پر قائم ہوا تھا۔ اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان حمود الرحمٰن کی سربراہی میں فل بنچ نے مقدمے کی سماعت شروع کی تو اگلے روز ایک جلسے میں وزیراعظم بھٹو نے سر عام عدلیہ سے اپنے ریمارکس پر معافی مانگ لی تھی۔

اس دوران حکومت اور چیف جسٹس کے درمیان مصالحت کی متعدد کوششیں کی گئیں۔ لیکن رابطوں میں کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص پیش رفت نہ ہو سکی۔ چنانچہ مصالحانہ کوششوں کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں 13 نومبر کی رات صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اہم ملاقات ہوئی۔ جو ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ اس کے علاوہ سید غوث علی شاہ پنجاب کے ایک ایم این اے نے مشترکہ طور پر سجاد علی شاہ سے ملاقات کی الٰہی بخش سومرو بھی ایک روز پہلے چیف جسٹس سے ملے۔ آئینی ماہرین کے مطابق حکومت کو ایک مرتبہ پھر بند گلی میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وزیر اعظم کے قریبی رفقاء مسئلے کو سیاسی طور پر حل کرنے کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے رہے تمام مصالحانہ کوششوں کی ناکامی کے بعد وزیر اعظم نے خود عدالت میں پیش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

مشاہد حسین نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ وزیر اعظم حضرت عمر اور حضرت علی کی پیروی میں پیش ہوں گے۔ اسی روز 14 نومبر کو جسٹس سید سجاد علی شاہ کی بطور چیف جسٹس سپریم کورٹ تقرری کو سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ جس میں کہا گیا کہ جسٹس سجاد علی شاہ کو جب عدالت عظمیٰ کا چیف جسٹس مقرر کیا گیا تو اس وقت جسٹس نسیم حسن شاہ کی ریٹائرڈمنٹ کے بعد جسٹس سعد جان سینئر ترین جج تھے اور انہیں قائم مقام چیف جسٹس بنایا گیا تھا۔ درخواست میں استدعا کی گئی کہ وفاقی سیکرٹری قانون کی جانب سے سجاد علی شاہ کو چیف جسٹس مقرر کرنے سے متعلق جاری ہونے والے نوٹیفکیشن کو کالعدم قرار دیا جائے اور صدر کو ہدایت کی جائے کہ درخواست کے فیصلہ تک سینئر ترین جج کو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس تعینات کریں۔

سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس وجیہہ الدین احمد اور مسٹر جسٹس راجہ قریشی پر مشتمل ڈویژن بنچ نے جسٹس سجاد علی شاہ کی چیف جسٹس سپریم کورٹ کی حیثیت سے تقرری کے خلاف آئینی درخواست فوری سماعت کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے غیر معینہ مدت کے لئے سماعت ملتوی کر دی۔

وزیر اعظم کے بعض ساتھیوں نے تجاویز دیں کہ وزیر اعظم کو عدالت کے سامنے ڈٹ جانا چاہیے اور ایک جلوس کی شکل میں عدالت جانا چاہیے۔ بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصر اللہ خان کی جانب سے بلائی گئی کل جماعتی قومی مفادات کانفرنس نے میاں نواز شریف سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ حکومت تمام شعبوں میں ناکام ہو چکی ہے اور نام نہاد بھاری مینڈیٹ اس وقت عملاً ختم ہو چکا ہے۔ اے پی سی کے 26 رہنماؤں نے کہا کہ حکومت آئین اور قانون کی کھلم کھلا دھجیاں اڑا رہی ہے اس لئے اب موجودہ حالات میں قوم کو چاہئے کہ وہ آئین و قانون کی بالادستی کیلئے چیف جسٹس کو سپورٹ کرے۔ 17 نومبر کو میاں نواز شریف نے عدالت میں تحریری بیان دیا جس میں کہا کہ میں عدلیہ کا احترام کرتا ہوں عدلیہ اور اس کے ججوں کی توہین کا تصور تک نہیں کر سکتا تاہم اگر عدالت یا کسی جج نے توہین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس کی تو مجھے افسوس ہے۔

17 نومبر کی رات قومی اسمبلی نے توہین عدالت ایکٹ 1976ء میں ترمیمی بل 1997ء کثرت رائے سے منظور کرلیا تاہم اپوزیشن نے بولنے کی اجازت نہ ملنے پر واک آؤٹ کیا۔ترمیم شدہ بل کے مطابق اب توہین عدالت کے کسی مقدمے میں کسی بنچ کی طرف سے جاری کیے جانے والے کسی شوکاز نوٹس حتمی حکم یا عبوری حکم پر متاثرہ شخص کو انٹرا کورٹ اپیل کا حق ہوگا اور اس اپیل کی سماعت کے لئے بڑا بنچ تشکیل دیا جائے گا۔جس میں ملک کے اندر موجود سپریم کورٹ کے وہ تمام جج شامل ہوں گے جو کیس کی سماعت کرنے والے بنچ میں شامل نہیں تھے اس ترمیم کا اطلاق سپریم کورٹ میں زیر سماعت کیسوں پر بھی ہوگا۔اگر شوکاز نوٹس یا حتمی یا عبوری حکم پر سپریم کورٹ کے تمام ججوں کی نصف یا اس سے زیادہ تعداد نے منظور کیا ہوگا تو اس کے خلاف متاثرہ فرد کی اپیل کی سماعت فل کورٹ کرے گی۔اپیل کے فیصلہ تک شوکاز نوٹس یا عدالتی حکم معطل رہے گا۔اس ترمیم کے تحت سپریم کورٹ سمیت ملک کی کسی بھی عدالت میں پارلیمنٹ کی منظور کردہ آئینی ترمیم کو چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

نوابزادہ نصر اللہ خان نے صدر سے مطالبہ کیا کہ وہ انتہائی عجلت میں پاس کیے گئے توہین عدالت بل کی توثیق کرنے سے انکار کر دیں۔اپنی رہائش گاہ پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ غیر جمہوری سوچ والے حکمرانوں نے ہمیشہ عدلیہ کے اختیارات محدود کرنے کی کوشش کی لیکن آج جو صورتحال سامنے آ رہی ہے' وہ زیادہ افسوس ناک ہے' محض ایک شخص کو بچانے کے لئے پورے آئین کو سبوتاژ کیا جا رہا ہے۔جو متوازی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔

سپریم کورٹ نے 18 نومبر کو سماعت کرتے ہوئے وزیراعظم نواز شریف کو پھر پیش ہونے کا حکم دیا۔اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو نے وزیراعظم نواز شریف کے ایک بیان پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ نواز شریف قوم کو بتائیں کہ ان کے خلاف کون سازش کر رہا ہے کیا وہ صدر ہیں' فوج ہے یا حساس ایجنسیاں میں اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے ان سے پوچھتی ہوں کہ وہ اس سازشی کا نام بتائیں۔وہ 18 نومبر 1997ء کو پارلیمنٹ ہاؤس میں واقع اپنے چیمبر میں صحافیوں سے باتیں کر رہی تھیں انہوں نے کہا کہ کیا سازش کرنے والوں نے وزیراعظم سے کہا تھا کہ وہ توہین عدالت کریں اور پارلیمنٹ کو کھلونا سمجھ کر 2/3 اکثریت کے بل بوتے پر قانون سازی بلڈوز کریں۔انہوں نے کہا کہ نواز شریف کو ان کے ساتھیوں نے غلط مشورے دے کر اس مقام تک پہنچایا ہے وہ ہر اس شخص اور ادارے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جو اتفاق فونڈری کا ملازم بننے پر تیار نہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپریم کورٹ میں توہین عدالت کے مقدمہ کی سماعت کے موقع پر وقفہ کے دوران بار روم میں اکرم شیخ ایڈووکیٹ اور رکن قومی اسمبلی خواجہ محمد آصف میں زبردست جھگڑا اور مار پٹائی ہوئی بعد میں یہ تمام واقعہ چیف جسٹس کے روبرو پیش کیا گیا۔ واقعہ کے مطابق خواجہ آصف نے اکرم شیخ ایڈووکیٹ کو سازش کا حصہ اور چیف جسٹس کا ٹاؤٹ قرار دیا جس پر گالم گلوچ شروع ہوگئی جس کے نتیجے میں اکرم شیخ زخمی ہو گئے۔

وکلاء کی تنظیموں سمیت مختلف حلقوں نے سپریم کورٹ بار کے سابق صدر اکرم شیخ پر تشدد کی شدید مذمت اور اسے عدلیہ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا۔ اس سے اگلے روز مسلم لیگی کارکنوں نے اکرم شیخ پر پھر حملہ کیا وہ جب کارروائی کے لئے سپریم کورٹ پہنچے تو کارکنوں نے لوٹے لوٹے کے نعرے لگائے اور ان کی گاڑی پر پتھراؤ کیا۔ بعد میں پولیس نے اپنی نگرانی میں اکرم شیخ ایڈووکیٹ کو سپریم کورٹ کے احاطے میں پہنچایا۔

19 نومبر کو نواز شریف پر فرد جرم عائد کی گئی اس روز جسٹس سجاد علی شاہ نے صدر لغاری کو خط لکھا جس میں کہا گیا کہ ان کی زندگی کو خطرہ ہے اس لئے ان کے تحفظ کے لئے خصوصی حفاظتی اقدامات کئے جائیں۔ صدر فاروق لغاری نے یہ خط اپنے ریمارکس کے ساتھ وزیر اعظم محمد نواز شریف کو بھیج دیا۔ اس خط کے لفافے پر ہاتھ سے ''کانفیڈنشل، پرسنل اور فوری'' کے الفاظ درج تھے۔

20 نومبر کو سید سجاد علی شاہ کی سربراہی میں تین رکنی بنچ نے صدر مملکت کو ہدایت کی کہ وہ توہین عدالت ترمیمی ایکٹ 1997ء کی منظوری نہ دیں اور اگر اس کی منظوری دے دی گئی ہے تو تا حکم ثانی اس پر عمل درآمد معطل کر دیا جائے۔ جس کے بعد صدر لغاری نے حکومت کی ایک ٹیم کو واضح طور پر کہہ دیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد وہ توہین عدالت کے متعلق پارلیمنٹ سے منظور کئے گئے قانون کی منظوری نہیں دے سکتے۔

26 نومبر 1997ء کو کوئٹہ بنچ نے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کو معطل کر کے 28 نومبر تک کام کرنے سے روک دیا۔ یاد رہے کہ کوئٹہ کے ایک شہری نے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کی تقرری کے خلاف درخواست دائر کر رکھی تھی۔ عدالت نے اپنے حکم میں مزید کہا کہ اس حکم نامے کی ایک نقل فوری طور پر صدر مملکت اور چیف جسٹس کو بھجوا دی جائے۔ چیف جسٹس سجاد علی شاہ نے کوئٹہ بنچ کی طرف سے جاری کئے گئے معطلی کے حکم کو غیر موثر قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ مذکورہ آئینی درخواست کی سماعت قواعد و ضوابط کے مطابق نہیں کی گئی اس لئے یہ حکم غیر موثر ہے۔

حکومت نے صدر کو اجمل میاں کے تقرر کی سمری بھیج دی جس پر صدر نے اپنے قانونی مشیروں سے صلاح مشورہ شروع کیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صدر نے سمری دستخط کئے بغیر واپس بھیج دی اور موقف اختیار کیا کہ چیف جسٹس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کوئٹہ بنچ کا فیصلہ معطل کر دیا ہے اس لئے وہ دستخط نہیں کر سکتے اسی روز سپریم کورٹ میں کوئٹہ بنچ کا فیصلہ چیلنج کر دیا گیا۔

27 نومبر کو سپریم کوٹ کے پانچ رکنی بنچ کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا۔کوئٹہ بنچ نے اپنے فیصلے کو معطل قرار دینے کے سجا علی شاہ کے انتظامی حکم کو مسترد کرتے ہوئے اسے غیر موثر قرار دیا۔پشاور بنچ نے سجاد علی شاہ کی معطلی کے کوئٹہ بنچ کے فیصلے کی توثیق کر دی۔اس روز معطلی اور بحالی کے فیصلے ہوتے رہے لیکن 13 ویں ترمیم کے خلاف رٹ کی سماعت نہ ہو سکی۔اسی رات عدالتی بحران حل کرنے کے لئے صدر فاروق لغاری وزیراعظم نواز شریف' چیئر مین سینٹ وسیم سجاد سپیکر' قومی اسمبلی الٰہی بخش سومرو' وفاقی وزیر قانون خالد انور اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل جہانگیر کرامت کے مابین ملاقاتوں اور صلاح مشوروں کا سلسلہ جاری رہا۔

28 نومبر کو لاہور سے لائے جانے والے مسلم لیگی کارکنوں نے حکومت کے ایماء پر سپریم کورٹ پر حملہ کر دیا توڑ پھوڑ کے علاوہ چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف نعرے بازی کی گئی۔جس کے بعد توہین عدالت کیس ملتوی کر دیا گیا۔جسٹس سجاد علی شاہ کو فوجی کمانڈوز اور پولیس کے پہرے میں گھر پہنچا دیا گیا۔یہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ تھا جس کی مثال دنیا کے کسی خطے میں نہیں ملتی اس واقعے کو پاکستان کی سیاسی اور آئینی تاریخ میں سیاہ ورق کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔اس پر مستزاد یہ کہ بعد میں مسلم لیگی خیالات کے حامل سپریم کورٹ کے ججوں نے تمام ملزمان کو شہادت نہ ہونے کی بناء پر بری کر دیا۔

28 مئی 1998ء

پاک بھارت ایٹمی دھماکے

پاکستان اور بھارت کے درمیان برسوں سے جاری سرد جنگ نے اس وقت ہیجان انگیز کروٹ بدلی جب مئی 1998 میں بھارت اور پاکستان نے گیارہ زیرزمین ایٹمی دھماکے کر کے اپنی ایٹمی قوت کا اعلان کر دیا اس کے بعد دونوں ہمسایہ ملکوں کے درمیان ایٹمی دوڑ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

بھارت نے سب سے پہلے 18 مئی 1974ء کو ایٹمی دھماکہ راجستھان کے صحرا میں کیا جس کے بعد بھارت ایٹمی قوت کے حامل پانچ ملکوں کی صف میں شامل ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے بھارت 1963ء میں ایٹمی تجربات پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پابندی کے ایک معاہدے پر دستخط کر چکا تھا۔ لیکن اس وقت کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے دعوی کیا کہ ان کا ایٹمی پروگرام پرامن مقاصد کے لئے ہے اگرچہ بھارت کے اس تجربے پر دنیا بھر میں مذمت کی گئی لیکن خطے میں طاقت کے توازن کو قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ پاکستان بھی ایٹمی قوت کے حصول کی جدوجہد کرنے والوں میں شامل ہو جائے چنانچہ اس وقت کے وزیراعظم پاکستان مسٹر بھٹو کو کہنا پڑا ہم گھاس کھا کر گزارہ کر لیں گے لیکن ایٹم بم ضرور بنائیں گے چنانچہ انہوں نے فرانس کے ساتھ ایٹمی پراسیسنگ پلانٹ کے حصول کے لئے معاہدہ کیا اس کے بعد حکومتیں بدلتی رہیں اور ایٹمی طاقت کے حصول کے لئے پروگرام کو جاری رکھا گیا اس دوران امریکہ کی طرف سے پاکستان پر برابر دباؤ جاری رہا کہ ایٹمی پروگرام کو رول بیک کیا جائے لیکن بالآخر بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور اقتدار میں پاکستان نے چین سے جدید ترین ٹیکنالوجی حاصل کر لی اور چاغی کے مقام پر موجود پہاڑوں کو کھوکھلا کر دیا گیا۔

ایٹمی تجربات پر عالمی دباؤ کے باوجود بھارت نے راجستھان کے تھر صحرا میں 11 مئی کو تین ایٹمی دھماکے کئے جس پر پوری دنیا خصوصاً جاپان کی طرف سے تشویش کا اظہار کیا گیا لیکن بھارت نے عالمی دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مزید دھماکے کئے۔ جس کے بعد حکومت پاکستان پر عوام کی طرف سے دباؤ شدید ہو گیا ایک طرف دھماکے نہ کرنے کے لئے عالمی دباؤ تھا تو دوسری طرف دھماکے کرنے کے لئے عوامی دباؤ تھا۔ بالآخر حکومت نے عوامی فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے 28 مئی کو بلوچستان میں چاغی کے مقام پر پانچ دھماکے کر کے پاکستان نے نہ صرف بھارت کی برتری کا غرور خاک میں ملا دیا بلکہ ایٹمی قوت رکھنے والا دنیا کا چھٹا اور عالم اسلام کا پہلا ملک بن گیا۔

پاکستان کے دھماکے بھارت کے دھماکوں سے زیادہ طاقتور تھے اس لحاظ سے پاکستان ایٹمی میدان میں بھارت سے آگے ہے۔ اس کا نمبر چھٹا اور بھارت کا ساتواں ہے۔ پانچ میں سے دو دھماکے بالترتیب ۲۵ اور ۱۱ کلوٹن ٹی این ٹی کے مساوی تھے۔ جبکہ پانچوں دھماکوں کی مجموعی قوت ۵۰ کلوٹن ٹی این ٹی سے بھی زیادہ تھی۔

یہ دھماکے عمل انشقاق کے ذریعے عمل میں آئے جسے سائنسی اصطلاح میں ''فشن'' کہا جاتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ خصوصی ساخت کی سرنگیں ریتلے ٹیلوں کے پہلو میں واقع ہونے کے باعث جوہری دھماکوں کی تابکاری سطح زمین پر نہیں آئی۔ دالبندین میں جب دھماکے ہوئے تو زیر زمین ہلکے زلزلہ کی لہریں محسوس کی گئیں۔ دھماکے کے بعد پہاڑی کے پتھروں کا کالا رنگ شدید حرارت کے باعث سیاہی مائل سفید ہو گیا۔ تمام تجربات ہر لحاظ سے مکمل اور کامیاب تھے۔ جن کے نتیجہ میں پاکستان نے مطلوبہ اہداف حاصل کر لئے۔ ان بموں کے ڈیزائن سے لے کر دھماکے کے طریقہ کار تک تمام مراحل ڈاکٹر اے کیو خان لیبارٹری نے سرانجام دیئے۔ تاہم اس اہم سائنسی عمل میں حصہ لینے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے پاکستان ایٹمی توانائی کمشن کے سائنس دانوں کو ڈاکٹر اے کیو خان نے خصوصی طور پر شرکت کی اجازت دی تھی۔اس سے اگلے روز پاکستان نے ایک اور دھماکہ کر کے اپنی سیریز مکمل کر لی۔

پاکستان نے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے پندرہ برس تک صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا تاہم بھارت نے اسے یہ راہ دکھائی اور انتہائی مجبوری کے عالم میں اسے یہ ایٹمی تجربات کرنا پڑے۔اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستان محدود جنگوں میں استعمال ہونے والے چھوٹے ایٹم بم بنائے گا جو کہ سٹیٹ آف دی آرٹ ٹیکنالوجی کا شاہکار ہیں۔ ہائیڈروجن بم کی تیاری اب پاکستان کی آئندہ منزل ہے جس کی جانب وہ گامزن ہو چکا ہے۔

17 اگست 1998ء

امریکہ کی تاریخ کا سب سے بڑا اسکینڈل

وائٹ ہاؤس میں صدر کے دفتر کو اوول آفس کہتے ہیں ۔ جہاں سابق امریکی صدر عورتوں کے ساتھ ’’بدکاریوں کے کھیل کھیلتے رہے ہیں‘‘ ان میں سے چند ایک ایسے بھی ہیں جنہیں اپنے زمانے میں ہی شہرت نصیب ہوئی لیکن جو ذلت ورسوائی ولیم بل کلنٹن کے حصے میں آئی کسی اور کا اس سے واسطہ نہیں پڑا۔

صدر کلنٹن کے عورتوں کے ساتھ جنسی تعلقات کا انکشاف اس وقت ہوا جب وہ امریکہ کے صدر بن چکے تھے ۔امریکی اخبارات و جرائد نے آرکنساس کے بعض عہدیداروں کا یہ اعتراف شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کر دیا کہ وہ کلنٹن کی گورنری کے دوران مختلف عورتوں کو کلنٹن کے پاس بھیجتے رہے ہیں۔

یوں تو صدر کے ساتھ دادعیش دینے والے لڑکیوں کی ایک لمبی فہرست تھی ان میں ڈولی، ہیلری، باربرا، راکیل ویلچ، کیتھلین، جینیفر فلاور اور شیرون سٹون کے علاوہ دیگر بعض لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ڈولی کیلی براؤننگ کا دعویٰ تھا کہ اس کا دوبار صدر کلنٹن کے ساتھ جنسی تعلق قائم ہوا۔ایک اور بیان میں ڈولی نے کہا کہ میرے اور صدر کے درمیان اس وقت بھی تعلقات تھے جب میں گیارہ سال کی تھی اور کلنٹن تیرہ سال کے تھے اور ہم چھپ چھپ کر ملا کرتے تھے۔

ڈولی کیلی براؤننگ نامی سنہرے بالوں والی خوش شکل لڑکی سے کلنٹن کی پہلی ملاقات ہائی سکول کے زمانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوئی۔ اس کا باپ چھوٹی عمر میں ہی اس کی ماں کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اسے اس کی ماں نے پالا۔ کلنٹن کے ساتھ اس کی دوستی صحیح معنوں میں دوستی تھی۔ کلنٹن نے کم از کم تین مرتبہ اس کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ درپیش ہوئی کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا پائے پھر اسی دوران کلنٹن کی زندگی میں ہیلری چلی آئی اور جس دن کلنٹن نے ہیلری کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ڈولی بے حد پریشان رہی۔ کلنٹن نے اسے اس کے ساتھ محض دوستی کا رشتہ قائم رکھنے کی تسلی دی۔ وہ جانتا تھا کہ ڈولی کے ساتھ اس کا تعلق اتنی آسانی کے ساتھ نہیں ٹوٹے گا۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ اس کے اردگرد اڑنے والی تتلیاں اس سے یہ توقع نہیں رکھتی تھیں کہ وہ ان کے ساتھ شادی بھی کرے گا۔ چنانچہ ان لڑکیوں کی حیثیت اب ڈسپوزایبل برتنوں سے زیادہ نہ تھی اور ان میں ایک ڈولی بھی تھی۔

پھر پاؤلا جونز کی شکل میں ایک ایسا زلزلہ آیا جس نے وائٹ ہاؤس کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔ پاؤلا جونز نے 6 مئی 1994ء کو یونائیٹڈ اسٹیٹ ڈسٹرکٹ کورٹ میں مقدمہ دائر کیا کہ اسے ولیم بل کلنٹن سے وہ تمام حقوق دلائے جائیں جن سے اسے محروم کیا گیا ہے۔ اس نے اپنی درخواست میں موقف اختیار کیا کہ جب کلنٹن آرکنساس کے گورنر تھے ایک ملاقات میں گورنر نے اس کے بالوں کی تعریف کی اور جسمانی طور پر بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ وہ کسی طرح سے انہیں ٹال کر دفتر سے باہر نکل آئی اور فوراً اپنے منگیتر سے شادی کر لی۔ اس دوران کلنٹن نے اس کے ساتھ دست درازی کی متعدد کوششیں کیں۔ بالآخر تنگ آ کر وہ ملازمت چھوڑ کر اپنے خاوند اور بیٹے کے ہمراہ کیلی فورنیا چلی گئی۔ مگر یہاں بھی صدر کا ایک کارخاص اس کا پیچھا کرتا رہا۔

یہ کہ کلنٹن جو امریکہ کا صدر ہے اس واقعہ کا اعتراف کرے اور یہ بھی تسلیم کرے کہ پاؤلا جونز نے اس کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اوپر لگائے جانے والے تمام الزامات کی تلافی کے لئے اس سے معافی مانگے۔ بصورت دیگر اسے 75 لاکھ ڈالر بطور ہرجانہ ادا کیا جائے کیوں کہ ان واقعات سے اسے جذباتی صدمہ پہنچا اور ملازمت سے محروم کرنے کی سازش پر ایک کروڑ روپیہ ہرجانہ الگ ادا کیا جائے۔

اسی مقدمے کے دوران ایک سیاہ بالوں والی آفت مانیکا منظر پر آئی جسے پاؤلا جونز کے مقدمے میں گواہی کے لئے بلایا گیا کہ صدر کے ساتھ اس کے کس قسم کے تعلقات ہیں۔ وہ ایک اچھی شکل وصورت کی لڑکی تھی۔ جس سے صدر بہت متاثر ہوئے ان کے تعلقات 18 ماہ جاری رہے وہ کلنٹن کے ساتھ اپنے تعلقات پر فخر کا اظہار کرتی رہی اور اپنے قریبی حلقہ میں یہ کہہ کر شیخی مارتی رہی کہ ایک بڑی عمر کا اہم فرد اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر اس نے ایک موقع پر یہ بھی کہا کہ اس شادی شدہ فرد کے ساتھ تعلقات میں پیچیدگی آ گئی ہے۔ وہ خودنمائی کی شوقین اور لوگوں کی نظروں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے کی ہمیشہ سے خواہش مند رہی تھی۔

وائٹ ہاؤس کے دوسرے ملازمین میں وہ کلچ کے نام سے مشہور تھی جس کا مطلب ہوتا ہے گرفت' یہ نام اس کے ملازم ساتھیوں نے اس لئے رکھا کہ جب بھی کوئی اہم شخصیت اس کے ساتھ ہاتھ ملاتی تو مونیکا پھر اسے جانے نہ دیتی اسے اپنے حسن خداداد کے جال میں جکڑ لیتی۔

گہرے میک اپ' عریاں لباس اور اکثر اوقات ذو معنی فقرے کہنے والی مونیکا اپنی دوسری خاتون ساتھیوں سے مختلف تھی۔ اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ وہ پریشان کن حد تک جارحیت پسند' مہم جو اور اپنے بارے میں بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیتی تھی۔ خود کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا اس کی عادت تھی۔ وہ اپنے گھٹیا مقاصد کے حصول کے لئے کسی بھی حد سے تجاوز کر سکتی تھی۔

جب مونیکا نے وائٹ ہاؤس چھوڑ کر پینٹا گون میں ملازمت اختیار کر لی تو پبلک افیئرز کا ایک افسر ولی بلیک تو اسے شکی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے بتایا کہ جب وہ مونیکا کے ساتھ دسمبر 1996ء میں وائٹ ہاؤس کی کرسمس پارٹی میں شریک ہوا تو مونیکا بڑے ہوشربا لباس میں ملبوس تھی۔ جب وہ استقبالیہ کی لائن میں چلتے چلتے صدر کے پاس پہنچے تو اس کی حیرانی کی انتہاء نہ رہی جب صدر نے بڑے پر جوش انداز میں ''ہائے مونیکا'' کہہ کر اسے اپنی بانہوں میں جکڑ لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مونیکا سرکاری ملازمہ ہی نہیں کچھ اور بھی ہے۔

مونیکا وائٹ ہاؤس میں رضا کارانہ سٹاف میں شامل تھی۔ وہ خوبصورت تھی کم عمر تھی بلکہ ہنس مکھ تھی۔ زبان سے زیادہ اپنی سبز آنکھوں سے بات کرنے کی عادی' سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود کلنٹن سے ملاقات کی شائق تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی ضروری کام یا وجہ کے بغیر اوول ہاؤس اور اس سے ملحقہ گیلریوں اور راہداریوں میں گھومتی نظر آتی۔ اس حوالے سے اسے کئی بار تنبیہہ بھی کی گئی لیکن اس نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ وہ صدر کلنٹن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب رہتی تھی بالآخر اس نے ایک تقریب میں صدر سے ملاقات کر ہی لی۔

پینٹا گون پارک میں ہونے والی ایک تقریب میں اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ وہ بھی موجود تھی۔ کلنٹن کے آنے پر خود کو نمایاں رکھنے کیلئے دیر تک تالیاں بجاتی رہی اور پھر آٹو گراف لینے کے لئے پہنچ گئی۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہلکے سرمئی رنگ کے ایک اسکارف کا انتخاب کیا۔ اپنی شوخ و چنچل مسکراہٹ کے ساتھ اسکارف اور مارکر صدر کی طرف بڑھایا۔ صدر کلنٹن ایک میز کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مونیکا نے صدر کو اپنی پشت پر رکھ لکھنے کے لئے کہا اور صدر کی طرف پیٹھ کر کے کھڑی ہوگئی۔ صدر کو اس کا منفرد انداز بہت پسند آیا مگر صدر نے اس کی درخواست رد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردی۔

صدر کلنٹن جب اسکارف واپس کرنے لگے تو ان کی نظر مونیکا کے سینے پر لگے بلیو کارڈ پر پڑی تو صدر کے پوچھنے پر مونیکا نے بتایا کہ وہ وائٹ ہاؤس میں کام کرتی ہے۔ صدر نے مونیکا کے گال پر ایک ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا۔

''تم بہت خوبصورت ہو''

اس ملاقات کے بعد مونیکا بے حد خوش تھی۔ صدر نے نہ صرف اس کے گال کو چھوا تھا بلکہ اس کی تعریف بھی کی تھی' اس رات وہ مارے خوشی کے سو نہ سکی۔

کلنٹن مونیکا کی بے تکلف اور دلکش مسکراہٹ سے بہت متاثر ہوئے اور مونیکا کو اوول آفس میں ملاقات کی دعوت بھی دے ڈالی۔ ایک سیکورٹی افسر کے بیان کے مطابق کلنٹن اور مونیکا میرے سامنے لنکن بیڈ روم میں گھسے۔ اس بیڈ روم کا نام سابق امریکی صدر ابراہم لنکن کے نام پر رکھا گیا اور اس کمرے میں صرف عالمی لیڈروں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کمرے میں سونا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے اور یہ اعزاز عالمی لیڈروں کے علاوہ مونیکا کو بھی حاصل ہو چکا تھا۔

کلنٹن کے خلاف ہونے والی سازش کا ایک اہم کردار جس نے پس پردہ رہتے ہوئے صدر کلنٹن کو برباد کرنے کے لئے ہر ممکن ہتھکنڈے اختیار کئے۔ وہ وائٹ ہاؤس کی سینئر ملازمہ لنڈا ٹرپ تھی۔ وائٹ ہاؤس میں ملازمت کے دوران لنڈا کی مونیکا سے دوستی ہو گئی۔ یہ دوستی اس حد تک پروان چڑھی کہ مونیکا نے کلنٹن کے ساتھ محبت میں گزارے ہوئے لمحات کی تفصیلی کہانی لنڈا کو سنائی۔ اس دوران لنڈا نے ناقابل تردید ثبوت بھی حاصل کر لئے۔ جو کلنٹن کے خلاف ہونے والی عدالتی کارروائی میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ لنڈا نے آزاد پراسیکیوٹر کینتھ سٹار سے بھی معاملات طے کر لئے۔

کینتھ سٹار نے صدر کلنٹن پر الزامات لگائے کہ انہوں نے ناجائز جنسی تعلقات رکھے۔ وائٹ ہاؤس میں ملازم نوجوان لڑکی کو مجبور کیا۔ اسے جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے کے لئے کہا۔ پاؤلا جونز کیس میں جھوٹی گواہی اور خود حلف لے کر عدالت میں جھوٹا بیان دیا۔

کینتھ سٹار کی درخواست پر عدالت نے مونیکا کیس کو پاؤلا جونز کیس سے الگ کر دیا اور یوں پاؤلا جونز کہیں دب کر رہ گیا اور مونیکا کیس بہت زیادہ شہرت حاصل کر گیا۔ سات ماہ تک جاری رہنے والا سیکس ڈرامہ اس وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلائمکس تک آ پہنچا۔ جب عدالت کے روبرو مونیکا نے صدر بل کلنٹن کے ساتھ اپنے جسمانی تعلقات کا اعتراف کر لیا۔ اس کے بعد 17 اگست 1998ء کو گرینڈ جیوری کے سامنے بیان دیتے ہوئے صدر کلنٹن نے مونیکا کے ساتھ محدود جنسی تعلقات کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے یہ بیان ایک کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعے دیا۔ یہ بیان دیتے ہوئے صدر کلنٹن کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کم از کم تین مرتبہ قوم سے خطاب کرتے ہوئے معافی مانگی یہ امریکہ کی سیاسی تاریخ کا اہم ترین دن تھا۔

20 اگست 1998ء

امریکہ نے افغانستان اور سوڈان پر حملہ کر دیا

امریکی فوج نے 20 اگست 1998ء کو افغانستان اور سوڈان پر حملے کئے جو سعودی مجاہد اسامہ بن لادن کی کارروائیوں کے ٹھکانے سمجھے جاتے تھے اسامہ اس حملے سے بچ نکلے۔ سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں ایک دوا ساز پلانٹ کو نشانہ بنایا گیا طالبان ذرائع نے کہا کہ امریکی طیاروں نے جمعرات کی شب ساڑھے نو بجے کے قریب خوست میں البدر کیمپ اور جلال آباد کے سرحدی علاقوں میں بم گرائے لیکن کوئی بم نشانے پر نہیں گرا۔ اسامہ بن لادن زندہ ہیں اور امریکی طیاروں کی بمباری سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اسامہ لادن نے خوست میں ایک اجلاس کی صدارت کی جسے رات گئے تک جاری رہنا تھا۔ اجلاس پانچ اور چھ بجے کے درمیان شروع ہوا خوست میں نشانہ بننے والے دو علاقے راور کیمپ اور غنڈی ارابیان بھی ہیں۔

واشنگٹن میں بریفنگ دیتے ہوئے وزیر دفاع ولیم کوہن نے بتایا کہ آپریشن پاکستان کی سرحد کے قریب کابل سے 94 میل جنوب میں واقع ایک صنعتی علاقے پر کیا گیا جہاں اسامہ بن لادن کے ٹھکانے تھے۔ ایک سوال کے جواب میں کہ اسامہ بن لادن کہاں ہے اور کیا وہ مارا گیا انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔

انہوں نے بتایا کہ اس آپریشن میں کسی ملک نے ساتھ نہیں دیا صرف امریکی فوج نے یہ کارروائی کی ہے اس کارروائی میں رہائشی علاقوں کو ہدف نہیں بنایا گیا اور بہت کم عمارتیں تباہ ہوئی ہیں۔ امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے کہا کہ یہ حملے امریکہ کی داخلی سیاست کی وجہ سے یا مونیکا لیونسکی کے ساتھ کلنٹن کے جنسی سکینڈل سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیئے گئے بلکہ ان کا واحد مقصد امریکیوں کو دہشت گردی سے بچانا ہے۔امریکی وزیر دفاع نے بتایا کہ امریکہ حسب ضرورت مزید حملے بھی کرسکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان حملوں سے مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا مگر ہمارا پیغام واضح ہے کہ دہشت گردوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جائیگی اور ہم امریکی شہریوں کے دفاع اور اپنے مفادات کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔

امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے بتایا کہ میں اور صدر کلنٹن کئی ہفتوں سے اس ایکشن کی منصوبہ بندی کر رہے تھے اس منصوبے کو اتنا خفیہ رکھا گیا کہ اس کا علم پاکستان میں امریکی سفیر ولیم سائمن کو بھی نہیں تھا۔امریکہ کے سفارتی عہدیداراوران کے معاونین واشنگٹن بالٹی مور انٹرنیشنل ائیر پورٹ پر بدھ کی رات پہنچے اور اس کے بعد 24 گھنٹے کے اندر حملے کر دیئے۔ 2000ء میں امریکی صدارت کے امیدوار نیوٹ گنگرچ نے بھی ان حملوں کی حمایت کر دی اور انہوں نے بتایا کہ مجھے ان حملوں کے بارے میں بتا دیا گیا تھا انہوں نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ ان حملوں کا مقصد حاصل ہو گیا ہے یا نہیں مگر یہ صحیح سمت میں اٹھایا جانے والا قدم ہے

جنرل شلٹن نے الزام عائد کیا کہ اسامہ بن لادن کے گروپ نے1992ء میں صومالیہ میں امریکی فوج پر حملے کئے تھے اس نے مصری صدر حسنی مبارک اور پوپ پر بھی اسی طرح کے حملے کئے۔جنرل شلٹن نے اسامہ بن لادن کے ایک فتوے کا ذکر کیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ امریکیوں پر حملے جائز ہیں۔انہوں نے اپنے اس فتوے میں امریکی فوجیوں،شہریوں،عورتوں اور بچوں میں کوئی امتیاز قائم نہیں کیا تھا۔ادھر جنرل شلٹن نے بتایا کہ خرطوم کے شمال مشرق میں شفاء فارماسیوٹیکل پلانٹ پر مقامی وقت کے مطابق شام 7.30 بجے حملہ کیا گیا جنرل شلٹن نے کہا کہ اس پلانٹ میں کیمیاوی ہتھیار تیار کیے جارہے تھے۔جن میں اعصاب کو شل کرنے والا مواد شامل تھا۔

امریکی صدر بل کلنٹن کے افغانستان اور سوڈان پر فضائی حملوں کے احکامات کا متن درج ذیل ہے

”آج میں اپنی فوج کو حکم دیتا ہوں کہ وہ افغانستان اور سوڈان میں دہشت گردوں کو تربیت فراہم کرنے کے علاقوں پر حملہ کر دیں۔کیونکہ یہ ہماری قومی سلامتی کے لئے خطرے کا باعث بن رہے ہیں۔میں کئی بار پہلے ہی اس امر کا اظہار کر چکا ہوں کہ دہشت گردی اس وقت بین الاقوامی سطح پر سب بڑا خطرہ ہے ہم ان دہشت گردی کی کارروائیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔جب گذشتہ ہفتے نیروبی اور دارالسلام میں امریکی سفارتخانوں کے باہر بم دھماکے ہوئے جس میں امریکیوں سمیت ہزاروں معصوم افریقی ہلاک وزخمی ہوئے آج ہم نے جوابی کارروائی کا فیصلہ کرتے ہوئے دنیا کی متحرک ترین دہشت گردی کے مراکز پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔یہ دہشت گردی کے مراکز افغانستان میں واقع ہیں ا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کو اسامہ بن لادن کا گروہ متحرک کئے ہوئے ہے یہ دہشت گردی کے مراکز انتہائی خطرناک حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ جس کا نشانہ گذشتہ ہفتے ہم بھی بنے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سوڈان میں کیمیائی ہتھیار تیار کرنے کے ایک مرکز پر بھی حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ہمارا نشانہ دہشت گردوں کا مرکز ہے، جس میں دہشت گردوں کو تربیت فراہم کی جاتی تھی ہمارے اس حملے کا مقصد امریکیوں سمیت دیگر قوموں کے معصوم افراد کو نشانہ بنانے کی صلاحیتوں کو تباہ کرنا ہے میں نے چار وجوہات کی بنا پر حملے کا فیصلہ کیا۔

☆ پہلا یہ کہ ہمیں کینیا اور تنزانیہ میں ہونے والے بم دھماکوں کے واقعات میں ان گروپوں کے ہاتھ ہونے کے ٹھوس شواہد ملے ہیں۔

☆ دوسرا یہ کہ دہشت گردوں کے یہ گروپ ماضی میں بھی امریکیوں پر حملے میں ملوث رہے ہیں۔

☆ تیسرا یہ کہ ہمیں امریکیوں پر مزید حملوں کی اطلاعات ملی تھیں۔

☆ چوتھا یہ کیمیائی اور دیگر خطرناک ہتھیاروں کے لئے کوشاں تھے۔

صدر کلنٹن نے کہا کہ امریکہ اور اس کی عوام دہشت گردی کی ان کارروائیوں کی مذمت کرتا ہے اور عالمی امن سلامتی اور آزادی کے لئے دہشت گردوں کے خلاف لڑتا رہے گا۔

صدر کلنٹن نے اپنی تعطیلات کے مقام سے خطاب کرتے ہوئے اپنی افواج کو افغانستان اور سوڈان میں مبینہ دہشت گردی کے تربیتی کیمپوں پر حملے کا حکم دیا اور کہا کہ امریکہ اپنے شہریوں کی آزادی اور سلامتی کا بھرپور دفاع کریگا اور دنیا بھر میں قائم دہشت گردی کے اڈوں کو تہس نہس کر کے دم لے گا۔ امریکہ نے افغانستان اور سوڈان پر گزشتہ روز 75, 80 کروز میزائل برسائے حملے کے دوران استعمال ہونے والے میزائلوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ گائیڈڈ میزائل تھے جنہیں بحیرہ عرب سے داغا گیا ایک دفاعی ماہر کے مطابق اس میزائل کی خوبی یہ ہے۔ کہ اگر ہدف پہ پہنچنے سے پہلے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ عمارت یا پہاڑ وغیرہ آ جائے تو وہ اپنا رخ تبدیل کر کے مذکورہ رکاوٹ کے اوپر سے گزرنے کے بعد دوبارہ اپنی نارمل بلندی پر آ کر ہدف کو نشانہ بناتا ہے۔ کروز میزائل نے 1991ء کی خلیج کی جنگ میں خاصی شہرت حاصل کی تھی یہ میزائل زمین کے مدار میں گردش کرنے والے مصنوعی سیاروں سے رہنمائی حاصل کر کے ایک ہزار چھ سو کلو میٹر دور سے نشانہ لے کر حملہ کر سکتا ہے اس کی رفتار 880 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے پاکستان کے ساحل سے 30.25 کلومیٹر دور سے امریکی بحریہ کے جہاز نے خوست کا نشانہ لے کر ٹام ہاک کروز میزائل مارے جہاں سے خوست گیارہ سو کلومیٹر دور ہے۔ کروز میزائل کو چھوڑنے کے لئے کمپیوٹر کی مدد سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشانہ لیا جاتا ہے کمپیوٹر تمام امور انجام دینے کے بعد گرین سگنل دیتا ہے اور اس کے بعد کروز میزائل کو چھوڑنے کے لئے صرف بٹن دبانا پڑتا ہے باقی کام کروز میزائل خود کر لیتا ہے۔ خوست پر مارے جانے والے کروز میزائل اٹھارہ فٹ لمبے اور ایک ہزار 193 کلوگرام وزنی تھے جن پر 450 کلوگرام وزنی بم لدے ہوئے تھے۔

ٹام ہاک کروز میزائل کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسے راڈار پر شناخت کرنا مشکل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین سے سو میٹر کی بلندی پر سفر کرتا ہے اور وہ راستے میں آنے والی رکاوٹوں سے بچ کر گزرتا ہے اپنے ہدف پر پہنچنے سے قبل وہ تیزی سے فضاء میں بلند ہوتا ہے اور پھر عمود کی صورت میں نیچے گر جاتا ہے۔ ایک کروز میزائل کی تیاری پر دس لاکھ ڈالر لاگت آتی ہے۔

بحیرہ احمر میں موجودہ امریکی جنگی جہازوں نے سوڈان پر میزائل داغے جو کہ بحیرہ عرب میں پاکستان کی سمندری حدود میں رہ کر ہی داغے جا سکتے ہیں۔ جس سے اس شک کو تقویت ملتی ہے کہ امریکہ کو ان حملوں کے لئے پاکستان کی رضا مندی حاصل رہی تاہم پاکستان اور امریکہ کے سفارتی ذرائع اس بارے میں خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن ایک بات یقینی ہے کہ امریکہ نے ان حملوں کے لئے پاکستان سے رابطہ کیا تھا مگر اس رابطہ پر پاکستان کے ردعمل کے بارے میں کوئی واضح پتہ نہیں چلا۔ امریکہ نے افغانستان اور سوڈان پر 75 سے 80 میزائل داغے ان حملوں میں امریکی ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔ افغانستان پر بمباری کے لئے 16 امریکی جنگی طیاروں نے آپریشن میں حصہ لیا ان میں F.15 قسم کے آٹھ اور F.11 قسم کے آٹھ طیارے تھے۔ افغانستان پر امریکی حملے کی اطلاع جی ایچ کیو کے آپریشن روم میں انتہائی اہم اور حساس نوعیت کا اجلاس منعقد ہوا جس میں وزارت دفاع کے سرکردہ عہدیدار بھی شریک ہوئے۔ دارالحکومت کے اعلیٰ ذرائع کے مطابق امریکی بمبار طیارے آپریشن کے لئے تین دن پہلے ترکی کے ایک بیس پر جمع ہوئے تھے جہاں سے یہ طیارے ترکی کے راستے سنٹرل ایشیاء کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اس بارے میں تین طرح کے امکانات سامنے آئے ہیں۔ (1) امریکی طیاروں نے سنٹرل ایشیاء کے راستے افغانستان میں داخل ہو کر بمباری کی۔ (2) امریکی طیارے مسقط سے اڑے اور ایرانی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے۔ (3) امریکی طیارے مسقط سے اڑ کر پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان گئے تھے حملہ کے وقت پاکستان کے تمام راڈار جام ہو گئے۔

پاکستان سمیت دنیا کے متعدد ممالک کے عوام میں شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا البتہ پاکستان حکومت کی پالیسی اس سے مختلف تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

16 جولائی 1999ء

جونیئر کینیڈی حادثے کا شکار ہو گئے

موت کا فرشتہ اپنا شکار اچک لیتا ہے اور اپنے پیچھے دہشت اکلاپا اور ملال چھوڑ جاتا ہے امریکہ کے ہر دل عزیز اور مقبول صدر جان ایف کینیڈی کے اکلوتے بیٹے کینیڈی جونیئر کی اچانک موت نے امریکیوں کو ایسا سوگوار کر دیا ہے۔ جس کی کوئی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ امریکیوں کی آنکھ کا تارا تھا اور امریکی ذرائع ابلاغ فخر و انبساط کے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے۔ بعض لوگ کینیڈی جونیئر کی پرکشش اور دل پذیر شخصیت کا موازنہ ڈیانا سے بھی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں حسن اور شہرت میں دونوں کا اپنا اپنا مقام ہے عجیب اتفاق ہے کہ دونوں ناگہانی اور حسرت ناک موت سے دوچار ہوئے لیکن مرنے کے بعد بھی دونوں کی مقبولیت روزافزوں ہے۔

امریکہ میں کینیڈی خاندان بیک وقت خوش قسمت اور بدقسمت خاندان شمار کیا جاتا ہے گزشتہ پچاس برسوں میں کینیڈی خاندان کو کئی المناک اموات کا سامنا کرنا پڑا کوئی اور خاندان ہوتا تو ان المناک حادثات کے بعد ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گیا ہوتا لیکن جو لوگ کینیڈی خاندان کے پس منظر سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کینیڈی خاندان کے افراد فطرتاً جسمانی خطرات مول لینے کو تیار رہتے ہیں۔

صدر جان ایف کینیڈی کے بڑے بھائی جوزف کینیڈی نے جنگ عظیم دوم میں ایک خطرناک ترین فضائی مشن میں رضا کارانہ طور پر شمولیت اختیار کی اور وطن کی خاطر جان قربان کر دی۔ 1946ء میں ان کی بہن کیتھلن بھی ایک فضائی حادثے کا شکار ہو گئیں خود جان ایف کینیڈی کو صدارت کے دوران نومبر 63 میں قتل کیا گیا۔ امریکیوں کے لئے یہ ایک ایسا صدمہ تھا جو انہیں ابھی تک نہیں بھولا۔

جان ایف کینیڈی نے 1960ء میں رچرڈ نکسن کو سخت ترین مقابلے کے بعد شکست دی تھی اور وہ امریکہ کے نوجوان ترین صدر قرار پائے تھے۔ 1964ء میں جان ایف کینیڈی کے چھوٹے بھائی ایک فضائی حادثے میں بال بال بچے لیکن 1968ء میں کینیڈی خاندان کو ایک اور جان لیوا حادثہ سہنا پڑا جب جان ایف کینیڈی کے بھائی رابرٹ ایف کینیڈی کو لاس اینجلس میں اچانک قتل کر دیا گیا۔ انہوں نے کیلی فورنیا سے ابتدائی انتخاب جیت لیا تھا رابرٹ کینیڈی کی موت نے جان ایف کینیڈی کی بیوہ جیکولین کینیڈی کو لرزا کر رکھ دیا وہ بجا طور پر ڈر گئیں کہ کوئی خفیہ ہاتھ کینیڈی خاندان کو مٹانے پر تلا ہوا ہے اگر ایسا ہے تو ان کا اگلا نشانہ کینیڈی جونیئر بھی ہو سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیکولین کینیڈی نے سوچا اور انہوں نے ایک ایسا فیصلہ کیا جس کی بظاہر کوئی توقع نہیں کی جارہی تھی انہوں نے یونان کے ارسٹوٹل اوناسس سے دوسری شادی کر لی اور اپنے دونوں بچوں آٹھ سالہ کینیڈی جونیئر اور گیارہ سالہ کیرولین کینی کے ہمراہ نیویارک چھوڑ دیا البتہ تھوڑے عرصے بعد وہ واپس لوٹ آئیں۔ جیکولین کینیڈی نے اپنے بچوں خصوصاً کینیڈی جونیئر کی بڑی احتیاط سے پرورش کی لیکن انہوں نے اپنا محتاط طرز عمل کبھی زیادہ نمایاں نہیں کیا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا اپنے باپ اور چچا کی موت کا کوئی منفی تاثر قبول نہ کرے۔

وہ کینیڈی کی تربیت ایک نارمل بچے کے طور پر کرنا چاہتی تھیں اور سچ تو یہ ہے کہ خود کینیڈی جونیئر نے اس سلسلے میں اپنی ماں کی بے حد مدد کی وہ اپنے اردگرد حفاظتی اقدامات کو پسند نہیں کرتا تھا اور جب موقع پاتا تھا اپنے نگرانوں کو جل دے کر غائب ہو جاتا۔ ایک بار اسکول کے زمانے میں جب وہ اپنے نگرانوں سے بچ کر سنٹرل پارک میں گھوم رہا تھا تو ایک چور نے اس کو قیمتی سائیکل سمیت اغوا کرنے کی کوشش کی۔ حفاظتی دستے کو معلوم ہوا تو وہ جوابد ہی کے خوف سے گھبرا گیا لیکن بعدازاں کینیڈی جونیئر کی ماں جیکولین کو ساری صورتحال کا علم ہوا تو انہوں نے حیران کن طور پر اسے اپنے بیٹے کے لئے ایک سبق آموز واقعہ قرار دیا ان کا کہنا تھا اس سے کینیڈی جونیئر میں اپنی حفاظت آپ کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور وہ مشکلات کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہے گا۔

دراصل جیکولین کو معلوم تھا ان کا بیٹا اپنے اردگرد کی دیوار کو پسند نہیں کرتا کینیڈی خاندان کے حادثاتی پس منظر کے باوجود جیکولین اپنے بیٹے کی اس افتادِ طبع کو پسند کرتی تھیں وہ اس کو مردوں کی طرح کی زندگی بسر کرتے دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے کینیڈی جونیئر کو یکے بعد دیگرے کردار سازی کرنے والے کئی سکولوں میں داخل کرایا تا کہ وہ ایک صحت منداور مضبوط ذہن کے ساتھ اپنے فیصلے خود کر سکے۔

1971ء میں جب اس کی عمر بمشکل دس سال تھی جیکولین نے اسے پیرا کی کوہ پیمائی وغیرہ کی تربیت کے لئے گھر سے دور ایک جزیرے میں بھیج دیا۔ 1974ء میں وہ گوئٹے مالا میں زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے پہنچا اور جنگلوں میں سوتا رہا تھا جیکولین نے اور بھی کئی تربیتی مقامات پر اسے بھیجا مقصد یہ تھا کہ وہ زندگی کی مشکلات اور اس کے مصائب سے کماحقہ آگاہ ہو جائے ان تجربات سے نوجوان کینیڈی نے یہ سیکھ لیا تھا کہ خطرات کو کبھی اپنے اعصاب پر سوار نہیں کرنا چاہئے بقول بوبی ''کینیڈی مشکلات سے کبھی نہیں گھبراتے وہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں''۔

کینیڈی جونیئر ایک اپنی وضع کا نوجوان تھا جسمانی کھیلوں کی طرف رغبت کے باعث تعلیم کی طرف اس کا زیادہ دھیان نہیں تھا حساب سے اسے سخت نفرت تھی بچپن میں ایک بار تو حساب میں کمزوری کے باعث اس کا ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال ضائع ہو گیا تھا لیکن اسے کوئی پچھتاوا نہیں تھا پڑھائی سے زیادہ اسے اداکاری وغیرہ سے زیادہ دلچسپی تھی خود جیکولین بھی ماضی میں سٹیج کی پرفارمر رہ چکی تھیں لیکن امریکی زرد صحافت کے ڈر سے وہ اس سے دست کش ہو گئی تھیں۔ یہ چنگاری اب غالباً کینیڈی جونیئر میں سُلگ رہی تھی اس کے باوجود کینیڈی اداکاری کو باقاعدہ طور پر اپنانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا اخباری رپورٹروں سے گفتگو کرتے ہوئے ایک بار اس نے کہا تھا یہ صرف میرا شوق ہے اور کچھ نہیں۔ جیکولین کینیڈی کو وکیل بنانا چاہتی تھیں ان کے اصرار پر کینیڈی نے تین متواتر کوششوں کے بعد قانون کا امتحان پاس بھی کر لیا لیکن کچھ عرصہ پریکٹس کے بعد اس کا جی وکالت سے اچاٹ ہو گیا۔

کینیڈی کے دوستوں کا کہنا تھا وہ جگمگ کی دنیا کا آدمی تھا وہ خوبصورت عورتوں کے درمیان آسودہ اور مطمئن رہتا تھا اپنی پرکشش شخصیت اور پر ہیبت خاندانی پس منظر کی بدولت اسے گرل فرینڈز کی کوئی کمی نہیں تھی وہ جس کو چاہتا تھا اپنی دوست بنا لیتا تھا۔

بعض لوگوں کا کہنا تھا کینیڈی کو حسن پرستی ورثے میں ملی تھی اسکے دادا سر جوزف کینیڈی مشہور اداکارہ گلوریا جانسن کی زلف گرہ گیر کے اسیر رہے تھے۔ اس کے والد جان ایف کینیڈی کے معاشقے بھی ان کی موت کے بعد منظر عام پر آ چکے ہیں اس پس منظر میں جان ایف کینیڈی جونیئر نے بھی کئی گل کھلائے اداکارہ ڈائیریل ہانا سمیت کئی لڑکیوں سے اس کے معاشقے زبان زد خاص و عام رہے تھے تا آنکہ وہ کیرولین بیسٹ کے تیر نظر کا شکار ہوا اور ڈھیر ہو گیا۔

کیرولین بیسٹ سے کینیڈی کی پہلی ملاقات نیو یارک کے ایک چیریٹی شو میں ہوئی نظروں کا تبادلہ ہوا اور دل کا معاملہ طے ہو گیا دونوں کو اپنا اپنا آئیڈیل مل گیا تھا بہت تھوڑے عرصے میں دونوں نے ایک دوسرے کے مزاج کو بھی سمجھ لیا اور زندگی بھر ساتھ نبھانے کا عہد کر لیا۔ کیرولین کے ماں باپ میں علیحدگی ہو گئی تھی اور کیرولین کی سہیلیوں کے مطابق اس نے اس کا واضح اظہار تو نہیں کیا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا لگتا تھا وہ عدم تحفظ کے احساس سے دو چار ہے بہر حال سکول کے زمانے سے ہی اس کی خوبصورتی کا چرچا ہو گیا تھا سینٹ میری ہائی سکول میں اسے خوبصورت ترین لڑکی کا خطاب ملا تھا البتہ بوسٹن یونیورسٹی کے زمانے میں اس نے اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا اور پس منظر میں رہنے کو ترجیح دی گریجویشن کے بعد اسے ایک مہنگے ترین بوتیک میں ملازمت مل گئی بعد ازاں اس کا تبادلہ نیو یارک کر دیا گیا جہاں بہت تھوڑے دنوں میں اس کی رسائی اعلیٰ مقامی حلقوں تک ہو گئی۔

کیرولین کے بعض مداح اس میں جیکولین کینیڈی کی جھلک تلاش کرتے ہیں ان کا کہنا ہے آرائش و زیبائش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ جیکولین سے گہری مماثلت رکھتی تھی جیکولین کینیڈی کچھ عرصہ پہلے کینسر کے جان لیوا مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئی تھیں۔کینیڈی کے لئے یہ بہت گہرا صدمہ تھا اپنی ماں جیکولین سے اس کا انس مثالی تھا جب تک وہ زندہ رہیں وہ زندگی کے ہر معاملے میں ان سے رہنمائی لیتا رہا اسے یقین تھا اگر اس کی ماں جیکولین زندہ ہوتیں تو وہ بھی کیرولین کے حق میں اس کے فیصلے کو پسند کرتیں کینیڈی اور کیرولین کی جوڑی امریکہ کی خوبصورت ترین اور ہر دلعزیز سمجھی جاتی تھی اور امریکی چارلس اور ڈیانا سے ان کا موازنہ کرتے تھے۔

امریکی سوسائٹی میں کینیڈی کو ایک سیلانی اور لاابالی نوجوان سمجھا جاتا تھا یہ واضح تھا کہ اپنے والد کے برعکس اسے سیاست سے کوئی خاص دلچسپی نہیں وہ اپنی دنیا میں مگن رہنا چاہتا ہے لیکن 1995ء میں اس نے جارج میگزین کا اجرا کر کے سب کو چونکا دیا جارج میگزین ایک مختلف نوعیت کا جریدہ تھا اخباری حلقوں میں اسے سیاست اور شوبز کا ملغوبہ قرار دیا گیا ہر چند کہ وہ مالی طور پر مستحکم نہیں سمجھا جاتا تھا اس کے باوجود اس کی اشاعت چار لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ سیاست اور شوبز کو ایک ساتھ رکھنے کی وجہ سے سنجیدہ سیاسی حلقوں میں اسے زیادہ پذیرائی حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن عوامی حلقوں نے بڑی گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ جارج میگزین کی بدولت کینیڈی کو سر برآوردہ سیاسی اور غیر سیاسی شخصیات سے تبادلہ خیال کا موقع ملا کینیڈی نے دنیا کی نمایاں اور اہم شخصیات کے انٹرویو کا سلسلہ شروع کیا ابتدائی انٹرویو میں کینیڈی نے اپنا لہجہ نرم رکھا لیکن بتدریج اس نے تیکھے سوالات کرنے کا قرینہ بھی سیکھ لیا اور بعض اوقات اس کے سوال میں بھی ایک انکشاف چھپا ہوتا تھا۔

جارج میگزین کے اجرا کے بعد نیویارک کے سیاسی حلقوں نے کینیڈی پر زور دینا شروع کیا کہ وہ عملی سیاست کے میدان میں قدم رکھ دیں۔اس کے دوستوں کا کہنا ہے اس نے فیصلہ کر لیا تھا وہ نیویارک سے سینیٹ کے آئندہ الیکشن میں حصہ لے گا بشرطیکہ ہیلری کلنٹن نے حصہ نہ لیا اس نے اپنے بااعتماد دوستوں کے ذریعے اپنے لئے فضا ہموار کرنا شروع کر دی تھی لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

فضاؤں میں اڑنا کینیڈی کو سب سے زیادہ پسند تھا۔صرف ایک سال پہلے اسے فلائنگ کا لائسنس ملا تھا اور وہ کامیاب پرواز پر بے حد نازاں تھا فلائنگ اسکا مشغلہ بھی تھا اور کھیل بھی اس کا کہنا تھا جب وہ فضا میں ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو ایک آزاد پنچھی محسوس کرتا ہے لیکن اسے شکوہ تھا کہ اسکا کوئی دوست اور رشتہ دار اس کے ساتھ سفر کرنے کو تیار نہیں ہوتا وہ اس کے ساتھ فلائنگ میں خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

یوایس اے ٹوڈے کے رپورٹر سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا وہ صرف اپنی بیوی کیرولین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسٹ کو اپنے ساتھ طیارے میں سفر کرنے پر آمادہ کر سکا ہے کینیڈی کے خاندانی ذرائع کے مطابق کیرولین بھی عام طور پر پروفیشنل پائیلٹ کے ساتھ سفر کرتی ہے کینیڈی کی ڈرائیونگ میں اسے ڈر لگتا ہے اس لئے دونوں الگ الگ طیاروں سے سفر کرتے تھے ۔البتہ 6 جولائی کو اس نے کینیڈی کے ساتھ اکھٹے سفر کیا لیکن ایک فلائٹ انسٹرکٹر ان کے ہمراہ تھا اس وقت کینیڈی طبی طور پر طیارہ اڑانے کے قابل نہیں تھا لیکن آخری اڑان سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے ڈاکٹروں نے اسے فلائنگ کے لئے موزوں قرار دیا تھا۔

اس نے ایک بے حد طاقتور سنگل انجمن والا نیا طیارہ Pioer.Saratega خریدا تھا اس طیارے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے ایمرجنسی میں کنٹرول کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے لیکن کینیڈی خطرات سے گریز کرنے والا نہیں خطرات سے کھیلنے والا آدمی تھا زندگی کی اس آخری شام کو کینیڈی سر شام ہی تیار ہو گیا اسے اپنے ایک کزن کی شادی میں پہنچنا تھا۔ کیرولن بیسٹ نے ہمیشہ کی طرح اصرار کیا کہ اس اہم موقع پر پروفیشنل پائلٹ کے ساتھ سفر کرنا بہتر ہے اس کے ساتھ اس کی بڑی بہن لارین بیسٹ بھی تھی وہ کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھی ۔لیکن کینیڈی کی ضد تھی کہ وہ اس کے ساتھ سفر کریں اس نے وعدہ کیا کہ وہ کوئی بے احتیاطی نہیں کرے گا بالآخر کیرولین مان گئی کینیڈی کے طیارے کو رات دس بجے تک Vineyard ائر پورٹ پہنچ جانا چاہئے تھا جہاں اس کے رشتہ داران کے استقبال کے لئے موجود تھے ۔9.39 منٹ پر کینیڈی کا طیارہ سکرین سے اچانک اوجھل ہو گیا۔اس مقام سے ساحل سمندر صرف دس میل تھا اور ون یارا ئیر پورٹ تقریباً 19 میل کے فاصلے پر واقع تھا کینیڈی کا طیارہ مقررہ وقت پہ نہ پہنچا تو تشویش کی ٹھنڈی لہر کینیڈی خاندان کے اعصاب میں سرائیت کر گئی کیا پھر کسی حادثے نے ان کا گھر دیکھ لیا تھا کیا پھر اجل نے کینیڈی خاندان کے کسی فرد کو تاک لیا تھا۔

امریکی عوام میں افسردگی بڑھتی جاتی تھی آئندہ چند روز میں کینیڈی خاندان کے گھر کے باہر لوگوں نے پھولوں کے ڈھیر لگا دیئے حسن وشہرت کی بلندیوں سے شروع ہونے والی کہانی سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو گئی اور اپنے پیچھے غم والم کی ایک ایسی داستان چھوڑ گئی جو مدتوں نہ بھلائی جا سکے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11 اگست 1999ء

بیسویں صدی کا آخری مکمل سورج گرہن

11 اگست 1999ء کو اس صدی کا آخری مکمل سورج گرہن ہوا جسے بحراوقیانوس سے خلیج بنگال تک 2 ارب لوگوں نے دیکھا۔ مکمل سورج گرہن تقریباً اٹھارہ ماہ بعد ہوتا ہے تاہم جزوی سورج گرہن ایک سال میں 2 سے پانچ بار لگتے ہیں بعض علاقوں میں سورج گرہن سال میں دوبار اور کچھ علاقوں میں سال میں پانچ بار بھی ہوتا ہے جو لوگ اس سال سورج گرہن دیکھنے سے محروم رہے انہیں سائنسدانوں نے 2001ء میں افریقہ جانے کا مشورہ دیا اگلا مکمل سورج گرہن اکیسویں صدی کے آغاز میں جنوبی افریقہ میں آسانی سے دیکھا جاسکے گا۔

پاکستان میں کراچی ٹھٹھہ حیدرآباد لس بیلہ پنجگور اور تربت میں مکمل سورج گرہن لگا کراچی میں آسمان پر گہرے بادل چھائے رہے لوگوں کی بڑی تعداد نے چھتوں پر چڑھ کر گرہن دیکھا مساجد میں خصوصی عبادات کی گئیں ایک منٹ 13 سیکنڈ کے مکمل گرہن کے دوران شہر میں اندھیرا چھا گیا اور شہریوں کو لائٹیں جلانا پڑیں اہل کراچی اور ٹی وی ناظرین نے اس کو صدی کا یادگار لمحہ قرار دیا۔ پشاور میں 70ء اور کوئٹہ میں 90 فیصد گرہن لگا۔ پشاور میں لوگ گرہن دیکھنے کے لئے چھتوں اور کھلے میدانوں میں نکل آئے واپڈا نے اس دوران آدھ گھنٹہ تک لوڈ شیڈنگ کی ملک کے دیگر شہروں میں جزوی گرہن لگا راولپنڈی اسلام آباد میں زیادہ وقت بادل چھائے رہے پی ٹی وی نے گرہن براہ راست دکھایا۔ لوگوں کی بڑی تعداد اور بچوں وخواتین نے گھروں میں بیٹھ کر سکرین پر گرہن دیکھا باقی لوگ عام کالے چشموں ایکسرے فلموں اور نیگٹوز سے گرہن انجوائے کرتے رہے۔ توہم پرستی میں بھارت نمبر لے گیا ہندو اپنی روحوں کو پاک کرنے کے لئے اشنان کرتے رہے۔ بھارت میں گرہن گجرات سے شروع ہو کر خلیج بنگال میں ختم ہو گیا۔ ممبئی میں حفاظتی چشمے لگائے گئے ۔ لاکھوں شائقین کو مون سون کے بادلوں کی وجہ سے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا ایرانی شہر اصفہان گرہن دیکھنے لئے بہترین شہر قرار پایا۔

ہزاروں غیر ملکی سیاحوں اور ماہرین فلکیات نے یہاں گرہن کا نظارہ کیا انہوں نے دن دیہاڑے شہر کو اندھیرے میں ڈوبتے دیکھا۔ اس موقع پر سڑکوں اور میدانوں پر زبردست رش تھا ایرانی مسلمانوں نے اس موقع پر خصوصی نماز ادا کی۔ ایران کے ہمسایہ جنگ زدہ افغانستان میں اس موقع پر کوئی جوش وخروش دیکھنے میں نہیں آیا کابل کے ایک دکاندار کے مطابق ہمارے لئے اہم روٹی اور اپنی جان کا تحفظ ہے اہل ترکی نے سورج کو دھیرے دھیرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاند کی گرفت میں آتے ہوئے نہایت شوق سے دیکھا۔

انقرہ میں ترکی کے ارکان پارلیمنٹ قانون سازی کا عمل روک کر باہر لان میں اکٹھے ہو گئے اور اس قدرتی مظہر سے لطف اندوز ہوئے عراق کے شہر موصل میں جب سورج مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب گیا تو ہر طرف اللہ اکبر کی صدائیں گونج اٹھیں کرد آبادی نے ڈھول اور برتن بجائے یورپ میں گرہن کا آغاز برطانوی شہر کارنیوال سے ہوا یہاں لاکھوں لوگ جمع تھے مگر انہیں گہرے بادلوں نے مایوس کر دیا اور وہ لوگ بارش کے دوران برساتیوں میں ملبوس چھتریاں ہاتھوں میں لئے بادلوں میں سورج اور چاند کی آنکھ مچولی دیکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

پیرس میں بھی ہزاروں لوگ مکمل گرہن کا نظارہ کرنے جمع ہوئے ایفل ٹاور کے پاس تقریباً 15 ہزار لوگ جمع تھے دن میں رات ہونے پر ٹاور کی بتیاں جلائی گئیں۔ ویٹکن سٹی میں پوپ نے گرہن کے شائقین کے لئے اپنی معمول کی تقریر جلد ختم کر دی رومانیہ میں مکمل گرہن ہوا۔ سب سے زیادہ وقت 2 منٹ 23 سیکنڈ تک لگا اس موقع پر درجہ حرارت گر گیا لوگوں نے تالیاں بجا گرہن کا استقبال کیا۔

خلیجی ریاستوں میں بڑی تعداد میں لوگوں نے نماز کسوف ادا کی ماہرین فلکیات کی پیشین گوئی کے مطابق 11 اور 12 اگست کی درمیانی رات شہاب ثاقب بھی گرے جنہیں پاکستان کے اکثر شہروں میں دیکھا گیا۔

کینیڈا میں بحر اوقیانوس کے ساحلی علاقے نیو فاؤنڈ لینڈ میں لوگ علی الصبح بیدار ہوئے تو انہوں نے ایک ساتھ 2 سورج طلوع ہوتے دیکھے۔ صبح 5 بجے اس چھوٹے سے قصبہ کے باسیوں نے ایک طرف سے سورج اور دوسری جانب سے چاند کو ایک دوسرے کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔ بالآخر چاند سورج کے 93 فیصد حصے پر غالب آ گیا ایک شخص نے کہا کہ اسے ناشتہ کرتے ہوئے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ ڈنر کر رہا ہو صدی کے عظیم سائے کا یہ سفر اگلی صدی کے لئے اپنی یادیں چھوڑ کر ختم ہوا۔

سورج گرہن نے مختلف پیش گوئیوں اور توہمات کو بھی گہنا دیا۔ فرانسیسی نجومی ناسٹر ڈیمس کی باتوں کی تاویلات کرنے والے بھی ناکام ہو گئے کیونکہ اس روز دنیا تباہ ہوئی نہ کوئی بڑی تبدیلی آئی۔ اسی طرح خلائی سٹیشن کے پیرس پر گرنے کی بات بھی غلط نکلی نیپلز میں معروف کمپنی نے ایکلپس پیزا کے نام سے نئی ڈش متعارف کرائی۔

بلجیم میں ایک انجینئر نے سورج کو ہڑپ کرنے والے چاند کو مارنے کے لئے ایک بہت بڑا آگ کا تیر آسمان کی طرف چلایا رومانیہ میں جہاں گرہن نے زندگی کے معاملات کو روک دیا وہاں بخارسٹ کے چڑیا گھر میں زرٹو اپنی مادہ کے ساتھ رومانس کرنے پر تل گئے چڑیا گھر کے منتظم کے مطابق جانور گرہن سے دھوکہ کھا گئے انہوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھا کہ رات ہوگئی ہے وہ رات کو رومانس کے عادی ہیں۔

سورج گرہن میں لوگوں کی دلچسپی آج کی بات نہیں یہ صدیوں پرانی بات ہے زمانہ قدیم میں روم یونان بابل چین مصر اور امریکہ کی تہذیبوں میں بھی اس کا ریکارڈ رکھنے کی روایات کا پتہ چلا ہے۔ چین میں دو ہزار سال قبل از مسیح میں بھی سورج گرہن کا ریکارڈ رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی مگر اس وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ سورج گرہن ہوتا کیسے ہے اس وقت عام خیال یہی تھا کہ دنیا تباہ ہونے والی ہے۔ اس لئے سورج کو دنیا سے پھینک دیا گیا جس کی وجہ سے اندھیرا ہی اندھیرا ہوگیا ہے۔ اس لئے سورج یا چاند گرہن کے لئے اکلپس کا جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ بھی یونانی زبان سے ہی لیا گیا تھا جس میں اکلپس کا مطلب چھپ جانا یا متروک ہو جانا کے ہیں۔

بابل کی تہذیب میں 721ء قبل از مسیح میں بھی لوگ سورج گرہن کے بارے میں مختلف خیالات رکھتے تھے۔ کوئٹے مالا تہذیب جاپان نے سوج گرہن کے بارے میں کافی معلومات جمع کی تھیں۔ کولمبس نے امریکہ میں چوتھے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے سورج گرہن سے حاصل شدہ اعداد و شمار سے مدد لی تھی۔ 9 ویں صدی عیسوی میں ممتاز عرب ماہر نجوم التبامی نے بھی علم نجوم اور سورج گرہن کے بارے میں زبردست معلومات حاصل کی تھیں تاہم جدید سائنس کے سامنے آنے کے بعد 19 ویں اور 20 ویں صدی میں سورج گرہن اور چاند گرہن انسانی دلچسپی کا زبردست مرکز بن گئے۔ جوہانز کپلر گلیلیو نیوٹن اور آئن سٹائن سمیت متعدد سائنسدانوں نے اپنے اپنے قوانین اور نظریوں کی روشنی میں سورج گرہن اور چاند گرہن کی توضیح بیان کی۔

رواں صدی میں کل 79 مکمل سورج گرہن لگے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ سورج گرہن والے علاقے ہر وقت بدلتے رہتے ہیں ایک علاقے کی باری دوبارہ آنے میں کم و بیش 300 سے 400 سال لگتے ہیں۔ جس علاقے میں 11 اگست کو مکمل سورج گرہن نظر آیا ان علاقوں میں اسے دوبارہ دیکھنے کے لئے کم از کم 300 سال لگیں گے۔

سورج گرہن کو تصاویر کے ذریعے سٹڈی کرنے کا کام 1851ء میں شروع ہوا جب سورج گرہن کی پہلی بار تصویر کشی کی گئی۔ کائنات میں صرف یہی دو سورج گرہن اور چاند گرہن نہیں ہو رہے ہوتے بلکہ مختلف ستاروں کے مختلف نظاموں میں گرہن ہو رہے ہوتے ہیں جیسا کہ مشتری کے چار چاند ہیں انہیں بھی گرہن لگتا ہے اسی طرح کائنات میں لگ بھگ 3 ہزار ایسے ستارے موجود ہیں جنہیں گرہن لگتا ہے مگر ہم صرف سورج گرہن اور چاند گرہن سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر آپ کسی سپر سانک طیارے میں سوار ہو کر 3200 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گرہن کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ساتھ سفر کریں تو آپ (طیارے میں بیٹھ کر) مکمل سورج گرہن کا نظارہ ایک گھنٹے تک کر سکتے ہیں۔

سورج گرہن کے آغاز میں سورج پر ایک باریک سا ''دھبہ'' ہوتا ہے تقریباً 10 سیکنڈ میں سورج گرہن اتنا ہو جاتا ہے کہ اس کا مشاہدہ کیا جا سکے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر سورج گرہن مکمل ہو جاتا ہے اگر زمین چاند اور سورج ایک ہی مدار میں گھوم رہے ہوں تو پھر ہر ماہ مکمل طور پر سورج گرہن کیوں نہیں لگتا؟ ایسا ضرور ہوتا، سورج گرہن ہر ماہ لگتا، اگر چاند کے مدار میں 5 درجے کا فرق نہ ہوتا ماہرین کے مطابق چاند کا مدار زمین کے مقابلے میں 5 درجے سورج کی طرف ہے جس کے باعث سورج گرہن ہر ماہ نہیں لگ سکتا اگرچہ اب ایک سال میں کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ 5 جزوی گرہن لگتے ہیں۔ گرہن مختلف مقامات پر ہی دیکھے جا سکتے ہیں زیادہ تر لوگوں کو اگر سال میں ایک گرہن دیکھنے کو مل جائے تو یہ ان کی خوش قسمتی ہے۔

سورج کے مقابلے میں چاند 400 گنا چھوٹا ہے اور 400 گنا ہی دور ہے اس لئے جب وہ زمین اور سورج کے درمیان میں آتا ہے۔ تو پھر سورج کو مکمل طور پر ڈھانپ لیا ہے اگر اس کا فاصلہ مختلف ہوتا تو بھی سورج گرہن اس طرح سے نہ لگتا تاہم سورج گرہن کے وقت چاند پورے طور پر سورج کو نہیں ڈھانپ سکتا چنانچہ سورج کے گرد ایک باریک سی لکیر رہ جاتی ہے۔ چونکہ سورج چاند سے 400 گنا بڑا ہے مگر اتنا ہی دور بھی ہے اس لئے زمین سے سورج اور چاند برابر برابر نظر آتے ہیں۔ سائنسی ماہرین کے مطابق چاند زمین سے ہر سال 2.5 انچ دور ہو رہا ہے اگر وہ اسی رفتار سے دور ہوتا رہا تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب مکمل سورج گرہن نہیں لگ سکے گا تاہم اس میں کروڑ ہا سال لگیں گے۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

14 اگست 1999ء

ڈائس ایک اہم ایجاد

کمپیوٹر سے متعلق جو ایجادات ہو رہی ہیں ان میں ''ڈائس'' ایک اہم ایجاد ہے۔ ایسا طریقہ کار ہے جو نہ صرف ویب کے صفحات کو آواز کی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے بلکہ اگر کوئی چاہے تو ٹیلی فون کے ذریعے ویب کے صفحات سن بھی سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے ای میل کے پیغامات بھی با آسانی سنے جا سکیں گے۔ اس ایجاد سے ایک اہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے ویب کے صفحات نابینا افراد کی پہنچ میں آجائیں گے اور پھر کوئی شخص اپنے ای میل یا دوسرے پیغامات گاڑی چلاتے ہوئے ڈپارچر لاونج میں فلائٹ کا انتظار کرتے ہوئے کسی اہم میٹنگ میں مصروفیت کے دوران بھی وصول کرنا چاہے تو باآسانی کر سکے گا۔

پرنسٹن میں سیمنز کارپوریٹ ریسرچ کے سائنس دانوں وین بلاٹ بنیسن گوز اور بسو نے سیمنز جرمنی کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک نئی ٹیکنالوجی دریافت کی ہے جس کے ذریعے کمپیوٹر استعمال کرنے والے ویب کے صفحات یا ای میل کے پیغامات تک ٹیلی فون کے ذریعے رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس تیکنیک کو

DELIVERING INFORMATION IN A ECLLULAR ENVIRONMENT

(DICE) کہا جاتا ہے۔ اس تیکنیک میں ای میل یا Hypertext (HTML) Marup Language دستاویزات کا ایک کمپیوٹر الگوروم کے ذریعے تجزیہ کیا جاتا ہے اور یہ کمپیوٹر ان دستاویزات کو وائس سینتھیس انجن کے ذریعے آڈیو میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ڈائس کی تیکنیک اس سے کہیں زیادہ کامیاب ثابت ہوئی ہے جتنا کہ اس کے موجدوں نے سوچا تھا انٹرنیٹ کے صفحات کو آواز میں تبدیل کر کے اس تیکنیک نے انٹرنیٹ کو بصارت سے محروم ایسے افراد کی پہنچ میں کر دیا ہے جو محض ٹیلی فون رکھنے کی استطاعت رکھتے ہیں یہ ایک بہت بڑا اقدم ہے خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو کمپیوٹر نہیں خرید سکتے اس ٹیکنیک کے ذریعے وہ لوگ بھی انٹرنیٹ سے مستفید ہو سکیں گے جو کسی غیر پیداواری کام میں مصروف ہوں مثلاً گاڑی چلا رہے ہوں کسی فلائٹ کا انتظار کر رہے ہوں یا "ڈائس" کی ٹیکنیک اس لحاظ سے اور بھی اہم ہے کہ اس کے ذریعے دستاویز کی شکل اور لے آؤٹ کا تجزیہ بھی کیا جاتا ہے۔ جس سے نہ صرف دستاویز کی عبارت منتقل ہو جاتی ہے بلکہ اس کی شکل کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ گوز کہتے ہیں کہ اگر میں کسی دستاویز کی صرف عبارت کو پائپ میں ڈال کر اسپیچ سنتھیس سے گزاروں تو اس کا نتیجہ زیادہ بامعنی اور خوشگوار نہیں ہوگا۔ لیکن اگر میں اس کے عنوانات ایک آواز میں سنواؤں اس کے اہم حصوں کے عنوان دوسری آواز میں اور اسکی عبارت تیسری آواز میں تو آپ مشکل سے مشکل دستاویز بھی بغیر دیکھے آسانی سے سمجھ لیں گے۔ یہ خیال ذہن میں رکھتے ہوئے سیمنز کارپوریٹ ریسرچ کے محققین نے اس بات کا جائزہ لیا کہ کیا HTMIL دستاویزات کو آواز میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور کیا اس میں ایسی خصوصیات پیدا کی جا سکتی ہیں کہ اس سے دستاویز کی عبارت اور شکل بھی واضح ہو جائے۔ اس ضمن میں انہیں اندازہ ہوا کہ مختلف قسم کی تجزیہ شدہ آوازیں دستیاب ہیں جن میں خواتین، مردوں، جوانوں، بوڑھوں وغیرہ کی آوازیں شامل ہیں اور ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آوازوں کو خصوصیات پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسے زور دینے کے لئے اتار چڑھاؤ کی رفتار کے لئے وقفے اور آواز کی بلندی کے لئے۔

اس ٹیکنیک کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں ایک ایسے الگورم نظام کو ترقی دی گئی ہے جو ویب کے صفحات کی شکل کو سمجھ سکتا ہے جو بظاہر دیکھنے میں بہت آسان معلوم ہوتا ہے کہ HTMIL دستاویزات کو زبان میں تبدیل کر دیا جاتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ سب HTMIL لکھنے والے ایک طرح کی زبان استعمال نہیں کرتے۔ گوز کے خیال میں اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جیسے کچھ لکھنے والے ایک عنوان کے لئے مختلف زبان استعمال کریں اور ایک معیاری زبان کو نظر انداز کر دیں۔ اس لئے ایسے خصوصی الگورم کو ترقی دینے کی ضرورت ہے جس سے اس صورت حال کو واضح طور پر بیان کیا جا سکے۔ لہٰذا محققین نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ ایک ایسا پروگرام طے کر لیا جائے کہ جس میں صفحے کے سیکشن کے سائز اور عبارت کی لمبائی سے لکھنے والے کا ارادہ معلوم ہو جائے اس طرح اگر عنوان کا سائز بڑا بھی ہوگا۔ تو بھی سیکشن کی لمبائی سے اس کی لمبائی کم ہوگی۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ تصاویر اور گرافکس کا کیا کیا جائے؟ ڈائس میں چونکہ تصویروں کا تجزیہ نہیں ہوتا بلکہ جب کوئی تصویر اس پر آجاتی ہے تو اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے اس کے علاوہ اگر صفحہ تحریر کرنے والا ہوشیار ہے تو وہ اس تصویر کے ساتھ اس کا مختصر حال بھی لکھ دیتا ہے۔ اور ڈائس اسے پڑھ لیتا ہے۔

سیمینز کارپورٹ ریسرچ کے محققین سیمینز آٹو موٹو ٹیکنالوجی کے انجینئرز کے ساتھ کاروں کے لئے ڈائس بنانے پر کام کر رہے ہیں اس کے علاوہ وہ کمپنی کے انفارمیشن اور کمونی کیشن گروپ کے ساتھ ای میل کے لئے بھی کام کر رہے ہیں اور جہاں تک گاڑیوں کے ڈائس کا نظام ہے تو یہ دراصل ریڈیو کے طور پر کام کرے گا یہ پورا نظام آواز سے چلے گا یعنی استعمال کرنے والا اپنے ڈائس میں ایسا پروگرام لگائے گا جو اسکے پسندیدہ ویب سائٹ کا ہوگا۔ پھر کار ٹیلی فون استعمال کرتے ہوئے انٹرنیٹ سروس پروائڈر یا اس کے کمپیوٹر سے رابطہ قائم کرے گا جبکہ ڈائس آواز پہچاننے کی خصوصیت کی بناء پر سائٹو کے نام شناخت کر کے ان کے یونیفارم ریسورس لوکیٹرس URLs کے ساتھ رابطہ کرے گیا۔ اور جب آپ اسے اپنا کوڈ اور پاس ورڈ بتا دیں گے تو یہ نظام کچھ اس طرح کام کرے گا۔

ڈائس:۔ خوش آمدید ڈائس شروع ہوتا ہے۔ اب آپ کا پسندیدہ پروگرام بھیجا جا رہا ہے۔

گوز "واشنگٹن پوسٹ بھیجو"

ڈائس: اس صفحے کا عنوان واشنگٹن پوسٹ ہے 7 بج کر 29 منٹ صبح جمعہ دسمبر اس کے بعد کئی طرح کی آوازیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ ئیں گی پھر یہ نظام عنوان بتائے گا۔

گوز ''سیاست''

ڈائس: (مردانہ آواز میں) ''کمیٹی نے پتہ چلایا ہے سنیٹر نے فنڈز میں خورد برد کی ہے۔''

ڈائس: (زنانہ آواز میں) ''اور ہاؤس ویز کمیٹی کا کہنا ہے کہ اس کے پاس سینیٹر کے خلاف نا قابل تردید ثبوت موجود ہیں'' اس کے علاوہ اس نظام کو استعمال کرنے والے کے پاس ایسے آلات بھی موجود ہوتے ہیں جن سے وہ اسٹوری کی مزید تفصیلات معلوم کرسکتا ہے یا عنوانات چھوڑ کر اسٹوری کا خلاصہ سن سکتا ہے گوز کہتے ہیں کہ دستاویزات کو تیزی کے ساتھ آگے سننا یا پیچھے کرنا صرف زبانی احکامات دینے سے ممکن ہے لیکن کسی دستاویز کو سننے میں مشکل بھی پیش آسکتی ہے کیونکہ بار بار آنے والی چیزیں مثلاً رابطے وغیرہ کسی نہ کسی آواز سے منسلک ہوتے ہیں۔

ڈائس کو آواز کے علاوہ پچ ٹون کے ذریعے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن آواز سے کام لینے میں زیادہ سہولت رہتی ہے۔ مثلاً آپ ڈپارچر لاؤنج میں فلائٹ کے روانہ ہونے کا انتظار کر رہے ہیں تو آپ اس دوران اپنی ای میل بھی حاصل کرسکتے ہیں اور اس پر عمل اس طرح ہوگا۔

گوز ''ای میل پلیز''

ڈائس ''ای میل موڈ منتخب کرلیا گیا ہے اب آپ کی ای میل بھیجی جا رہی ہے آپ کے چھ نئے پیغامات آئے ہیں۔

گوز ''میں پہلی ای میل چاہتا ہوں''

ڈائس: (بزرگ مرد کی آواز میں) ''پہلی ای میل سیھنز کا پوریٹ ریسرچ کے وین بلاٹ کے پاس سے آئی ہے ڈاٹ سیھنز ڈاٹ کا عنوان دلچسپ ویب سائٹ ہے'' (جوان مردانہ آواز) ''آج صبح مجھے ایک دلچسپ ویب سائٹ کا پتا چلا'' (زنانہ آواز): ''HTTP سلیش سلیش''

گوز: ''صفحہ کھولو''

ڈائس: مطلوبہ ویب صفحے پر منتقل کر دیا ہے۔

اسی طرح ای میل کا جواب دینا بھی بہت آسان ہے آپ صرف اتنا کہیں جواب اور ڈائس آپ کا پیغام ریکارڈ کرلے گی گوز کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آپ کا پیغام ایک آڈیو فائل کے طور پر بھیجے گی جو ای میل سے جڑی ہو گی۔ لیکن جواب موصول کرنے والا اس پیغام کو محض سن سکے گا کیونکہ وہ تحریری شکل میں جواب حاصل نہیں کرسکتا ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خیال میں اس لحاظ سے یہ ٹیکنالوجی ابھی مکمل نہیں ہے۔

جب کہ موجود ٹیکنالوجی میں بھی کچھ مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسی پیغام میں پاور پوائنٹ دستاویز بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک مشکل چیلنج ہے کیونکہ فی الحال کسی گراف تصویر کو آڈیو کی شکل میں تبدیل کرنے کا کوئی اچھا طریقہ موجود نہیں ہے پھر الفاظ کی دستاویزات بھی مسئلہ پیدا کر سکتی ہیں اگر ان کو پہلے HTML میں تبدیل نہ کیا گیا ہو۔

لیکن ان چند مسائل کے باوجود ڈائس ایک اہم پیش رفت ہے اس نے آواز کے تجزیئے کو ایک صنعت کی حیثیت دے دی ہے جسے اسپیچ ایپلی کیشن پرگرامز انٹرفیس (SAPI) کہا جاتا ہے۔

ڈائس انگریزی کے علاوہ دوسری زبانیں بھی پڑھ سکتی ہے اس سلسلے میں گوز کا خیال ہے کہ اگر آپ ایک فرانسیسی دستاویز بھیجیں تو پہلے ڈائس زبان معلوم کرنے والے الگوروم کو استعمال کرے گی تا کہ اصل زبان معلوم ہو جائے پھر اس زبان کو اسپیچ سنتھیس انجن کے ذریعے بھیجے گی جو آپ کو دستاویز صحیح طور پر پڑھ کر سنائے گا ڈائس جو چیزیں پڑھ کر سنائے گی وہ صرف خشک اور سنجیدہ ہی نہیں ہوں گی بلکہ وہ اسی آسانی کے ساتھ عام ادبی میگزین کے کالموں کے اقتباسات بھی پڑھ سکے گی اسے کسی فلائٹ کے بارے میں تازہ معلومات حاصل کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جا سکے گا اور اس سے کوئی روزمرہ اخبار بھی پڑھوا کر سنایا جا سکے گا۔

ڈائس ٹیکنالوجی ابھی اتنی نئی اور اتنی اہم ہے کہ یہ پیشن گوئی کرنا مشکل ہے کہ یہ ہماری عام زندگی پر کس طرح اثر انداز ہو گی مگر ایک بات بہر حال یقینی ہے کہ یہ ان دوسری تیکنیکوں کے ساتھ مل کر کام کرے گی جو کچھ عرصہ بیشتر ہی شروع ہوئی ہیں مثلاً پام پائلٹس اور ہمراہ رکھے جانے والے کمپیوٹر وغیرہ اس ضمن میں گوز کا خیال ہے کہ جوں جوں یہ آلات چھوٹے ہوتے جائیں گے بڑے پیمانے پر دیکھے جانے والے منظر پہنچ سے دور ہو جائیں گے۔ لہٰذا ڈائس ٹیکنالوجی ہی اس خلاء کو پورا کرے گی۔

گوز نے یہ بھی پیشن گوئی کی ہے کہ جلد ہی ڈائس تیزی سے کام کرنے کے ساتھ ساتھ سستی بھی ہو جائے گی اور پھر بجائے اس کے کہ ایک سروس بہم پہنچانے والے سے رابطہ کرنے کے مختلف مراحل سے گزرا جائے اپنے فون پر محض ایک پرزہ لگا دینے سے ہر وہ چیز جو ہم ضروری سمجھتے ہیں ہماری پہنچ میں ہو گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21 اگست 1999ء

ٹینس کی جرمن شہزادی ریٹائر ہوگئی

ٹینس کی دنیا پر پندرہ برس سے زائد عرصہ تک حکمرانی کرنے کے بعد ''جرمن شہزادی'' سٹیفی گراف نے اچانک ریٹائرمنٹ کا اعلان کر کے اپنے لاکھوں مداحوں کو ششدر کر دیا سٹیفی گراف جہاں ٹینس کی دنیا میں لیجنڈ کی حیثیت رکھتی ہے وہاں انہیں کھیلوں کی تاریخ میں عظیم ترین خاتون کھلاڑی بھی قرار دیا جاتا ہے۔

سٹیفی گراف نے گزشتہ ہفتے آنسوؤں بھری آنکھوں اور افسردہ آواز کے ساتھ اپنی ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا سٹیفی کا کہنا ہے کہ میں ان دنوں جوش و جذبے کے ساتھ پرفارم نہیں کر پا رہی تھی اور ٹورنامنٹس میں حصہ لینے کی میری خواہش بھی دم توڑ چکی تھی۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اب کھیل کو خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ اگرچہ یہ فیصلہ مشکل اور کٹھن تھا لیکن یہ فیصلہ مجھے ہر صورت کرنا تھا اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ ٹینس کو خیرباد کہنے کے بعد میری زندگی پر سکون ہوگئی ہے۔ کچھ عرصہ قبل نجی مسائل کی وجہ سے سٹیفی گراف ٹینس سے آؤٹ رہی۔ مئی میں مارٹینا ہنگس کو ہرا کر فرنچ اوپن جیتنے کے بعد ہر کسی کا خیال یہی تھا کہ سٹیفی کی نئے سرے سے ٹینس کی دنیا میں آمد ہوئی ہے ویمبلڈن فائنل کھیلنے کا بھی اعزاز حاصل کیا لیکن یو ایس اوپن سے قبل ریٹائرمنٹ کا اعلان ہر کسی کے لئے حیرانگی کا باعث ہے۔

30 سالہ سٹیفی گراف نے ریٹائرمنٹ کا اعلان کرنے کے بعد کہا کہ ٹینس کی گلیمر سن دنیا مجھے ہمیشہ یاد رہے گی لیکن اب میری نئی زندگی بڑی دلچسپ ہوگی میں اب اپنا زیادہ وقت سیاحت میں گزار رہی ہوں مجھے اب ان ممالک میں جانے کا موقع ملا ہے جہاں میں کھیل کی مصروفیات کی وجہ سے نہیں جا سکتی تھی۔

سٹیفی گراف کا جرمنی میں نمائشی میچ کھیلنے کا بھی ارادہ ہے اس کے بعد وہ تین کم عمر کھلاڑیوں بفر میا بیورک اور کیرولین رہا کی کوچنگ کریں گی۔ گراف کو امید ہے کہ ان میں سے ایک کھلاڑی ضرور ان کی طرح کامیابیاں حاصل کرے گی سٹیفی گراف کی مارکیٹنگ ایجنسی بچوں کے لئے ایک خیراتی ادارہ بھی بنائے گی سٹیفی گراف کا کہنا ہے کہ میں اب ان تمام کاموں پر توجہ دوں گی جو میں ہمیشہ کرنا چاہتی تھی لیکن مصروفیت کی وجہ سے نہیں کر پائی تھی میں ڈائیونگ بھی سیکھوں گی اور میری خواہش ہے کہ میں پیراشوٹ سے چھلانگ لگاؤں۔

سٹیفی گراف جو 14 جون 1969ء کو برول جرمنی میں پیدا ہوئیں نے چار برس کی عمر میں ٹینس کھیلنا شروع کر دیا تھا انہوں نے 1982ء میں تیرہ برس اور چار ماہ کی عمر میں پہلی مرتبہ پروفیشنل ٹورنامنٹ کھیلا انہوں نے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریئر میں 107 مئنس جیتے جن میں 22 گرینڈ سلام ٹائٹل شامل ہیں انہوں نے ٹینس کی دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ویمبلڈن ٹائٹل تھا 7 مرتبہ جیتا۔

انہوں نے مجموعی طور پر 377 ہفتے عالمی نمبر ایک کھلاڑی رہ کرنئی تاریخ رقم کی اپنے سنہری بالوں کی پونی نیل کرنیوالی دلکش شخصیت کی مالک سٹیفی گراف کی آمدنی اب تک کی تمام خواتین کھلاڑیوں سے زیادہ ہے انہوں نے 21.8 ملین امریکی ڈالرز اپنے کریئر میں کمائے ٹینس کی حسین اور خوشگوار یادوں کے ساتھ ساتھ سٹیفی گراف کو بڑے تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا درس بیکر کی طرح سٹیفی گراف کی بھی جرمنی میڈیا نے کبھی قدر نہیں کی جرمن میڈیا کی طرف سے مس گراف کو ہمیشہ دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد جرمن میڈیا کا رویہ مثبت ہے جہاں بھر کے اخبارات نے سٹیفی گراف کو شاندار خراج تحسین پیش کیا ہے وہاں جرمنی کے اخبارات بھی اس میں پیچھے نہیں رہے۔

3 دسمبر 1999ء

لاہور میں سو بچوں کا قتل

3 دسمبر 1999ء کو جب 100 بچوں کے قتل کا انکشاف ہوا تو پورے ملک میں اس واقعہ کی بازگشت سنائی دی۔ اس اندوہناک خبر نے شہر کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا اور پورے لاہور کی پولیس حرکت میں آ گئی۔ جاوید نامی ایک شخص کی طرف سے پولیس کے اعلیٰ حکام کو ایک خط موصول ہوا۔ جس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ 17 ستمبر کو تھانہ غازی آباد پولیس نے میرے ساتھ ہونے والی ناانصافی کا ازالہ نہیں کیا جس کا بدلہ لینے کے لئے میں نے 20 جون 1999ء سے 13 نومبر تک ایک سو بچوں کو قتل کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں نے انتقام لیا ہے۔ گھروں سے بھاگے ہوئے جو بچے آ جاتے ہیں ان کو ورغلا کر راوی روڈ کرائے کے ایک گھر میں لے جاتا جہاں تمام بچوں کو قتل کیا۔ میں نے ہر بچے کو قتل کرنے کے بعد ڈرم میں پھینک دیا اور اس پر تیزاب ڈال دیا جب لاش گل سڑ جاتی۔ میں اسے گٹر میں پھینک دیتا اب اس مکان میں میں نے چند لاشیں ڈرموں میں رکھی ہیں جو میرے دعویٰ کا ثبوت ہیں۔ ملزم کی اس تحریر کے فوری بعد جب ایک مقامی اخبار کی ٹیم وہاں پہنچی تو پولیس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ گھر کے اندر ڈرم میں گوشت کے لوتھڑے تھے جو کسی کیمیکل میں ڈالے گئے تھے۔

لاہور کی تاریخ کے اس بڑے سانحے کی خبر نے پورے شہر کو ہراساں کر دیا۔ جن لوگوں کے بچے کچھ عرصہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا پتہ تھے۔انہوں نے اخبارات سے رجوع کیا۔ملزم نے پولیس حکام کو 57 سے زائد تصاویر ارسال کی تھیں جن میں سے لاہور سے تعلق رکھنے والے بیشتر کے لواحقین نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ ان کے بچے واقعی گھروں سے غائب ہیں اور وہ ان کی تلاش میں ہیں۔

ملزم جاوید اقبال نے اپنے خط میں مزید لکھا کہ میں 16 بی راوی روڈ کا رہنے والا ہوں 17 ستمبر کو مسلم آباد فتح گڑھ میں میرا اور میرے 12 سالہ ملازم ارباب کا بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔سوتے میں ہمارے سروں پر بندوق کے بٹ مار کر کھوپڑی ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی۔میرا جبڑا توڑ دیا گیا میری ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔اس کے علاوہ ریڑھ کی ہڈی بھی فریکچر ہو گئی اور میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔میں 22 روز تک جنرل ہسپتال میں مسلسل بے ہوش رہا اور مجھے بے ہوشی کی حالت میں ہی گھر بھیج دیا گیا۔یہی حال چھوٹے ملازم کا بھی ہوا۔یہ قتل میرے ملازموں نے کئے ایک بھاگ گیا اور دوسرے کو محلے داروں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔اس کے ساتھ میری سیف سے نکالے گئے 6 ہزار روپے بھی تھے۔لیکن تھانہ غازی آباد کے ایس ایچ او نے میرا مقدمہ خرد برد کر دیا۔پولیس اور ملزموں کے ہاتھوں اس ظلم کے خلاف میں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کر کے انتقام لینے کا ارادہ کر لیا۔

اس مقصد کے لئے مرشد نے نمک کا تیزاب' زہر سائنائٹ اور گندھک کا تیزاب فراہم کیا۔16 کین اور تین ڈرم پلاسٹک کے دیئے۔پہلا قتل یاسر نامی 14 سالہ لڑکے کا کیا جو حافظ آباد کا رہنے والا تھا اس کے منہ پر سائنائٹ اور گندھک سے پیدا ہوئی گیس کا ماسک لگا دیا وہ دس سیکنڈ بعد ختم ہو گیا تو ڈرم میں ڈال کر تیزاب میں ڈال دیا۔ 70 کلو تیزاب 1140 روپے کا ملا جو ایک ہی رات میں لاش کو پانی بنا گیا۔جسے میں نے گٹر میں بہا دیا۔جب یہ تجربہ سو فیصد کامیاب ہو گیا تو پھر ہر روز انسانوں کو ختم کر کے لاشیں گٹر میں بہائی جانے لگیں۔

ملزم کے خط کے مطابق 6 ماہ تک خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہی۔سب دوست جن کے مشورے سے یہ کام شروع کیا گیا تھا انہوں نے اسے مکمل کرنے تک میرا بھرپور ساتھ دیا۔اس کام کی کامیابی کے باعث یہ انتقام کا جذبہ لوگوں کے لئے تفریح بن گیا۔کسی نے جذبہ انتقام میں میرا ساتھ دیا۔کسی نے اپنا شوق پورا کرنے کے لئے کسی نے روپوں کے لالچ میں اور کسی نے بدکاری کے شوق میں میرا ساتھ دیا۔

20 جون سے 13 نومبر تک خدا نے میری دعاؤں کے مطابق گنتی 100 تک پوری کر دی اور یہ سارا کام بغیر کسی پریشانی کے کر دیا میں نے اپنی ماں کو اپنے سرہانے بیٹھے راتوں کو روتے دیکھا۔میری صحت کے لئے صدقے دیتے دیکھا جب میں ٹھیک نہ ہو سکا۔کاروبار کے قابل نہ رہا تو میری زندگی لاش سے بدتر ہو گئی تب میری ماں کو ہارٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹیک ہوگیا اور وہ 26 جولائی 1999ء کو چل بسی۔

لاہور شہر کے ایک نہایت گنجان آباد علاقے کی ایک چھوٹی سی گلی جس میں مشکل سے 8,7 مکان تھے۔صرف 150 دنوں میں 100 بچوں کا خون بہایا گیا لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔اس سارے معاملے میں پولیس نے جس روایتی بے حسی کا مظاہرہ کیا وہ بلاشبہ اپنی مثال آپ ہے۔دنیا بھر کے کسی ملک میں کسی شہر کی پولیس اس قدر ''مثالی'' نہیں ملے گی کہ جس کو ملزم کی طرف سے خود خط لکھ کر اور پھر پیش ہو کر اس واردات کے متعلق بتایا گیا ہو لیکن وہ بتانے والے کو پاگل قرار دے کر دھتکار دے اور جائے وقوعہ پر باہر ہی سے ایک چکر لگا کر یہ سمجھ لے کہ اپنا فرض پورا کر لیا ہے اور سب اچھا ہے کی رپورٹ دے دے۔

100 بچوں کے قاتل ملزم جاوید اقبال مغل کا تعلق لاہور سے تھا۔اس کے خلاف 1991ء میں پہلا پرچہ تھانہ شاد باغ میں درج ہوا جس میں اس پر الزام تھا کہ اس نے ایک بچے کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔پھر اس کے خلاف ایسے ہی الزامات کے مختلف تھانوں میں کل چار پرچے درج ہوئے۔ملزم نے یہ ساری کارروائی باقاعدہ منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد کی اور اپنے ذہن میں بنائے ہوئے ٹارگٹ کی تکمیل تک اس نے اس بات کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی۔لیکن ٹارگٹ کو پورا کرنے کے بعد اس نے ساری کارروائی کی اطلاع ایک تفصیلی خط میں لکھ کر ڈی آئی جی آفس بھیج دی۔ڈی آئی جی کی طرف سے وہ خط ایس پی سٹی کو بھجوایا گیا۔جبکہ ایس پی' سی آئی اے نے بھی اپنے ماتحت عملہ سے اس معاملے کی تصدیق کرنے کے لئے کہا لیکن سوائے معمول کی کارروائی کے کچھ نہ کیا گیا۔ملزم نے جب یہ دیکھا کہ اس کے خطوط پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو وہ خود ایک پولیس افسر کے پاس پیش ہو گیا اور اسے بتایا کہ اس نے سو بچے قتل کئے ہیں لیکن اس پولیس افسر نے اس کو پاگل قرار دے کر کمرے سے نکال دیا۔ملزم نے خط کی ایک کاپی مقامی اخبار کے دفتر بھی بھجوائی' اخبار کی ٹیم جب وہاں پہنچی تو کمرے میں ملزم کی بتائی ہوئی تمام چیزیں موجود تھیں۔ ڈرموں میں لاشیں بھی تھیں اور کمرے کی دیواروں پر مختلف طرح کے چارٹس چسپاں تھے جن پر ملزم کا اقبالی بیان اس کی اپنی لکھائی میں درج تھا۔

اس واقعہ کے بعد انتظامیہ کی تمام مشینری حرکت میں آ گئی۔ پولیس نے ملزم کے گرد گھیرا تنگ کر دیا لیکن باوجود ہزار کوشش کے ملزم کو گرفتار نہ کر سکی۔تاہم ایک روز 31 دسمبر 1999ء کو اچانک ڈرامائی طور پر ملزم جاوید اقبال نے مقامی اخبار کے دفتر میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ چند ماہ تک مقدمے کی سماعت جاری رہی عدالت نے جرم ثابت ہونے پر قصاص کے تحت ملزم کو 100 مرتبہ سزائے موت کا حکم سنایا اور عدالت نے قرار دیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ملزم کے گلے میں زنجیر ڈال کر پھانسی دینے کے بعد اس کے جسم کو سو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو تیزاب کے ڈرم میں ڈال کر تحلیل کر دیا جائے۔ عدالت نے لاشیں ضائع کرنے کے الزام میں ملزم جاوید اقبال مغل کو سات سو سال قید کی سزا سنائی۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں سفارش کی کہ ملزم کو مینار پاکستان کے سامنے بچوں کے ورثاء کے سامنے یہ سزا دی جائے۔ مجرم جاوید اقبال نے اپنے ساتھی مجرم سمیت 6 اکتوبر 2001ء کو کوٹ لکھپت جیل میں خودکشی کر لی۔ یہ ڈیوٹی پر موجود پولیس افسران کی غفلت کا نتیجہ تھا یا کوئی اور راز؟

(روزنامہ جنگ لاہور)

12 اکتوبر 1999ء

پاکستان میں چوتھا مارشل لاء

میاں نواز شریف کے دوسرے دور اقتدار کو بحرانوں کا دور کہا جاتا ہے۔ ان کے دور اقتدار میں چھ جرنیلوں کو اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا۔ پھر انہوں نے عدلیہ کے ساتھ ایسی بدترین محاذ آرائی کا آغاز کیا جس نے ملکی سیاسی تاریخ کو ایک عظیم صدمے دوچار کر دیا یعنی حکومت کے ایما پر مسلم لیگی کارکنوں نے جن میں قومی اسمبلی کے ممبران بھی شامل تھے سپریم کورٹ پر حملہ کر دیا۔ یہ ایسا بدترین واقعہ تھا جس کی مثال دنیا کی جمہوری سیاسی تاریخ میں نہیں ملتی جس کے نتیجے میں صدر لغاری اور چیف جسٹس آف پاکستان کو رخصت ہونا پڑا۔

میاں نواز شریف نے اپنے مختصر دور اقتدار میں فوج کے ساتھ بھی محاذ آرائی جاری رکھی نواز شریف نے وزیراعظم کی حیثیت سے فوج کے سربراہ جنرل جہانگیر کرامت کو برطرف کر کے ایک ایسے عمل کا آغاز کر دیا تھا جو بالآخر خود ان کے اپنے زوال کا سبب بن گیا اور ان کی طرف سے طاقت کا اظہار ان کی ناکامی صورت اختیار کر گیا۔

جب پی آئی اے کی کمرشل فلائٹ پی کے 805 جو سری لنکا سے کراچی کے لئے روانہ ہوئی اور جس میں جنرل پرویز مشرف اور ان کے اہل خانہ سمیت 200 مسافر سوار تھے کو کراچی اترنے سے روک دیا گیا جس میں ایندھن متبادل ضرورت سے نہایت کم تھا۔ یہ ایسا خطرناک کھیل تھا جس کے سو فیصد کامیاب ہونے پر انحصار کیا گیا تھا منصوبے کی ناکامی کے پہلو پر غور نہ کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ منصوبہ ناکام ہو جانے پر میاں نواز شریف گرفتار کر لیے گئے اور سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں نواز شریف اور فوج کے درمیان محاذ آرائی کا آغاز اس وقت ہوا جب میاں نواز شریف نے امریکہ کی خواہش کی تعمیل میں بھارت کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں بے حد دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔اس زمانے میں میاں نواز شریف اور ان کے وزراء بھارت کے ساتھ اپنے کاروباری مفادات وابستہ کئے ہوئے تھے اور اپنی شوگر ملوں کی چینی چار روپے کی سبسڈی کے ساتھ بھارت بھیج رہے تھے جبکہ میاں نواز شریف کے بھارت میں بعض دیگر کاروباری منصوبے زیر تکمیل تھے۔

جب کارگل کا محاذ گرم ہوا تو اس زمانے میں میاں نواز شریف کی امن پسندی کی فضا قائم ہو رہی تھی بھارتی وزیر اعظم نے ہاٹ لائن پر رابطہ کر کے نواز شریف سے سخت احتجاج کیا لیکن میاں نواز شریف نے خود کو اس معاملے سے علیحدہ رکھتے ہوئے واجپائی کو بتایا کہ کارگل کی لڑائی میں پاکستانی فوج شامل ہے اور سویلین قیادت کو اس معاملے سے لاعلم رکھا گیا ہے پھر بعد میں یہ موقف بھی اختیار کیا گیا کہ نواز شریف اور آئی ایس آئی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

کارگل کی لڑائی جاری تھی کہ بھارتی میڈیا جنرل پرویز مشرف اور چیف آف جنرل سٹاف لیفٹیننٹ جنرل عبدالعزیز کے درمیان چین سے ہونے والی مبینہ گفتگو کا ٹیپ منظر عام پر لے آئی جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ تنہا فوج نے کارگل کا منصوبہ ترتیب دیا تھا تحقیقات کرانے پر انکشاف ہوا کہ یہ ٹیپ آئی ایس آئی کے ذریعہ بھارت پہنچایا گیا تھا۔

جن دنوں مجاہدین کی بھارتی فوج کے ساتھ جنگ شدت اختیار کر رہی تھی میاں نواز شریف کے باؤلر باغ جناح لاہور کی وکٹ پر انہیں چوکے لگانے کے مواقع فراہم کر رہے تھے اور میاں نواز شریف چوکے لگا کر خوش ہو رہے تھے۔ یہ قوم کے ساتھ ایک سنگین مذاق تھا۔ چنانچہ بھارت کے پیدا کردہ جنگی ماحول سے گھبرا کر میاں نواز شریف نے کلنٹن کو فون کر کے منت سماجت کی کہ وہ 4 جولائی 1999ء کو ملاقات کے لئے وقت دیں۔ صدر کلنٹن نے ازراہ مہربانی یہ درخواست قبول کر لی اور میاں نواز شریف سرتاج عزیز چوہدری نثار اور مجید ملک کو ساتھ لے کر خاموشی کے ساتھ واشنگٹن روانہ ہو گئے جہاں سے صدر کلنٹن نے واجپائی کو فون کر کے دعوت دی کہ وہ واشنگٹن آ کر نواز شریف سے مذاکرات کریں۔ لیکن مسٹر واجپائی نے انکار کر دیا اور نواز شریف کو دھمکی دی کہ وہ 24 گھنٹے کے اندر کارگل سے فوج واپس بلانے کا اعلان کریں۔ ورنہ ہم حملہ کر کے لاہور سمیت پاکستان کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ چنانچہ اس طرح نواز شریف نے امریکہ میں ایک ایسے معاہدے پر دستخط کئے جس میں دوسرا فریق موجود ہی نہ تھا اس معاہدے کو اعلان واشنگٹن کا نام دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگست کے آخری عشرے میں نواز حکومت نے اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے چار کور کمانڈروں کو ریٹائر کرنے کا مطالبہ کیا اور اس مطالبہ کی تکمیل کے لئے انہوں نے بری فوج کے سربراہ کو تبدیل کرنے کی دھمکی دی۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ فوجی کارروائیوں اور مجاہدین کے نام پر دہشت گردوں کی پرورش کرنے سے متعلق تمام دستاویزی ثبوت عالمی رائے عامہ کے سامنے لے آئیں گے۔ اپنی دھمکی کو زیادہ پر اثر بنانے کے لئے انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی شہباز شریف کو نجی دورے پر امریکہ روانہ کر دیا جنہوں نے اعلیٰ امریکی حکام سے ملاقاتیں کیں اور علاقائی صورت حال و واقعات سے آگاہ کیا ابھی حالات معمول پر بھی نہیں آئے تھے کہ حکومت نے آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الدین بٹ کو بعض خفیہ دستاویزات کے ساتھ امریکہ روانہ کر دیا۔ انہوں نے وہ تمام دستاویزات امریکی سی آئی کے حوالے کر دیں جو مسلح افواج اور حکومت کے لئے حساس نوعیت کی تھیں ہر شخص حیران و پریشان تھا کہ اقتدار بچانے کے لئے کون کون سے حربے اختیار کئے جا رہے تھے۔

اسی دوران راجہ نادر پرویز کے بھائی اور کوئٹہ کے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل طارق پرویز کی وزیراعظم سے تنہائی میں ملاقات ہوئی جو بری افواج کے ڈسپلن کی خلاف ورزی تھی کیوں کہ اس کے لئے پیشگی اجازت نہیں لی گئی تھی فوجی قیادت نے اس ملاقات کا فوری اور سختی سے نوٹس لیتے ہوئے جنرل طارق پرویز سے استعفیٰ طلب کر لیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ 24 ستمبر کو فوج کی اعلیٰ قیادت کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں کور کمانڈرز نے خطرناک صورت حال کو بھانپتے ہوئے فیصلہ کیا تھا کہ اگر بری افواج کے سربراہ کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو فوجی پیش قدمی کمان کی جنرل عبدالعزیز سنبھال لیں گے اور راولپنڈی کور جسے 10 ویں کور کہا جاتا ہے اور جس کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل محمود احمد تھے فوراً پیش قدمی کر کے وزیراعظم کی رہائش گاہ ایوان صدر ٹیلی ویژن سٹیشن اور دیگر تمام تنصیبات کو گھیرے میں لے لیں گے۔ اس طرح کسی نئے سربراہ کی تقرری کو پایہ تکمیل تک پہنچنے سے روک لیں گے۔ اس اجلاس میں ہونے والے فیصلوں کی تمام تفصیل جنرل طارق پرویز نے میاں نواز شریف سے ملاقات کر کے انہیں بتا دی۔

جب یہ ساری خفیہ معلومات میاں نواز شریف تک پہنچیں تو وہ سکتے میں آ گئے انہیں اچانک سری لنکا میں ہونیوالی فوجی سربراہان کانفرنس کے دعوت نامے کا خیال آیا میں جس کے لئے وہ پہلے آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الدین بٹ کو بھیجنا چاہتے تھے لیکن نئی صورتحال نے انہیں ایک نئی چال چلنے کا موقع فراہم کر دیا۔ پاکستان کی سرزمین پر کھیلا جانے والا سیاسی ڈرامہ کلائمکس کی طرف بڑھ رہا تھا چنانچہ نواز شریف نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کو سری لنکا روانگی کا دعوت نامہ دیا اور زور دیا کہ بھارت اور سری لنکا کے فوجی سربراہان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ملاقات میں صرف آپ جیسے پروفیشنل سربراہ ہی بہتر موقف پیش کر سکتے ہیں۔ جنرل پرویز اس سارے ڈرامے سے بخوبی واقف تھے لہٰذا انہوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ دعوت نامہ قبول کرلیا کہ صیاد خود اپنے دام میں پھنسنے کے لئے مچل رہا تھا۔

وزیراعظم ہاؤس میں اپنی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ میاں نواز شریف نے 12 اکتوبر 1999ء کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کے دوران آرمی چیف کے علاوہ بعض دوسرے جرنیلوں کو برطرف کرنے کا اعلان کرنا تھا۔ یہ فیصلہ انہوں نے اپنی کچن کابینہ کے مشورہ سے کیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف کی روانگی کے بعد سویلین قیادت اس بات کا انتظار کرتی رہی کہ جیسے ہی کانفرنس ختم ہو اپنی سازش پر عمل درآمد کے لئے متحرک ہوا جائے۔

میاں نواز شریف انتہائی عجلت میں اسلام آباد پہنچے جہاں انہوں نے صدر رفیق تارڑ سے ملاقات کر کے جنرل پرویز مشرف کو سبکدوش کرنے کے بارے میں صلاح مشورہ کیا اسی روز سہ پہر کو وزیراعظم میاں نواز شریف نے انٹر سروسز انٹیلی جنس کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل خواجہ ضیاء الدین بٹ کو اپنے ایجنڈے کے تحت ضابطے کی کسی کارروائی کو پورا کئے بغیر غیر آئینی اور غیر قانونی طور پر فور سٹار جرنیل بنا کر پرویز مشرف کی جگہ فوج کا نیا سربراہ مقرر کر دیا۔ اور جنرل پرویز مشرف جنہیں صرف ایک ہفتہ قبل ترقی دے کر جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا تھا کوئی وجہ بتائے بغیر ''ریٹائر'' کر دیئے گئے سیکرٹری دفاع لیفٹیننٹ جنرل افتخار اس ساری کارروائی کو بنظر تائید دیکھتے رہے۔

پی ٹی وی کیمرے نے اس سارے منظر کو محفوظ کرلیا اور نئے آرمی چیف کے تقرر کی خبر ٹی وی پر بھی نشر کر دی گئی جنرل ضیاالدین نے میاں نواز شریف کو یقین دلایا کہ وہ حالات کو کنٹرول کر لیں گے فوج کا سربراہ مقرر ہونے کے بعد جنرل ضیاالدین نے پرائم منسٹر ہاؤس سے ہی اپنے ٹیلیفون پر جی ایچ کیو میں چیف آف جنرل سٹاف لیفٹیننٹ جنرل محمد عزیز خان کو اپنے ''جنرل'' بن جانے سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ وہ اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے جی ایچ کیو راولپنڈی روانہ ہو رہے ہیں۔

لیفٹیننٹ جنرل محمد عزیز خان زیرک سپاہی اور بردبار فوجی افسر ہیں انہوں نے اس پر اپنے تحفظات ظاہر کئے اور وزیراعظم کے سابق ملٹری سیکرٹری بریگیڈیئر جاوید اقبال ملک کو آگاہ کیا کہ کمان کی تبدیلی کے لئے غیر روائتی اور غیر مساویانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے جنرل ضیاء الدین گارڈ کی تبدیلی اور نئے گارڈ آف آنر کے معائنے کی آرزو لیے جی ایچ کیو پہنچے تو ان کا خیر مقدم عام مہمانوں کی طرح کرتے ہوئے انہیں استقبالیہ کے کمرے میں بٹھا دیا گیا چنانچہ آنکھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جو خواب سجا کر وہ جی ایچ کیو پہنچے یکدم چکنا چور ہو گئے۔

لیفٹیننٹ جنرل محمد عزیز خان نے ''جنرل ضیاء'' کے جی ایچ کیو پہنچنے سے پہلے راولپنڈی پشاور اور منگلہ کے کور کمانڈرز کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ جنہوں نے بیک زبان ہو کر اس اضطراری تبدیلی کی مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا۔

لیفٹیننٹ جنرل محمد عزیز خان نے ''جنرل'' بٹ کو عام مہمانوں کے کمرے میں بٹھایا اور انہیں بتایا کہ وہ واپس چلے جائیں کیوں کہ جنرل پرویز مشرف کے وطن واپس آنے کے بعد ہی کمان کی کسی تبدیلی کے فیصلے پر عملدرآمد ہو سکے گا۔ معمولی بحث و تکرار کے بعد ''جنرل بٹ'' واپس پرائم منسٹر ہاؤس اسلام آباد آ گئے۔ یہاں سے اس ڈرامے کا آغاز ہوا جس نے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا یہ کھیل کھیلتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا گیا کہ ناکامی کی صورت میں حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔

جنرل بٹ نے پرائم منسٹر ہاؤس میں بیٹھ کر ہنگامی صورت حال سے نپٹنے کے لئے رات دن تیار رہنے والی ٹرپل ون بریگیڈ کے کمانڈر بریگیڈیئر صلاح الدین ستی سے رابطہ کر کے انہیں اپنے چیف آف آرمی سٹاف بن جانے اور ''جنرل'' کے عہدے پر ترقی پا لینے سے آگاہ کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ وفاقی دارالحکومت میں اہم تنصیبات کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔ تاکہ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آئے فوجی نظم و ضبط کے تحت ٹرپل ون بریگیڈ کور نمبر 10 چکلالہ کور کے ماتحت آتا ہے۔ جس کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل محمد احمد سے رابطہ نہ کیا گیا جنرل بٹ چیف آف آرمی سٹاف بننے کے بعد جن تیرہ لیفٹیننٹ جنرل کو ریٹائر کرنے والے تھے ان میں لیفٹیننٹ جنرل محمود احمد بھی شامل تھے لیفٹیننٹ جنرل محمود احمد پہلے ہی بریگیڈیئر صلاح الدین ستی کو پرائم منسٹر ہاؤس سمیت تمام تنصیبات کو تحویل میں لینے کی غرض سے احکامات جاری کر چکے تھے جو لیفٹیننٹ جنرل عزیز خان سے ہم آہنگ تھے۔

بریگیڈیئر ستی نے ''جنرل'' ضیاء الدین کی ہدایت پر خاص توجہ نہ دی اس کے ساتھ ہی پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے اسلام آباد میں پہنچ کر پنجاب سے لائی گئی سیاہ پوش ایلیٹ فورس کے مسلح دستوں کو پاکستان ٹیلیوژن کے مرکز پرائم منسٹر ہاؤس اور دیگر تنصیبات کو تحویل میں لینے کا حکم دے دیا۔ یہ ایلیٹ فورس گزشتہ تین ہفتوں سے بڑی رازداری کے ساتھ اسکی مشق کر رہی تھی اسلام آباد پولیس کو پیچھے ہٹا کر راستوں کی نگرانی جیسی ذمہ داری سونپی گئی وفاقی دارالحکومت کے کوچہ و بازاروں میں پولیس کو سویرے سے ہی یوں پھیلا دیا گیا تھا کہ شہر پر کسی حملے کا گمان ہو رہا تھا ادھر اسلام آباد میں یہ منظر تھا جبکہ دوسری جانب پی آئی اے کی بین الاقوامی پرواز کولمبو سے اڑ کر مالے پہنچی مالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اڑنے کے بعد پی کے 805 نمبر کی یہ پرواز بحیرہ ہند کے پانیوں کو عبور کر کے بحیرہ عرب کی فضاؤں میں داخل ہوئی۔

اس دوران وزیراعظم ہاؤس پر خاموشی چھائی ہوئی تھی ہر کام رازداری سے انجام پارہا تھا جنرل عزیز احمد خان نے اپنے ساتھی کورکمانڈروں سے صلاح مشورہ کر کے میاں نواز شریف کو تجویز دی کہ وہ ضیاء الدین کی آرمی چیف کے طور پر نامزدگی کا فیصلہ واپس لے لیں لیکن میاں نواز شریف نے تجویز کو مسترد کرتے ہوئے سول ایوی ایشن کے ڈائریکٹر جنرل امین اللہ چوہدری کو حکم دیا کہ سری لنکا سے آنے والے پی آئی اے کے جہاز 805.P.K کو کراچی میں نہ اترنے دیا جائے۔

پائلٹ نے پہلے تو اپنے طور پر حالات کنٹرول کرنے کی کوشش کی اور ان کی کوشش ناکام ہوگئی تو انہوں نے آرمی چیف کو صورت حال سے آگاہ کیا ٹھیک ساڑھے پانچ بجے کراچی کے ہوائی اڈے کے دونوں رن ویز پر شہری ہوابازی کے ادارے نے گاڑیاں کھڑی کردیں۔کیپٹن ثروت نے کراچی کنٹرول کو بتایا کہ طیارے میں ایندھن تیزی سے ختم ہورہا ہے اگر اسے اترنے کی اجازت نہ دی گئی تو طیارہ گر کر تباہ ہوجائے گا انہوں نے کنٹرول ٹاور سے دریافت کیا کہ انہیں ان وجوہ سے آگاہ کیا جائے جن کی بنا پر طیارے کو اترنے نہیں دیا جارہا کراچی کنٹرول ٹاور نے انہیں جواب دیا کہ مجاز اتھارٹی نے اس ہوائی اڈے کو بند کردیا ہے اور پی کے 805 کے لئے اب یہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔ کہ وہ نواب شاہ اتر جائے جو کراچی کے لئے متبادل ہوائی اڈا ہے۔

دوسری طرف نواب شاہ کے ہوائی اڈے پر جنرل مشرف کو گرفتار کرنے کی تیاری مکمل کرلی گئی تھی جنرل پرویز مشرف کو وی ایچ ایف سسٹم کے تحت طیارے کے ہواباز کو ملنے والی معلومات سے تقریباً ساڑھے چار بجے سہ پہر جنرل ضیاالدین کی تقرری کا علم ہوگیا تھا لیکن بعد میں وی ایچ ایف سسٹم کو بھی ناکارہ بنادیا گیا۔

پی آئی اے کی پرواز کے ساتھ جانے والے دو انجینئرز میں سے ایک نے پیچ (Patch) سسٹم کے تحت دستیاب سہولت کو حرکت دی اور کراچی کے ہوائی اڈے پر ایک ٹیلیفون کی وساطت سے کورکمانڈر کراچی جنرل مظفر عثمانی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیابی حاصل کرلی جو خود ہوائی اڈے پر موجود تھے انہوں نے فوری طور پر جی او سی کراچی میجر جنرل افتخار احمد کو کنٹرول ٹاور کی طرف روانہ کیا۔انہوں نے ہواباز سے بات کی اسی اثنا میں مسلح فوجی دستے رن وے پر پہنچ گئے انہوں نے رن وے صاف کرنے کے بعد جنرل پرویز مشرف سے بات کی اور انہیں مبارک باد دی کہ صورت حال مکمل قابو میں ہے آپ طیارے کراچی کے زیرو سیون ایل 25 آر کی پٹی پر اتر گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنرل پرویز مشرف نے وطن کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے کور کمانڈروں سے ملاقاتیں کیں ان کے زمین پر اترنے سے پہلے فوج حرکت میں آ چکی تھی میاں نواز شریف شہباز شریف اور ان کی کابینہ کے بیشتر ارکان کو نظر بند کر دیا گیا میاں نواز شریف کو پاکستان ٹیلی ویژن سنٹر اسلام آباد سے اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ اپنے مقرر کردہ چیف آف آرمی سٹاف خواجہ ضیاالدین بٹ کو جنرل کا رینک لگانے کے لئے وہاں آئے تھے۔ چنانچہ جنرل پرویز مشرف کے لئے واپسی کا کوئی راستہ نہ تھا اور انہوں نے مارشل لاء لگائے بغیر آئین معطل کر دیا اور اسمبلیاں بھی معطل کر دیں اس طرح پاکستان میں طویل ترین مارشل لاء کے گیارہ سال بعد شروع ہونے والا جمہوری سفر گیارہ سال بعد ایک مرتبہ پھر موخر ہو کر رہ گیا۔ (روزنامہ جنگ لاہور، ماہنامہ دوستی کراچی)

2000ء

نواز شریف کی جلاوطنی

12 اکتوبر 1999ء کو جب فوج نے اقتدار پر کنٹرول حاصل کر لیا تو سابق حکومت کے خلاف باقاعدہ چارج شیٹ تیار کی گئی۔ فوجی قیادت نے اس امر کا سختی سے نوٹس لیا کہ ملک کے ایک ہی مستحکم اور بچے ہوئے ادارے کو ذاتی اقتدار کی خاطر تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی اور یہ بھی نہ سوچا گیا کہ موجودہ صورتحال میں اس امر کا ملکی سلامتی پر کیا اثر پڑے گا۔ سابقہ حکمرانوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے مسلح افواج کے سربراہ سمیت تقریباً دو سو افراد کی زندگیوں کو بھی خطرے میں ڈالنے سے گریز نہ کیا۔ چارج شیٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ اقتصادی بحالی کے نام پر برسر اقتدار آنے والوں نے ملک کی معیشت کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ذاتی مفادات کے لئے قومی اداروں کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا اور ایک موقع پر احتساب سے بچنے کے لئے سپریم کورٹ جیسے مقدس ادارے پر حملہ کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔ چارج شیٹ میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کو حکومت کی انتظامی اور نا اہلی قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ ملک کے عام شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے حکومت نے کوئی ذمہ داری پوری نہیں کی بلکہ اس کے برعکس آئین و قانون کو پامال کرتے ہوئے پورے ملک میں ماورائے عدالت ہلاکتوں کا ایک طویل سلسلہ جاری رکھا جس کے نتیجے میں عام شہریوں میں عدم تحفظ کا احساس شدید ہو گیا۔ مزید کہا گیا کہ ملک میں جمہوری عمل کو جاری رکھنے میں حکومت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حد تک ناکام ہوگئی کہ وفاق پاکستان کے تقاضوں کے منافی صوبوں کی اسمبلیوں اور حکومتوں کو آمرانہ فیصلوں کے تحت کالعدم قرار دے دیا گیا۔

اس کے بعد جنرل پرویز مشرف نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نواز شریف کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے جیسے ہی قانونی ماہرین اس سلسلے میں کوئی مشورہ دیں گے۔حکومت اپنے فیصلے کا اعلان کر دے گی۔ انہیں صفائی کا مکمل موقع دیا جائے گا۔لیگل ٹیم ان کے خلاف مقدمہ درج کرنے کے لئے جائزہ لے رہی ہے ٹیم کی ہدایت پر مقدمہ عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

نواز شریف کے معزول ہونے کے ٹھیک 29 دن بعد ان پر اور ان کے ساتھیوں پر ہائی جیکنگ' اقدام قتل و دہشت گردی کا مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ ماضی میں جب ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے مقدمے میں گرفتار کیا گیا تو بھٹو نے عدالت کے فل بنچ پر عدم اعتماد کرتے ہوئے کہا تھا کہ میرے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ بنچ کے بعض جج صاحبان کی بھٹو کے ساتھ کسی نہ کسی حوالے سے رنجش رہی تھی۔ اس لئے بھٹو کو انصاف کی توقع نہ تھی۔لیکن وقت کتنا بے رحم ہوتا ہے اس کا اندازہ آپ اسی سے لگا سکتے ہیں کہ نواز شریف نے عدلیہ کی مخالفت کے باوجود انسداد دہشت گردی کی جو عدالت قائم کی تھی ان کا اپنا مقدمہ بھی اس عدالت میں زیر سماعت تھا لہٰذا وہ اس پر عدم اعتماد بھی نہیں کر سکتے تھے۔

سازش مجرمانہ' ہائی جیکنگ اقدام قتل اور انسداد دہشت گردی کی ترمیمی شق نمبر 7 کے تحت لیفٹیننٹ کرنل عتیق کیانی جو ہیڈ کوارٹر 5 کور کراچی میں پروٹوکول افسر تھے۔نے 10 نومبر 1999ء کو تھانہ ائیر پورٹ میں نواز شریف' شاہد خاقان عباسی' امین اللہ چوہدری اور رانا مقبول کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی۔

مقدمے کی طویل سماعت کے بعد خصوصی عدالت نے میاں نواز شریف کو تعزیرات پاکستان کی زیر دفعہ 402 بی کے تحت ہائی جیکنگ کا مجرم قرار دیتے ہوئے بامشقت عمر قید اور پانچ لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔ جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں میاں نواز شریف کو مزید 5 سال قید بامشقت کاٹنا ہوگی۔فیصلے میں یہ بھی کہا گیا کہ میاں محمد نواز شریف کی تمام جائیداد کو بحق سرکار ضبط کر لیا جائے بلکہ انسداد دہشت گردی ایکٹ 7 کے تحت میاں نواز شریف کو عمر قید بامشقت کی سزا دی گئی اور ساتھ ہی 5 لاکھ روپے جرمانے کی بھی سزا سنائی۔ جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں انہیں مزید پانچ سال قید بامشقت بھگتنا ہوگی۔لہٰذا عدالت کے اس فیصلہ کے مطابق میاں نواز شریف کی مجموعی سزا دوبار عمر قید' جائیداد کی ضبطی اور 30 لاکھ جرمانہ تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد حکومت نے خصوصی عدالت کی جانب سے نواز شریف کو سزائے موت نہ دینے اور چھ شریک ملزموں کو بری کرنے کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں دو اپیلیں کیں۔ عدالت نے نواز شریف کو اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کیا کہ کیوں نہ ان کی عمر قید کو سزا موت میں تبدیل کر دیا جائے۔ فاضل عدالت نے کہا گو کہ طیارہ سازش کیس میں قتل کا کوئی واقعہ نہیں ہوا لیکن ہائی جیکنگ بھی اس زمرے میں آتی ہے۔ تعزیرات پاکستان اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت ہائی جیکنگ میں بھی زیادہ سے زیادہ سزا دینے کا قانون لاگو ہوتا ہے۔ جبکہ اس قانون کے تحت اگر کم سے کم سزا دی جائے تو پھر ماتحت عدالت کو اس کی وجہ بھی بتانی چاہیے۔ فاضل عدالت نے قرار دیا کہ طیارہ سازش کیس میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے سابق وزیر اعظم محمد نواز شریف کو کم سے کم سزا دی اور اس کی وجہ بھی نہیں بتائی۔ حالانکہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے تعزیرات پاکستان اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ سزا دینی چاہیے تھی جو کہ سزائے موت ہے۔

12 جون کو اپیلوں کی سماعت شروع ہوئی جس پر فیصلہ سناتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ کے فل بنچ نے اکثریتی فیصلے کے ذریعے سابق وزیر اعظم نواز شریف کو طیارہ سازش کیس میں ملنے والی عمر قید کی دو سزاؤں کو کم کر کے ایک کر دیا اور دہشت گردی کی دفعہ 27 سے انہیں بری کر دیا اور حکم دیا کہ نواز شریف کی صرف اتنی جائیداد قرق کی جائے جس سے حکومت کو 500 ملین روپے حاصل ہو سکیں۔

اس کے علاوہ قومی احتساب بیورو نے سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف کے خلاف فراڈ اور دھوکا دہی سے بیس لاکھ پچاس ہزار ڈالر مالیت کا ایک ہیلی کاپٹر خریدنے اور ٹیکس حکام سے حقائق چھپانے کے الزام میں احتساب عدالت میں ایک ریفرنس دائر کیا۔ جسے 29 فروری 2000ء کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق نواز شریف نے 1993ء میں یہ ہیلی کاپٹر درآمد کیا تھا جس کے لئے لاکھوں ڈالر ادا کئے گئے۔ لیکن انہوں نے آج تک اپنے اثاثوں میں انکم ٹیکس حکام کے سامنے اسے ظاہر نہیں کیا۔ ہیلی کاپٹر ریفرنس کی سماعت 14 مختلف تاریخوں پر ہوئی۔ حتمی دلائل سننے کے بعد عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا جس میں معزول وزیر اعظم میاں نواز شریف کو 14 سال قید با مشقت 2 کروڑ روپے جرمانہ اور 21 سال کے لئے کسی بھی عوامی یا سرکاری عہدے کے لئے نااہل قرار دے دیا۔

12 اکتوبر کے فوجی اقدام کے بعد میاں نواز شریف پر چلائے جانے والے دو مقدموں کا فیصلہ ہوا تو پوری قوم نے اطمینان کا سانس لیا کہ پاکستان میں احتساب کا عمل شروع تو ہوا۔ لیکن پوری قوم اس وقت سکتے میں آگئی جب اچانک آدھی رات کے بعد میاں نواز شریف اور ان کے خاندان کو سعودی عرب جلاوطن کر دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔

نواز شریف عدالتوں کے سزا یافتہ تھے اور ان پر 80 کے قریب کرپشن کے دیگر مقدمات زیر سماعت تھے۔ ملت پارٹی کے ایک وائٹ پیپر کے مطابق شریف خاندان نے ایک کھرب 93 ارب روپے کی کرپشن کی نواز شریف کی جلاوطنی کا واقعہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہے۔ جو پاکستان کی سیاسی تاریخ کی پیشانی پر سیاہ داغ کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

13 اگست 2000ء

برصغیر کو پاپ میوزک سے آشنا کرنیوالی

نازیہ حسن کا انتقال

پاکستان کی مشہور گلوکارہ اور ''آپ جیسا کوئی میری زندگی میں آئے تو بات بن جائے'' پر عالمی شہرت حاصل کرنے والی سنگر نازیہ حسن انتقال کر گئیں ان کا انتقال 13 اگست 2000ء کی صبح 9 بج کر بیس منٹ پر نارتھ لندن کے نارتھ مخلے اسپتال میں ہوا۔ انہیں تین روز قبل اس وقت ہسپتال داخل کیا گیا تھا جب ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ ہفتہ کے روز نازیہ کی طبیعت بہت بہتر ہو گئی تھی اور خیال تھا کہ ڈاکٹر اتوار کو گھر جانے کی اجازت دے دیں گے لیکن اتوار کو علی الصبح ان کی والدہ منزہ حسن کو ہسپتال بلایا گیا کیونکہ نازیہ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ سوا نو بجے کے قریب انہیں کھانسی کا دورہ پڑا اور اسی دورہ کے دوران ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ نازیہ حسن کو ساڑھے چار برس قبل کینسر ہو گیا تھا لندن میں ابتدائی علاج کے بعد وہ تندرست ہو گئی تھیں۔ لیکن ڈیڑھ برس قبل کینسر لوٹ آیا اور تیزی سے چھاتی پر بھی پھیل گیا۔ آٹھ ماہ قبل انہوں نے کیموتھراپی کرنا شروع کی۔ حالیہ مہینوں میں وہ خود کو تندرست محسوس کرتی تھیں اور اکثر ملاقاتیوں سے کہتیں کہ والدین اور ان کے پرستاروں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ وہ صحت یاب ہو رہی ہیں۔ ان کا چہرہ قدرے موٹا تھا لیکن اس پر معمول کی مسکراہٹ ہوتی تھی۔ انہیں دیکھ کر یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کینسر میں مبتلا ہیں کیموتھراپی سے کینسر کے مریضوں کے بال گر جاتے ہیں لیکن نازیہ نے اگرچہ بال چھوٹے کرائے تھے لیکن بال معمولی سے گرے تھے۔ البتہ باتیں کرتے وقت انہیں کھانسی آجاتی تھی جس سے ان کی بیماری کا اندازہ ہوتا تھا۔ لیکن نازیہ کو امید تھی کہ وہ کینسر کو شکست دے دیں گی۔ کیونکہ پرستاروں کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں، لیکن خالق حقیقی کو کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہی منظور تھا۔ دعائیں اور دوائیں کارگر نہ ہوئیں اور وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ نازیہ حسن پاکستان کی پہلی بین الاقوامی شہرت یافتہ پاپ گلوکارہ تھیں۔

انہوں نے کیریئر کا آغاز 70ء کے عشرے میں کراچی ٹی وی سنٹر کے بچوں کے پروگرام ''ہم سورج چاند ستارے'' سے کیا جس کے میزبان موسیقار سہیل رعنا تھے۔ نازیہ حسن ان کے بھائی زوہیب حسن اور عدنان سمیع خان یہ تینوں بچے اس پروگرام کے ''لیڈنگ سنگرز'' تھے باقی دیگر بچے ان کے ہمراہ کورس گاتے تھے 1980ء کے بعد نازیہ حسن اپنے اہل خانہ کے ساتھ لندن شفٹ ہو گئیں' وہاں ان کی ملاقاتیں بھارتی فلم انڈسٹری کے معروف اداکار' ہدایتکار اور فلمساز فیروز خان سے ہوئیں۔ فیروز خان ان کے فیملی فرینڈ تھے اسی زمانے میں بھارتی موسیقار بدو نے نازیہ حسن سے ایک گیت گوایا جو اسے شہرت کی بلندیوں پر لے گیا۔

اس کے بول تھے

''آپ جیسا کوئی میری زندگی میں آئے تو بات بن جائے''

یہ گیت بعد ازاں فیروز خان نے 1976ء میں اپنی فلم ''قربانی'' میں شامل کر لیا۔ یہ گیت اس وقت کی سپر سٹار زینت امان پر فلمبند ہوا جو کئی سالوں تک ہر خاص و عام کی زبان پر رہا۔ نازیہ حسن نے بدو کے ساتھ مل کر اپنی پہلی آڈیو البم لندن میں ریکارڈ کی جس کا ''ٹائٹل سونگ'' ''ڈسکو دیوانے'' تھا۔ نازیہ نے اپنے کیریئر میں صرف تین البم ریکارڈ کیں۔ ان کی دوسری البم کا نام ''بوم بوم'' اور تیسری کا نام ''آگ'' ہے۔ جس کے ویڈیو ان دنوں مختلف انٹرنیشنل چینلز پر دیکھے جا رہے ہیں۔ نازیہ حسن اپنی بیماری کے باعث طویل عرصہ تک گا نہ سکیں مگر ان کے انداز نے جدید موسیقی اور اس سے وابستہ فنکاروں پر انمٹ نقوش چھوڑے' آج کی سپر سٹار پاپ گلوکارہ حدیقہ کیانی سمیت دوسری گلوکاراؤں پر نازیہ حسن کے سٹائل کی چھاپ دیکھی جا سکتی ہے۔ وہ برصغیر میں پاپ ماڈرن میوزک اور اسے پیش کرنے کے انداز کی موجد تھیں۔ ان سے پہلے بھارتی گلوکارہ آشا بھونسلے تیز میوزک پر گاتی تھیں مگر نازیہ حسن اپنی خوبصورتی اور گلیمر کے باعث لوگوں میں بہت مقبول ہوئیں' انہیں میڈیا نے گلیمرس گرل اور بیوٹی کوئین کے خطابات سے نوازا' پاکستان اور بھارت کے ہر بڑے میگزین نے ان کے فوٹو سیٹ شائع کئے۔ نازیہ حسن دو سال تک بچوں کی فلاح و بہبود کے عالمی ادارہ ''یونیسیف'' کے لئے کام کرتی رہیں' پانچ برس قبل نازیہ حسن چند دنوں کے لئے لاہور آئیں' جہاں انہوں نے پنجابی لوگ گیت ریکارڈ کرائے ان گیتوں میں ''آجا پلی دے تھلے گلاں کریئے پیار دیاں'' بہت مقبول ہوا تھا۔ نازیہ حسن نے ساتویں پی ٹی وی ایوارڈ میں اپنے بھائی زوہیب حسن کے ساتھ کوئٹہ میں اپنے فن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظاہرہ کیا۔

23دسمبر2000ء

بیسویں صدی کا آخری اہم واقعہ

ملکہ ترنم ''نور جہاں'' انتقال کر گئیں

پرائڈ آف پرفارمنس کی حامل ملکہ ترنم نور جہاں 23دسمبر2000ء کو انتقال کر گئیں ان کی عمر 74 برس تھی۔ وہ ایک عرصہ سے جگر اور عارضہ قلب میں مبتلا تھیں۔ دو سال قبل بائی پاس اپریشن کے بعد وہ مختلف ہسپتالوں اور کچھ عرصہ بیرون ملک زیر علاج رہیں اچانک عارضہ جگر نے شدت اختیار کر لی جس کے بعد وہ سنبھل نہ سکیں اس طرح لاکھوں دلوں کی دھڑکن' سُر کی ملکہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

ملکہ ترنم نور جہاں 1928ء میں قصور میں پیدا ہوئیں۔ گلوکاری فطری طور پر ان میں رچی بسی تھی۔ انہوں نے چار برس کی عمر میں گانا شروع کر دیا۔ جب ان کی زبان تتلایا کرتی تھی' خاص طور پر ''ک'' اور ''ر'' کے الفاظ ان کی زبان پر نہیں چڑھا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے گانا شروع کیا تو ان کی تمام تتلاہٹ ختم ہوگئی۔ انہوں نے مختار بیگم اور اختری بائی فیض آبادی کی غزلیں انہیں کے انداز میں گا کر گلوکاری کی ابتدا کی۔ خداداد صلاحیتیں دیکھ کر انہیں معروف کلاسیکی گائیک استاد غلام محمد خاں کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ استاد غلام محمد سے ملکہ ترنم نے فن موسیقی کے حوالے سے بہت کچھ سیکھا' ان کے استاد غلام محمد ابھی حیات ہیں وہ عمر بھر ان کے ساتھ رہے۔ ملکہ ترنم نے گلوکاری کا آغاز سٹیج سے کیا' انہوں نے بے بی نور جہاں کے نام سے فلموں میں اداکاری بھی شروع کر دی' فلموں میں کام کا آغاز انہوں نے کلکتہ سے کیا تھا' بطور بے بی نور جہاں ان کی پہلی فلم ''ہیر سیال'' تھی اس فلم میں نور جہاں نے ہیر کے بچپن کا رول کیا تھا جبکہ اس فلم میں ہیر کا کردار صبیحہ خانم کی والدہ ''بابو'' نے کیا تھا۔ ملکہ ترنم نے اداکاری کے ساتھ فلموں میں گانے کا آغاز بھی کیا' فلم میں سب سے پہلے ملکہ ترنم نے فلم ہیر سیال کے ایک کورس میں گانا گایا تھا۔ اس کے بول ہیں۔

''سوہنا دیساں دا دیس پنجاب نی سیو''

اس وقت نور جہاں کی عمر سات سال کے قریب تھی اس کے بعد انہوں نے فلم سسی میں ''سسی'' کے بچپن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رول کیا' اسی طرح ایک پنجابی فلم ''پنڈ دی کڑی'' میں ہیروئن کے بچپن کا رول کیا۔ اس کے بعد ملکہ ترنم لاہور آ گئیں' لاہور میں آ کر انہوں نے دلسکھ پنچولی کی فلم ''گل بکاؤلی'' میں ایک اہم کردار کیا' اس فلم میں انہوں نے گانے بھی گائے بطور اداکارہ اور گلوکارہ ان کی شہرت و مقبولیت کا آغاز گل بکاؤلی سے ہوا' گل بکاؤلی میں ملکہ ترنم کا گایا ہوا ایک گانا۔

''شالا جوانیاں مانیں' آکھا نہ موڑیں پی پی لے''

بہت مقبول ہوا تھا۔ بکاؤلی کے بعد ملکہ ترنم کو اس دور کی کامیاب ترین پنجابی فلم ''یملا جٹ'' میں کاسٹ کیا گیا۔ اس فلم میں ملکہ ترنم کا گایا ہوا گانا۔

''کنکاں دیاں فصلاں پکیاں نیں''

بہت مقبول ہوا اس فلم میں اداکار ایم اسماعیل نے یملا جٹ کا کردار کیا تھا' اسی دوران ملکہ ترنم کو فلم ''خاندان'' میں کاسٹ کیا گیا' خاندان بطور ہیروئن ان کی پہلی فلم تھی' خاندان کے ہدایتکار سید شوکت حسین رضوی تھے' خاندان میں ملکہ ترنم کے مقابل ہیرو کا کردار اداکار ''پران'' نے کیا تھا' پران کی یہ پہلی فلم تھی' خاندان کا یہ گانا تو آج بھی روز اول کی طرح تروتازہ اور مقبول ہے۔

تو کون سی بدلی میں میرے چاند ہے آ جا
تارے ہیں میرے زخم جگر ان میں سما جا

اس کے بعد انہوں نے فلم چوہدری میں ہیروئن کا رول کیا۔ ان فلموں میں کام کرنے کے بعد ملکہ ترنم نے بطور اداکارہ اور گلوکارہ ملک گیر شہرت و مقبولیت حاصل کر لی تھی' پھر وہ بمبئی چلی گئیں' بمبئی میں قیام کے دوران انہوں نے جن فلموں میں اداکاری اور گلوکاری کی ان میں دوست' نوکر' زینت' لال حویلی' بھائی جان' انمول گھڑی' بڑی ماں' مرزا صاحباں' نادان' ہجولی گاؤں کی گوری' دل اور جگنو شامل ہیں' اداکاری کے علاوہ ان فلموں کے تمام گانے بھی ملکہ ترنم نے گائے۔ نوکر بمبئی میں ملکہ ترنم کی پہلی فلم تھی اس کے ہدایتکار سید شوکت حسین رضوی تھے' ان فلموں میں اداکاری اور گلوکاری پر ملکہ ترنم نے کئی ایوارڈ بھی حاصل کئے۔ فلم زینت میں ملکہ ترنم کے گانوں سے برصغیر کی فلمی موسیقی میں نئے رجحانات کا آغاز ہوا' اس فلم کی ایک قوالی ہے۔

آہیں نہ بھریں شکوے نہ کئے
کچھ بھی نہ زباں سے کام لیا
ہم دل کو پکڑ کر بیٹھ گئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا

اس فلم کا ایک گانا:

آندھیاں غم کی یوں چلیں

باغ اجڑ کے رہ گیا

بھی بہت مقبول ہوا تھا' انمول گھڑی گانوں کی مقبولیت کے لحاظ سے ملکہ ترنم کی سدا بہار فلموں میں سے ہے۔اس کے گانوں کے بول یہ ہیں۔

کیا مل گیا بھگوان تجھے دل کو دکھا کے

ارمانوں کی نگری میں میری آگ لگا کے

آواز دے کہاں ہے

دنیا میری جواں ہے

جواں ہے محبت

حسین ہے زمانہ

اسی طرح جگنو بھی ملکہ ترنم کی اہم ترین فلم تھی اس میں ہیرو کا کردار دلیپ کمار نے کیا تھا' جگنو کے چند گانوں کے بول ہیں۔

یہاں بدلہ وفا کا بے وفائی کے سوا کیا ہے

آج کی رات ساز و دل پر درد نہ چھیڑ

قیام پاکستان کے بعد ملکہ ترنم لاہور آ گئیں لاہور میں ہدایت کار سبطین فضلی کی فلم دوپٹہ میں انہیں ہیروئن کاسٹ کیا گیا دوپٹہ میں ان کا ایک گانا ہے۔

میرے من کا راجہ آجا آجا صورتیا دکھا جا

یہ ملکہ ترنم کا پاکستان میں پہلا گانا تھا' دوپٹہ کے گانوں کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔پینتالیس برس گزر جانے کے باوجود اس فلم کے تمام گانے آج بھی روز اول کی طرح مقبول ہیں اس فلم کے چند گانوں کے بول ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں بن پتنگ اڑ جاؤں
تیرے ہاتھ نہ آؤں

چاندنی راتیں تاروں سے کریں باتیں
سب جگ سوئے ہم جاگیں

دوپٹہ کے بعد ملکہ ترنم نے فلم چن وے میں نہ صرف سنتوش کمار کے مقابل ہیروئن کا کردار ادا کیا بلکہ اس کی فلم گلنار میں کام کیا اس کے بعد ملکہ ترنم نے جن پاکستانی فلموں میں کام کیا ان میں پاٹے خان' کوئل' انتظار' نیند' نوراں' چھومنتر' انارکلی' پردیسی' غالب' بطور اداکارہ ملکہ ترنم کی آخری فلم تھی اس کے بعد ملکہ ترنم نے اداکاری ترک کر کے پلے بیک گلوکاری شروع کر دی اور انہوں نے ہزاروں اردو' پنجابی اور پشتو فلموں کے لئے ایک لاکھ سے زائد گانے گائے۔

1- فیصلے سنانے میں دیر کتنی لگتی ہے
فاصلے مٹانے میں دیر کتنی لگتی ہے
آرزو جواں ہو تو زندگی کی راہوں میں
پھول نئے کھلانے میں دیر کتنی لگتی ہے!!!

2- ہر چیز کو نفرت سے بگاڑا نہیں کرتے
پت جھڑ کے لئے باغ کو اجاڑا نہیں کرتے
ڈال سے گلہ ہے تو ڈال کو کتر دے
ڈال کے لئے شجر کو اکھاڑا نہیں کرتے۔

3- ہر اک بہار دیر رہتا ہے لوگو محبت میں
کسی کی خواب کو تعبیر کا رستہ نہیں ملتا
زمانہ کو دکھتا ہے وہ قریب سے اپنے ساتھ
جنہیں ... مگر وہ سکون کوئی لمحہ نہیں ملتا

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیسویں صدی۔ اہم ...

بیسویں صدی کا جب آغاز ہوا تو جنگِ بوئر شروع ہو چکی ... اور جاپان ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اسی دوران جنگ بلقان شروع ہو گئی۔ جنگ ... تو پہلی جنگِ عظیم کے بادل دنیائے آسمان پر چھانے لگے۔ پہلی جنگ عظیم اپنے انجام کو پہنچی تو ہٹلر نے اتحادیوں سے جرمن قوم کی ذلت و رسوائی کا بدلہ لینے کے لیے دوسری جنگ کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکنے کے واقعات رونما ہوئے۔ الغرض بیسویں صدی اپنے آغاز سے ہی ہنگامہ خیز واقعات سے بھرپور اور کروڑوں انسانوں کے لہو سے رنگین نظر آتی ہے۔

اس صدی نے جہاں انسان کو جنگوں کی ہولناکیوں کے سپرد کرنے کا اہتمام کیا وہاں انسان نے سیاسی، تہذیبی، تمدنی، سائنسی، معاشی، طبی اور لسانی میدان میں حیرت انگیز حد تک پیش رفت کی۔ نت نئی ایجادات نے انسان کو تیز رفتار زندگی کی طرف مائل کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑی بڑی سلطنتیں سکڑ کر رہ گئیں اور نظریات پھیلنا شروع ہوئے۔ امریکہ ایک نئے سامراج کی شکل میں سامنے آیا اور دنیا کے نقشے پر نئی ریاستیں نمودار ہوئیں۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کی۔

957 م 102 ب
-Publishers
...rket Ghazni Street Urdu Bazar Lahore.
PH: 7241778